ذخیرۃ الجنان

فی

فہم القرآن

افادات

شیخ الحدیث والتفسیر

مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ تعالیٰ

* ناشر *

میر محمد لقمان برادران

سیٹلائٹ ٹاؤن گوجرانوالہ

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ

من ابی الزاہد

الیٰ جمیع اولادی واحبابی وتلامذتی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

راقم اثیم گکھڑ میں قرآن کریم و حدیث شریف کا پنجابی میں جو درس دیتا رہا اس درس قرآن کریم کا بڑی عرق ریزی کے ساتھ اردو میں ترجمہ مولانا محمد نواز بلوچ صاحب نے کیا جسکی طباعت زیر انتظام الحاج میر محمد لقمان اللہ صاحب نے اور ان کے بھائیوں نے کیا ہے راقم اثیم طباعت کے جملہ حقوق انکو دیتا ہے ہاں اگر علمی طور پر اصلاح کی ضرورت پڑے تو راقم اثیم کے بچے مثلاً عزیزم زاہد اور عزیزم قارن سلمہما اللہ تعالیٰ وغیرہ مشورہ دے سکتے ہیں باقی سب حقوق طباعت جناب میر صاحب کو دیدیئے ہیں واللہ الموفق ۔

ابوالزاہد محمد سرفراز عفی عنہ

۱۴ صفر ۱۴۲۳ھ
۲۸ ر اپریل ۲۰۰۲ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

روزانہ درس قرآن پاک

تفسیر

سورۃ محمد
سورۃ الفتح
سورۃ الحجرات
سورۃ ق
سورۃ الذاریات
سورۃ الطور
سورۃ النجم
سورۃ القمر
سورۃ الرحمٰن
سورۃ الواقعہ
سورۃ الحدید

جلد............۱۹ (مکمل)

افادات

شیخ الحدیث والتفسیر
حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر قدس اللہ سرہ
خطیب مرکزی جامع مسجد المعروف بوہڑوالی گکھڑ گوجرانوالہ، پاکستان

نام کتاب ---- ذخیرۃ الجنان فی فہم القرآن (سورۃ محمد، فتح، حجرات، ق، الذاریات، طور، نجم، قمر، الرحمٰن، واقعہ، حدید، مکمل)

افادات ---- شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ

مرتب ---- مولانا محمد نواز بلوچ مدظلہ، گوجرانوالا

سرورق ---- محمد خاور بٹ، گوجرانوالا

کمپوزنگ ---- محمد صفدر حمید

تعداد ---- گیارہ سو [۱۱۰۰]

تاریخ طباعت ----

قیمت ----

طابع وناشر ---- لقمان اللہ میر اینڈ برادرز، سیٹلائٹ ٹاؤن گوجرانوالا

Cell: 03008741292-03218741292

ملنے کے پتے

۱) والی کتاب گھر، اُردو بازار گوجرانوالا

۲) اسلامی کتاب گھر، نزد مدرسہ نصرۃ العلوم، گوجرانوالا

۳) مکتبہ سید احمد شہیدؒ، اُردو بازار، لاہور

اہلِ علم سے گزارش

بندۂ ناچیز امام المحدثین مجددوقت شیخ الاسلام حضرت العلام مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ تعالیٰ کا شاگرد بھی ہے اور مرید بھی۔

اور محترم لقمان اللہ میر صاحب حضرت اقدس کے مخلص مرید اور خاص خدام میں سے ہیں۔

ہم وقتاً فوقتاً حضرت اقدس کی ملاقات کے لیے جایا کرتے۔ خصوصاً جب حضرت شیخ اقدس کو زیادہ تکلیف ہوتی تو علاج معالجہ کے سلسلے کے لیے اکثر جانا ہوتا۔ جانے سے پہلے ٹیلیفون پر رابطہ کر کے اکٹھے ہو جاتے۔ ایک دفعہ جاتے ہوئے میر صاحب نے کہا کہ حضرت نے ویسے تو کافی کتابیں لکھیں ہیں اور ہر باطل کا رد کیا ہے مگر قرآن پاک کی تفسیر نہیں لکھی تو کیا حضرت اقدس جو صبح بعد نمازِ فجر درس قرآن ارشاد فرماتے ہیں وہ کسی نے محفوظ نہیں کیا کہ اسے کیسٹ سے کتابی شکل سے منظر عام پر لایا جائے تا کہ عوام الناس اس سے مستفید ہوں۔ اور اس سلسلے میں جتنے بھی اخراجات ہونگے وہ میں برداشت کرونگا اور میرا مقصد صرف رضائے الٰہی ہے، شاید یہ میرے اور میرے خاندان کی نجات کا سبب بن جائے۔ یہ فضیلت اللہ تعالیٰ نے ان کیلئے مقدر فرمائی تھی۔

اس سے تقریباً ایک سال قبل میر صاحب کی اہلیہ کو خواب آیا تھا کہ ہم حضرت شیخ اقدس کے گھر گئے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ حضرت کیلوں کے چھلکے لیکر باہر آ رہے ہیں۔ میں

نے عرض کیا حضرت مجھے دیدیں میں باہر پھینک دیتی ہوں۔ حضرت نے وہ مجھے دیدیئے اور وہ میں نے باہر پھینک دیئے۔ (چونکہ حضرت خواب کی تعبیر کے بھی امام ہیں۔)

میں نے مذکورہ بالا خواب حضرت سے بیان کیا اور تعبیر پوچھنے پر حضرت نے فرمایا کہ میرا یہ جو علمی فیض ہے اس سے تم بھی فائدہ حاصل کرو گے، چنانچہ وہ خواب کی تعبیر تفسیر قرآن ''ذخیرۃ الجنان'' کی شکل میں سامنے آئی۔

میر صاحب کے سوال کے جواب میں مَیں نے کہا اس سلسلے میں مجھے کچھ معلوم نہیں حضرت اقدس سے پوچھ لیتے ہیں۔ چنانچہ جب گکھڑ حضرت کے پاس پہنچ کر بات ہوئی تو حضرت نے فرمایا کہ درس دو تین مرتبہ ریکارڈ ہو چکا ہے اور محمد سرور منہاس کے پاس موجود ہے ان سے رابطہ کرلیں۔ اور یہ بھی فرمایا کہ گکھڑ والوں کے اصرار پر میں یہ درسِ قرآن پنجابی زبان میں دیتا رہا ہوں اس کو اُردو زبان میں منتقل کرنا انتہائی مشکل اور اہم مسئلہ ہے۔

اس سے دو دن پہلے میرے پاس میرا ایک شاگرد آیا تھا اس نے مجھے کہا کہ میں ملازمت کرتا ہوں تنخواہ سے اخراجات پورے نہیں ہو پاتے، دورانِ گفتگو اس نے یہ بھی کہا کہ میں نے ایم۔اے پنجابی بھی کیا ہے۔ اس کی یہ بات مجھے اس وقت یاد آ گئی۔ میں نے حضرت سے عرض کی کہ میرا ایک شاگرد ہے اس نے پنجابی میں ایم۔اے کیا ہے اور کام کی تلاش میں ہے، میں اس سے بات کرتا ہوں۔

حضرت نے فرمایا اگر ایسا ہو جائے تو بہت اچھا ہے۔ ہم حضرت کے پاس سے اٹھ کر محمد سرور منہاس صاحب کے پاس گئے اور ان کے سامنے اپنی خواہش رکھی انھوں نے کیسٹیں دینے پر آمادگی ظاہر کر دی۔ کچھ کیسٹیں ریکارڈ کرانے کے بعد اپنے شاگرد

ایم-اے پنجابی کو بلایا اور اس کے سامنے یہ کام رکھا اُس نے کہا کہ میں یہ کام کردونگا، میں نے اسے تجرباتی طور پر ایک عدد کیسٹ دی کہ یہ لکھ کر لاؤ پھر بات کریں گے۔ دینی علوم سے ناواقفی اس کیلئے سدِ راہ بن گئی۔ قرآنی آیات، احادیث مبارکہ اور عربی عبارت سمجھنے سے قاصر تھا۔ تو میں نے فیصلہ کیا کہ یہ کام خود ہی کرنے کا ہے میں نے خود ایک کیسٹ سنی اور اُردو میں منتقل کر کے حضرت اقدس کی خدمت میں پیش کی۔ حضرت نے اس میں مختلف مقامات میں سے پڑھ کر اظہارِ اطمینان فرمایا۔ اس اجازت پر پوری تن دہی سے متوکل علی اللہ ہو کر کام شروع کر دیا۔

میں بنیادی طور پر دنیاوی تعلیم کے لحاظ سے صرف پرائمری پاس ہوں، باقی سارا فیض علمائے ربانیین سے دورانِ تعلیم حاصل ہوا۔ اور میں اصل رہائشی بھی جھنگ کا ہوں وہاں کی پنجابی اور لاہور، گوجرانوالہ کی پنجابی میں زمین آسمان کا فرق ہے لہٰذا جہاں دشواری ہوتی وہاں حضرت مولانا سعید احمد صاحب جلالپوری شہیدؒ سے رجوع کرتا یا زیادہ ہی الجھن پیدا ہو جاتی تو براہِ راست حضرت شیخؒ سے رابطہ کر کے تشفی کر لیتا لیکن حضرت کی وفات اور مولانا جلالپوریؒ کی شہادت کے بعد اب کوئی ایسا آدمی نظر نہیں آتا جسکی طرف رجوع کروں۔ اب اگر کہیں محاورہ یا مشکل الفاظ پیش آئیں تو پروفیسر ڈاکٹر اعجاز سندھو صاحب سے رابطہ کر کے تسلی کر لیتا ہوں۔

اہل علم حضرات سے التماس ہے کہ اس بات کو بھی مدنظر رکھیں کہ یہ چونکہ عمومی درس ہوتا تھا اور یادداشت کی بنیاد پر مختلف روایات کا ذکر کیا جاتا تھا اس لئے ضروری نہیں ہے کہ جو روایت جس کتاب کے حوالہ سے بیان کی گئی ہے وہ پوری روایت اسی کتاب میں موجود ہو۔ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ روایت کا ایک حصہ ایک کتاب میں ہوتا ہے جس کا

حوالہ دیا گیا ہے مگر باقی تفصیلات دوسری کتاب کی روایت بلکہ مختلف روایات میں ہوتی ہیں۔ جیسا کہ حدیث نبویؐ کے اساتذہ اور طلبہ اس بات کو اچھی طرح سمجھتے ہیں اس لئے ان دروس میں بیان کی جانے والی روایات کا حوالہ تلاش کرتے وقت اس بات کو ملحوظ رکھا جائے۔

علاوہ ازیں کیسٹ سے تحریر کرنے سے لے کر مسودہ کے زیورِ طباعت سے آراستہ ہونے تک کے تمام مراحل میں اس مسودہ کو انتہائی ذمہ داری کیساتھ میں بذاتِ خود اور دیگر تعاون کرنے والے احباب مطالعہ اور پروف ریڈنگ کے دوران غلطیوں کی نشاندہی کرتے ہیں اور حتی المقدور اغلاط کو دور کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ کمپوزنگ اور اغلاط کی نشاندہی کے بعد میں ایک مرتبہ دوبارہ مسودہ کو چیک کرتا ہوں تب جا کر انتہائی عرق ریزی کے بعد مسودہ اشاعت کیلئے بھیجا جاتا ہے۔ لیکن بایں ہمہ ہم سارے انسان ہیں اور انسان نسیان اور خطا سے مرکب ہے غلطیاں ممکن ہیں۔ لہٰذا اہل علم سے گذارش ہے کہ تمام خامیوں اور کمزوریوں کی نسبت صرف میریٰ طرف ہی کی جائے اور ان غلطیوں سے مطلع اور آگاہ کیا جائے تا کہ آئندہ ایڈیشن میں اصلاح ہو سکے۔

العارض

محمد نواز بلوچ

فارغ التحصیل مدرسہ نصرۃ العلوم وفاضل وفاق المدارس العربیہ، ملتان

نوٹ: اغلاط کی نشان دہی کے لیے درج ذیل نمبر پر رابطہ کریں۔

0300-6450340

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تفسیر

(مکمل)

جلد............١٩

آیاتھا ۳۸ ۴۷ سُوْرَۃُ مُحَمَّدٍ مَدَنِیَّۃٌ ۹۵ رکوعاتھا ۴

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَضَلَّ اَعْمَالَھُمْ ۝۱ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاٰمَنُوْا بِمَا نُزِّلَ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّھُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّھِمْ ۙ کَفَّرَ عَنْھُمْ سَیِّاٰتِھِمْ وَاَصْلَحَ بَالَھُمْ ۝۲ ذٰلِکَ بِاَنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوا اتَّبَعُوا الْبَاطِلَ وَاَنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّبَعُوا الْحَقَّ مِنْ رَّبِّھِمْ ؕ کَذٰلِکَ یَضْرِبُ اللّٰہُ لِلنَّاسِ اَمْثَالَھُمْ ۝۳ فَاِذَا لَقِیْتُمُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا فَضَرْبَ الرِّقَابِ ؕ حَتّٰۤی اِذَاۤ اَثْخَنْتُمُوْھُمْ فَشُدُّوا الْوَثَاقَ ۙ فَاِمَّا مَنًّۢا بَعْدُ وَاِمَّا فِدَآءً حَتّٰی تَضَعَ الْحَرْبُ اَوْزَارَھَا ۛ ذٰلِکَ ؕۛ وَلَوْ یَشَآءُ اللّٰہُ لَانْتَصَرَ مِنْھُمْ ۙ وَلٰکِنْ لِّیَبْلُوَا بَعْضَکُمْ بِبَعْضٍ ؕ وَالَّذِیْنَ قُتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَلَنْ یُّضِلَّ اَعْمَالَھُمْ ۝۴ سَیَھْدِیْھِمْ وَیُصْلِحُ بَالَھُمْ ۝۵ وَیُدْخِلُھُمُ الْجَنَّۃَ عَرَّفَھَا لَھُمْ ۝۶

اَلَّذِیْنَ کَفَرُوْا وہ لوگ جنھوں نے کفر اختیار کیا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اور روکا انھوں نے اللہ تعالیٰ کے راستے سے اَضَلَّ اَعْمَالَھُمْ اللہ تعالیٰ نے ضائع کر دیئے ان کے اعمال وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اور وہ لوگ جو ایمان لائے وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور عمل کیے اچھے وَاٰمَنُوْا اور ایمان لائے بِمَا اس

چیز پر نُزِّلَ جو اتاری گئی عَلٰی مُحَمَّدٍ محمد ﷺ پر وَّھُوَالْحَقُّ اور وہ حق ہے مِنْ رَّبِّھِمْ ان کے رب کی طرف سے کَفَّرَ عَنْھُمْ اللہ تعالیٰ مٹا دیتا ہے ان سے سَیِّاٰتِھِمْ ان کے گناہ وَاَصْلَحَ بَالَھُمْ اور درست کر دے گا ان کے حال کو ذٰلِكَ یہ اس لیے بِاَنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوا کہ بے شک وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا اتَّبَعُوا الْبَاطِلَ انھوں نے پیروی کی باطل کی وَاَنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اور بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے اتَّبَعُوا الْحَقَّ انھوں نے اتباع کیا حق کا مِنْ رَّبِّھِمْ جو ان کے رب کی طرف سے ہے كَذٰلِكَ اسی طرح یَضْرِبُ اللّٰہُ بیان کرتے ہیں اللہ تعالیٰ لِلنَّاسِ لوگوں کے لیے اَمْثَالَھُمْ ان کے حالات فَاِذَا لَقِیْتُمُ الَّذِیْنَ پس جب تمھارا مقابلہ ہو ان لوگوں سے کَفَرُوْا جو کافر ہیں فَضَرْبَ الرِّقَابِ پس مارنا ہے ان کی گردنوں کا حَتّٰٓی اِذَآ اَثْخَنْتُمُوْھُمْ یہاں تک کہ جب تم خوب خون ریزی کر چکو فَشُدُّوا الْوَثَاقَ پس باندھ دو تم مضبوطی سے باندھنا فَاِمَّا مَنًّا بَعْدُ پس پھر یا تو احسان کرنا اس کے بعد وَاِمَّا فِدَآءً اور یا فدیہ ہوگا حَتّٰی تَضَعَ الْحَرْبُ اَوْزَارَھَا یہاں تک کہ رکھ دے لڑائی اپنے ہتھیار ذٰلِكَ یہ ایسا ہی ہونا چاہیے وَلَوْ یَشَآءُ اللّٰہُ اور اگر اللہ تعالیٰ چاہے لَانْتَصَرَ مِنْھُمْ البتہ بدلہ لے ان سے وَلٰکِنْ لِّیَبْلُوَا بَعْضَکُمْ بِبَعْضٍ لیکن وہ آزماتا ہے تم میں سے بعض کو بعض کے ساتھ وَالَّذِیْنَ اور وہ لوگ قُتِلُوْا جو قتل کیے

گئے فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اللہ تعالیٰ کے راستے میں فَلَنْ یُّضِلَّ اَعْمَالَھُمْ پس ہرگز نہیں ضائع کرے گا ان کے اعمال کو سَیَھْدِیْھِمْ بہ تاکید ان کو ہدایت دے گا وَیُصْلِحُ بَالَھُمْ اور درست کرے گا ان کے حال کو وَیُدْخِلُھُمُ الْجَنَّۃَ اور داخل کرے گا ان کو اللہ تعالیٰ جنت میں عَرَّفَھَا لَھُمْ جس کی ان کو پہچان کرادی ہے۔

تعارف سورت :

اس سورہ کا نام سورہ محمد ہے۔ آنحضرت ﷺ کے نام پر اس کا نام رکھا ہے۔ یہ مدینہ طیبہ میں نازل ہوئی۔ اس سے پہلے ترانوے (۹۳) سورتیں نازل ہو چکی تھیں۔ اس کے چار رکوع اور اڑتیس (۳۸) آیات ہیں۔ کل کے سبق میں آپ نے پڑھا اور سنا کہ فَھَلْ یُھْلَکُ اِلَّا الْقَوْمُ الْفٰسِقُوْنَ ''پس نہیں ہلاک کی جائے گی مگر فاسق قوم۔'' اس سورت میں فاسقوں کی ہلاکت کا ذکر ہے۔ کافر کہتے تھے کہ ہم کیوں ہلاک کیے جائیں گے؟ کیا ہم اچھے کام نہیں کرتے؟ اور کرتے بھی تھے۔ بڑے بڑے سردار اور چودھری مسجد حرام میں جھاڑو پھیرتے اور مہمانوں کو کھانا کھلاتے تھے۔ مسجد حرام کی خدمت کرتے تھے۔ حاجیوں کو اس زمانے میں مفت پانی پلاتے تھے جب کہ پانی کی بڑی قلت تھی۔ مکہ مکرمہ میں داخل ہونے کے سولہ راستے انھوں نے بنائے ہوئے تھے اور ہر راستے پر وقفے وقفے سے مٹکے پانی کے رکھے ہوئے تھے کہ حاجیوں کو تکلیف نہ ہو۔ بیوہ عورتوں اور یتیموں کا خیال رکھتے تھے۔ بڑے بڑے اچھے کام کرتے تھے۔ تو کہتے تھے کہ ہم اتنے اچھے کام کرتے ہیں پھر بھی ہمیں کچھ نہیں ملے گا اور ہم ہلاک کیے جائیں گے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اَلَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا وَ صَدُّوۡا عَنۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ وہ لوگ جو کافر ہیں اور روکتے ہیں دوسروں کو اللہ تعالیٰ کے راستے سے اَضَلَّ اَعۡمَالَہُمۡ اللہ تعالیٰ نے ضائع کر دیئے ان کے اعمال۔ کفر تمام اعمال کو برباد کرنے والا ہے۔ ان میں دو خرابیاں ہیں۔

❀......ایک کفر،

❀......پھر کفر کے ساتھ دوسروں کو ایمان لانے سے روکنا ہے۔

ان دو خرابیوں نے ان کے اچھے اعمال ضائع کر دیئے۔ کفر بڑے بڑے اچھے اعمال کو ضائع کر دیتا ہے۔ اور ایمان ایسی چیز ہے کہ رتی برابر بھی اچھا عمل ہو تو اس کی حفاظت کرتا ہے۔ اور اس کا بھی اللہ تعالیٰ بدلہ دیتا ہے۔ لیکن یہ چونکہ کافر ہیں اور دوسروں کو اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے اعمال اکارت کر دیئے۔

ان کے مقابلے میں وَالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور محض ایمان ہی نہیں وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور انھوں نے عمل بھی اچھے کیے وَ اٰمَنُوۡا اور ایمان لائے بِمَا اس چیز پر نُزِّلَ عَلٰی مُحَمَّدٍ جو اتاری گئی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر۔ ان تمام چیزوں پر ایمان لائے جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل کی گئیں وَّ ہُوَ الۡحَقُّ اور جو کچھ آپ پر نازل ہوا ہے وہ حق ہے مِنۡ رَّبِّہِمۡ ان کے رب کی طرف سے۔

قرآن کریم میں چار مقامات پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسم گرامی کا ذکر :

قرآن کریم میں چار مقامات پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام نامی اسم گرامی محمد آیا ہے اور ایک جگہ احمد آیا ہے۔ پہلا مقام : چوتھا پارہ سورۃ آل عمران رکوع نمبر ۶ آیت نمبر ۱۴۴ ہے وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوۡلٌ ۔

دوسرا مقام: پارہ ۲۲ سورۃ الاحزاب رکوع نمبر ۲ آیت نمبر ۴۰ ہے مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ۔

تیسرا مقام یہی ہے وَاٰمَنُوْا بِمَا نُزِّلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ۔

اور چوتھا مقام سورہ فتح آیت نمبر ۲۹ میں ہے محمد رسول الله ﷺ۔ ان چار مقامات پر آپ ﷺ کا نام نامی اسم گرامی محمد آیا ہے ﷺ۔ اور ایک مقام پر سورہ صف پارہ ۲۸ میں ہے اسمہ احمد ﷺ۔ محمد ﷺ کا معنٰی ہے تعریف کیا ہوا۔ دنیا میں جتنی تعریف آپ ﷺ کی ہوئی ہے اللہ تعالیٰ کے بعد اتنی تعریف کسی کی نہیں ہوئی۔ اپنوں نے بھی کی، غیروں نے بھی کی۔ اور احمد کا معنٰی ہے سب سے زیادہ تعریف کرنے والا۔ آنحضرت ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی جتنی حمد وثنا کی اتنی اور کسی نے نہیں کی۔ تو فرمایا اور ایمان لائے اس چیز پر جو اتاری گئی محمد ﷺ پر اور وہ حق ہے ان کے رب کی طرف سے كَفَّرَ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ اللہ تعالیٰ مٹا دیتا ہے ان سے ان کے گناہ۔ ایمان اور نیکی کی بدولت اللہ تعالیٰ ان کی خطائیں از خود معاف کر دیتا ہے وَاَصْلَحَ بَالَهُمْ اور درست کر دے گا ان کو حال کو۔ روز بہ روز دینی لحاظ سے ان کی حالت اچھی سے اچھی کرے گا۔ یہ رب تعالیٰ کا وعدہ ہے۔ اور کافروں کے اعمال اکارت کر دیتا ہے اور جو ایمان والے ہیں اور آنحضرت ﷺ کے دین کو دل و جان سے تسلیم کرتے ہیں، اچھے عمل کرتے ہیں ان کی حالت اللہ تعالیٰ روز بہ روز اچھی کرتے جاتے ہیں۔

صغیرہ گناہ جتنے بھی ہوں نیکیوں کی برکت سے خود بخود مٹتے جاتے ہیں۔ مسجد کی طرف ایک قدم اٹھانے سے دس نیکیاں ملتی ہیں ایک صغیرہ گناہ جھڑ جاتا ہے اور ایک درجہ بلند ہو جاتا ہے۔ وضو کی برکت سے گناہ جھڑ جاتے ہیں، نمازوں کی برکت سے جھڑ جاتے

ہیں، روزوں کی برکت سے، عمرے کی برکت سے جھڑ جاتے ہیں۔ اور جو کبیرہ گناہ ہیں وہ یا تو اللہ تعالیٰ کا حق ہیں یا بندوں کا حق ہیں۔ بندوں کے حقوق کبھی معاف نہیں ہوتے جب تک وہ ادا نہ کر دیئے جائیں یا صاحب حق خود معاف کر دے۔ اور اللہ تعالیٰ کے حقوق اگر ایسے ہیں جن کی قضا ہے جیسے نماز، روزہ، زکوٰۃ تو یہ توبہ سے معاف نہیں ہوں گے جب تک ان کی قضا نہیں لوٹائی جائے گی۔ جتنے روزے رہ گئے ہیں ان کی قضا لوٹائے، جتنی نمازیں رہ گئی ہیں ان کی قضا لوٹائے۔ اور زکوٰۃ کا باقاعدہ حساب کر کے ادا کرے۔ اور اگر ایسے گناہ ہیں جن کی کوئی قضا نہیں ہے مثلاً: شراب پی لی، زنا کیا تو سچے دل سے توبہ کرے اللہ تعالیٰ معاف کر دے گا۔

فرمایا ذٰلِكَ کافروں کے عمل کیوں ضائع ہوئے اور مومنوں کے گناہ کیوں مٹا دیئے جاتے ہیں؟ یہ اس وجہ سے بِاَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوا اتَّبَعُوا الْبَاطِلَ کہ بے شک وہ لوگ جو کافر ہیں انھوں نے پیروی کی باطل کی۔ اس لیے ان کے اعمال بھی باطل ہوئے وَاَنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّبَعُوا الْحَقَّ مِنْ رَّبِّهِمْ اور بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے انھوں نے اتباع کیا حق کا اپنے رب کی طرف سے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ ان کی خطائیں معاف کر دیتا ہے ان کے درجے بلند کر دیتا ہے اور ان کی حالت درست کر دیتا ہے كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ اَمْثَالَهُمْ اسی طرح بیان کرتا ہے اللہ تعالیٰ ان کے حالات کہ کافروں کا یہ حال ہوگا اور مومنوں کا یہ حال ہوگا کیونکہ رب تعالیٰ سب کچھ سننے والا اور جاننے والا ہے۔ چونکہ حق اور باطل کی ٹکر ہمیشہ سے ہوتی رہی ہے اور قیامت تک ہوتی رہے گی اس لیے اللہ تعالیٰ نے جہاد کے متعلق کچھ اصول بیان فرمائے ہیں۔

ارشاد ربانی ہے فَاِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوا پس جب تم ملاقات کرو کافروں

کے ساتھ یعنی جب تمہارا مقابلہ ہو کافروں سے میدان جنگ میں فَضَرْبَ الرِّقَابِ پس مارنا ہے کافروں کی گردنوں کا، نرمی نہیں کرنی۔ سورۃ الانفال آیت نمبر ۵۷ پارہ ۱۰ میں ہے فَاِمَّا تَثْقَفَنَّهُمْ فِي الْحَرْبِ "پس اگر آپ قابو پالیں ان پر لڑائی میں فَشَرِّدْ بِهِمْ مَنْ خَلْفَهُمْ پس ان کو ایسی عبرت ناک سزا دو کہ ان کے پچھلوں کے لیے عبرت بن جائے۔" تو فرمایا کہ جب کافروں کے ساتھ تمہارا ٹکراؤ ہو تو ان کی گردنیں اڑا دو ان کے ساتھ نرمی نہ کرو حَتّٰٓى اِذَآ اَثْخَنْتُمُوْهُمْ یہاں تک کہ جب تم نے ان کی خوب خون ریزی کر دی اور وہ تمہارے قابو میں آ گئے تو تمہارے پاس جو قیدی ہیں فَشُدُّوا الْوَثَاقَ پس باندھ دو تم مضبوطی سے باندھنا۔ وثاق کا معنٰی ہے باندھنا اور شدّوا کا معنٰی ہے سختی سے اور ان کا سارا انتظام تمہارے ذمہ ہے۔ انھیں کھلانا پلانا ان کی حفاظت کرنا۔ وہ تمہارے پاس امانت ہیں جب تک ان کے متعلق کوئی فیصلہ نہیں ہوتا ان پر جو تم خرچ کرو گے اس کا تمھیں اجر ملے گا۔ قیدی کے ساتھ سختی کرنے کا اسلام قائل نہیں ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذہانت :

بدر کے مقام میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ایک جاسوس پکڑ لیا جو جائزہ لینے کے لیے آیا تھا اس سے پوچھ گچھ کی تم کتنے آدمی ہو تمہاری فوج کتنی ہے۔ وہ صحیح بات نہیں بتلاتا تھا تو اس کی خوب پٹائی کی۔ کہنے لگا اب بتاتا ہوں۔ جب چھوڑا تو وہ پھر مکر گیا۔ مارتے تو کہتا بتاتا ہوں چھوڑتے تو مکر جاتا۔ پورا گوریلہ جاسوس تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو علم ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میرے پاس لے آؤ۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو دلاسا دیا پانی وغیرہ پلایا، اس کا نام پوچھا اور گھر کے افراد پوچھے بڑی نرمی کے ساتھ گفتگو کی اور فرمایا کہ تم روزانہ

کتنے اونٹ ذبح کرتے ہو کھانے کے لیے۔ اس نے کہا دس اونٹ۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ تم ہزار آدمی ہو کیونکہ ایک اونٹ سو آدمیوں کو کفایت کرتا ہے، اور تھے بھی ہزار آدمی۔ آپ ﷺ نے حکمت عملی سے اس سے بات نکلوالی۔

اُس زمانے میں سو آدمی ایک اونٹ کھا جاتے تھے۔ اِس زمانے میں بھی بعض لوگ کھانے میں مشہور ہیں۔ میں شیخوپورہ گیا تو وہاں کے ساتھیوں نے بتایا کہ برات آنی تھی گوجرانوالا سے۔ نائی کو کھانا پکانے کا کہا ہے تو اس نے پوچھا کہ برات کہاں سے آنی ہے؟ ہم نے بتایا کہ گوجرانوالا سے۔ تو نائی سمجھ دار تھا اس نے کہا ڈیڑھ آدمی کے حساب سے گوشت چاول وغیرہ دو کہ گوجرانوالا کے لوگ زیادہ کھاتے ہیں تا کہ کھانا کم نہ ہو جائے اور عین وقت پر تمھیں پریشانی نہ ہو۔

تو فرمایا جب تم ان کو قیدی بنالو تو پھر حکم یہ ہے فَاِمَّامَنًّابَعۡدُ وَ اِمَّافِدَآءً پھر یا تو احسان کرنا اس کے بعد یا فدیہ ہوگا۔ تو ایک صورت یہ ہے کہ کافروں پر احسان کردو اور بلا معاوضہ قیدیوں کو رہا کردو اگر تم اس میں خیر کی امید رکھتے ہو۔

دوسری صورت یہ ہے کہ معاوضہ لے کر قیدیوں کو رہا کردو۔ تیسری صورت یہ ہے کہ قیدیوں کا تبادلہ کرلو اپنے قیدی ان سے لے لو اور ان کے قیدی ان کو دے دو۔

اس صورت میں فقہائے احناف کا اختلاف ہے کہ قیدیوں کا تبادلہ کرنا صحیح ہے یا نہیں۔ ایک گروہ کہتا ہے کہ تبادلہ نہیں کرنا بلکہ بزور بازو ان کو رہا کرانا ہے۔ یہ طبقہ بڑا دلیر اور مجاہدوں کا طبقہ ہے جو کہتا ہے قوت استعمال کر کے رہا کراؤ۔ دوسرا طبقہ کہتا ہے کبھی حالات ایسے ہوتے ہیں کہ کافروں کے پاس قوت زیادہ ہوتی ہے اگر ہمارے قیدی ان کے پاس رہیں گے تو وہ ان سے بیگار لیں گے، ان کے ذہن خراب کریں گے لہٰذا تبادلے

میں اپنے قیدی رہا کرالو۔

اور چوتھی صورت یہ ہے کہ قیدیوں کو غلام اور لونڈیاں بنالو۔ پھر امیر لشکر مجاہدین میں ان کو تقسیم کرے گا۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ جب کوئی چیز کسی کو دو تو دائیں ہاتھ سے دو اور لو تو دائیں ہاتھ سے لو۔ پکڑاؤ بھی دائیں ہاتھ سے اور پکڑو بھی دائیں ہاتھ سے۔ مجمع کے اندر امیر لشکر قیدی اپنے دائیں ہاتھ سے پکڑاتا تھا اور مجاہد اپنے دائیں ہاتھ سے پکڑتا تھا گویا مجمع کے سامنے تعیین ہو جاتی تھی کہ یہ چیز فلاں کی ہے۔ چونکہ دائیں ہاتھ سے دی جاتی اور دائیں ہاتھ سے لی جاتی تھی اس لیے اس کو ملک یمین کہتے تھے۔ پھر لونڈی کے بارے میں تفصیل ہے کہ اگر وہ اہل کتاب یعنی یہود و نصاریٰ میں سے ہو تو مالک اس کے ساتھ ہم بستری کر سکتا ہے اور اگر وہ اہل کتاب میں سے نہیں ہے اور مسلمان بھی نہیں ہوئی تو ملکیت میں رہے گی مگر اس کے ساتھ ہم بستری جائز نہیں ہے۔

تو فرمایا یا تو احسان کر دو یا فدیہ لے لو حَتّٰى تَضَعَ الْحَرْبُ اَوْزَارَهَا ۔ اَوْزار وِزْرٌ کی جمع ہے وِزْرٌ کا معنیٰ ہے بوجھ، مراد ہتھیار ہے۔ یہاں تک کہ لڑائی رکھ دے اپنے ہتھیار ذٰلِكَ یہ اسی طرح ہونا چاہیے جس طرح ہم نے بتایا ہے۔ آگے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَلَوْ يَشَآءُ اللّٰهُ اور اگر اللہ تعالیٰ چاہے لَانْتَصَرَ مِنْهُمْ البتہ بدلہ لے ان سے۔ خود براہ راست انتقام لے سکتا ہے، کسی آفت کے ذریعے ان کو ہلاک کر دے جیسے عاد و ثمود قوم کو تباہ کیا، قوم لوط کو تباہ کیا۔ مگر جنگ کی ایک حکمت یہ ہے کہ وَ لٰكِنْ لِّيَبْلُوَا بَعْضَكُمْ بِبَعْضٍ لیکن اللہ تعالیٰ آزماتا ہے تم میں سے بعض کو بعض کے ساتھ۔ تمہارا امتحان لیتا ہے کہ خون دینے والے مجنوں ہو یا چوری کھانے والے۔ پھر یہ

ہے کہ بعض کو اس نے شہید کا درجہ دینا ہے بعض کو غازی بنانا ہے کچھ تم بھی کرو جنت اتنی سستی اور آسان چیز نہیں ہے۔ تمھیں درجے دینے کے لیے اللہ تعالیٰ نے جہاد کا حکم فرمایا ہے ورنہ وہ تمہارا محتاج نہیں ہے وہ ایک لمحے میں ہر چیز کو تباہ کر سکتا ہے۔

آج سے تقریباً ڈیڑھ سال پہلے جاپان میں صرف سترہ سیکنڈ کا زلزلہ آیا تھا اس سے اتنی تباہی ہوئی تھی کہ جاپان حکومت نے اخبار میں بیان دیا تھا کہ حکومت ریلوے لائن اور سڑکوں کو چار سال میں مکمل نہیں کر سکتی۔ حالانکہ اس وقت جاپان صنعت کے اعتبار سے یورپ پر مسلط ہے ان کی رگیں اس نے کمزور کر دی ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ فوراً انتقام لینا چاہے تو اس کے لیے کوئی مشکل نہیں ہے مگر تم نے بھی کچھ کرنا ہے جنت کو حاصل کرنے کے لیے۔ فرمایا وَالَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اور وہ لوگ جو قتل کیے گئے اللہ تعالیٰ کے راستے میں، شہید ہوئے فَلَنْ يُّضِلَّ اَعْمَالَهُمْ پس ہرگز نہیں ضائع کرے گا اللہ تعالیٰ ان کے اعمال۔ شہید کے ہر عمل کا بدلہ سات سو اور سات سو سے اوپر ہے سَيَهْدِيْهِمْ اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت دے گا یعنی ہدایت پر قائم رکھے گا وَيُصْلِحُ بَالَهُمْ اور درست کرے گا ان کے حال کو وَيُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ اور اللہ تعالیٰ ان کو داخل کرے گا جنت میں عَرَّفَهَا لَهُمْ جس کی ان کو پہچان کرا دی ہے۔ اگلے رکوع میں جنت کی تعریف آ رہی ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ ۝۷
وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَتَعْسًا لَّهُمْ وَاَضَلَّ اَعْمَالَهُمْ ۝۸ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَرِهُوْا
مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاَحْبَطَ اَعْمَالَهُمْ ۝۹ اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِى الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا
كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ دَمَّرَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ۫ وَلِلْكٰفِرِيْنَ
اَمْثَالُهَا ۝۱۰ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ مَوْلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاَنَّ الْكٰفِرِيْنَ
لَا مَوْلٰى لَهُمْ ۝۱۱ اِنَّ اللّٰهَ يُدْخِلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
جَنّٰتٍ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَتَمَتَّعُوْنَ وَ
يَاْكُلُوْنَ كَمَا تَاْكُلُ الْاَنْعَامُ وَالنَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ ۝۱۲ وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ
هِىَ اَشَدُّ قُوَّةً مِّنْ قَرْيَتِكَ الَّتِىْۤ اَخْرَجَتْكَ ۚ اَهْلَكْنٰهُمْ فَلَا نَاصِرَ
لَهُمْ ۝۱۳ اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ كَمَنْ زُيِّنَ لَهٗ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ
وَاتَّبَعُوْۤا اَهْوَآءَهُمْ ۝۱۴

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اے لوگو! جو ایمان لائے ہو اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ اگر تم اللہ کی مدد کرو گے يَنْصُرْكُمْ وہ تمہاری مدد کرے گا وَيُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ اور ثابت رکھے گا تمہارے قدموں کو وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا اور وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا فَتَعْسًا لَّهُمْ پس ہلاکت ہے ان کے لیے وَاَضَلَّ اَعْمَالَهُمْ اور ضائع کر دیا اس نے ان کے اعمال کو ذٰلِكَ یہ بِاَنَّهُمْ كَرِهُوْا اس وجہ سے کہ بے شک انھوں نے ناپسند کیا مَاۤ اس چیز کو اَنْزَلَ اللّٰهُ جو اللہ تعالیٰ نے نازل کی فَاَحْبَطَ اَعْمَالَهُمْ پس ضائع کر دیے اللہ تعالیٰ نے ان

کے اعمال اَفَلَمْ یَسِیْرُوْا کیا پس انھوں نے سیر نہیں کی فِی الْاَرْضِ زمین میں فَیَنْظُرُوْا پس دیکھتے کَیْفَ کَانَ عَاقِبَةُ الَّذِیْنَ کیسا ہوا انجام ان لوگوں کا مِنْ قَبْلِهِمْ جو ان سے پہلے گزرے ہیں دَمَّرَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ ہلاکت ڈالی اللہ تعالیٰ نے ان پر وَلِلْکٰفِرِیْنَ اَمْثَالُهَا اور کافروں کے لیے ایسی ہی مثالیں ہیں ذٰلِكَ یہ بِاَنَّ اللّٰهَ اس وجہ سے کہ بے شک اللہ تعالیٰ مَوْلَی الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کارساز ہے ان لوگوں کا جو ایمان لائے وَاَنَّ الْکٰفِرِیْنَ اور بے شک جو کافر ہیں لَا مَوْلٰی لَهُمْ ان کا کوئی مددگار نہیں ہے اِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ تعالیٰ یُدْخِلُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا داخل کرے گا ان لوگوں کو جو ایمان لائے وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور انھوں نے عمل کیے اچھے جَنّٰتٍ ایسے باغوں میں تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ بہتی ہیں جن کے نیچے نہریں وَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا اور وہ لوگ جو کافر ہیں یَتَمَتَّعُوْنَ وہ فائدہ اٹھاتے ہیں وَ یَاْکُلُوْنَ اور کھاتے ہیں کَمَا تَاْکُلُ الْاَنْعَامُ جیسے جانور کھاتے ہیں وَالنَّارُ مَثْوًی لَّهُمْ اور دوزخ کی آگ ان کا ٹھکانا ہے وَکَاَیِّنْ مِّنْ قَرْیَةٍ اور کتنی ہی بستیاں هِیَ اَشَدُّ قُوَّةً وہ زیادہ سخت تھیں قوت میں مِّنْ قَرْیَتِكَ آپ کی بستی سے الَّتِیْٓ اَخْرَجَتْكَ جس بستی والوں نے آپ کو نکالا اَهْلَکْنٰهُمْ ہم نے ان کو ہلاک کیا فَلَا نَاصِرَ لَهُمْ پس ان کے لیے کوئی مددگار نہیں اَفَمَنْ کَانَ عَلٰی بَیِّنَةٍ کیا پس وہ شخص جو ہے واضح دلیل پر مِّنْ

رَبِّهٖ اپنے رب کی طرف سے کَمَنْ اس کی طرح ہے زُيِّنَ لَهٗ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ مزین کر دیا گیا اس کے لیے اس کا برا عمل وَاتَّبَعُوْٓا اَهْوَآءَهُمْ اور انھوں نے پیروی کی خواہشات کی۔

رابط آیات :

پہلی آیات میں کافروں کے ساتھ جہاد کا ذکر تھا کہ جب میدان جنگ میں ان کے ساتھ مقابلہ ہو تو ان کی گردنیں خوب مارو اللہ تعالیٰ تمہاری مدد کرے گا۔ لیکن یہ وعدہ مشروط ہے ایک شرط کے ساتھ۔ ارشاد ہے يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ اگر تم مدد کرو گے اللہ تعالیٰ کی يَنْصُرْكُمْ اللہ تعالیٰ تمہاری مدد کرے گا۔ اللہ تعالیٰ کی مدد سے مراد اللہ تعالیٰ کے دین کی مدد ہے۔ اور دین کی مدد کا مطلب ہے دین پر چلو، دین کو مانو اور قبول کرو۔ دین کو قبول کرنا اور دین پر چلنا یہ دین کی مدد ہے تو اگر تم دین پر چلو گے تو اللہ تعالیٰ تمہاری مدد کرے گا وَيُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ اور ثابت رکھے گا تمہارے قدموں کو دشمن کے مقابلے میں۔ افراد کی قلت و کثرت کا کوئی سوال نہیں ہے۔ اور نہ ہی اسلحہ کے تھوڑے زیادہ ہونے سے کوئی فرق پڑتا ہے۔ بے شک تم تھوڑے ہو اور اسلحہ بھی تمہارے پاس تھوڑا ہے مگر تم دین پر چلنے والے ہو دین پر کاربند ہو تو اللہ تعالیٰ کا تمہارے ساتھ وعدہ ہے کہ وہ تمہاری مدد کرے گا اور تم کامیاب ہو گے۔ اور جب دین پر چلنے میں کمی آئے گی تو اللہ تعالیٰ کی نصرت نہیں ہوگی۔ اس پر قرآن پاک میں واقعات مذکور ہیں۔

غزوہ احد جو ہجرت کے تیسرے سال شوال کے مہینے میں پیش آیا سات سو مسلمانوں کا مقابلہ تین ہزار کافروں کے ساتھ تھا مسلمانوں کی کمان خود آنحضرت ﷺ کر

رہے تھے۔ قیادت آپ علیہ السلام کے ہاتھ میں تھی۔ آپ علیہ السلام نے پچاس آدمیوں کا دستہ جبل رُماۃ پر کھڑا کیا اور فرمایا کہ تم نے اس مورچے سے نہیں ہلنا۔

لڑائی شروع ہوئی اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح عطا فرمائی۔ جبل رماۃ والے ساتھیوں سے غلطی ہوئی کہ گیارہ ساتھیوں کے سوا باقیوں نے مورچا چھوڑ دیا جس سے جنگ کا نقشہ بدل گیا۔ مسلمانوں کے ستر آدمی شہید ہوئے۔ باقیوں میں کوئی ایسا نہیں تھا جو زخمی نہ ہو کافی نقصان اٹھانا پڑا اور پریشانی کا سامنا کرنا پڑا۔ سورۃ آل عمران آیت نمبر ۱۶۵ پارہ ۴ میں ہے اَوَلَمَّآ اَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةٌ قَدْ اَصَبْتُمْ مِّثْلَيْهَا "کیا جس وقت پہنچی تم کو مصیبت تحقیق پہنچا چکے تھے تم اس سے دگنی قُلْتُمْ اَنّٰى هٰذَا تم نے کہا یہ کہاں سے آئی؟ اے پیغمبر علیہ السلام! قُلْ آپ کہہ دیں هُوَ مِنْ عِنْدِ اَنْفُسِكُمْ وہ تمہارے نفسوں کی طرف سے آئی ہے۔" یہ نقصان تمھیں پیغمبر کی بات پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے اٹھانا پڑا وَعَصَيْتُمْ مِّنْ بَعْدِ مَآ اَرٰىكُمْ مَّا تُحِبُّوْنَ [آیت: ۱۵۲] "اور تم نے نافرمانی کی بعد اس کے کہ اللہ تعالیٰ نے تمھیں وہ چیز دکھائی جسے تم پسند کرتے ہو۔" لیکن تم نے اللہ تعالیٰ کے رسول کے حکم پر عمل نہ کیا جس کے نتیجے میں تمھیں نقصان اٹھانا پڑا۔

اور غزوہ حنین میں مسلمان بارہ ہزار تھے اور کافر چار ہزار تھے۔ کسی مسلمان کی زبان سے نکل گیا کہ آج تو ہم بہت زیادہ ہیں ہمیں شکست نہیں ہوگی۔ تم نے اپنی کثرت پر تعجب کیا اللہ تعالیٰ کی نصرت نے ساتھ نہ دیا تو تمہاری کثرت کام نہ آئی۔ سورہ توبہ آیت نمبر ۲۵ پارہ ۱۰ میں ہے اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْئًا "جب تمھیں تمہاری کثرت نے تعجب میں ڈالا پس نہ کفایت کی اس کثرت نے تم سے کچھ بھی وَضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ اور زمین تم پر تنگ ہوگئی باوجود کشادہ ہونے کے

ثُمَّ وَلَّیْتُمْ مُّدْبِرِیْنَ   پھر تم پھرے پشت پھیرتے ہوئے۔‘‘جس مقام پر اللہ تعالیٰ کے ایک حکم میں بھی کمی آئے گی تو خدا کا وعدہ مدد کا پورا نہیں ہوگا۔

ایک سنت کے چھوٹنے کا نقصان :

تاریخ میں یہ واقعہ موجود ہے کہ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ فاتح مصر نے قلعہ فسطاط کا محاصرہ کیا۔ مصر کا بادشاہ مقوقس مصر اور اس کے بڑے بڑے جرنیل اور مشیر وزیر بھی قلعہ میں موجود تھے۔ قلعہ بڑا مضبوط تھا دو مہینے گزر گئے فتح نہ ہوا۔ تھک کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خط لکھا کہ حضرت! آٹھ ہزار فوج میرے پاس ہے ہم نے قلعہ کا محاصرہ کیا ہوا ہے مگر فتح نہیں ہو رہا کوئی طریقہ بتلائیں، دعا بھی فرمائیں اور ہو سکے تو مزید فوج بھی بھیجیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ خط پڑھ کر رونے لگے اور فرمایا قَدْ تَرَکُوْا سُنَّۃً مِّنْ سُنَنِ النَّبِیِّ ’’ضرور تم سے کوئی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت چھوٹ گئی ہے۔‘‘ ورنہ فتح ہونے پر اتنی دیر نہیں لگنی تھی۔ فرمایا دعا بھی کرتا ہوں اور چار ہزار مزید فوج بھی بھیجتا ہوں۔ اب بارہ ہزار فوج ہو جائے گی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بارہ ہزار مومن ہوں تو قلت کی وجہ سے شکست نہیں کھائیں گے کوئی اور وجہ ہو تو ہو۔ وہ چار ہزار فوج چار آدمی تھے۔ حضرت عبادہ بن صامت خزرجی رضی اللہ عنہ، حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ، حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ، حضرت خارجہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ۔ یہ چار آدمی چار ہزار فوج پہنچی۔ تحقیق کی تو معلوم ہوا بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مسواک کی سنت رہ گئی ہے۔ تو ایک سنت چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے رہ جانے کی وجہ سے امداد رک گئی۔

تو اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ اے ایمان والو! اگر تم اللہ تعالیٰ کے دین کی مدد کرو گے دین پر چلو گے تو رب تعالیٰ تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے قدموں کو ثابت رکھے گا

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا اور وہ لوگ جو کافر ہیں فَتَعْسًا لَّهُمْ پس ہلاکت ہے ان کے لیے وَاَضَلَّ اَعْمَالَهُمْ اور اللہ تعالیٰ نے ان کے اعمال ضائع کر دیئے۔ وہ چاہے مسجد حرام کی خدمت کریں، حاجیوں کو پانی پلائیں، صدقہ خیرات کریں، یتیموں کی نگہداشت کریں، بیوہ عورتوں کی نگرانی (دیکھ بھال) کریں۔ کتنے ہی اچھے کام کریں لیکن چونکہ ایمان نہیں ہے لہٰذا ان کے اعمال ضائع کر دیئے گئے۔ کیونکہ نیکی کے باقی رہنے کا مدار ایمان پر ہے۔ ایمان ہو تو پھر ذرہ برابر عمل بھی نجات کا ذریعہ ہو سکتا ہے۔

سیٹھی محمد یوسف صاحب مرحوم نے حفظ کے بڑے مدارس قائم کیے۔ وہ کہتے تھے کہ سندھ میں دو تین مقامات پر ہمارے مدارس کا خرچہ ہندو دیتے ہیں۔ میں نے انھیں منع بھی کیا لیکن وہ ہندو کہنے لگے کہ نہیں ہمارے پاس مال ہے تم اپنے مدرس رکھو وہ پڑھائیں، حفاظ تیار کریں، قاری بنائیں پیسے ہم دیں گے۔ کتنی مدت تک وہ مدرسے ہندو چلاتے رہے۔ اب معلوم نہیں کہ کیا صورت حال ہے۔

ایمان کے بغیر کوئی عمل قبول نہیں :

تو کافر بھی نیکیاں کرتے ہیں مگر وہ آخرت میں کام نہیں آئیں گی کیونکہ ایمان نہیں ہے۔ مجموعی حیثیت سے دیکھا جائے تو رفاہ عام کے کام جتنے کافر کرتے ہیں مسلمانوں کو اتنی توفیق نہیں ہے۔ پچھلے دنوں میں افریقہ کے سفر پر تھا کئی شہروں میں ساتھی مجھے لے گئے۔ صاف ستھرے شہر، سڑکیں صاف اور کسی سڑک پر پانی کا ایک قطرہ تک نظر نہ آیا۔ اور ہمارے شہروں کا یہ حال ہے کہ نہ کوئی سڑک صحیح ہے نہ گلی صحیح ہے۔ اور یہ تو ہو ہی نہیں سکتا کہ آپ کسی راستے پر جائیں اور آپ کو راستے پر پانی کھڑا نہ ملے۔ وہ کافر ہیں اور ہم خیر سے مسلمان ہیں۔ ہم صرف اپنے گھروں کو بھرنا جانتے ہیں اور کسی سے کوئی غرض نہیں

ہے۔تو فرمایا کہ کافروں کے لیے ہلاکت ہے اور ان کے اعمال اللہ تعالیٰ نے اکارت کر دیئے ہیں۔کیوں؟ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ یہ عمل ان کے اس وجہ سے اکارت ہوئے کہ بے شک انھوں نے كَرِهُوْا ناپسند کیا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ اس چیز کو جو رب تعالیٰ نے نازل کی۔قرآن پاک کی آیات۔قرآن پاک کے بارے میں کہتے ہیں لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَالْغَوْا فِيْهِ ''اس قرآن کو نہ سنو اور شور مچاؤ۔''اور سورۃ الانعام آیت نمبر ۲۶ میں ہے وَهُمْ يَنْهَوْنَ عَنْهُ وَيَنْئَوْنَ عَنْهُ ''اور وہ روکتے ہیں منع کرتے ہیں اس سے اور خود بھی دور ہوتے ہیں۔''یوں سمجھو کہ یہ قرآن مشرکوں کے لیے گولی ہے۔حالانکہ یہ اتنی عظیم کتاب ہے کہ اس کا پڑھنا ثواب،اس کو ہاتھ لگانا ثواب،اس کو دیکھنا ثواب اور یہ بات بھی یاد رکھیں کہ قرآن کریم کا زبانی پڑھنے کا بھی بڑا اجر ہے لیکن سامنے رکھ کر،دیکھ کر پڑھنے کا ثواب اور زیادہ ہے کیونکہ جو زبانی پڑھے گا وہ نہ تو ہاتھ لگا سکے گا اور نہ ہی حروف دیکھ سکے گا۔اور جب قرآن سامنے ہوگا تو ہاتھ بھی لگے گا،حروف بھی نظر آئیں گے۔تو بان سے پڑھنا ثواب،ہاتھ لگانا ثواب،دیکھنا ثواب،مسلمان کی مغفرت کے لیے اللہ تعالیٰ نے بہت کچھ عطا فرمایا ہے۔

تو فرمایا یہ اس لیے کہ بے شک انھوں نے ناپسند کیا اس چیز کو جس کو اللہ تعالیٰ نے اتارا فَاَحْبَطَ اَعْمَالَهُمْ پس اللہ تعالیٰ نے اکارت کر دیئے ان کے اعمال اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِى الْاَرْضِ کیا پس انھوں نے سیر نہیں کی زمین میں،چلے پھرے نہیں زمین میں فَيَنْظُرُوْا پس دیکھ لیتے كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ کیسا ہوا انجام،کیا حشر ہوا ان لوگوں کا جو ان سے پہلے گزرے ہیں۔مکے والے تاجر پیشہ لوگ تھے۔کبھی یمن جاتے تھے اور کبھی شام جاتے تھے۔راستے میں کہیں لوط علیہ السلام کی تباہ شدہ

بستیاں تھیں اور کہیں شعیب علیہ السلام کی اور کہیں قوم عاد اور قوم ثمود کی بستیاں تھیں اور قوم تبع کی۔ تو کیا یہ ان کے پاس سے نہیں گزرتے، ان کا حال نہیں دیکھتے دَمَّرَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ہلاکت ڈالی اللہ تعالیٰ نے ان پر وَلِلْكٰفِرِيْنَ اَمْثَالُهَا اور کافروں کے لیے ایسی ہی مثالیں ہیں کہ کبھی غرق ہوں گے، کبھی زلزلے آئیں گے، کبھی سیلاب آئیں گے، کبھی کسی طرح کا عذاب اور کبھی کسی طرح کا عذاب مسلط ہوگا۔

اور مومنوں کی مدد کیوں کرے گا ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ یہ اس وجہ سے کہ بے شک اللہ تعالیٰ مَوْلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا کارساز ہے، آقا ہے ایمان والوں کا وَاَنَّ الْكٰفِرِيْنَ لَا مَوْلٰى لَهُمْ اور بے شک کافروں کا کوئی حقیقی آقا نہیں ہے۔ وہ ملک کے لیے لڑیں گے، پیسوں کے لیے لڑیں گے، ناک (اپنے وقار) کے لیے لڑیں گے اور مومن رب تعالیٰ کے واسطے لڑتے ہیں۔ قتل ہو گئے تو شہید بچ گئے تو غازی اور جنت کے وارث ہیں۔ فرمایا اِنَّ اللّٰهَ يُدْخِلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بے شک اللہ تعالیٰ داخل کرے گا ان لوگوں کو جو ایمان لائے وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور عمل کیے اچھے جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ باغات ہیں بہتی ہیں ان کے نیچے نہریں۔ وہ باغات کبھی اجڑیں گے نہیں، ان کے پتے کبھی خشک نہیں ہوں گے، ان کے میوے کبھی ختم نہیں ہوں گے لَا مَقْطُوْعَةٍ وَّلَا مَمْنُوْعَةٍ [سورۃ الواقعہ: پارہ ۲۷] ''نہ وہ قطع کیے جائیں گے اور نہ روکے جائیں گے۔'' دانہ توڑیں گے فوراً دوسرا لگ جائے گا، کبھی ختم ہونے میں نہیں آئیں گے۔ ان باغات میں اللہ تعالیٰ مومنوں کو داخل کرے گا وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا اور وہ لوگ جو کافر ہیں يَتَمَتَّعُوْنَ وہ فائدہ اٹھاتے ہیں دنیا کے ساز و سامان سے۔ انہیں آخرت کی کوئی فکر نہیں ہے وَيَاْكُلُوْنَ كَمَا تَاْكُلُ الْاَنْعَامُ اور وہ کھاتے ہیں جیسے جانور کھاتے ہیں، جانوروں کی طرح۔

جانوروں کے ساتھ کھانے میں تشبیہ ایک تو اس بات میں ہے کہ جیسے جانور کھانے میں حلال وحرام کی تمیز نہیں کرتے اسی طرح یہ بھی حلال وحرام کی تمیز نہیں کرتے۔ پھر یہ کہ جانور بے تحاشا کھاتے ہیں یہ بھی بے تحاشا کھاتے ہیں۔ اور جس طرح جانور کھڑے ہوکر کھاتے ہیں یہ بھی جانوروں کی طرح کھڑے ہوکر کھاتے ہیں۔ جیسے جانوروں کے لیے چارا کھرلیوں میں بھرا جاتا ہے ان کے آگے بھی ویسی کھرلیاں بھری ہوئی ہیں۔ کوئی اِدھر کھاتا ہوا جارہا ہے اور کوئی اُدھر جارہا ہے۔

کھڑے ہوکر کھانے پینے کی ممانعت :

مسئلہ یادرکھنا! نَھٰی رُسُوْلُ اللهِ ﷺ عَنِ الشُّرْبِ قَائِمًا ''آنحضرت ﷺ نے کھڑے ہوکر پانی پینے سے منع فرمایا ہے۔'' سوائے دوقسم کے پانیوں سے۔ ایک آبِ زم زم کہ اس کو کھڑے ہوکر پینا مستحب ہے قبلہ کی طرف رخ کر کے پھر جہاں بھی تمھیں ملے اور یہ دعا پڑھ کر پیو اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ عِلْمًا نَّافِعًا وَّ رِزْقًا وَّاسِعًا وَّشِفَآءً مِّنْ كُلِّ دَآءٍ جتنے قطرے بھی تمھیں زم زم کے ملیں کھڑے ہوکر قبلہ رخ ہوکر پیو۔ اور دوسرا وہ پانی جس کے ساتھ تم نے وضو کیا ہے۔ وضو کرنے کے بعد جو پانی کوزے اور لوٹے میں بچا ہے اس کو کھڑے ہوکر پینا بھی مستحب ہے۔ ان دو پانیوں کے سوا بغیر مجبوری کے کھڑے ہوکر پینا منع ہے۔ بلکہ یہاں تک الفاظ آتے ہیں کہ اگر کسی نے کھڑے ہوکر پیا ہے تو فوراً قے کردے فَلْيَسْتَقِئْ کے لفظ مسلم شریف میں ہیں۔

بعض مقامات پر گلاس زنجیر کے ساتھ بندھے ہوتے ہیں اور زنجیر بھی چھوٹی ہوتی ہے بیٹھ کر نہیں پی سکتے تو یہ مجبوری ہے یا نیچے کیچڑ ہے ناپاک جگہ ہے بیٹھتے ہیں تو کپڑے ناپاک ہوتے ہیں۔ تو ایسی صورت میں کھڑے ہوکر پینے میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ

مجبوری کے احکام علیحدہ ہیں۔جس طرح کھڑے ہو کر پانی پینے سے آنحضرت ﷺ نے منع فرمایا ہے اسی طرح کھڑے ہو کر کھانے سے بھی منع فرمایا ہے۔حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ کھڑے ہو کر پانی پینا کیسا ہے؟فرمایا نَهٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنِ الشُّرْبِ قَائِمًا ''آنحضرت ﷺ نے کھڑے ہو کر پانی پینے سے منع فرمایا ہے۔''پھر پوچھنے والے نے پوچھا حضرت!یہ بتلائیں کہ کھڑے ہو کر کھانا کیسا ہے؟تو مسلم شریف کی روایت میں ہے ذٰلِكَ اَشَرُّ ''یہ تو بہت ہی بُرا ہے۔''اور ترمذی شریف کی روایت میں ہے ذٰلِكَ اَشَدُّ ''یہ تو اس سے بھی زیادہ سخت ہے۔''

اور مجمع الزوائد میں جو حدیث ہے اس کے الفاظ یہ ہیں نَهٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ عَنِ الْاَكْلِ وَالشُّرْبِ قَائِمًا ''آنحضرت ﷺ نے منع فرمایا ہے کہ مسلمان کھڑے ہو کر کھائیں یا پئیں۔''اور آنحضرت ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ میری امت پہلے لوگوں کی نقالی کرے گی ایک ایک چیز اور ایک ایک رسم میں۔کھڑے ہو کر کھانا غیر مسلموں کا طریقہ ہے۔

ہمارے ہاں بھی بعض لوگ شادیوں میں کھڑے ہو کر کھاتے ہیں۔تین چار تقاریب میں جانے کا اتفاق ہوا ہے جہاں کھڑے ہو کر کھانے کا انتظام تھا۔ایک مقام پر تو انھوں نے مجھے کھلی جگہ پر چادر بچھا کر دے دی اور ایک جگہ پر مجبوراً میرے لیے کرسی لائے۔سامنے میز رکھا کھڑے ہو کر نہیں کھایا۔اور ایک جگہ سے میں واپس آ گیا پیچھے بھاگتے رہے،معافیاں مانگتے رہے۔میں نے کہا بھائی!میں نے کھانا نہیں کھانا۔تو کھڑے ہو کر کھانا کافروں کی رسم ہے اس سے بچو اور آنحضرت ﷺ کے فرمان پر عمل کرو۔

اور جانوروں کی طرح کھانے میں ایک تشبیہ اس بات میں بھی ہے کہ جیسے جانور کھا کر غافل ہو جاتا ہے یہ بھی کھا کر غافل ہو جاتے ہیں کھلانے والے کی طرف توجہ ہی نہیں ہے۔ وَالنَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ اور دوزخ کی آگ ان کا ٹھکانا ہے۔ آگے اللہ تعالیٰ نے مکے والوں کو تنبیہ فرمائی ہے وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اور کتنی ہی بستیاں تھیں هِيَ اَشَدُّ قُوَّةً مِّنْ قَرْيَتِكَ وہ زیادہ سخت تھیں قوت کے لحاظ سے آپ کی بستی سے الَّتِيْٓ اَخْرَجَتْكَ جس بستی کے رہنے والوں نے آپ کو نکالا ہے۔ بہت سی بستیاں تھیں جن کے رہنے والے زیادہ طاقت ور تھے اس بستی کے رہنے والوں سے جنھوں نے آپ کو نکالا ہے یعنی مکہ مکرمہ والوں سے۔ اصل بات یہ ہے کہ مکہ مکرمہ کے رہنے والوں نے اتفاق کر لیا آپ ﷺ کے قتل کرنے کا۔ آدمی مقرر ہو گئے، رات مقرر ہو گئی، وقت طے ہو گیا، آپ ﷺ کے گھر کا محاصرہ کر لیا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو ہجرت کا حکم دیا اور عین نکلنے کے وقت ان پر نیند مسلط کر دی۔ آپ ﷺ دروازہ کھول کر تشریف لے گئے بلکہ سیرت ابن ہشام وغیرہ میں ہے کہ آپ ﷺ ان کے سروں پر مٹی ڈالتے ہوئے نکلے۔ بھائی! جسے رب رکھے اسے کون چکھے۔ اصل مقصد تو ان کا آپ ﷺ کو شہید کرنا تھا۔ تو آپ ﷺ کو شہید کرنے کا پروگرام آپ ﷺ کے نکلنے کا سبب بنا۔

تو فرمایا جس بستی والوں نے آپ کو نکالا ہے اس سے زیادہ طاقت ور تھیں وہ بستیاں اَهْلَكْنٰهُمْ ہم نے ان کو ہلاک کر دیا فَلَا نَاصِرَ لَهُمْ پس ان کے لیے کوئی مددگار نہیں کسی نے ان کی مدد نہ کی۔ مکے والوں کی بھی ہلاکت ایسے ہی ہوئی کہ جو آپ کے قتل کا مشورہ کرنے والے تھے سب کے سب بدر میں مارے گئے۔ فرمایا اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ کیا پس وہ شخص جو واضح دلیل پر ہے اپنے رب کی طرف

ہے۔مومن اپنے رب کی طرف سے واضح دلیل پر ہے۔قرآن پاک سے بڑی کوئی دلیل نہیں ہے اور اسلام سے زیادہ سچا مذہب کوئی نہیں ہے۔ یہ جو واضح دلیل پر ہے کَمَنْ اس شخص کی طرح ہو جائے گا زُيِّنَ لَهٗ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ جس کے لیے مزین کر دیا گیا اس کا بُرا عمل۔ شیطان نے اس کے لیے بُرا عمل مزین کیا ہے اور وہ بُرے کاموں میں لگا ہوا ہے، بُرے عقائد میں ہے۔کیا جو واضح دلیل پر ہے اپنے رب کی طرف سے وہ اور یہ برابر ہوں گے جن کے لیے شیطان نے بُرے عمل مزین کیے ہیں وَاتَّبَعُوْٓا اَهْوَآءَهُمْ اور انھوں نے پیروی کی خواہشات کی۔ یہ اپنی خواہشات پر چلتے ہیں اور وہ اپنے رب کے مطیع ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں کے فرماں بردار ہیں جب کہ یہ اپنے نفس کے پیروکار ہیں۔ کیا یہ آپس میں برابر ہو جائیں گے؟ حاشا وکلاّ نیکی، بدی، ایمان، کفر، توحید اور شرک، سنت و بدعت، حق اور باطل، سچ اور جھوٹ کبھی برابر نہیں ہو سکتے۔ تو پھر نتیجہ کیسے برابر ہو سکتا ہے۔

مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِیْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ؕ فِیْهَاۤ اَنْهٰرٌ مِّنْ مَّآءٍ غَیْرِ اٰسِنٍ ۚ وَ اَنْهٰرٌ مِّنْ لَّبَنٍ لَّمْ یَتَغَیَّرْ طَعْمُهٗ ۚ وَ اَنْهٰرٌ مِّنْ خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِّلشّٰرِبِیْنَ ۚ۬ وَ اَنْهٰرٌ مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّى ؕ وَ لَهُمْ فِیْهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ وَ مَغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ ؕ كَمَنْ هُوَ خَالِدٌ فِی النَّارِ وَ سُقُوْا مَآءً حَمِیْمًا فَقَطَّعَ اَمْعَآءَهُمْ ﴿۱۵﴾ وَ مِنْهُمْ مَّنْ یَّسْتَمِعُ اِلَیْكَ ۚ حَتّٰۤى اِذَا خَرَجُوْا مِنْ عِنْدِكَ قَالُوْا لِلَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مَا ذَا قَالَ اٰنِفًا ۫ اُولٰٓىٕكَ الَّذِیْنَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَ اتَّبَعُوْۤا اَهْوَآءَهُمْ ﴿۱۶﴾ وَ الَّذِیْنَ اهْتَدَوْا زَادَهُمْ هُدًى وَّ اٰتٰىهُمْ تَقْوٰىهُمْ ﴿۱۷﴾ فَهَلْ یَنْظُرُوْنَ اِلَّا السَّاعَةَ اَنْ تَاْتِیَهُمْ بَغْتَةً ۚ فَقَدْ جَآءَ اَشْرَاطُهَا ۚ فَاَنّٰى لَهُمْ اِذَا جَآءَتْهُمْ ذِكْرٰىهُمْ ﴿۱۸﴾ فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَ لِلْمُؤْمِنِیْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ ؕ وَ اللّٰهُ یَعْلَمُ مُتَقَلَّبَكُمْ وَ مَثْوٰىكُمْ ﴿۱۹﴾ ع

مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِیْ مثال اس جنت کی وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ جس کا وعدہ کیا گیا ہے پرہیزگاروں کے ساتھ فِیْهَاۤ اَنْهٰرٌ اس میں نہریں ہیں مِّنْ مَّآءٍ ایسے پانی کی غَیْرِ اٰسِنٍ جو بدبودار نہیں ہوگا وَ اَنْهٰرٌ اور نہریں ہیں مِّنْ لَّبَنٍ ایسے دودھ کی لَّمْ یَتَغَیَّرْ طَعْمُهٗ جس کا مزہ تبدیل نہیں ہوگا وَ اَنْهٰرٌ اور نہریں ہیں مِّنْ خَمْرٍ ایسی شراب کی لَّذَّةٍ لِّلشّٰرِبِیْنَ جو لذت دینے والی ہے پینے والوں کو وَ اَنْهٰرٌ اور نہریں ہیں مِّنْ عَسَلٍ

ایسے شہد کی مُّصَفًّى جو صاف کیا ہوا ہے وَلَهُمْ فِيهَا اور ان کے لیے ان
بہشتوں میں مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ہر قسم کے پھل ہیں وَمَغْفِرَةٌ اور بخشش
ہے مِّنْ رَّبِّهِمْ ان کے رب کی طرف سے كَمَنْ هُوَ خَالِدٌ فِي النَّارِ کیا
یہ برابر ہوں گے اس کے جو ہمیشہ رہنے والا ہوگا آگ میں وَسُقُوْا مَآءً حَمِيْمًا
اور پلایا جائے گا ان کو پانی کھولتا ہوا فَقَطَّعَ اَمْعَآءَهُمْ پس وہ کاٹ دے گا
ان کی آنتوں کو وَمِنْهُمْ مَّنْ اور بعضے ان میں سے وہ ہیں يَّسْتَمِعُ اِلَيْكَ
جو کان لگا کے رکھتے ہیں آپ کی طرف حَتّٰٓى اِذَا خَرَجُوْا یہاں تک کہ جب
وہ نکلتے ہیں مِنْ عِنْدِكَ آپ کے پاس سے قَالُوْا کہتے ہیں لِلَّذِيْنَ
اُوْتُوا الْعِلْمَ ان لوگوں کو جن کو علم دیا گیا ہے مَاذَا قَالَ اٰنِفًا اس شخص نے
ابھی کیا کہا ہے اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ یہی وہ لوگ ہیں طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ
مہر لگا دی اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر وَاتَّبَعُوْٓا اَهْوَآءَهُمْ اور انھوں نے
پیروی کی اپنی خواہشات کی وَالَّذِيْنَ اهْتَدَوْا اور وہ لوگ جنھوں نے ہدایت
پائی زَادَهُمْ هُدًى زیادہ کر دیتا ہے ان کے لیے ہدایت وَّاٰتٰهُمْ
تَقْوٰىهُمْ اور دیا ان کو تقویٰ فَهَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا السَّاعَةَ پس نہیں انتظار
کرتے یہ لوگ مگر قیامت کا اَنْ تَاْتِيَهُمْ بَغْتَةً کہ آئے گی ان پر اچانک
فَقَدْ جَآءَ اَشْرَاطُهَا پس تحقیق آچکی ہیں اس کی نشانیاں فَاَنّٰى لَهُمْ پس
کہاں ہوگا ان کے لیے اِذَا جَآءَتْهُمْ ذِكْرٰىهُمْ جب آئے گی ان کے پاس

ان کی نصیحت فَاعْلَمْ پس آپ جان لیں اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ بے شک نہیں ہے کوئی معبود سوائے اللہ تعالیٰ کے وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ اور بخشش طلب کرا پنی لغزشوں کے لیے وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ اور ایمان والے مردوں کے لیے وَالْمُؤْمِنٰتِ اور ایمان والی عورتوں کے لیے وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے مُتَقَلَّبَكُمْ تمہارے پلٹنے کو وَمَثْوٰىكُمْ اور تمہارے ٹھکانے کو۔

ربطِ آیات :

کل کے سبق کی آخری آیت کریمہ میں تھا کہ جو شخص کھلی دلیل پر ہو اپنے رب کی طرف سے کیا یہ اس شخص کی طرح ہوگا جس کے لیے بُرے عمل کو مزین کر دیا گیا اور وہ اپنی خواہشات پر چلتے ہیں۔ تو پھر ان کی آخرت بھی برابر نہیں ہو سکتی۔ قرآن کا اتباع کرنے والے جنت میں جائیں گے اور خواہشات کی پیروی کر کے بُرے عمل کرنے والے دوزخ میں جائیں گے۔ تو متقیوں کو جو جنت ملنی ہے اللہ تعالیٰ نے اس کی صفت بیان فرمائی ہے۔

فرمایا مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ اس جنت کی مثال جس کا وعدہ کیا گیا ہے پرہیزگاروں سے۔ متقی وہ ہیں جو کفر، شرک اور معاصی سے بچتے ہیں۔ ان کے لیے جنت ایسی ہوگی کہ فِيْهَآ اَنْهٰرٌ مِّنْ مَّآءٍ غَيْرِ اٰسِنٍ اس میں نہریں ہوں گی ایسے پانی کی جو بدبودار نہیں ہوگا کبھی خراب نہیں ہوگا۔ اٰسِن ایسے پانی کو کہتے ہیں جو تالاب میں دیر تک رکا رہے اور اس میں تعفن پیدا ہو جائے۔ جنت کا پانی ہر قسم کی بدبو اور تعفن سے پاک

ہوگا۔

جنت کی دوسری نعمت اور صفت : وَاَنۡهٰرٌ مِّنۡ لَّبَنٍ اور نہریں ہیں دودھ کی لَّمۡ يَتَغَيَّرۡ طَعۡمُهٗ جس کا مزہ، ذائقہ کبھی تبدیل نہیں ہوگا۔ دنیا کا دودھ کچھ عرصہ پڑا رہے تو خراب ہوکر بدمزہ ہو جاتا ہے مگر جنت کا دودھ کبھی خراب نہیں ہوگا اور نہ ہی اس کا ذائقہ تبدیل ہوگا۔ اس کے علاوہ فرمایا وَاَنۡهٰرٌ مِّنۡ خَمۡرٍ لَّذَّةٍ لِّلشّٰرِبِيۡنَ اور وہاں شراب کی نہریں ہوں گی جو پینے والوں کے لیے لذیذ ہوگی۔ دنیا کی شراب تو بد ذائقہ اور پینے والوں کو مدہوش کر دیتی ہے مگر جنت کی شراب ہر نقص سے پاک اور ذائقہ دار ہوگی جس کا دنیا میں تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ نہ اس کے پینے سے نشہ آئے گا اور نہ ہی کوئی اور خرابی پیدا ہوگی۔

اور نعمت : فرمایا وَاَنۡهٰرٌ مِّنۡ عَسَلٍ مُّصَفًّى اور ایسے شہد کی نہریں ہوں گی جو صاف کیا ہوا ہوگا۔ اس میں موم وغیرہ کوئی شے نہیں ہوگی۔ پھر یہ ساری نہریں آبادی سے دور جنگلات میں نہیں ہوں گی بلکہ ہر جنتی کے دروازے کے سامنے سے گزر رہی ہوں گی۔ یہ پینے والی چیزوں کا ذکر تھا، کھانے کے لیے بھی ہر چیز وہاں موجود ہوگی۔ فرمایا وَلَهُمۡ فِيۡهَا مِنۡ كُلِّ الثَّمَرٰتِ اور ان کے لیے جنت میں ہر قسم کے پھل ہوں گے۔ جب جنتی کسی پھل کے کھانے کا ارادہ کرے گا اس درخت کی ٹہنی خود بخود جھک کر جنتی کے سامنے آ جائے گی پھر جب وہ پھل توڑ کے کھائے گا فوراً اس جگہ دوسرا پھل لگ جائے گا یہ تو جنتی کے کھانے پینے کی چیزوں کا ذکر تھا۔ اس سے بڑی نعمت یہ ہوگی وَمَغۡفِرَةٌ مِّنۡ رَّبِّهِمۡ اور بخشش ہوگی اللہ تعالیٰ کی طرف سے۔ دنیا میں اچھے لوگوں سے بھی بعض اوقات کوتاہیاں ہو جاتی ہیں اللہ تعالیٰ سب کو معاف کر دے گا۔ تو کیا جو شخص ان نعمتوں میں ہوگا

اس شخص کی طرح ہوسکتا ہے کَمَنْ ھُوَخَالِدٌ فِی النَّارِ جو ہمیشہ دوزخ کی آگ میں رہنے والا ہوگا۔ کافر مشرک کے لیے دائمی دوزخ ہے پھر جب دوزخ میں ان کو پیاس ستائے گی اور پانی مانگیں گے۔ فرمایا وَسُقُوْامَآءً حَمِیْمًا اور پلایا جائے گا ان کو پانی کھولتا ہوا۔ جونہی وہ پانی دوزخی کے حلق سے نیچے اترے گا فَقَطَّعَ اَمْعَآءَھُمْ پس کاٹ دے گا ان کی آنتوں کو۔ آنتیں کٹ کر نیچے گر پڑیں گی پھر اصل حالت پر آ جائیں گی، پھر پئیں گے پھر آنتیں کٹ جائیں گی اور یہ سلسلہ اسی طرح چلتا رہے گا۔ اللہ تعالیٰ اپنی پناہ میں رکھے اور کفر، شرک اور بُرے اعمال سے بچائے۔ اللہ تعالیٰ نے جنتیوں اور دوزخیوں کا حال بیان کر دیا ہے تاکہ لوگ اس میں غور وفکر کر کے اپنے لیے صحیح مقام تلاش کریں۔

منافقین کا تذکرہ :

اس سے پہلے مومنوں اور کھلے کافروں کا ذکر تھا اب منافقوں کا ذکر ہے۔ یہ بھی کافر ہیں بلکہ یہ کھلے کافروں سے زیادہ سخت ہیں۔ کیونکہ ظاہری طور پر یہ کلمہ پڑھتے ہیں اور دل سے کافر ہوتے ہیں ان سے نقصان کا زیادہ خطرہ ہوتا ہے۔ فرمایا وَمِنْھُمْ مَّنْ یَّسْتَمِعُ اِلَیْكَ اور ان مخالفین میں سے بعضے وہ ہیں جو کان لگا کے رکھتے ہیں آپ کی طرف تاکہ وہ یہ تاثر دیں کہ وہ آپ کی بات کو کان لگا کر سن رہے ہیں حَتّٰٓی اِذَا خَرَجُوْامِنْ عِنْدِكَ یہاں تک کہ جب وہ اُٹھ کر آپ کے پاس سے باہر جاتے ہیں قَالُوْا کہتے ہیں لِلَّذِیْنَ اُوْتُوالْعِلْمَ ان لوگوں کو جن کو علم دیا گیا۔ صاحب علم لوگوں سے پوچھتے ہیں مَاذَاقَالَ اٰنِفًا اس شخص نے ابھی کیا کہا ہے۔ محمد ﷺ نے ابھی کیا کہا ہے؟ اس کا ایک مطلب یہ ہے جیسا کہ تفسیر کبیر اور قرطبی وغیرہ میں ہے کہ ہمیں تو کوئی

دلچسپی نہیں تھی ان کی باتوں سے تم ہی بتاؤ اس نے کیا کہا ہے۔تو اپنی بے رغبتی اور بے شوقی کا اظہار کرتے تھے۔

دوسرا مطلب یہ ہے کہ وہ یہ دیکھنا چاہتے تھے کہ یہ لوگ اس کی باتوں کو سمجھے ہیں یا نہیں اور سمجھنے کے بعد آپ ﷺ کی باتوں سے کیا اثر لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو ان کے اندرونی دشمنوں سے آگاہ کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جگہ جگہ ان کی مذمت بیان فرمائی ہے بلکہ منافقوں کے نام سے ایک مستقل سورۃ نازل فرمائی ہے اور ان کے بُرے انجام کو ذکر کیا ہے۔

فرمایا اُولٰٓئِکَ الَّذِیۡنَ طَبَعَ اللّٰہُ عَلٰی قُلُوۡبِھِمۡ یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں پر اللہ تعالیٰ نے مہر لگا دی ہے کہ ان کے دلوں میں کوئی اچھی بات داخل ہی نہیں ہوتی۔ اللہ تعالیٰ نے ان سے نیکی کی توفیق سلب کر لی ہے۔ کیونکہ وہ راہ راست پر آنے کے لیے تیار ہی نہیں ہیں اور انھوں نے کفر کو پسند کر لیا ہے اور اسلام کے خلاف سازشوں میں مصروف رہتے ہیں وَاتَّبَعُوۡۤا اَھۡوَآءَھُمۡ اور پیروی کی انھوں نے اپنی خواہشات کی۔ وہ اپنی خواہشات پر ہی چلتے ہیں اصل دین کے بجائے کفر، شرک، بدعات، رسومات اور رواج ہی کا اتباع کرتے ہیں اس کے برخلاف وَالَّذِیۡنَ اھۡتَدَوۡا زَادَھُمۡ ھُدًی اور وہ لوگ جنھوں نے ہدایت کو قبول کیا اللہ تعالیٰ ان کی ہدایت میں اضافہ کر دیتا ہے اور گمراہ ہونے سے ان کو بچاتا ہے وَّاٰتٰھُمۡ تَقۡوٰھُمۡ اور اللہ تعالیٰ ان کو تقویٰ عطا فرماتا ہے۔ وہ کفر، شرک اور بڑے گناہوں سے بچتے ہیں اور معمولی گناہوں کے بھی قریب نہیں جاتے۔ وہ دنیا کی آلائشوں سے بچ کر نکل جاتے ہیں۔ ان کو کفر، شرک، بدعات اور گناہوں سے نفرت پیدا ہو جاتی ہے وہ رسم و رواج کے قریب نہیں جاتے۔ یہ ہدایت یافتہ لوگ ہیں۔

اور جو لوگ گمراہ ہیں قرآنی پروگرام کا انکار کرتے ہیں ان کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَهَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا السَّاعَةَ اَنْ تَاْتِيَهُمْ بَغْتَةً پس یہ لوگ نہیں انتظار کرتے مگر قیامت کا کہ آجائے ان کے پاس اچانک۔ مطلب یہ ہے کہ حق واضح ہو جانے کے بعد دلائل کے ساتھ اس کو قبول نہ کرنا گویا قیامت کا انتظار کرنا ہے تاکہ حق اور باطل کے درمیان عملی فیصلہ ہو جائے۔ تو فرمایا کہ صرف قیامت کا انتظار کر رہے ہیں کہ ان کے پاس اچانک آجائے اور قیامت اچانک ہی آئے گی۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ ایک آدمی لقمہ سالن کے ساتھ لگا کر اٹھائے گا منہ میں ڈالنے کے لیے، منہ میں ڈال نہیں سکے گا کہ قیامت قائم ہو جائے گی۔ ایک آدمی جانور بیچے گا لینے والا پیسے دینے کے لیے ہاتھ بڑھائے گا اور بیچنے والا پیسے لینے کے لیے ہاتھ بڑھائے گا وہ دے نہیں سکے گا اور یہ لے نہیں سکے گا کہ قیامت برپا ہو جائے گی۔

علاماتِ قیامت :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ کیا ان لوگوں کو قیامت میں شک ہے فَقَدْ جَآءَ اَشْرَاطُهَا پس تحقیق آچکی ہیں اس کی نشانیاں۔ قیامت کی سب سے بڑی نشانی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا آنا ہے۔ آپ کے تشریف لانے کے بعد تخلیق کائنات کا مقصد پورا ہو چکا اب قیامت ہی باقی ہے۔ قرآن کریم کا نازل ہونا بھی قیامت کی نشانی ہے اور معجزہ شق القمر بھی قیامت کی نشانی ہے جس کو مکے والوں نے آنکھوں سے دیکھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ [پارہ:۲۷] ''قیامت قریب آگئی اور چاند پھٹ گیا۔ آنحضرت ﷺ نے اپنی شہادت والی انگلی اور درمیان والی انگلی اکٹھی کر کے فرمایا كَهَاتَيْنِ ''مجھے اور قیامت کو اس طرح بھیجا گیا ہے جس طرح یہ دو انگلیاں

اکٹھی ہیں۔'' البتہ درمیان والی انگلی شہادت والی انگلی سے ذرا آگے نکلی ہوئی ہے اس طرح میں قیامت سے ذرا آگے آ گیا ہوں میرے پیچھے اب قیامت ہی آنے والی ہے۔ تو قیامت کی بعض نشانیاں تو آ چکی ہیں اور بعض بڑی بڑی نشانیاں ظاہر ہونا باقی ہیں۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا اِذَا وُسِّدَ الْاَمْرُ اِلٰی غَیْرِ اَهْلِهٖ فَانْتَظِرِ السَّاعَةَ'' جب معاملات نا اہل لوگوں کے سپرد کر دیئے جائیں تو پھر قیامت کا انتظار کرو۔'' قیامت کی بڑی نشانیوں میں سے ہے دجال کا ظاہر ہونا، یاجوج ماجوج کا نکلنا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمانوں سے نازل ہونا اور سورج کا مغرب کی طرف سے طلوع ہونا۔ پھر جب یہ نشانیاں ظاہر ہوں گی تو پھر ایمان لانا مفید نہیں ہوگا توبہ کا دروازہ بند ہو جائے گا۔

تو فرمایا تحقیق اس کی نشانیاں آ چکی ہیں فَاَنّٰی لَهُمْ اِذَا جَآءَتْهُمْ ذِكْرٰىهُمْ پس کہاں ہوگا ان کے لیے جب قیامت آ جائے گی ان کے پاس نصیحت کا پکڑنا۔ جب قیامت برپا ہوگئی تو ان کو نصیحت پکڑنے کا موقع کہاں ملے گا؟ اس وقت تو توبہ کا دروازہ بند ہو چکا ہوگا۔

اگلی آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے قرآنی پروگرام کا ذکر فرمایا ہے کہ قرآن کریم کے نازل کرنے اور پیغمبر کی بعثت کا مقصد اللہ تعالیٰ کی توحید ہے کہ اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک ہے نہ اس کی ذات میں کوئی شریک ہے، نہ صفات میں کوئی شریک ہے، نہ اس کے افعال میں کوئی شریک ہے۔ فرمایا فَاعْلَمْ پس جان لو اور اس حقیقت کو ذہن میں بٹھا لو اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ بے شک اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے، کوئی مشکل کشا، حاجت روا، فریاد رس نہیں ہے، کوئی دست گیر اور بگڑی بنانے والا نہیں ہے۔ خالق، مالک، علیم کل، قادر مطلق، مشکل کشا، حاجت روا صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ آگے فرمایا وَاسْتَغْفِرْ

لِذَنْۢبِكَ اور بخشش طلب کریں اپنی لغزشوں کی وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ اور مومن مردوں اور مومن عورتوں کے لیے بھی بخشش کا سوال کریں۔

انبیائے کرام علیہم السلام تمام صغیرہ، کبیرہ گناہوں سے پاک ہوتے ہیں یہاں ذنب سے مراد لغزش ہے۔ چونکہ انبیائے کرام علیہم السلام کا مرتبہ اور مقام بہت بلند ہوتا ہے اس لیے ان کی معمولی لغزش پر بھی اللہ تعالیٰ تنبیہ فرماتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے کہ میں دن میں سو سو مرتبہ استغفار کرتا ہوں اور ساتھ ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم امت کے لیے بھی استغفار کرتے تھے۔ فرمایا وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مُتَقَلَّبَكُمْ وَمَثْوٰىكُمْ اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے تمہارے پلٹنے کی جگہ کو اور تمہارے ٹھکانے کو۔ مُتَقَلَّبَكُمْ اور مَثْوٰىكُمْ سے کیا مراد ہے؟ تو اس کا ایک مطلب یہ بیان کرتے ہیں کہ متقلّب سے باپ کی پیٹھ مراد ہے اور مثوىٰ سے ماں کا رحم مراد ہے اور یہ معنیٰ بھی کرتے ہیں کہ متقلّب سے مراد ماں کا رحم ہے اور مثوىٰ سے مراد زمین ہے۔ اور ایک تفسیر یہ بھی کی گئی ہے کہ متقلّب سے مراد زمین ہے جس پر تم پھرتے ہو اور مثوىٰ سے مراد قبر ہے جس میں تم جاؤ گے۔ اللہ تعالیٰ آخرت کی تیاری کی توفیق عطا فرمائے اور کفر، شرک، بدعات اور رسومات سے حفاظت فرمائے اور بچائے۔ (امین)

وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ

اٰمَنُوْا لَوْلَا نُزِّلَتْ سُوْرَةٌ ۚ فَاِذَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ مُّحْكَمَةٌ وَّذُكِرَ فِيْهَا الْقِتَالُ ۙ رَاَيْتَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ يَّنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ نَظَرَ الْمَغْشِيِّ عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ ؕ فَاَوْلٰى لَهُمْ ۚ﴿۲۰﴾ طَاعَةٌ وَّقَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ ۟ فَاِذَا عَزَمَ الْاَمْرُ ۟ فَلَوْ صَدَقُوا اللّٰهَ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ۚ﴿۲۱﴾ فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ وَتُقَطِّعُوْٓا اَرْحَامَكُمْ ﴿۲۲﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فَاَصَمَّهُمْ وَاَعْمٰٓى اَبْصَارَهُمْ ﴿۲۳﴾ اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰى قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا ﴿۲۴﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ ارْتَدُّوْا عَلٰٓى اَدْبَارِهِمْ مِّنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدَى ۙ الشَّيْطٰنُ سَوَّلَ لَهُمْ ؕ وَاَمْلٰى لَهُمْ ﴿۲۵﴾

وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ اور کہتے ہیں وہ لوگ اٰمَنُوْا جو ایمان لائے ہیں لَوْلَا نُزِّلَتْ سُوْرَةٌ کیوں نہیں اتاری گئی کوئی سورت فَاِذَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ مُّحْكَمَةٌ پس جس وقت اتاری جاتی ہے کوئی سورت اٹل وَّذُكِرَ فِيْهَا الْقِتَالُ اور ذکر کیا جاتا ہے اس میں لڑنے کا رَاَيْتَ الَّذِيْنَ دیکھتے ہیں آپ ان لوگوں کو فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ جن کے دلوں میں بیماری ہے يَّنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ وہ دیکھتے ہیں آپ کی طرف نَظَرَ الْمَغْشِيِّ عَلَيْهِ جیسے دیکھتا ہے وہ شخص جس پر غشی طاری ہو مِنَ الْمَوْتِ موت کی فَاَوْلٰى لَهُمْ پس ہلاکت ہے ان کے لیے طَاعَةٌ وَّقَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ ان کی اطاعت ہے اور قول معلوم ہے

یعنی دستور کے مطابق ہے فَاِذَا عَزَمَ الْاَمْرُ پس جب پختہ ہو جائے معاملہ فَلَوْ صَدَقُوا اللّٰهَ پس اگر وہ سچ کر دکھائیں اللہ تعالیٰ کے سامنے لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ البتہ ان کے لیے بہتر ہوتا فَهَلْ عَسَيْتُمْ پس تحقیق توقع ہے تم سے اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اگر تم حاکم بن گئے اَنْ تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ کہ تم فساد مچاؤ گے زمین میں وَتُقَطِّعُوْٓا اَرْحَامَكُمْ اور قطع رحمی کرو گے اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ یہی وہ لوگ ہیں لَعَنَهُمُ اللّٰهُ لعنت کی ہے اللہ تعالیٰ نے ان پر فَاَصَمَّهُمْ پس ان کو بہرہ کر دیا وَاَعْمٰٓى اَبْصَارَهُمْ اور اندھا کر دیا ان کی آنکھوں کو اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ کیا وہ غور نہیں کرتے قرآن پاک میں اَمْ عَلٰى قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا یا ان کے دلوں پر تالے لگے ہوئے ہیں اِنَّ الَّذِيْنَ بے شک وہ لوگ ارْتَدُّوْا عَلٰٓى اَدْبَارِهِمْ جو پھر گئے اپنی پشتوں پر مِّنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدَى بعد اس کے کہ واضح ہو گئی ہدایت ان کے سامنے الشَّيْطٰنُ سَوَّلَ لَهُمْ شیطان نے ان کو فریب کر دیا وَاَمْلٰى لَهُمْ اور مہلت دی ہے ان کو۔

حکم جہاد :

یہ سورۃ مدینہ منورہ میں نازل ہوئی اور اس کے نازل ہونے کے وقت تک جہاد کا حکم نہیں تھا۔ جہاد کا حکم بعد میں ملا۔ آنحضرت ﷺ اظہار نبوت کے بعد تیرہ سال مکہ مکرمہ میں رہے۔ ان تیرہ سالوں میں کافروں نے ظلم کی انتہاء کی۔ کئی صحابی شہید کر دیئے گئے جیسے حارث بن ابی ھالہ رضی اللہ عنہ، حضرت یاسر رضی اللہ عنہ، حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا اور دوسروں پر

بڑے ظلم کیے۔ اس پر مومن بھی لڑنے کی اجازت مانگتے تھے لیکن اللہ تعالیٰ کا حکم تھا کُفُّوْا اَیْدِیَکُمْ وَ اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃ ''اپنے ہاتھ روکے رکھو اور نماز قائم کرو۔'' مکہ مکرمہ میں جہاد کا حکم ہوتا تو عالم الاسباب میں مسلمانوں کی تعداد تھوڑی تھی کافر ان کو ختم کر دیتے۔ اللہ تعالیٰ اپنی حکمتوں کو جانتا ہے۔ حکمت کے تحت مکہ مکرمہ میں جہاد کا حکم نہیں دیا۔ مسلمان ہجرت کر کے مدینہ منورہ پہنچ گئے مگر کافروں نے پیچھا پھر بھی نہ چھوڑا۔ مدینہ طیبہ سے چند میل کے فاصلے پر ایک چراگاہ تھی۔ اس میں بیت المال کے اونٹ جو لوگ زکوٰۃ میں دیتے تھے، چر رہے تھے۔ کرز بن جابر فہری کافر کا بڑا خاندان تھا، وہ آیا اور نگران چرواہے کو قتل کر کے بیت المال کے اونٹ لے کر چلا گیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی کہ اے پروردگار! ہمیں بھی جہاد کی اجازت مل جائے کہ کافروں نے یہاں بھی ہمارا تعاقب نہیں چھوڑا۔ اللہ تعالیٰ نے جہاد کے متعلق آیتیں نازل فرمائیں اُذِنَ لِلَّذِیْنَ یُقَاتَلُوْنَ بِاَنَّھُمْ ظُلِمُوْا وَاِنَّ اللّٰہَ عَلٰی نَصْرِھِمْ لَقَدِیْرٌ [الحج:۳۹] ''اجازت دی گئی ہے ان لوگوں کو جن کے ساتھ کافر لڑتے ہیں اس وجہ سے کہ وہ مظلوم ہیں اور بے شک اللہ تعالیٰ ان کی مدد کرنے پر البتہ قدرت رکھتا ہے۔'' اس کا ذکر ہے۔

فرمایا وَیَقُوْلُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اور کہتے ہیں وہ لوگ جو ایمان لائے ہیں لَوْلَا نُزِّلَتْ سُوْرَۃٌ کیوں نہیں اتاری گئی کوئی سورت جس میں جہاد کا حکم ہو فَاِذَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَۃٌ مُّحْکَمَۃٌ پس جس وقت اتاری گئی سورت محکم اور اٹل وَّذُکِرَ فِیْھَا الْقِتَالُ اور ذکر کیا گیا اس میں لڑنے کا، جہاد کا۔ یہ سورۃ حج والی آیت کریمہ اُذِنَ لِلَّذِیْنَ یُقَاتَلُوْنَ بِاَنَّھُمْ ظُلِمُوْا یہ ابتدائی آیت کریمہ ہے جس میں جہاد کی اجازت دی گئی ہے جس سے تمہیں جہاد کا حق مل گیا۔ جس وقت جہاد کا حکم سنا رَاَیْتَ الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِھِمْ مَّرَضٌ

دیکھا آپ نے ان لوگوں کو جن کے دلوں میں بیماری ہے منافقت کی یَنْظُرُوْنَ اِلَیْکَ وہ دیکھتے ہیں آپ کی طرف نَظَرَ الْمَغْشِیِّ عَلَیْهِ مِنَ الْمَوْتِ جیسے دیکھتا ہے وہ شخص جس پر غشی طاری ہو موت کی کہ آنکھ کھلی رہتی ہے۔ ایسے ہی منافقت کے مرض والے دیکھتے ہیں کہ اب کیا کریں گے جہاد کا حکم آ گیا ہے اور ہم نے تو کرنا نہیں ہے۔ مکہ مکرمہ میں تو منافق تھے نہیں۔ یا تو خالص کافر تھے یا خالص مومن تھے، درمیان والا طبقہ نہیں تھا۔ جب آپ مدینہ طیبہ تشریف لے گئے تو منافقین کا طبقہ پیدا ہوا۔ یہ اصل میں یہودی تھے ظاہری طور پر کلمہ پڑھ کر مسلمانوں کے ساتھ مل گئے۔ نمازیں آپ کے ساتھ پڑھتے تھے، روزے بھی رکھتے تھے، اندر سے شرارتوں سے باز نہیں آتے تھے۔ بعض ایسے مکار تھے کہ آخر تک انھوں نے اپنے نفاق کا پتا نہیں چلنے دیا۔

منافقین کے احوال :

قرآن پاک کی نزول کے اعتبار سے آخری سورۃ میں ہے وَمِنْ اَهْلِ الْمَدِیْنَةِ مَرَدُوْا عَلَی النِّفَاقِ لَا تَعْلَمُهُمْ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ [توبہ:۱۰۱] ''مدینہ طیبہ میں کچھ لوگ ایسے ہیں جو منافقت پر ڈٹے ہوئے ہیں اے نبی کریم ﷺ! آپ ان کو نہیں جانتے ہم ان کو جانتے ہیں۔'' بلکہ بعض اوقات ان کی ظاہری باتوں میں آ کر آپ ﷺ نے ان کی امداد بھی کی ان کے ساتھ تعاون بھی کیا۔ چنانچہ ایک غزوہ میں چند منافق بھی شریک تھے۔ انھوں نے آنحضرت ﷺ کے خلاف باتیں کیں، اسلام کے خلاف باتیں کیں۔ سورۃ المنافقون میں ہے کہ انھوں نے یہ بھی کہا لَیُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ ''ضرور نکالے گا عزت والا اس میں سے ذلت والوں کو۔'' آنحضرت ﷺ کو اذل (زیادہ ذلیل) سے تعبیر کیا (معاذ اللہ تعالیٰ) کہنے لگے غلطی ہماری ہے کہ ہم نے ان کو مکان

دیئے، چندے دیئے، جس وقت آئے تھے اس وقت ان کو جگہ ہی نہیں دینی چاہیے تھی۔ اس قسم کی بڑی واہی تباہی کی باتیں کیں۔ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نوجوان صحابی تھے۔ انھوں نے ان کی یہ باتیں سنیں۔ پہلے تو خیال ہوا کہ میں خود ان پر ٹوٹ پڑوں ان کو مار دوں یا مارا جاؤں۔ پھر فیصلہ کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود موجود ہیں مجھے خود کوئی کارروائی نہیں کرنی چاہیے۔ ساری رات بے چارے پریشان رہے صبح ہوئی تو ان کی باتیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچائیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان لوگوں کو بلایا ان سے پوچھا کہ تم نے یہ باتیں کی ہیں؟ منافقوں نے قسمیں اٹھائیں اور کہا توبہ توبہ ہماری زبانیں نہ جل جائیں اگر یہ باتیں کی ہوں ہمارے تو فرشتوں کو بھی ان باتوں کا علم نہیں ہے۔ ایسی پختہ قسمیں اٹھائیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کو ٹوکا اور فرمایا خواہ مخواہ تم نے جھوٹ بولا ہے۔

بخاری شریف میں الفاظ ہیں وَصَدَّقَهُمْ وَ كَذَّبَنِي ''آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی تصدیق کی اور مجھے جھٹلایا۔'' کہ ان شریف آدمیوں کے خلاف ایسی باتیں کرتے ہو کہ جن کا کوئی وجود ہی نہیں۔ جب مجلس سے اٹھے تو فرماتے ہیں کہ میرے چچے نے مجھے خوب دبایا اور کہا کہ اب تجھے سچا کون کہے گا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی پاک زبان سے تجھے جھوٹا کہہ دیا ہے نادان ایسی حرکت کیوں کی ہے؟ فرماتے ہیں کہ میں پریشان خیمے میں جا کر بیٹھ گیا۔ جی چاہتا تھا کہ زمین پھٹ جائے اور میں اس میں دھنس جاؤں۔ تھوڑی دیر گزری تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قاصد آیا اور کہا يَازَيْدبن ارقم اَجِبْ رسول اللّٰه صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ''تجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بلا رہے ہیں۔'' فرماتے ہیں کہ میں کانپ گیا کہ مجھے جھوٹا فرمایا ہے اب مجھے درے لگیں گے، کوڑے مارنے ہوں گے۔ مخلص صحابی تھے حاضر ہوئے

آپ ﷺ نے سورہ منافقون پڑھ کر سنائی اور فرمایا کہ زید بن ارقم تم سچے ہو اور منافق جھوٹے ہیں اِنَّ اللّٰہَ قَدْ صَدَّقَ یَا زَیْد ''بے شک اللہ تعالیٰ نے آپ کی تصدیق کر دی ہے اے زید! وَاللّٰہُ یَشْھَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ لَکٰذِبُوْنَ ''اور اللہ تعالیٰ گواہی دیتا ہے کہ منافق جھوٹے ہیں۔'' مطلب یہ کہ آپ کبھی ان کے ظاہر کو دیکھتے ہوئے ان کی امداد بھی کر دیتے تھے کہ وہ منافقت ظاہر ہی نہیں ہونے دیتے تھے۔ تو فرمایا دیکھتے ہیں آپ کی طرف جیسے دیکھتا ہے وہ شخص جس پر غشی طاری ہو موت کی فَاَوْلٰی لَھُمْ پس ہلاکت ہے ان کے لیے، ان کے لیے بربادی ہے۔ اَوْلٰی کے معنٰی ہے ہلاکت طَاعَةٌ وَّقَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ ان کی اطاعت اور ان کی بات ہمیں معلوم ہے۔ زبانی طور پر بڑھ چڑھ کر کہتے ہیں حضرت! آپ حکم فرمائیں ہم عمل کے لیے تیار ہیں اپنا اعتماد دلانے کے لیے باتیں کرتے ہیں۔ رب تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہمیں ان کی اطاعت بھی معلوم ہے اور ان کی باتیں بھی معلوم ہیں ہم سے کون سی چیز چھپی ہوئی ہے۔ ہم جانتے ہیں وہ کیا کچھ کرتے ہیں فَاِذَا عَزَمَ الْاَمْرُ پس جس وقت پختہ ہو جائے معاملہ جہاد کا۔ جہاد کی بالکل تیاری ہو فَلَوْ صَدَقُوا اللّٰہَ پس اگر سچ کر دکھائیں اللہ تعالیٰ کے سامنے وہ وعدہ جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کیا ہے لَکَانَ خَیْرًا لَّھُمْ البتہ ان کے لیے بہتر ہوتا۔ پہلے بڑی بڑی ڈینگیں مارتے ہیں کہ جہاد ہوا تو ہم جانیں پیش کریں گے، مال پیش کریں گے، عین موقع پر بہانے بنا کر بھاگ جاتے ہیں۔

سورہ توبہ میں مذکور ہے غزوہ تبوک کا بڑا سفر تھا بڑی گرمی کا موسم تھا، فصلیں پکی ہوئی تھیں، رومیوں کے ساتھ مقابلہ تھا۔ بعض منافقوں نے تو حیلے بہانے بنا کر آپ ﷺ سے اجازت لے لی۔ کسی نے کہا حضرت! میری ماں بہت بیمار ہے، قریب المرگ ہے اگر

میں چلا گیا تو اس کو کون دفنائے گا؟ کسی نے کہا حضرت! میرا خادم بھاگ گیا ہے جبکہ اس کو خود بھگا دیا۔ وہ ہوتا تو جانوروں کو کھولتا، باندھتا، پانی پلاتا، یہ بے زبان جانور بھوکے پیاسے مر جائیں گے۔ کسی نے کہا حضرت! میرے گھر میں اور کوئی آدمی نہیں ہے کھیتی پکی ہوئی ہے کھجوریں، گندم، جو وغیرہ پکے ہوئے ہیں، سب ضائع ہو جائیں گے۔ حالانکہ متبادل انتظام ہو سکتا تھا مگر بہانے تھے۔ آپ ﷺ کے پاس آ کر اجازت لیتے رہے اور آپ ﷺ اجازت دیتے رہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ "اللہ تعالیٰ آپ سے درگزر کرے لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ آپ نے ان کو کیوں اجازت دی؟ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَتَعْلَمَ الْكٰذِبِيْنَ [توبہ: ۴۳] یہاں تک کہ واضح ہو جائے آپ کے لیے وہ لوگ جو سچ کہنے والے ہیں اور آپ جان لیتے جھوٹوں کو۔"

آگے فرمایا کہ اگر انھوں نے جانا ہوتا تو تیاری نہ کرتے، انھوں نے جانا تو تھا نہیں بہانے بنا کر اجازت لے لی۔ اور بعض منافق وہ تھے جنھوں نے اجازت لینے کی ضرورت ہی محسوس نہیں کی۔ ان کے ذہن میں یہ تھا کہ انھوں نے کون سا بچ کر واپس آنا ہے۔ مگر جب آنحضرت ﷺ بمع ساتھیوں کے صحیح سالم واپس تشریف لے آئے سوائے دو ساتھیوں کے کہ وہ راستے میں فوت ہو گئے باقی ساری فوج جن کی تعداد چالیس ہزار بھی لکھی ہے اور ستر ہزار بھی لکھی ہے سب صحیح سالم واپس آ گئے۔

تو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو آگاہ فرما دیا کہ اب یہ لوگ معذرت کے لیے آپ ﷺ کے پاس آئیں گے يَعْتَذِرُوْنَ اِلَيْكُمْ اِذَا رَجَعْتُمْ [پارہ: ۱۰] "یہ منافق لوگ بہانے کریں گے تمھارے سامنے جب تم واپس لوٹو گے۔" لیکن آپ نے ان کے بہانے تسلیم نہیں کرنے یہ منافق بڑے ہوشیار اور چالاک لوگ تھے۔

تو فرمایا کہ لڑائی کے موقع پر اللہ تعالیٰ کے ساتھ وعدہ سچا کر دکھائیں تو البتہ ان کے لیے بہتر ہے فَهَلْ عَسَيْتُمْ۔ ھل کا معنیٰ کرتے ہیں قد کا بمعنیٰ تحقیق۔ پس تحقیق تم سے یہی توقع ہے اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اگر تم کو حکمرانی مل گئی تو تم سے یہ توقع ہے اَنْ تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ کہ تم فساد مچاؤ گے زمین میں وَتُقَطِّعُوْٓا اَرْحَامَكُمْ اور قطع رحمی کرو گے۔ تم سے اسی چیز کی توقع ہے۔ آج سب کچھ تمہارے سامنے ہے تم دیکھ رہے ہو۔ ماں بیٹی کا اختلاف ہے، بہن بھائی کا جھگڑا ہے، اقتدار کی خاطر قطع رحمیاں ہوتی ہیں۔

عراق کے صدر صدام حسین نے اپنے سالے کو (جو اس کا چچا زاد بھائی بھی تھا) اس لیے برطرف کر دیا کہ وہ اس کو گھورتا تھا۔ بیٹے بیٹیوں نے اختلاف کیا تو ان کو ایک طرف کر دیا۔ اب اس سے بڑی قطع رحمی اور کیا ہوگی کہ باپ بیٹے کی نہیں بنتی، بہن بھائی کی نہیں بنتی، ماں بیٹی کی نہیں بنتی۔ ملک میں یہی کچھ ہو رہا ہے کہ جس کے مخالف ہوئے اس کو نکال دیا اور جس سے خوش ہوئے اس کو وزیر بنا دیا۔ اس سے بڑا فساد دنیا میں کیا ہے۔

تو فرمایا پس تحقیق تم سے یہی توقع ہے کہ اگر تم کو حکومت مل گئی تو تم زمین میں فساد مچاؤ گے۔ بعض مفسرین کرام رحمۃ اللہ علیہم یہ مطلب بیان کرتے ہیں کہ پس تحقیق اگر تم روگردانی کرو گے ایمان سے یعنی ایمان نہ لائے تو تم سے یہی توقع ہے کہ تم زمین میں فساد مچاؤ گے اور قطع رحمی کرو گے۔ فساد فی الارض اور قطع رحمی سے بچانے والی چیز صرف ایمان ہے۔

فرمایا اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ یہی لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے لعنت کی ہے فَاَصَمَّهُمْ پس ان کو بہرہ کر دیا ہے وَاَعْمٰٓى اَبْصَارَهُمْ اور اندھا کر دیا ہے ان

کی آنکھوں کو۔ آج دیکھو! مزدور طبقہ رو رہا ہے نہ ان کی کوئی بات سننے کے لیے تیار ہے اور نہ ان کی حالت دیکھنے کے لیے کوئی تیار ہے۔ یہ قابل رحم طبقہ ہے۔ ویسے بھی حق کی بات سننے کے لیے کوئی تیار نہیں ہے، حق کو دیکھنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ کان ہیں سنتے نہیں ہیں، آنکھیں ہیں دیکھتے نہیں ہیں۔

مشکوٰۃ شریف میں حدیث ہے اور بخاری شریف میں بھی ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کی نشانیوں میں سے ہے اَنْ تَرَی الصُّمَّ الْبُكْمَ عمیٰ المُلوك او کما قال علیه الصلوٰة والسلام۔ ''کہ تم بہروں، گونگوں اور اندھوں کو بادشاہ دیکھو گے۔'' بہرے، گونگے، اندھے بادشاہ ہوں گے۔ آج سے تقریباً ساٹھ سال پہلے جب مشکوٰۃ شریف پڑھ رہے تھے کہ یہ حدیث سامنے آئی تو ہم نے استاذ محترم مولانا عبدالقدیر صاحب سے پوچھا کہ حضرت! اس وقت آنکھوں والے نہیں ہوں گے، سننے والے نہیں ہوں گے، زبان والے نہیں ہوں گے کہ بہرے، گونگے، اندھے بادشاہ بنیں گے؟ تو حضرت استاذ محترم نے فرمایا میاں! (یہ ان کا تکیہ کلام تھا) آنکھیں بھی ہوں گی، کان بھی ہوں گے، زبانیں بھی ہوں گی لیکن حق کی چیزوں کو دیکھیں گے نہیں، مظلوموں کی فریاد نہیں سنیں گے، حق کی بات نہیں کریں گے۔ کئی کئی گھنٹے تقریر کریں گے مگر اس میں حق کی بات ایک بھی نہیں ہوگی۔

تو فرمایا اللہ تعالیٰ نے ان پر لعنت کی ہے پس ان کو بہرہ کر دیا ہے اور ان کی آنکھوں کو اندھا کر دیا ہے اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ کیا پس وہ غور نہیں کرتے قرآن پاک میں کہ ان کا نفاق دور ہو جائے، ان کی ریاکاری ختم ہو جائے اَمْ عَلٰی قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا۔ اقفال قفل کی جمع ہے۔ قفل کا معنیٰ ہے تالا۔ معنیٰ ہوگا یا ان کے دلوں پر تالے ہیں۔

حقیقت یہی ہے کہ دلوں پر تالے لگے ہوئے ہیں ورنہ قرآن کریم پڑھنے اور سمجھنے والا تمام خرابیوں اور بدنامیوں سے بچتا ہے۔ فرمایا اِنَّ الَّذِیْنَ بے شک وہ لوگ ارْتَدُّوْا عَلٰٓی اَدْبَارِهِمْ جو پھر گئے اپنی پشتوں پر مِّنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدَى بعد اس کے کہ ان کے سامنے ہدایت واضح ہو چکی کہ قرآن پاک ان کے سامنے ہے، آنحضرت ﷺ کی ذات گرامی ان کے سامنے ہے، کھری کھوٹی بات کو سمجھتے ہیں پھر بھی حق کی طرف پشت پھیرتے ہیں۔ کیوں؟ الشَّيْطٰنُ سَوَّلَ لَهُمْ شیطان نے ان کو قریب کر دیا ہے۔ ان کی بدکاری کو ان کے لیے مزین کیا ہے۔ شیطان کے چیلے اس کی اطاعت کرتے ہیں وَاَمْلٰى لَهُمْ اور شیطان ان کو مہلت دیتا ہے کہ خیر سلاّ کوئی بات نہیں سب ٹھیک ہے۔ یہ سب شیطان کے چیلے ہیں جو قرآن کو نہ سمجھنا چاہتے ہیں نہ ماننا چاہتے ہیں۔

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لِلَّذِيْنَ كَرِهُوْا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ سَنُطِيْعُكُمْ فِيْ بَعْضِ الْاَمْرِ ۚ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِسْرَارَهُمْ ﴿۲۶﴾ فَكَيْفَ اِذَا تَوَفَّتْهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ يَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَاَدْبَارَهُمْ ﴿۲۷﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمُ اتَّبَعُوْا مَآ اَسْخَطَ اللّٰهَ وَكَرِهُوْا رِضْوَانَهٗ فَاَحْبَطَ اَعْمَالَهُمْ ﴿۲۸﴾ اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ اَنْ لَّنْ يُّخْرِجَ اللّٰهُ اَضْغَانَهُمْ ﴿۲۹﴾ وَلَوْ نَشَآءُ لَاَرَيْنٰكَهُمْ فَلَعَرَفْتَهُمْ بِسِيْمٰهُمْ ۭ وَلَتَعْرِفَنَّهُمْ فِيْ لَحْنِ الْقَوْلِ ۭ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اَعْمَالَكُمْ ﴿۳۰﴾ وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتّٰى نَعْلَمَ الْمُجٰهِدِيْنَ مِنْكُمْ وَالصّٰبِرِيْنَ ۙ وَنَبْلُوَا اَخْبَارَكُمْ ﴿۳۱﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَشَآقُّوا الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدٰى ۙ لَنْ يَّضُرُّوا اللّٰهَ شَيْـًٔا ۭ وَسَيُحْبِطُ اَعْمَالَهُمْ ﴿۳۲﴾

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا یہ اس وجہ سے کہ کہا انھوں نے لِلَّذِيْنَ كَرِهُوْا ان لوگوں کو جنھوں نے ناپسند کیا مَا اس چیز کو نَزَّلَ اللّٰهُ جس کو نازل کیا اللہ تعالیٰ نے سَنُطِيْعُكُمْ فِيْ بَعْضِ الْاَمْرِ بہ تاکید ہم تمہاری اطاعت کریں گے بعض معاملات میں وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِسْرَارَهُمْ اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے ان کے پوشیدہ مشوروں کو فَكَيْفَ اِذَا تَوَفَّتْهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ پس کیسے ہوگا جب جان نکالیں گے ان کی فرشتے يَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ ماریں گے ان کے چہروں پر وَاَدْبَارَهُمْ اور ان کی پشتوں پر ذٰلِكَ بِاَنَّهُمُ یہ اس وجہ سے کہ اتَّبَعُوْا انھوں نے پیروی کی مَآ اس چیز کی اَسْخَطَ اللّٰهَ جو اللہ تعالیٰ کو

ناراض کرتی ہے وَكَرِهُوا رِضْوَانَهٗ اور ناپسند کیا انھوں نے اللہ تعالیٰ کی
خوشنودی کو فَاَحْبَطَ اَعْمَالَهُمْ پس اللہ تعالیٰ نے اکارت کردیا ان کے اعمال کو
اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ کیا خیال کرتے ہیں وہ لوگ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ جن
کے دلوں میں بیماری ہے اَنْ لَّنْ يُّخْرِجَ اللّٰهُ کہ ہرگز نہیں نکالے گا اللہ تعالیٰ
اَضْغَانَهُمْ ان کے کینوں کو وَلَوْ نَشَآءُ اور اگر ہم چاہیں لَاَرَيْنٰكَهُمْ
تو البتہ ہم دکھادیں گے آپ کو وہ لوگ فَلَعَرَفْتَهُمْ پس آپ ان کی شناخت
کرلیں بِسِيْمٰهُمْ ان کی نشانیوں سے وَلَتَعْرِفَنَّهُمْ فِيْ لَحْنِ الْقَوْلِ اور
البتہ ضرور پہچان لیں گے ان کی گفتگو کے انداز سے وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اَعْمَالَكُمْ
اور اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے تمہارے اعمال کو وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ اور ہم ضرور امتحان
لیں گے تمہارا حَتّٰى نَعْلَمَ الْمُجٰهِدِيْنَ ۰ تاکہ ہم معلوم کرلیں مجاہدوں کو
مِنْكُمْ تم میں سے وَالصّٰبِرِيْنَ اور صبر کرنے والوں کو وَنَبْلُوَا
اَخْبَارَكُمْ اور امتحان لیں گے تمہاری خبروں کا اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بے شک
وہ لوگ جو کافر ہیں وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اور روکا انھوں نے اللہ تعالیٰ کے
راستے سے وَشَآقُّوا الرَّسُوْلَ اور مخالفت کی انھوں نے اللہ تعالیٰ کے رسول
کی مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدٰى اور اس کے بعد کہ واضح ہوگئی ان کے سامنے
ہدایت لَنْ يَّضُرُّوا اللّٰهَ شَيْئًا وہ ہرگز نہیں نقصان پہنچا سکتے اللہ تعالیٰ کو کچھ بھی
وَسَيُحْبِطُ اَعْمَالَهُمْ اور یقیناً اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کو ضائع کردے گا۔

کل کے سبق میں تم نے پڑھا کہ بے شک وہ لوگ جو پھر گئے اپنی پشتوں پر بعد اس کے کہ ہدایت ان کے لیے واضح ہو چکی یہ اس لیے پھرے کہ شیطان نے ان کو فریب دیا کفر، شرک، بداعمالی ان کے لیے مزین کی وَاَمْلٰی لَھُمْ اور ان کو مہلتیں دیتا ہے برائیوں پر۔ یہ شیطان کا تسلط ان پر کیوں ہوا کہ وہ شیطان کے پھندے میں آگئے، اس کی وجہ کیا ہے؟

فرمایا ذٰلِکَ بِاَنَّھُمْ قَالُوْا یہ اس وجہ سے کہ انھوں نے کہا لِلَّذِیْنَ کَرِھُوْا ان لوگوں سے جنھوں نے ناپسند کیا مَانَزَّلَ اللّٰہُ اس چیز کو جس کو اللہ تعالیٰ نے اتارا۔ یعنی جو کھلے کافر تھے یہودی، عیسائی، مشرک، ان کو منافقوں نے کہا۔ کیا کہا سَنُطِیْعُکُمْ فِیْ بَعْضِ الْاَمْرِ بہ تاکید ہم تمہاری اطاعت کریں گے بعض معاملات میں۔ اسلام کے خلاف جو تم کارروائی کرو گے، جہاد سے روکنے کے لیے جو تم کارروائی کرو گے اس میں ہم تمہارا ساتھ دیں گے۔ گویا ان منافقوں کا قارورہ ان کے ساتھ ملا ہوا ہے:

الجنس یَمیل اِلَی الجنس

"جنس جنس کی طرف مائل ہوتی ہے۔" منافقوں کے دل کھلے کافروں کے ساتھ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی نازل کی ہوئی کتاب کو ناپسند کرتے ہیں۔ فرمایا وَاللّٰہُ یَعْلَمُ اِسْرَارَھُمْ اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے ان کے پوشیدہ مشورے کرنے کو۔ جب دین کے خلاف باتیں کرتے تھے تو بڑی آہستہ آہستہ کرتے تھے کہ کوئی سن نہ لے۔ چلو اور کوئی نہیں سنے گا رب تعالیٰ سے کوئی شے مخفی نہیں ہے۔ اب تو لوگوں سے چھپتے پھرتے ہو کہ سن لیں گے تو ہمیں برا بھلا نہ کہیں۔ ہمارے خلاف کوئی کارروائی نہ کریں۔ خاص طور پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے منافق بڑے ڈرتے تھے۔ اتنا ڈرتے تھے کہ جس کا کوئی

حساب ہی نہیں ہے۔ تو فرمایا اللہ تعالیٰ جانتا ہے ان کی آہستہ باتیں کرنے کو اور خفیہ مشوروں کو فَكَيْفَ اِذَا تَوَفَّتْهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ پس کیسے ہوگا جب جان نکالیں گے ان کی فرشتے يَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ ماریں گے ان کے چہروں پر وَاَدْبَارَهُمْ اور ان کی پشتوں پر ماریں گے۔

نفس مطمئنہ اور نفس خبیثہ :

جب آدمی قریب الموت ہوتا ہے تو حدیث پاک میں آتا ہے کہ جان نکالنے والے فرشتے اس کے سامنے آجاتے ہیں۔ جان نکالنے والا فرشتہ اس کے قریب آتا ہے اور باقی اٹھارہ فرشتے اس کے پیچھے کھڑے ہوتے ہیں بُرے آدمی کی جان نکالنے والا فرشتہ کہتا ہے يٰاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْخَبِيْثَةُ ''اے خبیث روح! تو نے رب تعالیٰ کو ناراض کیا ہے، رب تعالیٰ کی نعمتوں کی ناشکری کی ہے اب تیرے جانے کا وقت ہے۔'' اس وقت وہ بڑی منتیں کرتا ہے کہ مجھے تھوڑا سا وقت دے دو میں توبہ کرلوں گا لیکن فرشتوں کے نظر آجانے کے بعد ایمان بالغیب نہیں رہتا اور مطلوب ہے ایمان بالغیب۔

تفسیروں میں آتا ہے کہ اس وقت فرشتے لوہے کے ہتھوڑوں سے اس کے منہ پر مارتے ہیں اور پشت پر مارتے ہیں اس کو مرنے والا ہی جانتا ہے دوسرے نہیں جانتے۔ دوسروں کو نہ فرشتے نظر آتے ہیں اور نہ ان کی کارروائی نظر آتی ہے اور نہ وہ مرنے والے کی تکلیف کو محسوس کرسکتے ہیں۔ بدروح آسانی سے بدن سے نہیں نکلتی فرشتے مار کر، کھینچ کر نکالتے ہیں۔ جیسے لوہے کی گرم سلاخ کو گیلی اون سے نکالا جائے وہ ساتھ اڑے گی بھی اور سی سی کی آواز بھی آئے گی۔ اس طرح سختی کے ساتھ روح باہر نکالتے ہیں۔

اور مومن کی روح کو قبض کرنے کی تشبیہ دی گئی ہے پانی کے مشکیزے سے باہر نکلے

کی۔ جیسے پانی کے مشکیزے کا منہ کھول دو تو پانی خود بخود باہر نکل جاتا ہے۔ اور روح نکالنے والے فرشتے اس کو بشارت دیتے ہیں اَيَّتُهَا النَّفْسُ الطیبہ ''اے پاکیزہ روح! اللہ تعالیٰ تجھ سے راضی ہے جنت میں تو اپنا مقام دیکھ اور اللہ تعالیٰ کی اُخروی نعمتوں کو دیکھ۔'' پھر اس کو دنیا سے جدائی کا کوئی فکر نہیں ہوتا بخلاف مجرموں کے کہ ان کا بُرا حشر ہوتا ہے۔

تو فرمایا کیسے ہوگا جب فرشتے ان کی جان نکالیں گے اور ماریں گے ان کے مونہوں پر اور ان کی پشتوں پر ذٰلِكَ بِاَنَّهُمُ اتَّبَعُوْا یہ اس وجہ سے کہ انھوں نے پیروی کی مَآ اس چیز کی اَسْخَطَ اللهَ جو اللہ تعالیٰ کو ناراض کرتی ہے۔ وہ کون سی چیز ہے جس سے رب ناراض ہے؟ وہ شرک اور کفر ہے اور بُرے اعمال ہیں۔ اللہ تعالیٰ شرک پر راضی نہیں ہے کفر پر راضی نہیں ہے۔ بُرے اعمال، چوری، ڈکیتی، شراب نوشی، جوئے وغیرہ پر راضی نہیں ہے۔ یہ وہ کام کرتے تھے جن پر رب راضی نہیں تھا وَكَرِهُوْا رِضْوَانَهٗ اور ناپسند کیا انھوں نے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کو۔ جن چیزوں کو اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے ان کو یہ ناپسند کرتے تھے۔ ایمان، توحید سے، نماز اور روزوں سے، حق سے، سچائی سے رب راضی ہے ان کو یہ پسند نہیں کرتے تھے اور جو رب تعالیٰ کو ناپسند تھیں ان کے پیچھے لگے رہے فَاَحْبَطَ اَعْمَالَهُمْ پس اللہ تعالیٰ نے ان کے اعمال اکارت کر دیئے۔ وہ جو اچھے کام کرتے تھے مثلاً یتیموں کا خیال رکھتے تھے، بیوہ عورتوں کی دیکھ بھال کرتے تھے، مہمان نوازی کرتے تھے۔ کیونکہ ایمان نہیں تھا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے اچھے اعمال ضائع کر دیئے۔ ایمان کے بغیر اچھے سے اچھے اور بڑے سے بڑے عمل کی بھی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ ایمان ہے تو کتے کو پانی پلانا نجات کا ذریعہ بن جائے گا اور اگر ایمان

نہیں تو حاجیوں کو پانی پلانا بھی کسی کام کا نہیں ہے۔

آج تو اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے سعودیہ والوں نے پانی اور دیگر ضروریات کے لیے بڑے انتظامات کیے ہیں۔ اس زمانے میں بڑی دقت تھی۔ بس زم زم کا کنواں تھا۔

اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے ہارون الرشید کی بیوی زبیدہ کو اس نے نہر زبیدہ نکال کر منیٰ تک پہنچائی جس کی لمبائی اسّی، نوے میل تھی۔ وہ مختلف چشموں کا پانی اکٹھا کر کے یہاں پہنچاتی تھی۔

تو اس زمانے میں پانی کی بڑی دقت ہوتی تھی۔ لیکن ابوجہل، ابولہب وغیرہ بڑے بڑے سرداروں نے راستوں پر حاجیوں کے لیے سبیلیں لگائی ہوئی تھیں۔ اس زمانے میں مکہ مکرمہ میں داخل ہونے کے سولہ راستے ہوتے تھے تمام راستوں پر سبیلیں لگائی ہوئی تھیں اور سبیلوں کے اوپر چھپر بنائے ہوئے تھے تاکہ پانی گرم نہ ہو۔ یہ سکہ بند کافر اس طرح کرتے تھے مگر کیا فائدہ؟ ایمان کے بغیر ان چیزوں کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی ان نیکیوں کا قرآن کریم میں رد فرمایا ہے۔

سورہ توبہ آیت نمبر ۱۹ پارہ ۱۰ میں ہے اَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَاجِّ وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَام كَمَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ ”کیا بنایا ہے تم نے حاجیوں کو پانی پلانا اور مسجد حرام کی تعمیر کرنا اس شخص کی طرح جو ایمان لایا اللہ تعالیٰ پر۔“ کعبۃ اللہ کے ساتھ ان کو بڑی عقیدت تھی۔ بڑے بڑے سردار جھاڑو پکڑ کر بیت اللہ کی خود صفائی کرتے تھے مگر ایمان نہ ہونے کی وجہ سے ہر شے اکارت ہو گئی۔

اہل بدعت کا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ظاہری محبت کرنا :

جیسے آج کل دیکھو! اہل بدعت حضرات جہالت کا شکار ہو کر ظاہری طور پر پیغمبر

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ بہت بڑی عقیدت کا اظہار کرتے ہیں، دین کے ساتھ، قرآن کریم کے ساتھ، مگر اندر سے شریعت کے خلاف چلتے ہیں۔ تو ظاہری طور پر عقیدت کا کیا فائدہ بھائی عقیدت، محبت وہ ہے جو اندر سے ہو۔ اندر کا مطلب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو کچھ فرمایا ہے اس کو دل سے قبول کر کے اس پر عمل کرو اس کے خلاف چلنے والے کی عقیدت اور محبت کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ یہ جو کچھ کرتے ہیں بدعات ہیں اور بدعات سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع فرمایا ہے۔

بخاری شریف اور مسلم شریف میں روایت ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مَنْ اَحْدَثَ فِیْ اَمْرِنَا ھٰذَا مَا لَیْسَ مِنْہُ فَھُوَ رَدٌّ "جس کسی نے ہمارے اس معاملے میں کوئی نئی چیز نکالی وہ مردود ہے۔" جس نے دین میں کوئی نئی چیز گھڑی وہ مردود ہے اس کا گناہ ہوتا ہے ثواب بالکل نہیں ملتا۔ تو نری عقیدت سے کچھ نہیں بنتا۔ جب تک عقیدت شریعت کے معیار کے مطابق نہ ہو۔

تو فرمایا ان کے اعمال اکارت کر دیئے اَمْ حَسِبَ الَّذِیْنَ کیا خیال کرتے ہیں وہ لوگ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ جن کے دلوں میں بیماری ہے نفاق کی، کیا خیال کرتے ہیں اَنْ لَّنْ یُّخْرِجَ اللّٰهُ اَضْغَانَهُمْ۔ اَضغان ضِغْنٌ کی جمع ہے ضِغْنٌ کا معنی ہے کینہ، بغض۔ معنی ہوگا کہ ہرگز نہیں نکالے گا اللہ تعالیٰ ان کے کینوں کو۔ یہ کیا سمجھتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف ان کا جو کینہ ہے، اسلام کے خلاف ان کا جو کینہ ہے، مسلمانوں کے خلاف ان کا جو کینہ ہے اس کو رب تعالیٰ ظاہر نہیں کرے گا۔ اللہ تعالیٰ ایسے حالات پیدا کرے گا کہ وقتاً فوقتاً ان کی باتوں سے ظاہر ہوتا رہے گا ان کا [illegible] باہر آتا رہے گا۔

بشیر نامی منافق کا واقعہ :

پانچویں پارے میں بشیر نامی منافق کا واقعہ آتا ہے ظاہری طور پر وہ پہلی صف میں بیٹھتا تھا۔ لوگ اس کو بڑا نیک سمجھتے تھے اندر سے منافق تھا۔ اس نے حضرت رفاعہ رضی اللہ عنہ کی چوری کی۔ حضرت رفاعہ رضی اللہ عنہ کافی بوڑھے تھے منہ میں دانت نہیں تھے اور چل پھر بھی نہیں سکتے تھے گھر والوں نے ان کے لیے میدہ منگوایا تھا کہ نرم سی روٹی کھالیں گے، کھجوریں وغیرہ سخت چیز چبا نہیں سکتے تھے۔ پچھلے کمرے میں میدہ کی بوری بھی پڑی تھی اور تلوار وغیرہ ہتھیار بھی پڑے تھے۔ کچے مکان ہوتے تھے بشیر نے پیچھے سے نقب لگائی، میدے کی بوری بھی لے گیا اور ہتھیار وغیرہ بھی لے گیا۔ اتفاق سے بوری میں سوراخ تھا آٹا گرتا گیا اور نشان چھوڑتا گیا۔ صبح ہوئی تو گھر والے اندر گئے دیکھا تو نہ بوری ہے نہ تلوار نہ ڈھال وغیرہ ہے۔ حضرت رفاعہ رضی اللہ عنہ نے اپنے بھتیجے حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کو بلوایا اور حقیقت حال سے آگاہ کیا اور فرمایا بیٹے! میں بوڑھا آدمی ہوں چل پھر بھی نہیں سکتا اور منہ میں دانت نہ ہونے کی وجہ سے بات بھی نہیں سمجھا سکتا۔ تم میری طرف سے جا کر میرا مقدمہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے پیش کرو اور بتلاؤ کہ ہمارا گمان بشیر نامی آدمی پر ہے جو ہمارے محلے میں رہتا ہے۔ مجلس میں منافق بھی ہوتے تھے انھوں نے آکر بشیر اور اس کے گھر والوں کو بتایا کہ اس طرح تمہارے خلاف مقدمہ پیش ہو گیا ہے۔ منافقوں نے مشورہ کیا کہ جس طرح بھی ہو ہم نے بشیر کو بچانا ہے کیونکہ یہ بدنامی کا داغ ساری زندگی نہیں دھلے گا۔

چنانچہ منافقوں نے بشیر کی پوری حمایت کی اور کہا کہ ان سے کہو کہ گواہ پیش کریں۔ ظاہر بات ہے کہ اس وقت گواہ کہاں تھے۔ منافقوں نے قسمیں دیں اور اس کی

پاک دامنی کو بیان کیا اور کہا کہ حضرت! ایک ایسے نیک، صالح، متقی، پرہیزگار آدمی پر بلا وجہ الزام لگا دینا بڑی زیادتی ہے۔ ان کی باتیں سن کر آنحضرت ﷺ کو یقین آ گیا کہ یہ چور نہیں ہے اور دعویٰ دائر کرنے والا غلط کہتا ہے۔ آپ ﷺ نے حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ تجھے شرم آنی چاہیے خواہ مخواہ تو نے ایک نیک، بے گناہ آدمی پر الزام لگا دیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے قرآن کی آیات نازل فرمائیں اور حقیقت کو واضح فرمایا کہ یہ واقعتاً چور ہے اور ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے سچ کہا ہے وَلَا تَكُنْ لِّلْخَائِنِيْنَ خَصِيْمًا [النساء:۱۰۵] "اور نہ ہوں آپ خیانت کرنے والوں کی طرف سے جھگڑا کرنے والے۔" دو رکوع اس سلسلے میں نازل ہوئے کہ یہ منافق بڑے بے ایمان اور جھوٹے ہیں ان کا ظاہر کچھ ہے باطن کچھ ہے۔ یہ مسلمانوں کے خلاف بغض اور کینہ رکھتے ہیں۔ انھوں نے چوری کی ہے۔ اللہ تعالیٰ وقتاً فوقتاً ان کے کینے کو ظاہر کرتا رہے گا۔

تو فرمایا کیا خیال کرتے ہیں وہ لوگ جن کے دلوں میں بیماری ہے کہ ہرگز نہیں نکالے گا اللہ تعالیٰ ان کے کینوں کو وَلَوْ نَشَآءُ لَاَرَيْنٰكَهُمْ اور اگر ہم چاہیں تو البتہ ہم دکھا دیں گے اے نبی کریم ﷺ! آپ کو کہ یہ لوگ منافق ہیں لیکن یہ حکمت کا تقاضا نہیں ہے فَلَعَرَفْتَهُمْ بِسِيْمٰهُمْ پس آپ ان کو شناخت کرلیں گے ان کی نشانیوں سے، چہرے بشرے سے وَلَتَعْرِفَنَّهُمْ فِيْ لَحْنِ الْقَوْلِ اور البتہ ضرور پہچان لیں گے ان کو گفتگو کے انداز سے، تجربے سے۔ حقیقی اور تفصیلی علم تو اللہ تعالیٰ کو ہے وہ سورت جو آخر میں نازل ہوئی ہے اس میں ہے وَمِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ لَا تَعْلَمُهُمْ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ [سورہ توبہ:۱۰۱] "اور بعض اہل مدینہ میں سے جو اڑے ہوئے ہیں نفاق پر آپ ان کو نہیں جانتے ہم ان کو جانتے ہیں۔" وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اَعْمَالَكُمْ اور

اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے تمہارے اعمال کو۔ حقیقتاً نیک اور بد، اچھے اور بُرے لوگوں کے اعمال کو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ اور ہم ضرور امتحان لیں گے تمہارا حَتّٰى نَعْلَمَ الْمُجٰهِدِيْنَ مِنْكُمْ تا کہ ہم جان لیں یعنی ظاہر کر دیں مجاہدوں کو تم میں سے وَالصّٰبِرِيْنَ اور صبر کرنے والوں کو۔ جو چیز عمدہ اور اعلیٰ ہوتی ہے اس کی قیمت بھی زیادہ ہوتی ہے۔ جنت اتنی قیمتی ہے کہ اس کی قیمت کا کوئی حساب ہی نہیں لگا سکتا۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ دنیا اور جو کچھ دنیا میں ہے جنت میں ایک چابک کے برابر جگہ کی قیمت کے برابر نہیں ہے۔ اور جنت میں عورتوں کو جو لباس ملے گا باقی لباس تو درکنار دنیا اور جو کچھ دنیا میں ہے اس کے ایک دوپٹے کی قیمت کے برابر نہیں ہے۔ اتنی قیمتی شے مفت میں تو نہیں مل سکتی اور نہ آسانی کے ساتھ مل سکتی ہے اس کے لیے جہاد کرنا پڑے گا اور تکلیفوں پر صبر کرنا پڑے گا۔

ایک ہے جہاد اور ایک ہے قتال۔ جہاد عام ہے۔ اس کا معنیٰ ہے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے دین کے لیے کوشش کرنا۔ اس کے لیے جو بھی کام کرے گا جہاد ہے۔ اس سلسلے میں مال خرچ کرنا بھی، مجاہدین کے ساتھ کسی قسم کا تعاون کرنا بھی جہاد ہے۔ قتال کہتے ہیں دشمن کے مقابلہ میں جہاد ہو۔

اور حدیث پاک میں آتا ہے ابن ماجہ شریف کی روایت ہے کہ قرآن کریم کی ایک آیت کریمہ ترجمہ کے بغیر سیکھنے کا ثواب سو نفل پڑھنے سے زیادہ ہے اور اسی روایت میں ہے کہ ایک آیت ترجمہ کے ساتھ سیکھنے کا ثواب ہزار رکعت سے زیادہ ہے۔ آخر سو رکعات اور ہزار رکعت پڑھنے پر بھی کچھ وقت لگتا ہے۔

تو فرمایا تا کہ ہم ظاہر کر دیں مجاہدوں کو اور صبر کرنے والوں کو وَنَبْلُوَا۟ أَخْبَارَكُمْ

اور تاکہ ہم امتحان لیں تمہاری خبروں کا۔ آسانی سے تمھیں جنت نہیں ملے گی اور سن لو اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا بے شک وہ لوگ جو کافر ہیں وَصَدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اور روکتے ہیں اللہ تعالیٰ کے راستے سے وَشَآقُّوا الرَّسُوْلَ اور انھوں نے مخالفت کی رسول ﷺ کی مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَیَّنَ لَهُمُ الْهُدٰی بعد اس کے کہ واضح ہوگئی ان کے سامنے ہدایت۔ فرمایا سن لو لَنْ یَّضُرُّوا اللّٰهَ شَیْـًٔا وہ ہرگز نہیں نقصان کر سکتے اللہ تعالیٰ کا کچھ بھی۔ رب تعالیٰ کو کون نقصان پہنچا سکتا ہے؟ نقصان تو اپنا ہونا ہے وَسَیُحْبِطُ اَعْمَالَهُمْ اور یقیناً اللہ تعالیٰ ان کے اعمال اکارت کر دے گا۔ چونکہ ایمان نہیں ہے اس لیے اعمال آخرت میں کام نہیں آئیں گے۔ اعمال کو باقی رکھنے والی شے ایمان ہے۔

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَلَا تُبْطِلُوا أَعْمَالَكُمْ ﴿٣٣﴾
إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدُّوا عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ ثُمَّ مَاتُوا وَهُمْ كُفَّارٌ
فَلَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَهُمْ ﴿٣٤﴾ فَلَا تَهِنُوا وَتَدْعُوا إِلَى السَّلْمِ وَأَنْتُمُ الْأَعْلَوْنَ
وَاللَّهُ مَعَكُمْ وَلَنْ يَتِرَكُمْ أَعْمَالَكُمْ ﴿٣٥﴾ إِنَّمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَلَهْوٌ
وَإِنْ تُؤْمِنُوا وَتَتَّقُوا يُؤْتِكُمْ أُجُورَكُمْ وَلَا يَسْأَلْكُمْ أَمْوَالَكُمْ ﴿٣٦﴾
إِنْ يَسْأَلْكُمُوهَا فَيُحْفِكُمْ تَبْخَلُوا وَيُخْرِجْ أَضْغَانَكُمْ ﴿٣٧﴾ هَا أَنْتُمْ
هَٰؤُلَاءِ تُدْعَوْنَ لِتُنْفِقُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَمِنْكُمْ مَنْ يَبْخَلُ وَ
مَنْ يَبْخَلْ فَإِنَّمَا يَبْخَلُ عَنْ نَفْسِهِ وَاللَّهُ الْغَنِيُّ وَأَنْتُمُ الْفُقَرَاءُ
وَإِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُونُوا أَمْثَالَكُمْ ﴿٣٨﴾ ع

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو أَطِيعُوا اللَّهَ
اطاعت کرو اللہ تعالیٰ کی وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ اور اطاعت کرو رسول ﷺ کی
وَلَا تُبْطِلُوا أَعْمَالَكُمْ اور نہ باطل کرو اپنے اعمال کو إِنَّ الَّذِينَ بے شک وہ
لوگ كَفَرُوا جنھوں نے کفر کیا وَصَدُّوا عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ اور روکا اللہ
تعالیٰ کے راستے سے ثُمَّ مَاتُوا پھر وہ مر گئے وَهُمْ كُفَّارٌ اس حالت
میں کہ وہ کافر تھے فَلَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَهُمْ پس ہرگز نہیں بخشے گا اللہ تعالیٰ ان کو
فَلَا تَهِنُوا پس تم سستی نہ کرو وَتَدْعُوا إِلَى السَّلْمِ اور نہ دعوت دو صلح کی وَ
أَنْتُمُ الْأَعْلَوْنَ اور تم غالب آؤ گے وَاللَّهُ مَعَكُمْ اور اللہ تعالیٰ تمہارے

ساتھ ہے وَلَنْ يَّتِرَكُمْ اَعْمَالَكُمْ اور ہرگز نہیں کمی کرے گا تمھارے اعمال میں اِنَّمَا پختہ بات ہے الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا دنیا کی زندگی لَعِبٌ کھیل ہے وَّلَهْوٌ اور تماشا ہے وَاِنْ تُؤْمِنُوْا اور اگر تم ایمان لاؤ وَتَتَّقُوْا اور ڈرتے رہو يُؤْتِكُمْ اُجُوْرَكُمْ دے گا تم کو اللہ تعالیٰ تمھارے اجر وَلَا يَسْئَلْكُمْ اَمْوَالَكُمْ اور نہیں مانگے گا وہ تم سے تمھارے سارے مال اِنْ يَّسْئَلْكُمُوْهَا اگر وہ مانگے تم سے سارے مال فَيُحْفِكُمْ پس وہ تنگ کرے تم کو تَبْخَلُوْا تم بخل کرنے لگ جاؤ وَيُخْرِجْ اَضْغَانَكُمْ اور نکالے گا تمھارے اندر کے کھوٹ کو هٰٓاَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ خبردار تم یہ ہو تُدْعَوْنَ تمھیں بلایا جاتا ہے لِتُنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ تاکہ تم خرچ کرو اللہ تعالیٰ کے راستے میں فَمِنْكُمْ مَّنْ يَّبْخَلُ بعض تم میں سے وہ ہیں جو بخل کرتے ہیں وَمَنْ يَّبْخَلْ اور جو بخل کرے گا فَاِنَّمَا پس پختہ بات ہے يَبْخَلُ عَنْ نَّفْسِهٖ وہ بخل کرے گا اپنے نفس کے لیے وَاللّٰهُ الْغَنِيُّ اور اللہ تعالیٰ بے پرواہے وَاَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اور تم محتاج ہو وَاِنْ تَتَوَلَّوْا اور اگر تم اعراض کرو گے يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ بدل دے گا تمھاری جگہ دوسرے لوگوں کو ثُمَّ لَا يَكُوْنُوْٓا اَمْثَالَكُمْ پھر وہ نہیں ہوں گے تم جیسے۔

پہلی آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے تین حکم دیئے ہیں ایمان والوں کو جنھوں نے اللہ تعالیٰ کو ماننے کا دعویٰ کیا ہے۔ فرمایا يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو اَطِيْعُوا اللّٰهَ اطاعت کرو اللہ تعالیٰ کی۔ یہ پہلا حکم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ

فرمایا ہے اس پر عمل کرو چاہے وہ کرنے کی چیزیں ہیں یا چھوڑنے کی۔ جن چیزوں کے کرنے کا کہا ہے وہ کرو اور جن چیزوں کے چھوڑنے کا کہا ہے وہ چھوڑ دو۔

دوسرا حکم: وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ اور اطاعت کرو رسول ﷺ کی اور جس نے آپ ﷺ کی اطاعت کی اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی۔ سورۃ النساء آیت نمبر ۸۰ میں ہے مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ ''جس شخص نے اطاعت کی رسول کی بے شک اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی۔''

اور تیسرا حکم وَلَا تُبْطِلُوْٓا اَعْمَالَکُمْ اور نہ باطل کرو، نہ ضائع کرو اپنے اعمال کو۔ ایک آدمی نیک اعمال بھی کرتا ہے اور ساتھ ساتھ شرک بھی کرتا ہے تو اس کی ساری نیکیاں اکارت ہو گئیں۔ کیونکہ کفر و شرک کی حالت میں کوئی نیک عمل بھی قبول نہیں ہے۔ ایک آدمی توحید پر قائم تھا نیک اعمال کرتا تھا مگر بعد میں کسی وقت شرک میں مبتلا ہو گیا تو اس کی ساری نیکیاں برباد ہو گئیں۔ اسی طرح جو شخص مرتد ہو جائے گا اس کی ساری نیکیاں بھی برباد ہو جائیں گی۔

سورۃ البقرہ آیت نمبر ۲۱۷ میں ہے وَمَنْ یَّرْتَدِدْ مِنْکُمْ عَنْ دِیْنِہٖ فَیَمُتْ وَ ھُوَ کَافِرٌ فَاُولٰٓئِکَ حَبِطَتْ اَعْمَالُھُمْ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ ''اور جو شخص تم میں سے اپنے دین سے پھر جائے اور اس حالت میں وہ مر جائے کہ وہ کافر ہو پس ضائع ہو گئے ان لوگوں کے اعمال دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔'' ریا اور دکھاوا بھی عمل کو برباد کر دیتا ہے یعنی جس عمل سے رب تعالیٰ کی رضا مقصود نہ ہو وہ عمل باطل ہے اس کا کوئی ثواب نہیں ہے۔ نیکی کر کے احسان جتلانا بھی نیکی کو برباد کر دیتا ہے۔ اگر کسی کے ساتھ کوئی نیکی کی ہے کوئی بھلائی کی ہے تو اس کو نہ جتلائے۔

احسان جتلانے اور تکلیف دینے سے صدقات کا باطل ہو جانا :

سورۃ البقرہ آیت نمبر ۲۶۴ میں ہے لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى كَالَّذِىْ يُنْفِقُ مَالَهٗ رِئَآءَ النَّاسِ ''اپنے صدقات کو باطل نہ کرو احسان جتلا کر اور تکلیف دے کر اس شخص کی طرح جو لوگوں کو دکھانے کے لیے مال خرچ کرتا ہے۔'' مثال کے طور پر کسی آدمی کے ساتھ تم نے آج سے دس سال پہلے یا بیس سال پہلے یا چالیس سال پہلے نیکی کی ہے اب تم اس کو جتلاؤ کہ میں نے تیرے ساتھ نیکی کی تھی۔ وہ نیکی برباد ہو جائے گی۔ اسی طرح اگر تم نے کسی کو صدقہ خیرات دیا ہے پھر تم اس کو اذیت پہنچاؤ کہ میرا کھا کر میرے سامنے باتیں کرتے ہو۔ اس سے تمہارا عمل باطل ہو جائے گا، تمہارا ثواب ضائع ہو جائے گا۔ اگر زبان سے کوئی کلمہ کفر نکل گیا تو اعمال باطل ہو جائیں گے۔ نیکی کرنا بھی مشکل ہے لیکن اس کو محفوظ رکھنا بہت مشکل ہے۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ قیامت والے دن بعض ایسے لوگ ہوں گے کہ ان کی نیکیوں کے ڈھیر لگے ہوں گے۔ وہ بڑے خوش ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے خیر سلا ہے یہ میری نیکیوں کے انبار لگے ہوئے ہیں اتنے میں اس سے حق لینے والے آ جائیں گے۔ کوئی کہے گا اس نے میرا مال کھایا تھا، کوئی کہے گا اس نے میری عزت پر حملہ کیا تھا، کوئی کہے گا اس نے مجھے گالی دی تھی، کوئی کہے گا اس نے مجھے گھور کر دیکھا تھا مجھے اس سے بدلہ دلوائیں۔ کوئی کہے گا اس نے میری غیبت کی تھی۔ حقوق کے بدلے نیکیاں تقسیم ہو جائیں گی اور ابھی حقوق والے باقی ہوں گے۔ پھر حکم ہو گا کہ باقی حقوق والوں کے گناہ اس کے سر پر رکھ کر اس کو جہنم میں پھینک دیا جائے۔ تو بے شک نیکی کرنا بھی مشکل ہے مگر اس کو اپنے حق میں محفوظ رکھنا اس سے بھی مشکل ہے۔

معاف رکھنا! اور بات اچھی طرح سمجھنا۔ کسی مردے کے لیے ایصال ثواب بڑی اچھی بات ہے اگر قاعدے کے مطابق ہو۔ مگر ایصال ثواب قاعدے کے مطابق ہوتا نہیں ہے۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ مشترک کھاتے سے خیرات کی جاتی ہے۔ جب کہ تمام فقہائے کرام کا اس مسئلے میں اتفاق ہے اور کسی کا اختلاف نہیں ہے کہ ایسا مشترک کھاتا کہ جس میں یتیم ہوں کیونکہ وارثوں میں نابالغ بھی ہوتے ہیں۔ تو ایسے مشترک کھاتے سے صدقہ خیرات کرنا حرام ہے۔ ایسے کھاتے سے ہونے والی خیرات کو کھانے والے خنزیر کھاتے ہیں۔

اگر سارے بالغ ہوں مگر کچھ موجود ہوں اور کچھ موجود نہ ہوں جو موجود نہ ہوں ان کی اجازت کے بغیر بھی خیرات جائز نہیں ہے کیونکہ اب وہ مرنے والے کا مال نہیں رہا وہ وارثوں کا ہے۔ پھر دنوں کی تعیین کا بدعت ہونا الگ مسئلہ ہے کہ خیرات تیسرے، ساتویں، دسویں اور چالیسویں کو ہوتی ہے۔ شریعت نے خیرات کے لیے کوئی دن مقرر نہیں کیا۔ پھر اس خیرات کو امیر کھا جاتے ہیں چچے، تائے، بھتیجے، بھانجے، داماد کھا جاتے ہیں۔

بھائی! خیرات تو غریبوں کا حق ہے تمہارا تو حق ہی نہیں ہے تم پیالے بھر بھر کر کس حیثیت سے کھا رہے ہو؟ پھر اس میں ریا اور دکھاوا بھی ہے کہ جب تک دیگ دروازے پر نہ کھڑکے لوگ مطمئن نہیں ہوتے کہ لوگوں کو پتا چلے کہ خیرات ہو رہی ہے۔ پوشیدہ طریقے سے کوئی صدقہ وخیرات نہیں کرتا کہ لوگ کہیں گے کہ بے بے (ماں) مری ہے تو پچھلوں نے کچھ بھی نہیں کیا۔ یہ تو ریاکاری ہے۔ اس کا ایک تنکے کے برابر ثواب نہیں ہے بلکہ گناہ لازم ہے۔ یہ مسئلہ اچھی طرح پلے باندھ لو۔ ہم ایصال ثواب سے نہیں روکتے اس کے غلط طریقے سے روکتے ہیں۔

پھر ایصالِ ثواب صرف مال ہی میں بند نہیں ہے۔ مال صدقہ کرو، قرآن کریم پڑھ کر بخشو، نفلی روزے رکھ کر بخشو، سبحان اللہ، الحمد للہ، اللہ اکبر پڑھ کر ثواب بخشو۔ ایک دفعہ سبحان اللہ کہنے سے، الحمد للہ کہنے سے، اللہ اکبر کہنے سے دس دس نیکیاں ملتی ہیں، کسی کی نیت کر کے پڑھو ثواب پہنچ جائے گا اور پڑھنے والے کے اجر میں بھی کمی نہیں آئے گی۔

نسائی شریف میں روایت ہے کہ جتنا ثواب کسی کو بخشو گے اتنا ثواب تمھیں بھی بدستور ملے گا کوئی کمی نہیں ہوگی۔ اپنے اعمال باطل نہ کرنے کی مد میں ایک مسئلہ یہ بھی سمجھ لیں کہ اگر کسی نے نفلی نماز شروع کر کے توڑ دی تو اس کی قضا لازم ہے۔ کیونکہ نفلی نماز شروع کرنے سے ایک عمل بن گیا ہے اب وہ تمہارے ذمہ لازم ہے۔ اوقات مکروہہ کے سوا تم اس کو پڑھ سکتے ہو۔ کیونکہ اب وہ واجب ہے نفل نہیں ہے۔ نفلی روزہ تم نے شروع کر کے توڑ دیا تو اس روزے کی قضا واجب ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے اور حفصہ رضی اللہ عنہا نے نفلی روزہ رکھا ہوا تھا کہ کسی نے اچھا کھانا بہ طور ہدیہ بھیج دیا اور ہمارے دل میں خیال آیا کہ ہم کھا لیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے تو ہم نے کہا حضرت! ہم نے نفلی روزہ رکھا ہوا تھا کھانا بڑا عمدہ آیا ہم نے کھا لیا، روزہ توڑ دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اِقْضِیَا یَوْمًا مَکَانَہٗ ''اس کی جگہ ایک دن کا روزہ رکھو۔'' تو نفلی عبادت شروع کرنے کے بعد اگر توڑ دے تو اس کی قضا لازم ہو جاتی ہے چاہے نماز ہو یا روزہ ہو چاہے طواف ہو۔ عمرہ سنت ہے فرض نہیں ہے لیکن اگر کسی نے عمرے کا احرام باندھنے کے بعد توڑ دیا تو اب اس کی قضا واجب ہے۔

تو رب تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اپنے اعمال کو باطل نہ کرو۔ فرمایا اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا بے شک وہ لوگ جو کافر ہیں، جنھوں نے کفر اختیار کیا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اور روکا

اللہ تعالیٰ کے راستے سے۔ خود بھی کافر اور دوسروں کو بھی ایمان کی طرف نہیں آنے دیتے قولاً اور فعلاً روکتے ہیں ثُمَّ مَاتُوْا پھر وہ مر گئے وَهُمْ كُفَّارٌ اس حالت میں کہ وہ کافر تھے، کفر کی حالت میں موت آگئی فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ پس ہرگز نہیں بخشے گا ان کو اللہ تعالیٰ۔ جس کا خاتمہ کفر پر ہو گیا اس کی بخشش کا کوئی امکان نہیں ہے۔ آگے اللہ تعالیٰ مجاہدوں کو فرماتے ہیں فَلَا تَهِنُوْا ۔ وَهَنَ يَهِنُ کا معنیٰ ہے سستی کرنا۔ اے مجاہدو! پس تم جہاد میں سستی نہ کرو وَتَدْعُوْٓا اِلَى السَّلْمِ اس تَدْعُوْا سے پہلے لا مقدر ہے جیسے تھنوا پر لا ہے اسی طرح تدعوا پر بھی لا ہے۔ معنیٰ ہوگا اور نہ تم دعوت دو صلح کی۔ کافروں کو صلح کی دعوت تمہاری طرف سے نہ ہو۔ کیونکہ اس میں فی الجملہ تمہاری کمزوری ہے اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی کمزوری کو گوارا نہیں کرتے کہ مسلمان کسی جگہ میں بھی اپنی کمزوری کا اظہار کریں۔

سورۃ الانفال آیت نمبر ۶۱ میں ہے وَاِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا "اگر وہ جھک جائیں صلح کی طرف تو آپ بھی جھک جائیں۔" اگر کافر صلح کی پیش کش کریں تو پھر آپ صلح کر لیں پہل تمہاری طرف سے نہ ہو۔ تو فرمایا نہ سستی کرو جہاد میں اور نہ دعوت دو صلح کی اور یاد رکھو وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اور تم ہی غالب ہو گے۔ سورہ آل عمران آیت نمبر ۱۳۹ میں ہے وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ "اور تم ہی غالب رہو گے اگر تم ایمان دار رہو۔" وَاللّٰهُ مَعَكُمْ اور اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ ہے۔ اب اللہ تعالیٰ کی مدد تمہارے ساتھ ہے جب رب تعالیٰ کی مدد تمہارے ساتھ ہو تو کوئی کچھ نہیں کر سکتا۔

نصرتِ خداوندی :

۱۹۶۵ء کی جنگ میں گکھڑ میں سات بم پھینکے گئے جن میں سے ایک بم پھٹا تھا

جس کی وجہ سے ریل گاڑی کے کچھ ڈبے تباہ ہوئے تھے باقی چھ نہیں پھٹے۔ سرگودھا ہوائی اڈے پر دوسو اٹھاسی (۲۸۸) بم پھینکے گئے ان میں سے صرف تین پھٹے۔ یہ بھی رب تعالیٰ کی مدد کی صورتیں ہیں۔ اگر دوسو اٹھاسی (۲۸۸) بم سرگودھا میں پھٹ جاتے تو میرے خیال میں وہاں سے مٹی بھی ختم ہو جاتی انسان تو انسان ہیں۔

یہ چونڈہ تمہارے سامنے ہے۔ چونڈہ کے محاذ پر کھڑاک تڑاک کی وجہ سے ہمارے دروازے ہلتے تھے۔ دنیا کی تاریخ میں ٹینکوں کی دوسری بڑی جنگ تھی۔ پہلی ہٹلر کے دور میں عالمین کے مقام پر ہوئی۔ دوسری چونڈہ میں ہوئی۔ جہاں کیپٹن ایس، اے زبیری کے پاس صرف سو (۱۰۰) نوجوان مجاہد تھے۔ اس نے مرکز سے رابطہ کیا کہ ہمارے مقابلے میں تین ہزار فوج اور ٹینکوں کی لائن لگی ہوئی ہے اور میرے پاس سو نوجوان اور تین ٹینک ہیں میرے لیے کیا ہدایت ہے؟ مرکز نے جواب دیا کہ نوجوان نہ مروا پیچھے ہٹ جا۔ کیپٹن ایس، اے زبیری نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کَمْ مِنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةً ۢ بِاِذْنِ اللّٰهِ [البقرہ:۲۴۹] ''بہت دفعہ ایسا ہوا ہے کہ چھوٹی جماعتیں بڑی جماعتوں پر غالب آئی ہیں۔'' مرکز سے اجازت مل گئی کہ جاؤ لڑو۔ چوبیس گھنٹے لڑائی ہوئی اس نے لڑائی کا رخ پھیر دیا، ٹینک اڑا دیئے، اللہ تعالیٰ نے فتح عطا فرمائی۔

تو فرمایا وَاللّٰهُ مَعَكُمْ اور اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ ہے وَلَنْ يَّتِرَكُمْ اَعْمَالَكُمْ اور ہرگز کمی نہیں کرے گا تمہارے اعمال میں۔ وَتَرَ يَتِرُ کا معنیٰ ہے کمی کرنا۔ حدیث پاک میں آتا ہے مَنْ فَاتَتْ صَلٰوةُ الْعَصْرِ فَكَاَنَّمَا وُتِرَ اَهْلُهٗ وَمَالُهٗ ''جس کی عصر کی نماز فوت ہوگئی وہ یوں سمجھے کہ اس کے گھر کے افراد بھی ختم ہو گئے اور اس

کا سارا مال بھی لوٹ لیا گیا۔'' اس سے اندازہ لگاؤ کہ جس کے گھر کا ایک فرد بھی نہ رہے اور مال بھی نہ رہے تو کتنا بھاری نقصان ہے۔ یہ بخاری شریف اور مسلم شریف کی روایت ہے۔ اِنَّمَا الْحَیٰوۃُ الدُّنْیَا لَعِبٌ وَّلَھْوٌ پختہ بات ہے کہ دنیا کی زندگی کھیل تماشا ہے۔ کھیل وہ ہوتا ہے جس میں لوگ آپس میں لگے ہوئے ہوں۔ لوگ اس کو کر (انجام دے) رہے ہوتے ہیں۔ اور تماشا کنارے پر کھڑے ہو کر دیکھنا ہے۔ یہ دنیا کھیل ہے کچھ کارخانے والے، کوٹھیوں والے ہیں، کاروں اور جہازوں والے ہیں اور ہم تم تماشائی ہیں وَاِنْ تُؤْمِنُوْا وَتَتَّقُوْا اور اگر تم ایمان لاؤ اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچتے رہو یُؤْتِکُمْ اُجُوْرَکُمْ اللہ تعالیٰ تمھیں تمہارا اجر دے گا۔ فرمایا وَلَا یَسْئَلْکُمْ اَمْوَالَکُمْ اور نہیں مانگتا اللہ تعالیٰ تم سے تمہارے سارے مال اِنْ یَّسْئَلْکُمُوْھَا اگر وہ مانگے تم سے سارا مال فَیُحْفِکُمْ پس وہ تنگ کرے تم کو۔ تمہارے پیچھے پڑ جائے تَبْخَلُوْا تم بخل کرنے لگو۔ زکوٰۃ تم سے چالیسواں حصہ مانگتی ہے، عشر دسواں یا بیسواں حصہ مانگتا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ فرماتے کہ سارے کا سارا مال دو تو تم خود سمجھ لو کہ جو چالیسواں، دسواں اور بیسواں حصہ دینے کے لیے تیار نہیں ہیں اور دیتے ہوئے کڑھتے ہیں انھوں نے سارا مال کہاں دینا تھا۔ رب تعالیٰ کا احسان ہے کہ چالیس میں سے ایک روپیہ لیا ہے اور انتالیس روپے تمہاری جیب میں ہیں۔ دو سو میں سے پانچ روپے لیے ہیں ہزار میں سے پچیس روپے لیے ہیں۔ اگر بارانی زمین ہے تو دسواں حصہ ہے۔ اگر چاہی اور نہری ہے تو بیسواں حصہ ہے۔ اور یاد رکھنا! عشر ہر چیز میں ہے۔ اناج، پھل، سبزی، ٹماٹر، پیاز، تھوم، دھنیا، مرچیں، ہر چیز میں باقاعدہ عشر ہے۔

بخاری شریف میں روایت ہے کُلُّ مَا اَخْرَجَتْہُ الْاَرْضُ فَفِیْہِ الْعُشْر

”جو چیز زمین میں پیدا ہوتی ہے اس میں باقاعدہ عشر ہے۔“ چاہے اس چیز کا دسواں حصہ دے دو یا اس کی قیمت دے دو۔

تو فرمایا اللہ تعالیٰ تم سے سارا مال نہیں مانگتا اگر سارا مال مانگے تو مبالغہ کرے تمہارے پیچھے پڑ جائے تو تم بخل کرنے لگ جاؤ وَيُخْرِجْ أَضْغَانَكُمْ۔ اضغان ضِغْنٌ کی جمع ہے اس کا معنٰی ہے کینہ۔ اور اللہ تعالیٰ نکالے گا تمہارے اندر کے کھوٹ کو۔ تمہارے سارے کینے باہر نکل آئیں گے کہ رب نے ہمارے پاس تو کچھ بھی نہ چھوڑا سارا کچھ لے لیا۔ اس وقت تم اس طرح کی باتیں کرتے۔ فرمایا هَآ خبردار أَنْتُمْ هٰؤُلَآءِ تم وہ ہو تُدْعَوْنَ تم کو دعوت دی جاتی ہے لِتُنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ تاکہ تم خرچ کرو اللہ تعالیٰ کے راستے میں فَمِنْكُمْ پس بعض تم میں سے ایسے ہیں مَّنْ يَّبْخَلُ جو بخل کرتے ہیں۔ سب تو نہیں بعض ایسے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرنے میں بخل سے کام لیتے ہیں۔ فرمایا وَمَنْ يَّبْخَلْ فَإِنَّمَا يَبْخَلُ عَنْ نَّفْسِهٖ اور جو بخل کرے گا بے شک وہ بخل کرے گا اپنے نفس کے لیے۔ اس کے بخل کا وبال اسی پر پڑے گا رب تعالیٰ کا کیا بگڑے گا۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ ساری کی ساری دنیا اتقٰی قلبِ رَجُلٍ ”متقی ہو جائے رب تعالیٰ کی خدائی میں ایک رتی کا اضافہ نہیں ہو سکتا اور اگر معاذ اللہ سارے کے سارے کافر ہو جائیں تو رب تعالیٰ کی خدائی میں رتی برابر کمی نہیں ہو سکتی۔“

تو جس نے بخل کیا اس نے اپنے نفس کے لیے کیا وَاللّٰهُ الْغَنِيُّ اور اللہ تعالیٰ بے پرواہ ہے وَأَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اور تم محتاج ہو۔ رب تعالیٰ تو صمد اور بے نیاز ہے ساری کائنات سے اور ساری کائنات اس کی محتاج ہے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کی ساری مخلوق

میں آنحضرت ﷺ کی ذات گرامی کا مقام سب سے بلند ہے مگر آپ ﷺ بھی رب تعالیٰ کے محتاج ہیں، رورو کر رب تعالیٰ سے دعائیں کرتے ہیں۔ فرمایا وَاِنْ تَتَوَلَّوْا اور اگر تم اعراض کرو گے اطاعت سے پھر جاؤ گے، اللہ تعالیٰ کے رسول کی اطاعت سے پھر جاؤ گے تو یاد رکھو یَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ بدل دے گا تمہاری جگہ دوسرے لوگوں کو۔ تمھیں فنا کر کے دوسری قوم کو یہاں آباد کر دے گا اللہ تعالیٰ کسی کا محتاج نہیں ہے ثُمَّ لَا يَكُونُوْا اَمْثَالَكُمْ پھر وہ نہیں ہوں گے تمہارے جیسے۔

مفسرین کرام رحمۃ اللہ علیہم فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کو مستحکم کر دیا۔ انھوں نے جان و مال کی قربانیاں پیش کیں اور اپنی وفاداری ثابت کر دی تو ان کی جگہ کسی دوسری قوم کو لانے کی ضرورت نہ پڑی۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنا فرماں بردار بنائے اور آنحضرت ﷺ کا فرماں بردار بنائے، ایمان پر قائم رکھے اور سب کا خاتمہ ایمان پر فرمائے۔ (امین)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تفسیر

جلد............۱۹
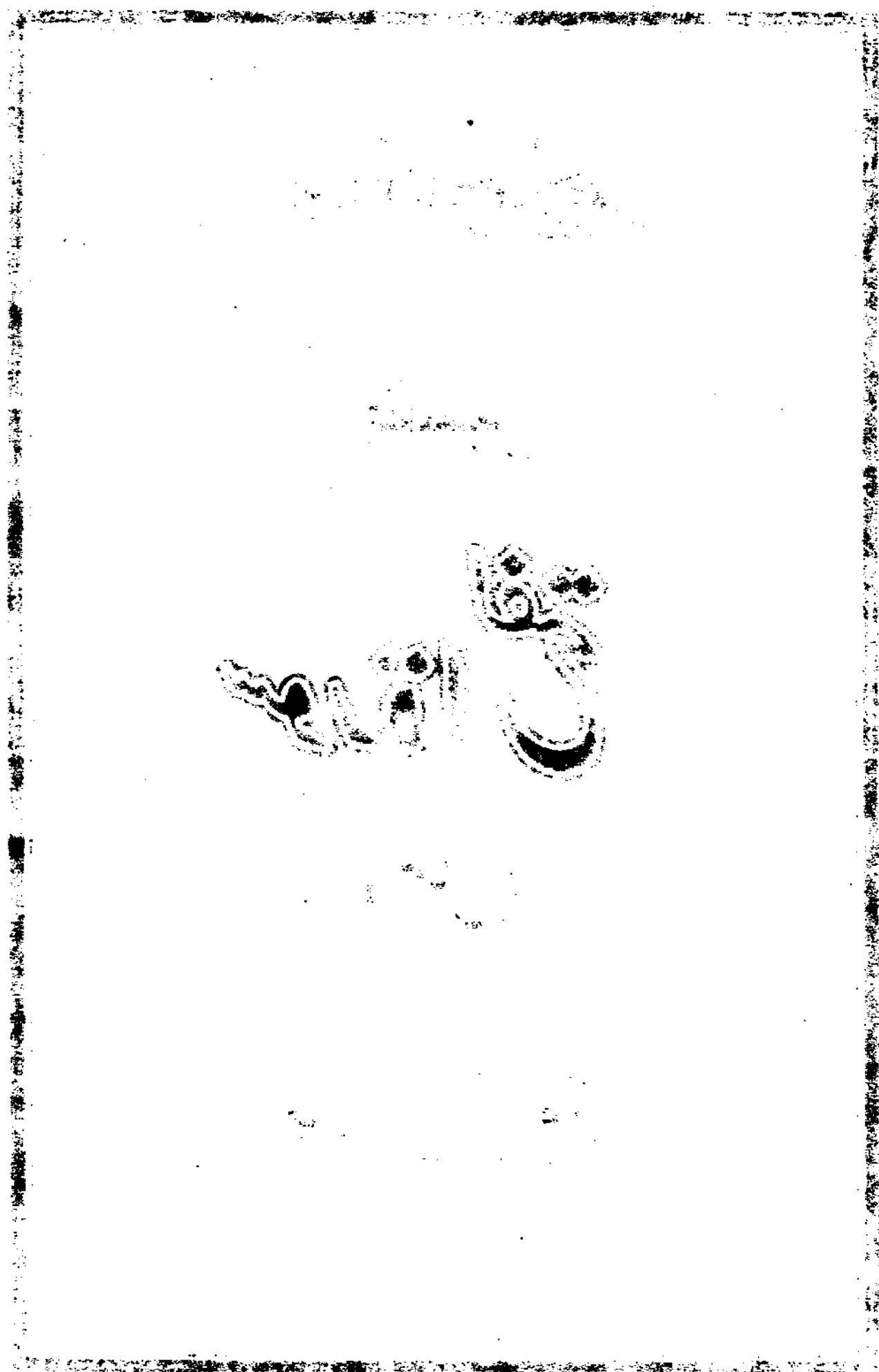
آیاتھا ۲۹ ‏ ۴۸ سُوْرَةُ الْفَتْحِ مَدَنِيَّةٌ ۱۱۱ ‏ رکوعاتھا ۴

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا ۝۱ لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ وَيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ وَيَهْدِيَكَ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ۝۲ وَّيَنْصُرَكَ اللّٰهُ نَصْرًا عَزِيْزًا ۝۳ هُوَ الَّذِيْۤ اَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ فِيْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِيْنَ لِيَزْدَادُوْۤا اِيْمَانًا مَّعَ اِيْمَانِهِمْ ؕ وَلِلّٰهِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۝۴ لِّيُدْخِلَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَيُكَفِّرَ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ ؕ وَكَانَ ذٰلِكَ عِنْدَ اللّٰهِ فَوْزًا عَظِيْمًا ۝۵ وَّيُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْمُشْرِكِيْنَ وَالْمُشْرِكٰتِ الظَّآنِّيْنَ بِاللّٰهِ ظَنَّ السَّوْءِ ؕ عَلَيْهِمْ دَآئِرَةُ السَّوْءِ ۚ وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَلَعَنَهُمْ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَهَنَّمَ ؕ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ۝۶

اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ ‏ بے شک ہم نے فتح دی آپ کو ‏ فَتْحًا مُّبِيْنًا ‏ فتح کھلی

لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ ‏ تا کہ بخش دے اللہ تعالیٰ آپ کے لیے ‏ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ

جو پہلے ہو چکی ہیں آپ کی لغزشیں ‏ وَمَا تَاَخَّرَ ‏ اور جو بعد میں ہوں گی

وَيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ ‏ اور تا کہ پوری کرے اپنی نعمت کو ‏ عَلَيْكَ ‏ آپ پر ‏ وَ

يَهْدِيَكَ اور چلاتا رہے آپ کو صِرَاطًا مُّسْتَقِيمًا سیدھے راستے پر وَّ
يَنْصُرَكَ اللّٰهُ اور تا کہ مدد کرے اللہ تعالیٰ آپ کی نَصْرًا عَزِيزًا
زبردست مدد هُوَ الَّذِيْٓ وہ وہی ذات ہے اَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ جس نے
اتارا اطمینان فِيْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِيْنَ مومنوں کے دلوں میں لِيَزْدَادُوْٓا
اِيْمَانًا تا کہ وہ زیادہ ہوں ایمان میں مَّعَ اِيْمَانِهِمْ اپنے ایمانوں کے
ساتھ وَلِلّٰهِ اور اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہیں جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ لشکر آسمانوں
کے وَالْاَرْضِ اور زمین کے وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا اور ہے اللہ تعالیٰ جاننے
والا حَكِيْمًا حکمت والا لِّيُدْخِلَ الْمُؤْمِنِيْنَ تا کہ وہ داخل کرے ایمان
والے مردوں کو وَالْمُؤْمِنٰتِ اور ایمان والی عورتوں کو جَنّٰتٍ ایسے
باغات میں تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ جاری ہیں ان کے نیچے نہریں
خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ہمیشہ رہیں گے ان میں وَيُكَفِّرَ عَنْهُمْ اور تا کہ مٹا دے ان
سے سَيِّاٰتِهِمْ ان کی خطائیں وَكَانَ ذٰلِكَ اور ہے یہ عِنْدَ اللّٰهِ اللہ
تعالیٰ کے نزدیک فَوْزًا عَظِيْمًا کامیابی بڑی وَّيُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِيْنَ اور
تا کہ سزا دے منافق مردوں کو وَالْمُنٰفِقٰتِ اور منافق عورتوں کو
وَالْمُشْرِكِيْنَ اور مشرک مردوں کو وَالْمُشْرِكٰتِ اور مشرک عورتوں کو
الظَّآنِّيْنَ بِاللّٰهِ جو گمان کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے بارے میں ظَنَّ السَّوْءِ
بُرا گمان عَلَيْهِمْ ان پر ہے دَآئِرَةُ السَّوْءِ بُری گردش وَغَضِبَ اللّٰهُ

عَلَيۡهِمۡ اور اللہ تعالیٰ غضب ناک ہوا ہے ان پر وَلَعَنَهُمۡ اور ان پر لعنت کی ہے وَاَعَدَّ لَهُمۡ اور تیار کیا ہے ان کے لیے جَهَنَّمَ دوزخ وَسَآءَتۡ مَصِيۡرًا اور وہ بہت ہی بُرا ٹھکانا ہے۔

تعارف سورت :

اس سورت کا نام سورۃ فتح ہے۔ پہلی آیت کریمہ میں فَتۡحًا مُّبِيۡنًا کے لفظ موجود ہیں۔ یہ سورت مدینہ طیبہ میں نازل ہوئی۔ ایک سودس سورتیں اس سے پہلے نازل ہو چکی تھیں۔ اس کے چار (۴) رکوع اور انتیس (۲۹) آیتیں ہیں۔ آنحضرت ﷺ مکہ مکرمہ سے ہجرت فرما کر مدینہ طیبہ تشریف لے گئے۔ مگر قریش مکہ نے آپ ﷺ کا تعاقب نہ چھوڑا۔ ہجرت کے دوسرے سال غزوہ بدر پیش آیا رمضان المبارک کے مہینے میں۔ پھر ہجرت کے تیسرے سال شوال میں غزوہ احد پیش آیا اور ۵ھ ہجری میں غزوہ خندق کا معرکہ پیش آیا۔ یہ تین لڑائیاں براہ راست مکے والوں سے لڑی گئیں۔

واقعہ حدیبیہ :

۶ھ میں آنحضرت ﷺ نے خواب دیکھا کہ آپ ﷺ بمع صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مکہ مکرمہ تشریف لے گئے ہیں احرام باندھا ہوا ہے، اللہ تعالیٰ کے گھر کا طواف کر رہے ہیں، طواف سے فارغ ہونے کے بعد کوئی سر منڈوا رہا ہے اور جس نے پٹے رکھے ہوئے ہیں وہ بال کٹوا رہا ہے۔ یہ خواب آنحضرت ﷺ نے صحابہ کرام کے سامنے بھی ذکر فرمایا کہ میں نے اس طرح خواب دیکھا ہے۔

خواب کے متعلق یہ بات ذہن میں رکھیں کہ خواب کے لیے ضروری نہیں ہوتا کہ

اس کی تعبیر فوری طور پر سامنے آجائے۔خواب اور اس کی تعبیر میں عرصہ دراز حائل ہوسکتا ہے۔حضرت یوسف علیہ السلام نے بچپن میں خواب دیکھا اس کی تعبیر چالیس سال بعد ظاہر ہوئی۔تو خواب کے لیے ضروری نہیں کہ رات کو دیکھو تو صبح کو اس کی تعبیر سامنے آجائے۔

تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سامنے خواب کا ذکر فرمایا۔سب کا خیال ہوا کہ شاید اسی سال عمرہ کرنا ہے۔کیونکہ حج تو ابھی تک فرض نہیں ہوا تھا۔حج ۹ ھ میں فرض ہوا ہے۔چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ عمرے کی تیاری کرو اور اپنے دفاع کا سامان بھی ساتھ رکھو کہ مکے والوں سے براہ راست تین جنگیں ہو چکی ہیں۔ہوسکتا ہے وہ مزاحمت کریں تو ہم شکست نہ کھائیں۔اس سفر میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تقریباً پندرہ سو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے۔اس سفر میں ایک بھی منافق شریک نہیں تھا۔منافقوں نے آپس میں مشورہ کر کے طے کیا کہ ایک بھی ان کے ساتھ نہ جائے کہ مکے والوں کے ساتھ تین لڑائیاں ہو چکی ہیں اور یہ ان کے گھر جا رہے ہیں۔وہ اتنے بے غیرت ہیں کہ ان کو زندہ چھوڑ دیں گے؟

چنانچہ اگلے رکوع میں بات آئے گی ان شاء اللہ تعالیٰ کہ منافقوں نے کہا لَّن يَنقَلِبَ الرَّسُولُ وَالْمُؤْمِنُونَ إِلَىٰ أَهْلِيهِمْ أَبَدًا ''ہرگز نہیں واپس لوٹ کر آئیں گے اللہ کے رسول اور ایمان والے اپنے گھروں کی طرف کبھی بھی۔''ہمیں موت کے منہ میں جانے کی کیا ضرورت ہے؟ نتیجہ یہ ہوا کہ ایک بھی منافق اس سفر میں آپ کے ساتھ نہیں تھا۔

مدینہ طیبہ سے چھ میل دور ایک مقام ہے ذوالحلیفہ ،آج کل اس کو بیرِ علی کہتے ہیں۔یہ میقات ہے۔وہاں سے آگے احرام کے بغیر نہیں جاسکتے۔یوں سمجھو جیسے نماز شروع کرنے کے لیے تکبیر تحریمہ فرض ہے،ہاتھ اٹھانا مستحب ہیں،اگر کسی نے تکبیر نہ کہی تو

نماز نہیں ہوگی۔ اور تکبیر تحریمہ کا مطلب یہ ہے کہ جو چیزیں پہلے حلال تھیں وہ تکبیر تحریمہ کے بعد حرام ہوگئی ہیں۔ اسی طرح احرام کے بعد وہ کام نہیں کرسکتا جو پہلے کرسکتا تھا۔ سلا ہوا کپڑا نہیں پہن سکتا، سر نہیں ڈھانک سکتا۔ مونچھیں نہیں کٹوا سکتا، ناخن نہیں تراش سکتا، خوشبو نہیں لگا سکتا۔

تو آپ ﷺ نے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے احرام باندھا اور قربانی کے اونٹ ساتھ لیے۔ اگرچہ عمرے کے لیے قربانی ضروری نہیں ہے اور نہ مفرد حج کے لیے۔ قربانی قران اور تمتع والے کے لیے واجب ہے۔ لیکن اگر کوئی عمرے کے موقع پر اور مفرد حج کے موقع پر کرے تو نُوْرٌ علٰی نور ہے۔ قران اسے کہتے ہیں کہ حج عمرے کا اکٹھا احرام باندھا جائے۔ اور تمتع کہتے ہیں کہ ایک ہی سال میں پہلے عمرہ کرے پھر حج کرے۔

تو احرام باندھا، قربانی کے جانور ساتھ لیے اور لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ کہتے ہوئے سفر شروع کیا۔ مکہ مکرمہ کے قریب پہنچے، کافروں کو علم ہوا تو ان کو یہ شبہ ہوا کہ ہم پر حملے کے لیے آرہے ہیں چنانچہ انھوں نے لڑائی کی تیاری کرلی۔ مکہ مکرمہ سے چھ میل دور حدیبیہ کا مقام ہے۔ آج کل اس کا نام شمیسہ ہے حدیبیہ کے نام سے کوئی نہیں جانتا۔ اس کا کچھ حصہ حرم میں ہے اور کچھ حصہ باہر ہے۔ تو جب حدیبیہ کے مقام پر پہنچے تو کافروں نے مزاحمت کی، بڑا طویل قصہ ہے۔ کہنے لگے کہ ہم نے عمرہ نہیں کرنے دینا۔ یہ بھی دیکھ رہے تھے کہ احرام باندھے ہوئے ہیں لڑائی کے ارادے سے نہیں آئے۔ پھر بھی کہنے لگے کہ ہماری غیرت گوارا نہیں کرتی کہ تمھیں اس سال عمرہ کرنے دیں آئندہ سال سہی۔ یکے بعد دیگرے ان کے چار نمائندے آئے۔

آنحضرت ﷺ کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ ہمیں بھی کوئی نمائندہ بھیجنا چاہیے۔

چنانچہ آپ ﷺ نے عمر رضی اللہ عنہ کو بلایا اور فرمایا کہ اے عمر! ان کے آدمی آئے ہیں اور ہمارے ساتھ جذباتی باتیں کر کے چلے گئے ہیں میرا خیال ہے کہ ہمیں بھی کوئی نمائندہ بھیجنا چاہیے کہ وہ جا کر ان کے تجربہ کار اور معاملہ فہم لوگوں کے ساتھ بات کرے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ حضرت! بڑی اچھی بات ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میرا خیال ہے کہ تمھیں نمائندہ بنا کر بھیجوں۔ کہنے لگے حضرت! مجھے نہ بھیجیں کیونکہ آپ کے علم میں ہے کہ میری طبیعت میں حدت ہے، تیزی ہے۔ اگر انھوں نے میرے ساتھ کوئی ایسی بات کی کہ میں برداشت نہ کر سکا تو معاملہ بگڑ جائے گا۔ آپ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو بھیجیں کہ بڑی ٹھنڈی طبیعت کے مالک ہیں۔ جس طرح بھی کوئی بات کرے وہ بڑے ٹھنڈے دل سے سنتے ہیں۔ رب تعالیٰ نے مزاج الگ الگ بنائے ہیں۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو مزاج کسی کا بنایا ہے وہ بدل نہیں سکتا۔ ہاں! مصرف بدل جاتا ہے۔ مثلاً صدیوں سے عربوں کا مزاج لڑائی کا تھا تو ان کو یہ نہیں کہا کہ تم لڑو نہ، بلکہ مصرف بدلا کہ پہلے تم اپنی ذات کے لیے لڑتے تھے اب تم خدا اور رسول کے لیے لڑو کافروں کے ساتھ۔ چنانچہ انھوں نے کافروں کے ساتھ جہاد کیا اور خوب کیا۔

چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ احرام کی حالت میں ان کے پاس گئے اور ان کے بڑوں کے ساتھ گفتگو کی۔ ان کے نوجوان جذباتی تھے دیکھ رہے تھے کہ ہمارے یہ بابے (بڑے اور بوڑھے لوگ) بڑی نرم نرم باتیں کرتے ہیں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو ان سے لیا اور ایک روایت میں ہے کہ کعبۃ اللہ میں بند کر دیا اور خبر مشہور کر دی کہ عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا گیا ہے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ قتل کی افواہ نہیں تھی بلکہ قید کرنے کی افواہ تھی اور یہ

روایت زیادہ مضبوط ہے کہ قید کرنے کی افواہ تھی۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ انھوں نے ہمارے سفیر کو قید کرلیا ہے ہم اپنے قیدی کو چھڑائیں گے۔ اس سلسلے میں آپ ﷺ نے درخت کے نیچے ساتھیوں سے بیعت لی۔ اس کا ذکر آگے آرہا ہے کہ جب ان کا نمائندہ سہیل بن عمرو آیا تو معاملہ طے پا گیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ خوب نویس بھی تھے اور زودنویس بھی تھے۔

آنحضرت ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ لکھو بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ تو سہیل بن عمرو نے کہا کہ یہ تمہاری علامت ہے یہ نہ لکھو بلکہ لکھو بِاسْمِكَ اللّٰهُمَّ ۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ لکھو هٰذَا مَا قَاضٰى عَلَيْهِ محمد رسول الله ﷺ ۔ ''یہ وہ چیز ہے جو محمد رسول اللہ اور سہیل بن عمرو نے طے کی ہے۔'' سہیل بن عمرو نے کہا کہ رسول اللہ کا لفظ مٹا دو۔ اگر ہم آپ کو رسول اللہ مانتے تو لڑنے کی کیا ضرورت تھی؟ محمد بن عبداللہ لکھو۔ چنانچہ یہ بھی مٹا دیا گیا۔ کافی شرطیں تھیں جن کا ذکر آگے آئے گا ان شاء اللہ تعالیٰ۔

خیر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضرت! آپ نے یہ نہیں فرمایا تھا کہ ہم بیت اللہ کا طواف کریں گے۔ آپ نے فرمایا کہ ہاں! میں نے کہا ضرور تھا مگر یہ تو نہیں کہا تھا کہ اس سال کریں گے۔ فرمایا ان شاء اللہ ضرور کریں گے۔ جو شرائط طے ہوئی تھیں ان میں سے ایک یہ بھی تھی کہ آئندہ سال آکر تم طواف کرو گے اور صرف تین دن یہاں ٹھہرو گے۔ تین دن کے بعد یہاں سے چلے جاؤ گے۔ اس موقع پر واپسی پر راستے میں یہ سورۃ نازل ہوئی۔

فرمایا اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا بے شک ہم نے آپ کو فتح دی فتح کھلی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضرت! یہ شرائط تو ہمارے حق میں نہیں ہیں۔ کیا یہ فتح ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا ہاں! فتح ہے۔ یوں سمجھو کہ یہ فتح کی تمہید تھی۔ یہ ۶ھ کا واقعہ ہے اور دوسال بعد مکہ مکرمہ فتح ہوگیا۔ اس صلح کے بعد آمد ورفت شروع ہوگئی، نفرت کم ہوئی۔ اسی صلح کے زمانے میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ فاتح شام مسلمان ہوئے اور اسی صلح کے زمانے میں حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ فاتح مصر مسلمان ہوئے۔ آمد ورفت کا سلسلہ شروع ہوا، ایک دوسرے سے متاثر ہوئے۔ تو یہ فتح کی تمہید تھی۔ تو فرمایا بے شک ہم نے آپ کو فتح دی کھلی فتح لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ تاکہ معاف کردے اللہ تعالیٰ آپ کی وہ لغزشیں جو پہلے ہو چکی ہیں وَمَا تَاَخَّرَ اور جو بعد میں ہوں گی۔

اہل سنت والجماعت کا مسلک یہ ہے کہ انبیائے کرام علیہم السلام معصوم ہوتے ہیں کبیرہ گناہوں سے بھی اور صغیرہ گناہوں سے بھی۔ رائے کی غلطی پیغمبر سے ہوسکتی ہے اور اس کو عربی میں زلت، لغزش کہتے ہیں۔ اور یہ نہ گناہ صغیرہ ہوتی ہے اور نہ کبیرہ ہوتی ہے۔ جیسے بدر کے قیدیوں کے متعلق آپ ﷺ سے لغزش ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے تنبیہ فرمائی۔ شہد کی حرمت کے متعلق آپ ﷺ کو سورہ تحریم میں تنبیہ فرمائی۔ چونکہ مقام بہت اونچا ہوتا ہے اس لیے چھوٹی چھوٹی باتوں پر بھی گرفت ہوتی ہے:

؎ نزدیکاں را بیش بود حیرانی

جتنا کسی کا درجہ اونچا ہوتا ہے اتنی پابندیاں زیادہ ہوتی ہیں۔ تو لغزشوں کو اللہ تعالیٰ نے ذنب کے ساتھ تعبیر فرمایا ہے کہ آپ ﷺ کی گزشتہ لغزشیں بھی معاف کردیں اور جو آئندہ ہوں گی وہ بھی معاف کردے گا وَيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ اور تاکہ پورا کرے اپنی نعمت کو آپ پر وَيَهْدِيَكَ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا اور تاکہ چلاتا ہے آپ کو سیدھے راستے پر وَّيَنْصُرَكَ اللّٰهُ نَصْرًا عَزِيْزًا اور تاکہ مدد کرے اللہ تعالیٰ آپ کی زبردست مدد۔ اللہ

تعالیٰ نے آپ ﷺ کی مدد فرمائی اور صلح حدیبیہ کے دو سال بعد مکہ مکرمہ فتح ہو گیا اور تورات کی پیش گوئی بھی پوری ہوئی کہ آخری پیغمبر مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے یثرب آئے گا۔ مدینہ منورہ کا پہلا نام یثرب تھا۔ پھر دس ہزار قدسیوں کے ہمراہ فاران کی چوٹیوں سے (جبل نور کا پہلا نام فاران ہے جس پر غار حرا ہے) سے ظاہر ہوگا اور فاتحانہ انداز میں مکہ مکرمہ میں داخل ہوگا۔

اب جو تورات چھپی ہے اس سے پادریوں نے دس ہزار کا لفظ نکال دیا ہے تاکہ وہ آپ پر صادق نہ آئے۔ ۱۹۰۱ء سے پہلے کی جو تورات ہے اس میں یہ لفظ موجود ہے۔ میں انگلستان گیا تھا۔ جب میں مانچسٹر پہنچا تو ساتھیوں سے کہا کہ مجھے تورات کا کوئی پرانا نسخہ دکھاؤ۔ ساتھی پرانا نسخہ لائے۔ چونکہ میں انگریزی نہیں جانتا تھا ساتھیوں سے کہا کہ فلاں باب نکال کر یہ آیات پڑھو۔ انھوں نے جب پڑھیں تو ان میں یہ لفظ دس ہزار قدسیوں کا موجود تھا۔ یہودی، عیسائی اپنی کتابوں میں تحریف کرتے رہتے ہیں لفظی بھی اور معنوی بھی۔

تو مکے والوں کے ساتھ جو شرائط طے ہوئی تھیں ان میں سے بعض نرم تھیں مسلمانوں کے حق میں تھیں اور بعض سخت اور پریشان کن تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے تسلی نازل فرمائی۔ فرمایا هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ اللہ تعالیٰ کی ذات وہی ہے جس نے اطمینان اتارا، تسلی اتاری فِيْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِيْنَ مومنوں کے دلوں میں لِيَزْدَادُوْٓا اِيْمَانًا مَّعَ اِيْمَانِهِمْ تاکہ وہ زیادہ ہوں ایمان میں اپنے ایمانوں کے ساتھ۔ تاکہ ان کا ایمان مزید بڑھ جائے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایمان میں تو پہلے ہی کامل تھے، تسکین نازل ہونے کے بعد ان کے ایمان اور مضبوط ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَلِلّٰهِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ

وَالْاَرْضِ اور اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہیں لشکر آسمانوں کے اور زمین کے۔ اگر کافروں کی اکثریت ہے تو کوئی بات نہیں لشکر سب رب تعالیٰ کے ہیں وَکَانَ اللّٰہُ عَلِیْمًا حَکِیْمًا اور ہے اللہ تعالیٰ جاننے والا حکمت والا لِّیُدْخِلَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ تاکہ داخل کرے اللہ تعالیٰ ایمان والے مردوں کو اور ایمان والی عورتوں کو جَنّٰتٍ ایسے باغات میں تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ جاری ہیں ان کے نیچے نہریں خٰلِدِیْنَ فِیْهَا ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے ان جنتوں میں وَیُکَفِّرَ عَنْهُمْ سَیِّاٰتِهِمْ اور تاکہ مٹادے اللہ تعالیٰ ان کی خطائیں ایمان کی برکت سے، نماز اور وضو کی برکت سے۔ نیکیوں کی برکت سے صغیرہ گناہ خود بخود معاف ہو جاتے ہیں۔ بندے نے ایک قدم مسجد کی طرف اٹھایا نماز کے لیے ایک صغیرہ گناہ معاف ہو گیا، ایک درجہ بلند ہو گیا، دس نیکیاں بھی مل گئیں۔ اور اگر کوئی فی سبیل اللہ کے ارادے سے نکلے کہ ہم نے قرآن کا درس سننا ہے کیونکہ دین حاصل کرنا بھی فی سبیل اللہ کی مد میں ہے۔ تو ایک قدم پر کم از کم سات سو نیکیاں ہیں۔ آتے ہوئے بھی اور جاتے ہوئے بھی۔ اگر آنے جانے پر پیسہ خرچ ہوا ہے تو ایک روپے پر کم از کم سات سو روپے کا ثواب ہے وَاللّٰهُ یُضٰعِفُ لِمَنْ یَّشَاءُ اور اللہ تعالیٰ جس کے لیے چاہے زیادہ کرے۔

تو فرمایا مٹادے گا ان سے ان کی خطائیں وَکَانَ ذٰلِکَ عِنْدَ اللّٰهِ اور ہے یہ چیز اللہ تعالیٰ کے ہاں فَوْزًا عَظِیْمًا بڑی کامیابی۔ آدمی کے گناہ مٹ جائیں، رب تعالیٰ راضی ہو جائے اور جنت میں داخل ہو جائے، بڑی کامیابی ہے وَیُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِیْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ اور تاکہ سزا دے اللہ تعالیٰ منافق مردوں کو اور منافق عورتوں کو وَالْمُشْرِکِیْنَ وَالْمُشْرِکٰتِ اور مشرک مردوں کو اور مشرک عورتوں کو الظَّآنِّیْنَ بِاللّٰهِ

ظَنَّ السَّوْءِ جو گمان کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے بارے میں بُرا گمان کہ اللہ تعالیٰ مومنوں کی مدد نہیں کرے گا یہ سارے ختم ہو جائیں گے ان کا صفایا ہو جائے گا عَلَيْهِمْ دَآئِرَةُ السَّوْءِ انھی پر ہے بُری گردش۔ ان پر گردش پڑے گی اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے مسلمانوں کا کچھ نقصان نہیں ہوگا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ اور اللہ تعالیٰ کا غضب ہوا ہے ان پر وَ لَعَنَهُمْ اور ان پر لعنت کی ہے وَاَعَدَّ لَهُمْ جَهَنَّمَ اور ان کے لیے تیار کیا ہے دوزخ۔ اور کیا پوچھتے ہو؟ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا اور وہ بہت ہی بُرا ٹھکانا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے ہر مومن مرد اور عورت کو جہنم سے بچائے اور اپنے فضل و کرم سے جنت کا وارث بنائے۔

وَلِلّٰهِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ﴿٧﴾ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ۙ﴿٨﴾ لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ ؕ وَتُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ﴿٩﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ ؕ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ ۚ فَمَنْ نَّكَثَ فَاِنَّمَا يَنْكُثُ عَلٰى نَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ اَوْفٰى بِمَا عٰهَدَ عَلَيْهُ اللّٰهَ فَسَيُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿١٠﴾ سَيَقُوْلُ لَكَ الْمُخَلَّفُوْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ شَغَلَتْنَاۤ اَمْوَالُنَا وَاَهْلُوْنَا فَاسْتَغْفِرْ لَنَا ۚ يَقُوْلُوْنَ بِاَلْسِنَتِهِمْ مَّا لَيْسَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ ؕ قُلْ فَمَنْ يَّمْلِكُ لَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا اِنْ اَرَادَ بِكُمْ ضَرًّا اَوْ اَرَادَ بِكُمْ نَفْعًا ؕ بَلْ كَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ﴿١١﴾

وَلِلّٰهِ اور اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہیں جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لشکر آسمانوں کے اور زمین کے وَكَانَ اللّٰهُ اور ہے اللہ تعالیٰ عَزِيْزًا غالب حَكِيْمًا حکمت والا اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ بے شک ہم نے بھیجا آپ کو شَاهِدًا گواہی دینے والا وَّمُبَشِّرًا اور خوش خبری دینے والا وَّنَذِيْرًا اور ڈرانے والا لِّتُؤْمِنُوْا تاکہ تم ایمان لاؤ بِاللّٰهِ اللہ تعالیٰ پر وَرَسُوْلِهٖ اور اس کے رسول پر وَتُعَزِّرُوْهُ اور تاکہ تم اس کی مدد کرو وَتُوَقِّرُوْهُ اور تاکہ تم اس کی تعظیم کرو وَتُسَبِّحُوْهُ اور تاکہ تم اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرو بُكْرَةً پہلے پہر وَّاَصِيْلًا اور پچھلے پہر اِنَّ الَّذِيْنَ بے شک وہ لوگ

یُبَایِعُوْنَکَ جو بیعت کرتے ہیں آپ سے اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰہَ پختہ بات ہے وہ بیعت کرتے ہیں اللہ تعالیٰ سے یَدُاللّٰہِ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ ان کے ہاتھوں کے اوپر ہے فَمَنْ نَّکَثَ پس جو شخص توڑے گا فَاِنَّمَا یَنْکُثُ پس بے شک وہ توڑتا ہے عَلٰی نَفْسِہٖ اپنے نفس کے نقصان کے لیے وَمَنْ اَوْفٰی اور جس نے پورا کیا بِمَا اس چیز کو عٰھَدَ عَلَیْہُ اللّٰہَ جس پر اس نے معاہدہ کیا اللہ تعالیٰ کے ساتھ فَسَیُؤْتِیْہِ پس عن قریب دے گا اس کو اللہ تعالیٰ اَجْرًا عَظِیْمًا اجر بڑا۔ سَیَقُوْلُ عن قریب کہیں گے لَکَ آپ کے سامنے الْمُخَلَّفُوْنَ جو پیچھے چھوڑ گئے مِنَ الْاَعْرَابِ دیہاتیوں میں سے شَغَلَتْنَآ اَمْوَالُنَا مشغول رکھا ہمیں ہمارے مالوں نے وَاَھْلُوْنَا اور ہمارے گھر کے افراد نے فَاسْتَغْفِرْلَنَا پس آپ بخشش طلب کریں ہمارے لیے یَقُوْلُوْنَ بِاَلْسِنَتِھِمْ کہیں گے یہ اپنی زبانوں سے مَّا وہ بات لَیْسَ فِیْ قُلُوْبِھِمْ جو ان کے دلوں میں نہیں ہوگی قُلْ آپ فرما دیں فَمَنْ یَّمْلِکُ لَکُمْ پس کون مالک ہوگا تمہارے لیے مِّنَ اللّٰہِ اللہ تعالیٰ کے سامنے شَیْئًا کسی چیز کا اِنْ اَرَادَ بِکُمْ ضَرًّا اگر ارادہ کرے اللہ تعالیٰ تمہارے لیے ضرر کا اَوْ اَرَادَ بِکُمْ نَفْعًا یا ارادہ کرے تمہارے لیے نفع کا بَلْ کَانَ اللّٰہُ بلکہ ہے اللہ تعالیٰ بِمَا تَعْمَلُوْنَ جو عمل تم کرتے ہو خَبِیْرًا خبر رکھنے والا۔

ربط آیات :

کل کے سبق میں یہ بات بیان ہوئی تھی کہ ہجرت کے چھٹے سال آنحضرت ﷺ تقریباً پندرہ سو صحابہ کرام ﷺ کو لے کر احرام کی حالت میں تلبیہ پڑھتے ہوئے لبیك اللهم لبیك مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہوئے لیکن کافروں نے مکہ مکرمہ میں داخل نہ ہونے دیا۔ انھیں اپنی اکثریت کا گھمنڈ تھا اور اس کا وہ رعب ڈالتے رہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی اکثریت کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں وَلِلّٰهِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اور اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہیں لشکر آسمانوں کے اور زمین کے۔ تمہارے آدمی کتنے ہوں گے؟ اللہ تعالیٰ کے لشکروں میں انسان ہیں، جنات ہیں، فرشتے ہیں اور فرشتوں کو اللہ تعالیٰ نے اتنی طاقت دی ہے کہ اگر ایک فرشتہ نیچے آکر پر مارے تو سارے علاقے کو اٹھا کر الٹا کر کے پھینک دے۔ حضرت لوط علیہ السلام کی بستیوں کے متعلق فرمایا ہے وَجَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا [ہود: ۸۲] ''اور کر دیا ہم نے ان کے اوپر والے حصے کو نیچے۔'' تمام تفسیروں میں لکھا ہے جبرائیل علیہ السلام نے اپنے ایک پَر پر ان بستیوں کو اٹھا کر بلندی پر جا کر الٹا کر کے نیچے پھینک دیا۔ تمہاری اکثریت کی کیا حیثیت ہے آسمانوں اور زمینوں کے لشکر صرف اللہ تعالیٰ کے ہیں وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا اور ہے اللہ تعالیٰ غالب حکمت والا۔ غالب رب تعالیٰ ہی ہے مگر وہ اپنی حکمت کے ساتھ کام کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا بے شک ہم نے بھیجا آپ کو گواہی بنا کر اپنی وحدانیت پر کہ آپ میری وحدانیت کی گواہی دیں۔ یہ مفہوم حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ شَاهِدًا لِلّٰهِ بِوَحْدَانِيَّتِه ''اللہ تعالیٰ کی واحدانیت کا گواہ بنایا۔ اکثر مفسرین کرام رحمۃ اللہ علیہم اس کا معنیٰ کرتے ہیں گواہی دینے والا اور گواہی دینے

کی تفسیر خود آنحضرت ﷺ نے بیان فرمائی ہے جو بخاری شریف اور دیگر احادیث کی کتابوں میں موجود ہے۔

امت محمدیہ کا حضرات انبیاء علیہم السلام کے حق میں گواہی دینا :

آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جب قیامت کے دن تمام مخلوقات کو اکٹھا کرے گا اور سب حضرات انبیائے کرام علیہم السلام کو بھی جمع کرے گا تو کافروں اور نافرمانوں پر اتمام حجت کے لیے حضرات انبیائے عظام علیہم السلام سے سوال فرمائے گا۔ مثلاً حضرت نوح علیہ السلام سے فرمائے گا کیا آپ نے اپنی امت کو تبلیغ کی تھی؟ حضرت نوح علیہ السلام عرض کریں گے اے اللہ! میں نے واقعی تبلیغ کی تھی۔ پھر نوح علیہ السلام کی امت سے سوال کیا جائے گا کہ کیا نوح علیہ السلام نے تمھیں تبلیغ کی تھی؟ امت انکار کردے گی کہ ہمارے پاس تو کوئی ڈرانے والا آیا ہی نہیں۔ اللہ تعالیٰ سوال کرے گا اے نوح! تمہارا کوئی گواہ بھی ہے؟ حضرت نوح علیہ السلام عرض کریں گے میری گواہ حضرت محمد رسول ﷺ کی امت ہے (وہ لوگ یہ اعتراض کریں گے کہ یہ گواہ تو ہمارے زمانے میں موجود نہ تھے لہٰذا یہ گواہ کیسے ہوئے تو امت محمدیہ عَلٰی صاحِبِھا الف الف تحیہ جواب دے گی کہ ہم نے قرآن کریم پڑھا ہے جس میں صاف طور پر لکھا تھا کہ حضرت نوح علیہ السلام اور اسی طرح دوسرے انبیائے عظام علیہم السلام نے تبلیغ کی تھی اور ہمیں ہمارے آقائے نامدار حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے بھی ایسا ہی فرمایا تھا۔ جب اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول برحق یہ فرماتے ہیں کہ مثلاً نوح علیہ السلام نے تبلیغ کی تھی تو ہم برحق اور سچی گواہی دیتے ہیں۔) جب آپ ﷺ کی امت گواہی دے چکے گی تو آنحضرت ﷺ اپنی امت کی شہادت اور گواہی کی صفائی اور تصدیق کریں گے کہ میری امت نے جو گواہی دی ہے وہ حق ہے۔ گویا آپ ﷺ کی

حیثیت سرکاری گواہ کی ہوگی۔ سورہ نساء آیت نمبر ۴۱ پارہ ۵ میں ہے فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَّ جِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيدًا ''پھر کیا حال ہوگا جب بلائیں گے ہم ہر امت میں سے گواہی دینے والا اور بلائیں گے آپ کو ان لوگوں پر گواہی دینے والا'' اور سورۃ البقرہ آیت نمبر ۱۴۳ میں ہے لِتَكُونُوا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَ يَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا ''تا کہ تم لوگوں پر گواہی دینے والے بنو اور رسول تم پر گواہی دینے والا ہو۔'' تو آپ ﷺ اپنی امت کی صفائی پیش کریں گے کہ میری امت نے جو گواہی دی ہے صحیح دی ہے۔ کیونکہ جو اہم مقدمات ہوتے ہیں ان میں محض گواہی پر فیصلہ نہیں ہوتا بلکہ تزکیۃ الشھداء گواہوں کی صفائی کا بھی اہتمام ہوتا ہے۔ مثلاً زنا کے چار گواہ ہیں تو قاضی خفیہ طور پر گواہوں کے متعلق تحقیق کرے گا کہ یہ گواہ فاسق و فاجر تو نہیں ہیں۔ ان گواہوں کی اس کے ساتھ لاگت بازی تو نہیں، کوئی دشمنی اور عداوت تو نہیں، یہ نماز روزے کے پابند ہیں، زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔ جب گواہوں کی صفائی ہو جائے گی پھر جج اور قاضی فیصلہ کرے گا۔

اسی طرح چوری کے گواہوں، شراب کے گواہوں، قذف کے گواہوں کا تزکیہ ہوگا پھر فیصلہ ہوگا۔ تو آنحضرت ﷺ اپنی امت کی گواہی کی صفائی پیش کریں گے۔ اور یہ تفسیر آنحضرت ﷺ نے خود کی ہے کہ میں اپنی امت کے حق میں گواہی دوں گا کہ میری امت نے جو گواہی دی ہے صحیح ہے۔

قرآن کریم کے ترجمے میں احمد رضا خان بریلوی کا ظلم :

قرآن کریم کے جتنے تراجم ہوئے ہیں عربی میں، فارسی میں، اردو میں اور دیگر زبانوں میں، ان میں سے جتنا ظلم لفظی ترجمہ میں احمد رضا خان بریلوی نے کیا ہے اتنا ظلم

کائنات میں اور کسی نے نہیں کیا۔وہ شَاهِدًا کا معنی کرتے ہیں بے شک ہم نے تمھیں بھیجا حاضر ناظر۔ شاهد کا ترجمہ حاضر ناظر، لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ جب ایک سادہ مسلمان یہ ترجمہ پڑھے گا تو وہ سمجھے گا کہ آپ کا حاضر و ناظر ہونا قرآن میں موجود ہے۔تو پھر وہ حاضر و ناظر والا عقیدہ کیوں نہیں بنائے گا۔ میں نے اپنی کتاب تنقید متین اور اتمام البرھان میں اس پر کافی بحث کی ہے۔میں نے کہا خان صاحب! فقہائے کرام تو حاضر و ناظر کا عقیدہ رکھنے والے کو کافر کہتے ہیں چاہے وہ حنفی ہوں، شافعی ہوں، مالکی ہوں یا حنبلی ہوں، وہ کہتے ہیں کہ جو آنحضرت ﷺ کو حاضر و ناظر مانے وہ پکا کافر ہے۔تو کفر قرآن کا ترجمہ کیسے ہوگیا؟ اتنا ظلم قرآن پر کسی نے نہیں کیا جتنا اس نے کیا ہے۔ پھر ان کے ایک شاگرد مفتی نعیم الدین مراد آبادی نے تفسیر لکھی ہے۔اس میں جتنی خرافات اور رسومات ہیں ان کو قرآن کی تفسیر بنادیا ہے۔تو جب ایک سادہ آدمی اس تفسیر کو پڑھے گا وہ اسی کے مطابق عقیدہ اور عمل بنائے گا اس بے چارے کو حقیقت کا کیا علم۔احمد رضا خان کے ترجمہ کا نام ہے کنز الایمان یعنی ایمان کا خزانہ۔اور مفتی نعیم الدین کی تفسیر کا نام ہے خزائن العرفان، لاحول ولاقوۃ الا باللہ۔انھوں نے بڑا ظلم کیا ہے۔

یاد رکھنا! آنحضرت ﷺ ہوں یا اور کوئی پیغمبر ہو یا ولی، قطب، شہید ہو ان کے متعلق حاضر و ناظر کا عقیدہ رکھنا تمام فقہائے کرام کے نزدیک کفر ہے۔ میں نے اپنی کتاب تبرید النواظر یعنی آنکھوں کی ٹھنڈک میں حوالے درج کیے ہیں۔ ہماری کسی کے ساتھ ضد نہیں ہے اور نہ شراکت داری ہے، نہ رشتے ناتے کا کوئی جھگڑا ہے بات صرف اتنی ہے کہ جو قرآن کہتا ہے، حدیث کہتی ہے، فقہائے کرام کہتے ہیں وہ صحیح ہے باقی سب غلط ہے۔تو شاہد کا معنی خود آنحضرت ﷺ نے کیا ہے کہ میں قیامت والے دن اپنی

امت کے حق میں گواہی دوں گا۔اس کے ہوتے ہوئے کسی اور ترجمے کی کیا حیثیت ہے؟

وَّمُبَشِّرًا اور خوش خبری دینے والا نیک لوگوں کو کہ اللہ تعالیٰ تم پر راضی ہے اور تمہارے لیے جنت ہے وَّنَذِيْرًا اور ڈرانے والا بدکاروں کو، کفر کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ کی گرفت اور عذاب سے جو قبر میں ہوگا، دوزخ میں ہوگا لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ تاکہ تم ایمان لاؤ اللہ تعالیٰ پر وَرَسُوْلِهٖ اور اس کے رسول پر وَتُعَزِّرُوْهُ اور تاکہ تم اس کی مدد کرو۔تعزیر کا لفظی معنیٰ ہے اَلْمَنْعُ وَالرَّدُّ ''منع کرنا اور روکنا'' یہ جو سزاؤں میں حدود و تعزیرات کا لفظ آتا ہے ان کو تعزیر اسی لیے کہتے ہیں کہ وہ جرائم سے روکتی ہیں تو گویا معاشرے کو پاک کرنے پر مدد کرتی ہیں۔

اس کو آپ اس طرح سمجھیں کہ مثلاً میں بیٹھا ہوں اور تمہاری میرے ساتھ عقیدت ہے۔کوئی شخص مجھ پر حملہ کرنا چاہے تو تم اس کو روکو گے تاکہ میری جان بچ جائے۔تو یہ تعزیر ہے۔یہ اس وقت ہوگی جب تم میری مدد کرو گے عالم اسباب میں۔

تو اس کا لازمی ترجمہ ہے مدد کرنا۔تو معنیٰ ہوگا تاکہ تم اللہ تعالیٰ کے رسول کی مدد کرو، آپ کا دفاع کرو وَتُوَقِّرُوْهُ اور تاکہ تم اس کی تعظیم کرو، عزت کرو۔اللہ تعالیٰ کی ذات گرامی کے بعد ساری کائنات میں سب سے زیادہ آپ ﷺ کی تعظیم کرنا ایمان کی بنیاد ہے وَتُسَبِّحُوْهُ اور تاکہ تم اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرو بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا پہلے پہر اور پچھلے پہر سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم پڑھو۔

حدیث پاک میں آتا ہے اَحَبُّ الْكَلَامِ اِلَى اللّٰهِ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ اللہ تعالیٰ کو یہ کلمہ بہت اچھا لگتا ہے۔اور بخاری شریف میں روایت ہے کہ چار کلمے اللہ تعالیٰ کو بڑے محبوب ہیں سُبحان اللّٰہ والحمد للّٰہ ولا الٰہ الا اللّٰہ واللّٰہ اکبر۔

پہلے پہر اور پچھلے پہر ان کو پڑھا کرو خاص طور پر قَبۡلَ طُلُوۡعِ الشَّمۡسِ وَقَبۡلَ الۡغُرُوۡبِ [سورۃ ق: ۳۹] ''سورج کے طلوع سے پہلے اور غروب سے پہلے۔'' ویسے ہر وقت اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے رہنا چاہیے۔

تو خیر کل بیان ہوا تھا کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو سفیر بنا کر بھیجا تو کافروں نے ان کو قید کر لیا۔ آپ ﷺ نے ساتھیوں سے فرمایا کہ میرے ہاتھ پر بیعت کرو اس بات کی کہ ہم اپنے قیدی کو چھڑائیں گے اور ایک روایت میں ہے کہ ان کے شہید ہونے کی خبر تھی۔ تو پھر اس کا مطلب یہ ہوگا کہ ہم ان کا بدلہ لیں گے۔ اس کا ذکر ہے اِنَّ الَّذِیۡنَ بے شک وہ لوگ یُبَایِعُوۡنَکَ جو بیعت کر رہے تھے آپ کے ہاتھ پر اِنَّمَا یُبَایِعُوۡنَ اللّٰہَ پختہ بات ہے وہ بیعت کر رہے تھے اللہ تعالیٰ سے۔ یوں سمجھو کہ وہ اللہ تعالیٰ سے بیعت کر رہے تھے۔ کیونکہ مَنۡ یُّطِعِ الرَّسُوۡلَ فَقَدۡ اَطَاعَ اللّٰہَ [النساء: ۸۰] ''جس شخص نے اطاعت کی رسول کی پس تحقیق اس نے اطاعت کی اللہ تعالیٰ کی۔'' یَدُ اللّٰہِ فَوۡقَ اَیۡدِیۡہِمۡ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں کے اوپر ہے۔ اللہ تعالیٰ کا دست قدرت، رب تعالیٰ کی نصرت، رب تعالیٰ کی امداد شامل حال ہے فَمَنۡ نَّکَثَ پس جو شخص عہد توڑے گا عہد شکنی کرے گا فَاِنَّمَا یَنۡکُثُ عَلٰی نَفۡسِہٖ پس بے شک وہ توڑتا ہے اپنے نفس کے نقصان کے لیے۔ جو وعدے کی خلاف ورزی کرے گا اس کا وبال اس کے نفس پر پڑے گا وَمَنۡ اَوۡفٰی بِمَا عٰہَدَ عَلَیۡہُ اللّٰہَ اور جس نے پورا کیا اس چیز کو جس پر اس نے معاہدہ کیا ہے اللہ تعالیٰ سے کہ میں میدان سے نہیں بھاگوں گا، پشت نہیں پھیروں گا موت بھی آئی تو قبول کروں گا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ ہم بیعت کر رہے تھے موت پر اور یہ لفظ بھی ہیں عَلٰی اَنۡ لَّا نَفِرَّ کہ ہم میدان سے پشت

نہیں پھیریں گے۔ جوعہد کو پورا کرے گا فَسَيُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا پس عن قریب دے گا اس کو اللہ تعالیٰ اجر عظیم، بڑا اجر دے گا۔

کل میں نے عرض کیا تھا کہ حدیبیہ کا سفر ہجرت کے چھٹے سال ذوالقعدہ کے مہینے میں پیش آیا تھا۔ آپ ﷺ کے ساتھ پندرہ سو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے۔ اس سفر میں ایک منافق بھی شریک نہیں تھا کیونکہ منافقوں نے میٹنگ کر کے ایک دوسرے کو کہا تھا کہ جانے کی غلطی نہ کرنا یہ جھلے (بے وقوف) ہیں تین لڑائیاں ان کے ساتھ ہو چکی ہیں، بدر، احد، خندق۔ اب یہ ان کے گھر جا رہے ہیں وہ اتنے بے غیرت ہیں کہ ان کو زندہ چھوڑ دیں گے؟ موت کے منہ میں نہ جانا انھوں نے کون سا واپس آنا ہے۔ اس واسطے ایک بھی منافق آپ ﷺ کے ساتھ اس سفر میں شریک نہیں تھا۔ بعض نے تو پہلے ہی کچھ حیلے بہانے کر کے اجازت لے لی اور بعض نے ضرورت ہی نہ سمجھی کہ انھوں نے کون سا واپس آنا ہے کہ ان کے سامنے حیلے بہانے کریں۔ لیکن ان کی توقع کے خلاف سب صحیح سالم واپس آ گئے صرف دو صحابی راستے میں فوت ہو گئے۔ یہ سورۃ حدیبیہ کے سفر سے واپسی میں نازل ہوئی۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں سَيَقُولُ لَكَ عن قریب کہیں گے آپ کے سامنے الْمُخَلَّفُونَ جن کو پیچھے چھوڑا گیا، منافقین مِنَ الْأَعْرَابِ دیہاتیوں میں سے۔ کیا کہیں گے شَغَلَتْنَا أَمْوَالُنَا مشغول رکھا ہمیں ہمارے مالوں نے وَأَهْلُونَا اور ہمارے گھر کے افراد نے۔ حضرت ہم بھی جانے کے لیے تو تیار تھے دل تو بڑا کرتا تھا مگر ہمارے جانور کھولنے والا، باندھنے والا کوئی نہیں تھا۔ دھوپ چھاؤں میں باندھنے والا کوئی نہیں تھا، چارہ ڈالنے والا اور پانی پلانے والا کوئی نہیں تھا۔ کسی نے کہا حضرت! میری

بے بے مرنے کے قریب تھی، کسی نے کہا میری بیوی بیمار تھی ہم بالکل تیار تھے بس اچانک یہ حادثہ پیش آ گیا۔ رب تعالیٰ فرماتے ہیں یہ پیچھے رہ جانے والے عن قریب آپ کو یہ کہیں گے کہ ہمیں ہمارے مالوں اور جانوروں نے مشغول رکھا، گھر کے افراد نے مشغول رکھا جس کی وجہ سے نہیں جاسکے فَاسْتَغْفِرْ لَنَا پس آپ بخشش طلب کریں ہمارے لیے۔ ہم مجبور تھے شریک نہیں ہو سکے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں یَقُوْلُوْنَ بِاَلْسِنَتِهِمْ مَّا کہیں گے یہ اپنی زبانوں سے وہ بات لَیْسَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ جو ان کے دلوں میں نہیں ہے۔ جو دلوں میں ہے اس کا ذکر آگے آرہا ہے قُلْ آپ فرمادیں فَمَنْ یَّمْلِكُ لَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَیْئًا پس کون مالک ہوگا تمہارے لیے اللہ تعالیٰ کے سامنے کسی چیز کا۔ اللہ تعالیٰ کی گرفت سے تمھیں کون بچائے گا اِنْ اَرَادَ بِكُمْ ضَرًّا اَوْ اَرَادَ بِكُمْ نَفْعًا اگر ارادہ کرے اللہ تعالیٰ تمہارے لیے نقصان کا یا ارادہ کرے تمہارے لیے نفع کا۔ رب تعالیٰ کی گرفت سے بچانے والا کون ہے اور اس کے نفع کو روکنے والا کون ہے مجھے بتلاؤ؟ کیونکہ نافع بھی اللہ تعالیٰ ہے اور ضار بھی اللہ تعالیٰ ہے۔

درودِ تاج کی حقیقت :

اکثر لوگ درودِ تاج پڑھتے ہیں۔ یہ بناوٹی اور جعلی درود ہے اگرچہ کچھ الفاظ اس کے صحیح ہیں لیکن درمیان میں غلط الفاظ بھی ہیں۔ آنحضرت ﷺ کو دافع البلاء والوباء والقحط والالم کہنا خالص شرک ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات کے بغیر کوئی دافع البلاء نہیں ہے کوئی تکلیفیں ٹالنے والا نہیں ہے۔ درود تاج ہو یا اور جتنے مصنوعی درود ہیں ان کے قریب نہیں جانا چاہیے خواہ ان کے کتنے ہی فضائل لکھے ہوں۔ اسلامی درود شریف اور صحیح درود شریف درود ابراہیمی ہے جو نماز میں پڑھا جاتا ہے۔ اس سے بہتر اور برکت والا کوئی

درود شریف نہیں ہے۔ کیونکہ اس کا ایک ایک حرف آنحضرت ﷺ کی زبان مبارک سے نکلا ہے۔

تو فرمایا اگر اللہ تعالیٰ تمہارے نقصان کا ارادہ کرے یا نفع کا ارادہ کرے تو کون مالک ہے اس کو ٹالنے والا بَلْ كَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا بلکہ ہے اللہ تعالیٰ جو عمل تم کرتے ہو اس سے خبردار۔ یہ جو تم باتیں کر رہے ہو ان کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ جو بات تھی اس کا ذکر آگے آئے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ!

بَلْ ظَنَنْتُمْ اَنْ لَّنْ يَّنْقَلِبَ الرَّسُوْلُ وَالْمُؤْمِنُوْنَ

اِلٰٓى اَهْلِيْهِمْ اَبَدًا وَّزُيِّنَ ذٰلِكَ فِىْ قُلُوْبِكُمْ وَظَنَنْتُمْ ظَنَّ السَّوْءِ ۚ

وَكُنْتُمْ قَوْمًاۢ بُوْرًا ﴿۱۲﴾ وَمَنْ لَّمْ يُؤْمِنْ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ فَاِنَّآ اَعْتَدْنَا

لِلْكٰفِرِيْنَ سَعِيْرًا ﴿۱۳﴾ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ

وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۱۴﴾ سَيَقُوْلُ الْمُخَلَّفُوْنَ

اِذَا انْطَلَقْتُمْ اِلٰى مَغَانِمَ لِتَاْخُذُوْهَا ذَرُوْنَا نَتَّبِعْكُمْ ۚ يُرِيْدُوْنَ

اَنْ يُّبَدِّلُوْا كَلٰمَ اللّٰهِ ۭ قُلْ لَّنْ تَتَّبِعُوْنَا كَذٰلِكُمْ قَالَ اللّٰهُ مِنْ قَبْلُ ۚ

فَسَيَقُوْلُوْنَ بَلْ تَحْسُدُوْنَنَا ۭ بَلْ كَانُوْا لَا يَفْقَهُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۱۵﴾

قُلْ لِّلْمُخَلَّفِيْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ سَتُدْعَوْنَ اِلٰى قَوْمٍ اُولِيْ بَاْسٍ

شَدِيْدٍ تُقَاتِلُوْنَهُمْ اَوْ يُسْلِمُوْنَ ۚ فَاِنْ تُطِيْعُوْا يُؤْتِكُمُ اللّٰهُ اَجْرًا

حَسَنًا ۚ وَاِنْ تَتَوَلَّوْا كَمَا تَوَلَّيْتُمْ مِّنْ قَبْلُ يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۱۶﴾

بَلْ ظَنَنْتُمْ بلکہ تم نے خیال کیا اَنْ لَّنْ يَّنْقَلِبَ الرَّسُوْلُ اس بات

کا کہ ہرگز نہیں واپس لوٹ کر آئیں گے اللہ کے رسول وَالْمُؤْمِنُوْنَ اور

ایمان والے اِلٰٓى اَهْلِيْهِمْ اَبَدًا اپنے اہل کی طرف کبھی بھی وَّزُيِّنَ ذٰلِكَ

اور مزین کی گئی یہ چیز فِىْ قُلُوْبِكُمْ تمہارے دلوں میں وَظَنَنْتُمْ اور تم

نے خیال کیا ظَنَّ السَّوْءِ بُرا خیال وَكُنْتُمْ قَوْمًاۢ بُوْرًا اور ہو تم قوم ہلاک

ہونے والی وَمَنْ اور جو شخص لَّمْ يُؤْمِنْ نہ ایمان لایا بِاللّٰهِ اللہ تعالیٰ

پر وَرَسُوْلِهٖ اور اس کے رسول پر فَاِنَّآ پس بے شک ہم نے اَعْتَدْنَا تیار کی ہے لِلْكٰفِرِيْنَ کافروں کے لیے سَعِيْرًا بھڑکتی ہوئی آگ وَ لِلّٰهِ اور اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے مُلْكُ السَّمٰوٰتِ بادشاہی آسمانوں کی وَالْاَرْضِ اور زمین کی يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ بخش دے گا جس کو چاہے گا وَ يُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ اور سزا دے گا جس کو چاہے گا وَكَانَ اللّٰهُ اور ہے اللہ تعالیٰ غَفُوْرًا بخشنے والا رَّحِيْمًا مہربان سَيَقُوْلُ عن قریب کہیں گے الْمُخَلَّفُوْنَ پیچھے چھوڑے ہوئے اِذَا انْطَلَقْتُمْ جب تم جاؤ گے اِلٰى مَغَانِمَ غنیمتوں کی طرف لِتَاْخُذُوْهَا تاکہ تم ان کو لو ذَرُوْنَا چھوڑ دو ہمیں نَتَّبِعْكُمْ ہم بھی تمہارے پیچھے چلتے ہیں يُرِيْدُوْنَ یہ ارادہ کرتے ہیں اَنْ يُّبَدِّلُوْا کہ بدل دیں كَلٰمَ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے فیصلے کو قُلْ آپ کہہ دیں لَّنْ تَتَّبِعُوْنَا تم ہرگز ہمارے ساتھ نہیں جا سکو گے كَذٰلِكُمْ اسی طرح قَالَ اللّٰهُ فرمایا اللہ تعالیٰ نے مِنْ قَبْلُ اس سے پہلے فَسَيَقُوْلُوْنَ پس وہ بہ تاکید کہیں گے بَلْ تَحْسُدُوْنَنَا بلکہ تم حسد کرتے ہو ہمارے ساتھ بَلْ كَانُوْا بلکہ ہیں وہ لَا يَفْقَهُوْنَ نہیں سمجھتے اِلَّا قَلِيْلًا مگر بہت تھوڑا قُلْ آپ کہہ دیں لِّلْمُخَلَّفِيْنَ ان کو جو پیچھے چھوڑے گئے مِنَ الْاَعْرَابِ دیہاتیوں میں سے سَتُدْعَوْنَ عن قریب تم بلائے جاؤ گے اِلٰى قَوْمٍ ایک قوم کی طرف اُولِىْ بَاْسٍ شَدِيْدٍ جو سخت لڑنے

والی ہے تُقَاتِلُوْنَهُمْ تم ان سے لڑو گے اَوْ يُسْلِمُوْنَ یا وہ مسلمان ہو جائیں گے فَاِنْ تُطِيْعُوْا پس اگر تم نے اطاعت کی يُؤْتِكُمُ اللهُ دے گا تم کو اللہ تعالیٰ اَجْرًا حَسَنًا اچھا اجر وَاِنْ تَتَوَلَّوْا اور اگر تم نے روگردانی کی كَمَا تَوَلَّيْتُمْ جیسا کہ روگردانی کی تم نے مِّنْ قَبْلُ اس سے پہلے يُعَذِّبْكُمْ سزا دے گا تم کو عَذَابًا اَلِيْمًا سزا دردناک۔

حدیبیہ کا واقعہ پہلے سے چلا آ رہا ہے۔ اس سے پہلے بیان ہوا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو بتایا کہ یہ پیچھے رہ جانے والے دیہاتی اب حیلے بہانے پیش کریں گے اور کہیں گے کہ ہمیں ہمارے مالوں اور گھر والوں نے مشغول کر دیا تھا اس واسطے ہم آپ کے ساتھ نہیں جا سکے آپ ہمارے لیے استغفار کریں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ زبانوں سے وہ بات کہہ رہے ہیں جو ان کے دلوں میں نہیں ہے۔ یہ پکے منافق ہیں۔ جیسے آج کل کے سیاسی لیڈر کہ ظاہر میں کچھ ہیں اور باطن میں کچھ ہیں، قول کچھ ہے عمل کچھ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ نہ جانے کی جو وجہ یہ بتا رہے ہیں یہ نہیں ہے بلکہ وجہ یہ ہے کہ بَلْ ظَنَنْتُمْ بلکہ تم نے خیال کیا اَنْ لَّنْ يَّنْقَلِبَ الرَّسُوْلُ کہ ہرگز نہیں واپس لوٹ کر آئیں گے رسول ﷺ وَالْمُؤْمِنُوْنَ اور ایمان والے اِلٰٓى اَهْلِيْهِمْ اَبَدًا اپنے اہل کی طرف کبھی بھی۔ تم نے یہ سمجھا کہ دشمن کے گھر جا رہے ہیں انھوں نے کون سا زندہ واپس آنا ہے لہٰذا اجازت لینے کی ضرورت ہی نہیں ہے وَزُيِّنَ ذٰلِكَ اور مزین کی گئی یہ چیز، یہ بات، یہ نظریہ فِىْ قُلُوْبِكُمْ تمہارے دلوں میں وَظَنَنْتُمْ ظَنَّ السَّوْءِ اور تم نے خیال کیا برا خیال۔ رب تعالیٰ کی قدرت کی طرف تمہاری توجہ نہیں ہوئی کہ رب تعالیٰ قادر مطلق ہے کہ ایسے حالات پیدا کر دے گا کہ لڑائی کی نوبت ہی نہیں آئے گی۔ تم

نے صرف ایک پہلو کو سامنے رکھا کہ دشمن کے پاس جا رہے ہیں وہ انھیں زندہ نہیں چھوڑے گا وَكُنْتُمْ قَوْمًۢا بُوْرًا ۔بُوْرًا بائِر کی جمع ہے۔بائر کا معنٰی ہے ہلاک ہونے والا۔معنٰی ہوگا تم ہلاک ہونے والی قوم ہو، دوزخ کا ایندھن بنو گے وَمَنْ لَّمْ يُؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ اور جو شخص ایمان نہ لایا صحیح معنٰی میں اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسول ﷺ پر فَاِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ پس بے شک ہم نے تیار کی ہے کافروں کے لیے سَعِيْرًا بھڑکتی ہوئی آگ۔دنیا کی آگ انسان برداشت نہیں کر سکتا اس میں پتھر راکھ ہو جاتے ہیں اور لوہے جیسی چیزیں پگھل جاتی ہیں اور جہنم کی آگ تو اس سے انہتر گنا تیز ہے۔اللہ تعالیٰ اس سے حفاظت فرمائے۔ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ اور اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے ملک آسمانوں کا وَالْاَرْضِ اور زمین کا۔زمین و آسمان کی ساری چیزوں کا خالق اور مالک وہ ہے اور حکم بھی اسی کا ہے يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ بخش دے گا جس کو چاہے گا اور بخشے گا اسے جو ایمان لائے گا اور عمل اچھے کرے گا جو گناہوں سے بچا اور جس نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کی وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ اور سزا دے گا جس کو چاہے گا۔کافر و مشرک کی بخشش نہیں ہے جو خدا اور رسول کا نافرمان ہے وہ دوزخ میں جائے گا۔وقت ہے توبہ کر لو اللہ تعالیٰ کی بخشش کے دروازے ہر وقت کھلے ہیں وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا اور ہے اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان۔

آنحضرت ﷺ جب مکہ مکرمہ سے بخیر و عافیت واپس تشریف لے آئے تو آپ کو خبر ملی کہ خیبر کے یہودی مدینہ طیبہ پر چڑھائی کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں اور انھوں نے مشرکین کو بھی ساتھ ملانے کی کوشش کی ہے اور قبیلہ بنو اسد اور قبیلہ بنو غطفان وغیرہ نے بھی خوب تیاری کر لی ہے۔آنحضرت ﷺ نے ساتھیوں سے فرمایا کہ بعض چیزیں محض

افواہ کے درجے میں ہوتی ہیں اور حقیقت کچھ نہیں ہوتی لہٰذا اس افواہ کی تحقیق کرنی چاہیے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے چند سمجھ دار ساتھیوں سے فرمایا کہ تاجر بن کر، مسافر بن کر، سیاح بن کر خیبر جاؤ وہاں چلو پھرو اور حالات کا جائزہ لو، جاسوسی کرو کہ واقعتاً خیبر کے یہودی مدینہ طیبہ پر حملے کا ارادہ رکھتے ہیں یا محض افواہ ہے۔ چنانچہ یہ ساتھی گئے حالات کا جائزہ لیا اور واپس آکر رپورٹ پیش کی حضرت! پکی بات ہے کہ وہ حملے کی تیاری کر رہے ہیں۔ وقت کا تو علم نہیں ہے لیکن ارادہ ان کا پختہ ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے ہم ان کو یہاں آنے کی تکلیف نہیں دیں گے بلکہ ہم خود جاکر ان کی خبر لیں گے۔

خیبر مدینہ طیبہ سے انگریزی میلوں کے حساب سے دو سو میل دور ہے۔ آپ نے فرمایا کہ جو ساتھی حدیبیہ کے سفر میں میرے ساتھ تھے وہ تیاری کرلیں۔ منافقوں کو جب علم ہوا کہ یہ خیبر پر حملے کے لیے جا رہے ہیں تو انھوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ ہمیں بھی ان کے ساتھ جانا چاہیے کیونکہ مسلمانوں نے خیبر کو فتح کر لینا ہے۔ اس لیے کہ یہودی مسلمانوں کا مقابلہ نہیں کر سکتے لازمی طور پر مسلمانوں کو کامیابی حاصل ہوگی اور یہودی بڑے امیر لوگ ہیں۔ سونا، چاندی اور قیمتی چیزیں ان کے پاس سے ہیں بڑی غنیمتیں حاصل ہوں گی ہمیں بھی اس سے فائدہ حاصل کرنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی اطلاع دے دی تھی کہ جب تم خیبر کی غنیمتیں لینے کے لیے جاؤ گے تو یہ منافق تمہارے راستے پر کھڑے ہوں گے کہ ہمیں بھی ساتھ لے جاؤ۔

تو اس کے متعلق رب تعالیٰ نے فرمایا سَيَقُولُ الْمُخَلَّفُونَ عن قریب کہیں گے وہ جو پیچھے چھوڑے گئے سفر حدیبیہ سے۔ ان کے نفسوں نے ان کو پیچھے چھوڑا یا دوسروں

نے ان کو پیچھے چھوڑا کہ نہ جانا۔ یہ کہیں گے اِذَا انْطَلَقْتُمْ جب تم جاؤ گے اِلٰی مَغَانِمَ۔ مغانم مغنم کی جمع ہے، غنیمتوں کی طرف لِتَاْخُذُوْهَا تاکہ تم ان کو لو۔ کیا کہیں گے ذَرُوْنَا نَتَّبِعْكُمْ ہمیں چھوڑ دو ہم بھی تمہارے پیچھے چلتے ہیں خیبر کے لیے۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو پہلے ہی آگاہ کر دیا تھا کہ یہ تمہارے ساتھ جانے کے لیے تیار ہو جائیں گے مگر تم ان کو ساتھ نہ لے جانا یُرِیْدُوْنَ اَنْ یُّبَدِّلُوْا كَلٰمَ اللّٰهِ یہ ارادہ کرتے ہیں کہ بدل دیں اللہ تعالیٰ کے فیصلے کو۔ رب تعالیٰ کا فیصلہ یہ ہے قُلْ آپ کہہ دیں ان کو لَّنْ تَتَّبِعُوْنَا تم ہرگز ہمارے ساتھ نہیں جا سکو گے كَذٰلِكُمْ اسی طرح قَالَ اللّٰهُ مِنْ قَبْلُ فرمایا ہے اللہ تعالیٰ نے اس سے پہلے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں پہلے اطلاع دے دی ہے کہ یہ تمہارے ساتھ جائیں گے لیکن ان کو ساتھ نہیں لے جانا۔ تم منافق لوگ صرف مال کے حریص ہو تم جانتے ہو کہ یہود کے پاس مال بڑا ہے۔ اس وقت بھی یہودی تمام ملکوں کی دولت پر قابض ہیں۔ یہ ایسی قوم ہے کہ ان کو دولت کمانے کے گر معلوم ہیں۔ امریکہ، برطانیہ، فرانس، جرمنی سب ان کے قبضے میں ہیں۔ روس ان کے قبضے میں ہے۔ مالی شعبے تمام ملکوں کے یہودیوں کے قبضے میں ہیں۔ پچھلے دنوں جنوبی افریقہ جانے کا اتفاق ہوا وہاں بڑے بڑے کارخانے ہیں سونا صاف کرنے کے۔ کسی جگہ سرخ سونے کی فیکٹری ہے، کہیں سفید سونے کی فیکٹری ہے۔ پوچھنے پر معلوم ہوا کہ وہ سب یہودیوں کی ہیں۔ میں نے پوچھا کہ کسی مسلمان کی بھی ہے؟ کہنے لگے نہیں۔ کسی کالے افریقی کی ہے؟ کہنے لگے نہیں سب یہودیوں کی ہیں۔ کچھ فیکٹریاں عیسائی انگریزوں کی بھی ہیں لیکن اکثر یہودیوں کی ہیں۔

تو فرمایا تم ہرگز ہمارے ساتھ نہیں جا سکو گے۔ اسی طرح فرمایا ہے اللہ تعالیٰ نے

اس سے پہلے کہ یہ تمہارے ساتھ جانے کے لیے تیار ہو جائیں گے مگر تم نے ان کو ساتھ نہیں لے جانا فَسَيَقُولُونَ پس وہ بہ تاکید کہیں گے۔کیا کہیں گے؟ بَلْ تَحْسُدُونَنَا بلکہ اے مسلمانو! تم ہمارے ساتھ حسد کرتے ہو کہ یہ غنیمتیں کیوں لیں۔تم چاہتے ہو کہ ساری غنیمتیں تم لے لو اور ہمیں کچھ نہ دو۔فرمایا بَلْ كَانُوا لَا يَفْقَهُونَ إِلَّا قَلِيلًا بلکہ ہیں وہ منافق نہیں سمجھتے مگر بہت تھوڑا۔منافقوں کے ظاہری اور سطحی ذہن ہیں عمیق اور گہرے ذہن نہیں ہیں وہ بات نہیں سمجھتے۔خود غرض اور مطلب پرست ہیں اس لیے واویلا کرتے ہیں قُلْ لِلْمُخَلَّفِينَ مِنَ الْأَعْرَابِ آپ ان کو کہہ دیں جو پیچھے چھوڑے گئے ہیں سفر حدیبیہ سے دیہاتیوں میں سے۔جواب بڑھ چڑھ کر باتیں کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمیں بھی ساتھ لے جاؤ آپ ان سے کہہ دیں سَتُدْعَوْنَ إِلَىٰ قَوْمٍ عن قریب تم بلائے جاؤ گے ایسی قوم کی طرف أُولِي بَأْسٍ شَدِيدٍ جو سخت لڑنے والی ہوگی تُقَاتِلُونَهُمْ أَوْ يُسْلِمُونَ تم ان کے ساتھ لڑو گے یا وہ مسلمان ہو جائیں گے۔یہ کون سی قوم ہے جن کے ساتھ لڑنے کے لیے ان کو دعوت دی جائے گی؟ بعض اسے مسیلمہ کذاب کے ساتھ ہونے والی جنگ پر محمول کرتے ہیں جو یمامہ کے مقام پر ہوئی۔حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کمانڈر تھے۔تاریخ بتلاتی ہے کہ تین دن میں سات سو حافظ قرآن شہید ہوئے تھے۔

بعض حضرات اسے غزوہ حنین سے تعبیر کرتے ہیں جو ۸ھ میں ہوازن اور ثقیف کے ساتھ ہوا۔جس میں ایک دفعہ مسلمان مغلوب ہو گئے مگر پھر اللہ تعالیٰ نے غلبہ عطا فرمایا اور بعض مفسرین رحمہم اللہ أُولِي بَأْسٍ شَدِيدٍ سے عراقی، ایرانی، کردی اور مصری قومیں مراد لیتے ہیں کہ یہ سب لڑاکا قومیں ہیں۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ان

کے خلاف جنگیں ہوئی ہیں۔ مصر کو اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے فتح کیا اور شام کو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اور ایران کو حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے فتح کیا۔ تو فرمایا عن قریب تمھیں بلایا جائے گا ایک سخت لڑاکا قوم کی طرف اور تمہاری بہادری کو دیکھا جائے گا۔ اب تم یہودیوں کا مال دیکھ کر تیار ہو گئے ہو تم ان کے ساتھ لڑو گے یا وہ اسلام لے آئیں گے۔

چنانچہ بیش تر ان میں سے اپنے اپنے وقت پر مسلمان ہو گئے فَاِنْ تُطِیْعُوْا پس اگر تم نے اطاعت کی یُؤْتِكُمُ اللّٰهُ اَجْرًا حَسَنًا دے گا تمھیں اللہ تعالیٰ اچھا اجر اور اطاعت ہوگی ایمان صحیح قبول کرنے سے وَاِنْ تَتَوَلَّوْا كَمَا تَوَلَّيْتُمْ مِّنْ قَبْلُ اور اگر تم نے روگردانی کی جیسا کہ تم پہلے جہاد سے پھر گئے مختلف موقعوں پر یُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا سزا دے گا تم کو اللہ تعالیٰ دردناک۔ وہ تم بھگتو گے۔

لَیْسَ عَلَی الْاَعْمٰی حَرَجٌ وَّلَا عَلَی الْاَعْرَجِ حَرَجٌ وَّلَا عَلَی الْمَرِیْضِ حَرَجٌ ؕ وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ یُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۚ وَمَنْ یَّتَوَلَّ یُعَذِّبْهُ عَذَابًا اَلِیْمًا ﴿۱۷﴾ لَقَدْ رَضِیَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ یُبَایِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِیْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِیْنَةَ عَلَیْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِیْبًا ﴿۱۸﴾ وَّمَغَانِمَ كَثِیْرَةً یَّاْخُذُوْنَهَا ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِیْزًا حَكِیْمًا ﴿۱۹﴾ وَعَدَكُمُ اللّٰهُ مَغَانِمَ كَثِیْرَةً تَاْخُذُوْنَهَا فَعَجَّلَ لَكُمْ هٰذِهٖ وَكَفَّ اَیْدِیَ النَّاسِ عَنْكُمْ ۚ وَلِتَكُوْنَ اٰیَةً لِّلْمُؤْمِنِیْنَ وَیَهْدِیَكُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِیْمًا ﴿۲۰﴾ وَّاُخْرٰی لَمْ تَقْدِرُوْا عَلَیْهَا قَدْ اَحَاطَ اللّٰهُ بِهَا ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرًا ﴿۲۱﴾ وَلَوْ قٰتَلَكُمُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَوَلَّوُا الْاَدْبَارَ ثُمَّ لَا یَجِدُوْنَ وَلِیًّا وَّلَا نَصِیْرًا ﴿۲۲﴾ سُنَّةَ اللّٰهِ الَّتِیْ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلُ ۚۖ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِیْلًا ﴿۲۳﴾

لَیْسَ نہیں ہے عَلَی الْاَعْمٰی اندھے پر حَرَجٌ کوئی حرج وَّلَا عَلَی الْاَعْرَجِ اور نہ لنگڑے پر حَرَجٌ کوئی حرج وَّلَا عَلَی الْمَرِیْضِ حَرَجٌ اور نہ مریض پر کوئی حرج وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ اور جو شخص اطاعت کرے گا اللہ تعالیٰ وَرَسُوْلَهٗ اور اس کے رسول کی یُدْخِلْهُ داخل کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو جَنّٰتٍ باغات میں تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ جاری ہیں ان کے نیچے نہریں وَمَنْ یَّتَوَلَّ اور جو اعراض کرے گا یُعَذِّبْهُ سزا دے گا اس کو

عَذَابًا اَلِیْمًا سزا دردناک لَقَدْ رَضِیَ اللّٰهُ البتہ تحقیق راضی ہوگیا ہے اللہ تعالیٰ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ ایمان والوں سے اِذْ یُبَایِعُوْنَكَ جس وقت وہ بیعت کررہے تھے آپ کی تَحْتَ الشَّجَرَةِ درخت کے نیچے فَعَلِمَ پس اللہ تعالیٰ کو علم تھا مَا فِیْ قُلُوْبِهِمْ اس چیز کا جو ان کے دلوں میں تھی فَاَنْزَلَ السَّكِیْنَةَ عَلَیْهِمْ پس نازل کی اللہ تعالیٰ نے تسلی ان پر وَاَثَابَهُمْ اور بدلہ دیا ان کو فَتْحًا قَرِیْبًا فتح قریب کا وَّمَغَانِمَ كَثِیْرَةً اور بہت سی غنیمتوں کا یَّاْخُذُوْنَهَا جن کو وہ لیں گے وَكَانَ اللّٰهُ اور ہے اللہ تعالیٰ عَزِیْزًا حَكِیْمًا غالب حکمت والا وَعَدَكُمُ اللّٰهُ وعدہ کیا اللہ تعالیٰ نے تمہارے ساتھ مَغَانِمَ كَثِیْرَةً بہت سی غنیمتوں کا تَاْخُذُوْنَهَا جن کو تم لوگے فَعَجَّلَ لَكُمْ پس جلدی کی ہے اس نے تمہارے لیے هٰذِهٖ یہ وَكَفَّ اَیْدِیَ النَّاسِ اور روک دیا اس نے لوگوں کے ہاتھوں کو عَنْكُمْ تم سے وَلِتَكُوْنَ اٰیَةً لِّلْمُؤْمِنِیْنَ اور تاکہ ہوجائے نشانی مومنوں کے لیے وَیَهْدِیَكُمْ اور تاکہ چلائے تمھیں صِرَاطًا مُّسْتَقِیْمًا سیدھے راستے پر وَّاُخْرٰی اور دوسری غنیمتیں ہیں لَمْ تَقْدِرُوْا عَلَیْهَا جن پر ابھی تک تم قادر نہیں ہوئے قَدْ اَحَاطَ اللّٰهُ بِهَا تحقیق احاطہ کر رکھا ہے اللہ تعالیٰ نے ان کا وَكَانَ اللّٰهُ اور ہے اللہ تعالیٰ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرًا ہر چیز پر قادر وَلَوْ قٰتَلَكُمُ الَّذِیْنَ اور اگر لڑیں گے تمہارے ساتھ وہ لوگ كَفَرُوْا جو کافر ہیں لَوَلَّوُا الْاَدْبَارَ

البتہ پھیریں گے پشتیں ثُمَّ لَا يَجِدُوْنَ پھر نہیں پائیں گے وَلِيًّا کوئی حمایتی وَّلَا نَصِيْرًا اور نہ کوئی مددگار سُنَّةَ اللّٰهِ الَّتِيْ اللہ تعالیٰ کا دستور وہ ہے قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلُ تحقیق جو گزر چکا ہے اس سے پہلے وَلَنْ تَجِدَ اور ہرگز نہیں پائیں گے آپ لِسُنَّةِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے دستور میں تَبْدِيْلًا تبدیلی۔

ربط آیات :

اس سے پہلی آیات میں ان لوگوں کی مذمت بیان فرمائی جن لوگوں نے سفر حدیبیہ میں شرکت نہیں کی اور ساتھ ساتھ آئندہ جہاد کی دعوت بھی دی اور شرکت نہ کرنے پر عذاب کی دھمکی بھی دی۔ اب ان لوگوں کا ذکر فرماتے ہیں جو مستثنیٰ ہیں اگر وہ شریک نہیں ہوں گے تو ان پر کوئی حرج نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں لَيْسَ عَلَى الْأَعْمٰى حَرَجٌ نہیں ہے اندھے پر کوئی حرج وَّلَا عَلَى الْأَعْرَجِ حَرَجٌ اور نہ لنگڑے پر کوئی حرج ہے۔ جس شخص کی آنکھیں نہیں ہیں وہ معذور ہے۔ وہ جہاد میں شرکت نہیں کرتا تو اس پر کوئی گناہ نہیں ہے کیوں کہ اسے نظر ہی کچھ نہیں آتا۔ ایک آدمی لنگڑا ہے، چل نہیں سکتا اس پر بھی کوئی حرج نہیں ہے کہ معذور ہے وَّلَا عَلَى الْمَرِيْضِ حَرَجٌ اور نہ بیمار پر کوئی حرج ہے کہ وہ اٹھ بیٹھ نہیں سکتا، چل پھر نہیں سکتا چاہے وہ جوان ہی کیوں نہ ہو۔ اگر وہ جہاد میں شرکت نہیں کرتا تو اس پر کوئی حرج نہیں ہے۔ تو اندھا بھی مستثنیٰ ہے، لنگڑا بھی مستثنیٰ ہے اور بیمار بھی مستثنیٰ ہے لیکن ہمت والے لوگوں کا معاملہ جدا ہے۔

حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کی قوت ایمانی :

چنانچہ حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ نابینا صحابی تھے، قریشی تھے جن کے متعلق سورۃ عَبَسَ وَ تَوَلّٰی نازل ہوئی تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں قادسیہ کے مقام پر بہت جنگیں ہوئی ہیں۔ اس جنگ میں انھوں نے کہا کہ میں تمہارے ساتھ جاؤں گا۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے کہا کہ حضرت! آپ نابینا ہیں نہ لڑ سکتے ہیں اور نہ لڑائی کا نظارہ کر سکتے ہیں آپ جا کر کیا کریں گے؟ کہنے لگے میں تمھیں نمازیں پڑھاؤں گا، اذان دوں گا، تمہارے لیے دعائیں کروں گا۔ ان کو ساتھ لے گئے۔ صبح کی اذان دی، نماز پڑھائی، ساتھی ناشتے کی تیاری میں تھے اور دشمن بھی ناشتے کی تیاری میں مصروف تھا۔ بیٹھے بیٹھے کہنے لگے کہ دشمن ہم سے کتنا دور ہے؟ ساتھیوں نے بتایا کہ دو فرلانگ کے فاصلے پر ہے۔ کہنے لگے کہ درمیان میں کوئی اونچی نیچی جگہ تو نہیں ہے؟ ساتھیوں نے کہا نہیں بلکہ زمین ہموار ہے۔ فرمانے لگے جھنڈا مجھے پکڑا دو۔ اس زمانے میں جھنڈا جس کے ہاتھ میں ہوتا تھا ساری فوج اس کے پیچھے ہوتی تھی۔ حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ نے اپنی لنگی اچھی طرح کسی (باندھ لی)، نعرۂ تکبیر بلند کیا اور دشمن کی طرف دوڑ لگا دی۔ ساتھی پیچھے دوڑے کہ یہ نابینا ہیں زخمی نہ ہو جائیں، مارے نہ جائیں۔ جب انھوں نے ان کے پیچھے دوڑ لگائی کافروں نے سمجھا کہ حملہ ہو گیا ہے وہ بھی ناشتا چھوڑ کر بھاگے۔ یہ ان کے پیچھے اور وہ آگے آگے۔ کافر اگرچہ تعداد میں کافی زیادہ تھے مگر سب کچھ چھوڑ کر بھاگ گئے۔ مسلمانوں کے ہاتھ کافی مال غنیمت آیا، بے شمار برتن وغیرہ اور کافی رقبہ پر بھی قبضہ ہو گیا۔ تاریخ والے جب حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کا واقعہ لکھتے ہیں تو حیران بھی ہوتے ہیں اور ہنستے بھی ہیں کہ نابینا بابے نے کیا کیا؟ اچانک افراتفری پھیلا دی۔

توہمت والے کا معاملہ جدا ہے۔ حضرت عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ لنگڑے تھے اشد العرج بہت زیادہ لنگڑے تھے۔ غزوہ احد سے ایک دن پہلے بیٹوں سے کہا کہ کل میں نے جنگ میں ضرور شرکت کرنی ہے۔ بیٹوں نے کہا ابا جی! ہم صحت مند نوجوان ہیں ہم جہاد کریں گے آپ معذور ہیں اللہ تعالیٰ نے آپ کو اجازت دی ہے۔ کہنے لگے نہیں مجھے ضرور شرکت کرنا ہے۔ باپ بیٹوں کا جھگڑا شروع ہو گیا۔ باپ بیٹے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے۔ بیٹوں نے کہا یا رسول اللہ! یہ ہمارے ابا جی ہیں آپ ان کو جانتے ہیں کہ یہ کافی لنگڑے ہیں اٹھتے ہیں تو یوں گھوم جاتے ہیں صحیح طریقے سے اٹھ بیٹھ نہیں سکتے اور یہ اصرار کر رہے ہیں کہ میں نے صبح جہاد میں ضرور شریک ہونا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے لنگڑوں کو معذور قرار دیا ہے۔ پھر آپ کے تینوں بیٹے شرکت کے لیے جا رہے ہیں آپ نہ جائیں۔ آپ کے بیٹوں کا موقف صحیح ہے۔ کہنے لگے حضرت! یہ فرمائیں کہ لنگڑا اگر جہاد کرے تو کیا اس کے لیے جائز نہیں ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جائز ہے۔ حضرت! یہ بتلائیں کہ لنگڑے کے لیے جنت نہیں ہے؟ فرمایا، ہے۔ کہنے لگے پھر مجھے کیوں روکتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ٹھیک ہے آپ شریک ہوں۔ تو ہمت کی بات الگ ہے۔ ویسے اللہ تعالیٰ نے ان کو مستثنیٰ کیا ہے اگر یہ لوگ جہاد نہ کریں تو ان پر کوئی گناہ نہیں ہے۔

فرمایا وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اور جس نے اطاعت کی اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ داخل کرے گا ان کو باغوں میں جاری ہیں مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ان کے نیچے نہریں۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرنے والا جنت میں داخل ہوگا وَمَنْ يَّتَوَلَّ اور جو اعراض کرے گا اللہ تعالیٰ کی

اطاعت سے اور اس کے رسول کی اطاعت سے یُعَذِّبۡهُ عَذَابًا اَلِیۡمًا سزا دے گا اس کو اللہ تعالیٰ دردناک سزا۔ اللہ تعالیٰ کے احکام نہ ماننے والے اور اس کے رسول ﷺ کے احکام نہ ماننے والے کو سخت سزا ہوگی۔

پہلے تم پڑھ چکے ہو کہ صلح حدیبیہ کے موقع پر اللہ تعالیٰ کے حکم سے پندرہ سو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آنحضرت ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اب اس بیعت کا ذکر ہے۔

بیعتِ رضوان :

ہجرت کا چھٹا سال تھا اور دوپہر کا وقت تھا۔ کیکر کے درخت کے نیچے آپ ﷺ تشریف فرما تھے۔ کسی نے آکر یہ خبر دی کہ آپ کے سفیر عثمان رضی اللہ عنہ کو مکے والوں نے شہید کر دیا ہے اور یہ بھی روایات میں آتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کو اطلاع ملی کہ آپ کے سفیر کو کافروں نے قید کر دیا ہے۔ قید ہونے کی خبر بھی پہنچی اور شہید ہونے کی خبر بھی پہنچی۔ آپ ﷺ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا کہ سب کے سب اِدھر آجاؤ اور میرے ہاتھ پر بیعت کرو کہ ہم عثمان رضی اللہ عنہ کو رہا کرائے یا بدلہ لیے بغیر نہیں جائیں گے۔ بخاری شریف میں دو لفظ آتے ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ بَایَعۡنَا عَلَی الۡمَوۡت "ہم نے موت پر بیعت کی" کہ ہم مر جائیں گے آپ کے حکم کی تعمیل کریں گے۔ اور دوسرے لفظ آتے ہیں عَلٰی اَنۡ لَّا نَفِرَّ "کہ ہم میدان سے بھاگیں گے نہیں۔" سب نے جب بیعت کر لی تو آنحضرت ﷺ نے اپنا دایاں ہاتھ کھڑا کیا اور فرمایا کہ یہ کیا ہے؟ ساتھیوں نے کہا کہ حضرت آپ کا دایاں ہاتھ ہے۔ فرمایا اس وقت عثمان رضی اللہ عنہ کافروں کی قید میں ہیں اور اس بیعت کا بڑا درجہ ہے۔ اس وقت یہ میرا دایاں ہاتھ عثمانِ کا ہاتھ ہے رضی اللہ عنہ۔ میں اس کی طرف سے بھی بیعت کرتا ہوں۔ بخاری شریف کی روایت ہے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم فرماتے

ہیں کہ عثمان رضی اللہ عنہ غیر حاضر ہوتے ہوئے بھی نمبر لے گئے کہ ہم نے تو اپنے ہاتھوں سے بیعت کی اور عثمان رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ کے ذریعے بیعت کی۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ۔ لام بھی تاکید کا ہے اور قد بھی تاکید کا ہے۔ ڈبل تاکید ہوگئی۔ تو معنٰی ہوگا البتہ تحقیق اللہ راضی ہوگیا ہے۔ ماضی کا صیغہ ہے۔ مضارع کا صیغہ ہوتا تو معنٰی ہوتا اللہ تعالیٰ راضی ہوجائے گا۔ نہیں بلکہ راضی ہوگیا ہے عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ مومنوں سے۔ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ جس وقت وہ بیعت کر رہے تھے آپ کی تَحْتَ الشَّجَرَةِ درخت کے نیچے۔ بیعت کرنے والوں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی تھے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اگرچہ موجود نہیں تھے مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دایاں ہاتھ مبارک حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ہاتھ قرار دے کر ان کی طرف سے بیعت کی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ، حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ، حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ، حضرت سعید رضی اللہ عنہ، حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ وغیرہ۔ پندرہ سو صحابہ رضی اللہ عنہم اس بیعت میں شامل تھے۔ رب تعالیٰ نے ان سب کو مومن کہا۔ جو شخص ان کو مومن نہیں سمجھتا وہ منکر قرآن ہے اور پکا کافر ہے۔

رافضیوں کا دھوکہ

یہ رافضی مختلف بہانوں سے ہمارے سنی بھائیوں کو پھنساتے رہتے ہیں۔ کسی رافضی کو اپنی مسجد میں جگہ نہ دو، اپنے محلے میں جگہ نہ دو اپنے ایمان کی حفاظت کرو۔ دنیاوی معاملات چلتے رہتے ہیں مگر دین کے معاملے میں محتاط رہو۔ دیکھو! کتنے ظلم کی بات ہے کہ جب ان سے کہا جاتا ہے کہ رب تعالیٰ نے ان کو مومن کہا ہے جن میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی شامل ہیں تو اس کے دو جواب دیتے ہیں۔

❀...... ایک یہ کہ یہ قرآن اصل نہیں ہے۔ اصل قرآن کا ایک حرف بھی اس میں نہیں ہے۔ اصل قرآن کی سترہ ہزار آیتیں ہیں اور یہ قرآن جو ہمارے پاس موجود ہے اس کی چھ ہزار چھ سو چھیاسٹھ آیتیں ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ اصل قرآن ستر گز لمبا تھا۔ بھائی! اس کو تو پڑھنے کے لیے اسکوٹر (موٹر بائیک) کی ضرورت پڑے گی۔ یہ ساری باتیں ان کی مستند ترین کتاب اصول کافی میں موجود ہیں۔ تو کہتے ہیں کہ قرآن اصل نہیں ہے اس کو ہم نہیں مانتے۔

❀...... دوسرا جواب یہ دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو بدا ہو گیا کہ جس وقت رب نے ان کو مومن کہا اس وقت مومن تھے رب کو علم نہیں تھا کہ یہ مرتد ہو جائیں گے بعد میں علم ہوا کہ یہ مرتد ہو گئے ہیں، معاذ اللہ تعالیٰ۔ بداء کے عقیدے کی بڑی فضیلت بیان کی ہے۔ اصول کافی میں لکھتے ہیں کہ جتنی بداء کے عقیدے سے عبادت قبول ہوتی ہے وہ کسی اور عقیدے کے ساتھ نہیں ہوتی۔ جیسے ہم کہتے ہیں کہ توحید راس الطاعات ہے۔ رافضی کہتے ہیں بدا سب عقائد سے بڑھ کر ہے کہ رب ایک فیصلہ کرتا ہے اس وقت اس کے علم میں نہیں ہوتا بعد میں ظاہر ہوتا ہے کہ یہ فیصلہ اس نے غلط کیا ہے، لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ لہٰذا رافضیوں کے پھندے میں نہ آنا۔ آج کل رافضی اپنے آپ کو جعفری کہتے ہیں۔ ان میں سے کسی کے قریب نہ جانا۔

تو فرمایا البتہ تحقیق راضی ہو گیا اللہ تعالیٰ ایمان والوں سے جب وہ بیعت کر رہے تھے آپ کے ہاتھ پر درخت کے نیچے فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوبِهِمْ اللہ تعالیٰ کو علم تھا اس کا جو ان کے دلوں میں تھا اخلاص فَأَنزَلَ السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ پس اللہ تعالیٰ نے نازل کی تسلی، تسکین ان پر وَأَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيبًا اور بدلہ دیا ان کو فتح قریب کا۔ فتح قریب سے

مراد خیبر کی فتح ہے۔ صلح حدیبیہ ذو القعدہ کے مہینے میں ہوئی اور خیبر فتح ہوا ایک ماہ بعد محرم کے مہینے میں۔ اور اس قریبی فتح اور غنیمت کے علاوہ وَّمَغَانِمَ كَثِيْرَةً اور بہت سی غنیموں کا وعدہ کیا ہے اللہ تعالیٰ نے يَّاْخُذُوْنَهَا جن کو تم لو گے۔ وہ مصر کی، شام کی، عراق اور ایران کی غنیمتیں ہیں۔ اگرچہ بہ ظاہر حالات ایسے نہیں ہیں لیکن وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا اور ہے اللہ تعالیٰ غالب حکمت والا۔ اس نے وعدہ کیا ہے وہ تم کو دے گا مگر ہے حکمت والا ہر بات اس کی حکمت کے ساتھ ہے تم رب تعالیٰ کے وعدے پر یقین رکھو وَعَدَكُمُ اللّٰهُ اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا ہے تمہارے ساتھ مَغَانِمَ كَثِيْرَةً بہت سی غنیموں کا تَاْخُذُوْنَهَا جن کو تم لو گے فَعَجَّلَ لَكُمْ هٰذِهٖ پس اللہ تعالیٰ نے جلدی کی ہے تمہارے لیے یہ غنیمت خیبر کی وَكَفَّ اَيْدِيَ النَّاسِ عَنْكُمْ اور روک دیئے اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے ہاتھ تم سے۔ آنحضرت ﷺ جب مکہ مکرمہ کے قریب پہنچے تو بعض کافر لوگوں نے کہا کہ تعداد ہماری زیادہ ہے، اسلحہ ہمارے پاس زیادہ ہے، ساری برادریاں ہمارے ساتھ ہیں یہ ہمارے دروازے پر آئے ہوئے ہیں ان کا صفایا کر دو۔ کہنے لگے او بے غیرتو! گھر آئے ہوؤں کو چھوڑتے ہو۔ لیکن بعض نے کہا کہ وہ عمرے کے لیے آئے ہیں، احرام باندھے ہوئے ہیں لڑنے کے لیے نہیں آئے لہٰذا ان سے لڑنا نہیں ہے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں یہ بات ڈال کر ان کے ہاتھ روک دیئے وَلِتَكُوْنَ اٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ اور تاکہ یہ فتح خیبر اور غنیمت، ہو جائے نشانی مومنوں کے لیے۔ خیبر کے جہاد کے لیے پندرہ سو مسلمان گئے اور مقابلے میں تیس (۳۰) ہزار یہودی تھے اور یہودیوں کے پاس قلعے، مکانات، باغات اور بڑا کچھ تھا۔ پندرہ سو اور تیس ہزار کا مقابلہ ہوا۔ پندرہ (۱۵) مسلمان شہید ہوئے، ترانوے (۹۳) یہودی مارے گئے

اور باقیوں نے ہتھیار ڈال دیئے۔

تو فرمایا تاکہ یہ نشانی ہو ایمان والوں کے لیے وَيَهْدِيَكُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيمًا اور تاکہ چلائے تمھیں سیدھے راستے پر۔ یہ خیبر کی غنیمت تو تم نے لے لی وَّأُخْرَىٰ اور دوسری غنیمتیں ہیں لَمْ تَقْدِرُوا عَلَيْهَا جن پر ابھی تک تم قادر نہیں ہوئے۔ مصر، شام، ایران، عراق، روم کے علاقے فتح ہوں گے اور غنیمتیں تمہارے ہاتھ آئیں گی قَدْ أَحَاطَ اللَّهُ بِهَا تحقیق احاطہ کر رکھا ہے اللہ تعالیٰ نے ان کا وَكَانَ اللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرًا اور ہے اللہ تعالیٰ ہر شے پر قادر۔ رب تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے لوگوں کے ہاتھ تم سے روک دیئے لڑائی نہیں ہونے دی وَلَوْ قَاتَلَكُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا اور اگر اس موقع پر کافر تمہارے ساتھ لڑتے لَوَلَّوُا الْأَدْبَارَ البتہ پھیر لیتے پشتیں۔ پشت پھیر کر بھاگتے اور ان کو شکست ہوتی اس لیے کہ آنحضرت ﷺ کی ذات گرامی ہے اور مخلص مومن آپ کے ساتھ ہیں۔ رب تعالیٰ کی امداد ان کے ساتھ ہے۔ وہ پشتیں پھیر لیتے ثُمَّ لَا يَجِدُونَ وَلِيًّا وَلَا نَصِيرًا پھر نہ پاتے کوئی حمایتی اور نہ کوئی مددگار۔ وہ کہتے تھے کہ فلاں فلاں قبیلہ ہماری مدد کرے گا۔ فرمایا کوئی بھی ان کی مدد کے لیے نہ آتا سُنَّةَ اللَّهِ الَّتِي قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلُ اللہ تعالیٰ کا دستور وہ ہے جو گزر چکا ہے اس سے پہلے۔ وہ یہ ہے إِنَّا لَنَنصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِينَ مَعَهُ [مومن: ۵۱] "بے شک ہم مدد کرتے ہیں اپنے رسولوں کی اور ان کے ساتھیوں کی۔" وَلَن تَجِدَ لِسُنَّةِ اللَّهِ تَبْدِيلًا اور ہرگز نہیں پائیں گے آپ اللہ تعالیٰ کے دستور میں تبدیلی۔

رب تعالیٰ کا فیصلہ ہے وَإِنَّ جُندَنَا لَهُمُ الْغَالِبُونَ [الصّٰفّٰت: ۱۷۳] "اور بے شک ہمارا لشکر البتہ وہی غالب آئے گا۔" غلبہ انھی کو ملے گا۔

وَهُوَ الَّذِيْ كَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ عَنْهُمْ بِبَطْنِ مَكَّةَ مِنْۢ بَعْدِ اَنْ اَظْفَرَكُمْ عَلَيْهِمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرًا ۞ هُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَالْهَدْيَ مَعْكُوْفًا اَنْ يَّبْلُغَ مَحِلَّهٗ ؕ وَلَوْلَا رِجَالٌ مُّؤْمِنُوْنَ وَنِسَآءٌ مُّؤْمِنٰتٌ لَّمْ تَعْلَمُوْهُمْ اَنْ تَطَـُٔوْهُمْ فَتُصِيْبَكُمْ مِّنْهُمْ مَّعَرَّةٌ ۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۚ لِيُدْخِلَ اللّٰهُ فِيْ رَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۚ لَوْ تَزَيَّلُوْا لَعَذَّبْنَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۞ اِذْ جَعَلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْحَمِيَّةَ حَمِيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَاَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰى وَكَانُوْۤا اَحَقَّ بِهَا وَاَهْلَهَا ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ۞ ع

وَهُوَ الَّذِيْ اور اللہ تعالیٰ کی ذات وہی ہے كَفَّ اَيْدِيَهُمْ جس نے روکے ان کے ہاتھ عَنْكُمْ تم سے وَاَيْدِيَكُمْ عَنْهُمْ اور تمہارے ہاتھ ان سے بِبَطْنِ مَكَّةَ مکہ مکرمہ کے پیٹ کے اندر مِنْۢ بَعْدِ اَنْ اَظْفَرَكُمْ بعد اس کے کہ کامیاب کر دیا تم کو عَلَيْهِمْ ان پر وَكَانَ اللّٰهُ اور ہے اللہ تعالیٰ بِمَا تَعْمَلُوْنَ جو تم کرتے ہو بَصِيْرًا دیکھنے والا هُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وہی لوگ ہیں جنھوں نے کفر کیا وَصَدُّوْكُمْ اور روکا تمھیں عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ مسجد حرام سے وَالْهَدْيَ اور ہدی کے

جانوروں کو روکا مَعۡكُوۡفًا جوڑ کے ہوئے ہیں اَنۡ يَّبۡلُغَ مَحِلَّهٗ کہ وہ پہنچیں اپنے حلال ہونے کی جگہ کو وَلَوۡلَا رِجَالٌ اور اگر نہ ہوتے مرد مُّؤۡمِنُوۡنَ ایمان والے وَنِسَآءٌ اور عورتیں مُّؤۡمِنٰتٌ ایمان والیاں لَّمۡ تَعۡلَمُوۡهُمۡ نہیں جانتے تم ان کو اَنۡ تَطَئُوۡهُمۡ کہ تم ان کو کچل دو گے فَتُصِيۡبَكُمۡ پس پہنچے گی تم کو مِّنۡهُمۡ ان کی وجہ سے مَّعَرَّةٌ مصیبت بِغَيۡرِ عِلۡمٍ علم کے بغیر لِيُدۡخِلَ اللّٰهُ تاکہ داخل کرے اللہ تعالیٰ فِيۡ رَحۡمَتِهٖ اپنی رحمت میں مَنۡ يَّشَآءُ جس کو چاہے لَوۡ تَزَيَّلُوۡا اگر وہ الگ ہوتے لَعَذَّبۡنَا الَّذِيۡنَ البتہ ہم سزا دیتے ان لوگوں کو كَفَرُوۡا مِنۡهُمۡ جو کافر ہیں ان میں سے عَذَابًا اَلِيۡمًا سزا دردناک اِذۡ جَعَلَ الَّذِيۡنَ جب ٹھہرایا ان لوگوں نے كَفَرُوۡا جنھوں نے کفر کیا فِىۡ قُلُوۡبِهِمُ الۡحَمِيَّةَ اپنے دلوں میں غیرت کو حَمِيَّةَ الۡجَاهِلِيَّةِ جاہلیت کی غیرت فَاَنۡزَلَ اللّٰهُ پس نازل کی اللہ تعالیٰ نے سَكِيۡنَتَهٗ اپنی تسلی عَلٰى رَسُوۡلِهٖ اپنے رسول پر وَعَلَى الۡمُؤۡمِنِيۡنَ اور مومنوں پر وَاَلۡزَمَهُمۡ اور لازم کر دیا ان پر كَلِمَةَ التَّقۡوٰى پرہیزگاری کا کلمہ وَكَانُوۡۤا اَحَقَّ بِهَا اور وہ اس کے زیادہ حق دار تھے وَاَهۡلَهَا اور اس کے اہل تھے وَكَانَ اللّٰهُ اور ہے اللہ تعالیٰ بِكُلِّ شَىۡءٍ عَلِيۡمًا ہر چیز کو جاننے والا۔

صلح حدیبیہ کا ذکر چلا آرہا ہے کہ آنحضرت ﷺ ہجرت کے چھٹے سال ذوالقعدہ کے مہینے میں پندرہ سو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ جب حدیبیہ کے مقام پر پہنچے جس کو آج

کل شمیسہ کہتے ہیں تو مکے والوں نے روک لیا۔ اس دوران میں یہ واقعہ پیش آیا کہ خالد بن ولید جو اس وقت تک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہیں ہوئے تھے، نے دو سو آدمی اکٹھے کر کے ارادہ کیا کہ رات کی تاریکی میں مسلمانوں پر پیچھے سے حملہ کر دیں۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ جنگی امور کے بڑے ماہر اور کاری گر تھے فطرتی اور طبعی طور پر۔ چنانچہ انھوں نے حملہ کیا دو صحابی شہید ہوئے باقیوں نے ہمت کر کے ان کے اسّی آدمی گرفتار کر لیے اور باقی بھاگ گئے۔ بعض جو بڑے جذباتی تھے انھوں نے کہا کہ ان کو قتل کر دو اور جو سمجھ دار حوصلے والے تھے انھوں نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما ہیں ان سے پوچھ کر کارروائی کرنی چاہیے۔ چنانچہ ان گرفتار زدگان کو لا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے پیش کر دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ کیا کہ ہمیں کیا کرنا چاہیے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی یہی رائے دی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بھی یہی رائے تھی کہ اگر ہم نے ان کو قتل کر دیا تو قتل و قتال کا بازار گرم ہو جائے گا اور جو صلح کی بات چل رہی ہے وہ یہیں رک جائے گی۔ لہٰذا ان کو رہا کر دیا گیا۔ ان کو چھوڑنا تھا کہ صلح کی بات شروع ہو گئی۔ قریش مکہ نے سوچا کہ ہمارے آدمی ان کے ہاتھ آئے ہوئے تھے انھوں نے چھوڑ دیئے حالانکہ ہم نے ان کے دو آدمی بھی شہید کیے پھر بھی انھوں نے درگزر سے کام لیا لہٰذا صلح کی بات کو آگے چلانا چاہیے۔ اس کا ذکر ہے۔

رب تعالیٰ فرماتے ہیں وَهُوَ الَّذِيْ اور اللہ تعالیٰ کی ذات وہی ہے كَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ جس نے روکے ان کے ہاتھ تم سے۔ جو وہ چاہتے تھے ان کا مقصد پورا نہ ہوا۔ ان کا مقصد تو یہ تھا کہ سب کا صفایا ہو جائے وَاَيْدِيَكُمْ عَنْهُمْ اور تمہارے ہاتھ روکے ان سے۔ ان کے اسّی (۸۰) آدمی جو گرفتار ہوئے تھے تم ان کو قتل کرنا چاہتے

تھے مگر اللہ تعالیٰ نے تمہارے دلوں میں ڈالا کہ ان کو قتل نہ کرو بِبَطْنِ مَكَّةَ مکہ کے پیٹ کے اندر۔ اس کو آپ اس طرح سمجھیں کہ گکھڑ شہر سے دو تین میل کے فاصلے پر اگر کوئی واقعہ ہو تو یہی کہا جاتا ہے کہ گکھڑ کا واقعہ ہے اور حدیبیہ کا تو کچھ حصہ حرم میں شامل ہے لہٰذا یہ کارروائی مکہ مکرمہ کے اندر ہی پیش آئی مِنْ بَعْدِ اَنْ اَظْفَرَكُمْ عَلَيْهِمْ بعد اس کے کہ اللہ تعالیٰ نے کامیاب کر دیا تھا ان پر تم کو۔ تم نے ان کو گرفتار کر لیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھ بھی روک دیئے اور تمہارے ہاتھ بھی روک دیئے وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرًا اور ہے اللہ تعالیٰ جو کچھ تم کرتے ہو دیکھنے والا۔ اس کے علم سے کوئی شے باہر نہیں ہے هُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا یہی لوگ ہیں جنھوں نے کفر اختیار کیا، کفر پر ڈٹے ہوئے ہیں وَصَدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اور انھوں نے روکا تم کو مسجد حرام سے، عمرہ نہیں کرنے دیا حالانکہ تمہارا مقصد عمرہ کرنا تھا۔ بیت اللہ کا طواف، سعی بین الصفا والمروہ، پھر ٹنڈ کرنا، بال کٹوانا۔ کیوں کہ جنھوں نے پٹے رکھے ہوئے ہوں وہ اگر انگلی کے ایک پورے کے برابر پیچھے سے سارے بال کٹوا دیں تو احرام سے نکل جائیں گے۔ اور یہ جو عام لوگوں نے تھوڑے تھوڑے بال رکھے ہوئے ہوتے ہیں اگر یہ ٹنڈ نہیں کرائیں گے، سارے سر پر استرا نہیں پھروائیں گے تو احرام سے نہیں نکل سکیں گے۔

تو فرمایا انھوں نے تمھیں مسجد حرام سے روکا وَالْهَدْيَ اور قربانی کے جانوروں کو روکا مَعْكُوْفًا جو رکے ہوئے ہیں اَنْ يَّبْلُغَ مَحِلَّهٗ اس بات سے کہ وہ اپنے حلال ہونے کی جگہ کو پہنچیں۔ عمرے کے لیے قربانی ضروری نہیں ہے جس طرح صرف حج کرنے والے کے لیے قربانی ضروری نہیں ہے۔ ہاں اگر کوئی کرے تو نور علیٰ نور ہے۔ قربانی متمتع کے لیے ضروری ہے اور قارن کے لیے ضروری ہے۔

متمتع اسے کہتے ہیں جو شوال کا چاند نظر آنے کے بعد عمرہ کرے اور پھر اسی سال حج بھی کرلے۔ کیونکہ شوال کا مہینہ شروع ہونے کے بعد احرام باندھنے کے دن شروع ہو جاتے ہیں۔

اور قارن اسے کہتے ہیں کہ جو حج عمرے کا احرام اکٹھا باندھے۔ پہلے عمرہ کرے گا اور احرام سے نہیں نکلے گا حج کرنے کے بعد احرام سے نکلے گا۔

دشمن صحیح بات کو بھی غلط بنا کر پروپیگنڈہ کرتا ہے

آگے اللہ تعالیٰ لڑائی نہ ہونے کی حکمت بیان فرماتے ہیں کہ میں نے لڑائی کیوں نہیں ہونے دی۔ ہر شے کی کوئی نہ کوئی حکمت ہوتی ہے۔ آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہجرت کرکے مدینہ طیبہ تشریف لے گئے لیکن کچھ لنگڑے، نابینا اور بوڑھے، کچھ عورتیں مکہ مکرمہ میں رہ گئی تھیں اور انھوں نے تبلیغ نہیں چھوڑی۔ ان کی تبلیغ سے کافی تعداد میں مرد عورتیں مسلمان ہوئیں اور مدینہ طیبہ والوں کو ان کے ایمان لانے کا علم نہیں تھا کیونکہ ان سالوں میں آمدورفت نہیں ہوئی کہ تین لڑائیاں ہو چکی تھیں، بدر، احد اور خندق۔ اب اگر لڑائی کی نوبت آتی تو وہ مسلمان، مرد عورتیں تمہارے ہاتھوں سے مارے جاتے پھر افواہیں پھیلتی کہ انھوں نے ہمیں تو مارا اپنوں کو بھی نہیں چھوڑا۔ کیونکہ دشمن تو اعتراض کرنے کا موقع تلاش کرتا ہے۔

جس طرح یہود بنونضیر نے کھجور کے درختوں کو آڑ بنایا ہوا تھا کہ مسلمان کھلی جگہ پر تھے اور وہ کھجوروں کے درختوں کے پیچھے تھے اور چھپ کر تیر مارتے تھے۔ آنحضرت ﷺ نے حکم دیا کہ یہ درخت کاٹ دو اور آگ لگا دو تاکہ ان کی یہ ڈھال ختم ہو جائے۔ جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس طرح کیا تو یہودیوں نے پروپیگنڈہ کیا کہ دیکھو جی! کہتے ہیں کہ

ہمارا پیغمبر رحمۃ للعالمین ہے۔ آدمیوں کے ساتھ تو دشمنی ہوتی ہے درختوں نے ان کا کیا بگاڑا ہے۔ یہ پھل دار درخت تھے ان کے پھل انسان کھاتے تھے، پرندے کھاتے تھے، لوگ ان کے سائے تلے بیٹھتے تھے۔ تو ان کو موقع مل گیا اعتراض کرنے کا۔ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے جواب دیا مَا قَطَعْتُمْ مِّنْ لِّيْنَةٍ اَوْ تَرَكْتُمُوْهَا قَآئِمَةً عَلٰۤى اُصُوْلِهَا فَبِاِذْنِ اللّٰهِ وَ لِيُخْزِيَ الْفٰسِقِيْنَ [الحشر:۵] ''جو کاٹے ہیں تم نے کھجور کے درخت یا چھوڑا ہے ان کو اپنی جڑوں پر پس اللہ تعالیٰ کے حکم سے اور تاکہ رسوا کرے اللہ تعالیٰ نافرمانوں کو۔'' یہ درخت تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے کاٹے گئے تاکہ ان کا مورچا ختم ہو اور وہ رسوا ہوں۔ مگر انھوں نے تو پروپیگنڈہ کیا۔ تو دشمن پروپیگنڈے سے باز نہیں آتا۔ تو مسلمان تمہارے ہاتھوں سے مارے جاتے اور قریش مکہ تمہارے خلاف پروپیگنڈہ کرتے اور تمھیں بھی تکلیف ہوتی اس لیے میں نے جنگ نہیں ہونے دی۔ اس کا ذکر ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَلَوْلَا رِجَالٌ مُّؤْمِنُوْنَ اور اگر نہ ہوتے مرد ایمان والے وَنِسَآءٌ مُّؤْمِنٰتٌ اور عورتیں ایمان والی لَّمْ تَعْلَمُوْهُمْ نہیں جانتے تم ان کو اَنْ تَطَئُوْهُمْ کہ تم ان کو کچل دو گے فَتُصِيْبَكُمْ مِّنْهُمْ پس پہنچے گی تم کو ان کی وجہ سے مَّعَرَّةٌ۔ معرّہ کا معنیٰ گناہ بھی ہے اور عیب بھی ہے۔ تم پر عیب لگتا لوگ تمہارے ذمے گناہ لگاتے، تمہارے لیے تکلیف اور مصیبت بنتی بِغَيْرِ عِلْمٍ علم کے بغیر۔ تمہارے تو علم ہی میں نہیں تھا کہ یہ مرد عورتیں مومن ہیں جو تمہارے ہاتھوں سے مارے جاتے اور زخمی ہوتے۔ کافر پروپیگنڈہ کرتے تمہارے عیب نکالتے، تمہارا گناہ شمار کرتے کہ انھوں نے اپنے لوگوں کو مارا ہے۔ اگر یہ بات نہ ہوتی تو ہم تمھیں جہاد کا حکم دے دیتے لِيُدْخِلَ اللّٰهُ فِيْ رَحْمَتِهٖ تاکہ داخل کرے اللہ تعالیٰ اپنی رحمت میں تمہاری

ہجرت کے بعد کہ ان مرد عورتوں کو ایمان کی توفیق دی مَنْ يَّشَآءُ جس کو چاہے لَوْ تَزَيَّلُوْا اگر وہ جدا ہوتے وہاں سے نکل جاتے لَعَذَّبْنَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ البتہ ہم سزا دیتے ان کو جو کافر ہیں ان میں سے عَذَابًا اَلِيْمًا سزا دردناک۔ اگر وہاں مومن نہ ہوتے جن کا تمھیں علم نہیں تھا تو ہم تمھیں حکم دیتے لڑنے کا اور ان کو ایسی سزا دیتے کہ وہ یاد رکھتے اِذْ جَعَلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِىْ قُلُوْبِهِمُ الْحَمِيَّةَ جب ٹھہرایا ان لوگوں نے جنھوں نے کفر کیا اپنے دلوں میں غیرت کو حَمِيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ غیرت جاہلیت کی کہ ان مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ کے گھر کا طواف کرنے سے روکا یہ جاہلوں کی غیرت تھی۔ حالانکہ دیکھ رہے تھے کہ انھوں نے احرام باندھے ہوئے ہیں اور لبیک اللھم لبیک کی صدائیں بلند کر رہے ہیں۔ حالانکہ غیرت کا مقام تب ہوتا کہ یہ لڑنے کے لیے گئے ہوتے پھر ان کو روکتے۔ ایک آدمی مسجد میں نماز پڑھنے کے لیے آتا ہے اس کو روکنا ناجائز ہے۔ وہ خود بھی حج عمرہ کرتے تھے، طواف کرتے تھے تو طواف سے روکنے کی غیرت جہالت کی غیرت تھی۔

❀ دوسرا یہ کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو صلح کی شرائط لکھنے کا حکم دیا کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ زود نویس بھی تھے اور خوب نویس بھی تھے۔ خط بھی بہت عمدہ تھا اور جلدی لکھتے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ لکھو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کافروں کے نمائندہ سہیل بن عمرو جو بعد میں رضی اللہ عنہ ہو گئے تھے، نے کہا کہ ہم یہ نہیں لکھنے دیں گے کیونکہ یہ تمہاری نشانی ہے، علامت ہے بلکہ بِاسْمِكَ اللّٰهُمَّ لکھو۔ اس پر کافی بحث ہوئی، طرفین سے ساتھی جذبات میں آئے آنحضرت ﷺ نے حضرت علی علیہ السلام سے فرمایا کہ بِاسْمِكَ اللّٰهُمَّ لکھ دو یہ رب تعالیٰ کا نام ہے۔ بخاری اور مسلم شریف کی روایت ہے کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مٹاکر بِاسْمِكَ اللّٰهُمَّ لکھ دیا۔

❀ تیسری ان کی جہالت کی غیرت یہ تھی کہ آپ ﷺ نے لفظ لکھوائے ھٰذَا مَا قَاضٰى عَلَيْهِ محمد رسول الله "یہ وہ فیصلہ ہے جو محمد رسول اللہ اور قریش کے نمائندے سہیل بن عمرو کے درمیان طے پایا ہے۔" تو سہیل بن عمرو نے کہا رسول اللہ کا لفظ مٹاؤ اگر ہم آپ کو رسول اللہ مانتے تو ٹکر کیوں لیتے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ لفظ کاٹ کر محمد بن عبداللہ لکھ دو کہ میں محمد بن عبداللہ بھی ہوں اور محمد رسول اللہ بھی ہوں ﷺ۔

اس موقع پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ بڑے جذبات میں تھے۔ کبھی ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ملتے اور کبھی کسی اور کو ملتے۔ پھر براہ راست آنحضرت ﷺ سے بات کی کہ حضرت! یہ بتلائیں کہ ہم حق پر اور وہ باطل پر نہیں ہیں؟ فرمایا ایسا ہی ہے۔ اچھا حضرت! یہ بتلائیں کہ اگر لڑائی ہو جائے اور ہم میں سے کوئی مارا جائے تو وہ جنت میں نہیں جائے گا؟ فرمایا جنت میں جائے گا۔ اور کافر مارے جائیں تو وہ دوزخ میں نہیں جائیں گے؟ فرمایا دوزخ میں جائیں گے۔ کہنے لگے حضرت! فَلِمَ نَقْبَلُ بَعْضَ الدَّنِيَّةِ فِيْ دِيْنِنَا "پھر ہم بعض گھٹیا باتیں دین کے بارے میں کیوں قبول کریں؟"

تو خیر آنحضرت ﷺ نے فرمایا یا علی امح رسول الله یہ لفظ مٹادو۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا واللہ لا امحُ ابدًا "اللہ کی قسم ہے میں کبھی نہیں مٹاؤں گا۔" پھر آپ ﷺ نے خود مٹایا اور محمد بن عبداللہ لکھوایا۔

حدیثِ قرطاس کی وضاحت :

یہاں پر ایک اہم بات بھی سمجھ لیں۔ وہ یہ کہ آنحضرت ﷺ بیمار تھے جمعرات کا دن تھا آپ ﷺ نے فرمایا کہ قلم دوات اور کاغذ لاؤ میں تمہیں لکھوادوں تاکہ تم بعد میں

جھگڑانہ کرو۔اس موقع پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حسبنا کتاب اللہ ”اللہ تعالیٰ کی کتاب ہمارے پاس موجود ہے اس کے ہوتے ہوئے ہم کیوں جھگڑا کریں گے۔ان لفظوں پر رافضی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو کافر قرار دیتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کاغذ قلم مانگا عمر نے مخالفت کی پیغمبر کا حکم نہ ماننے والا کافر ہے۔اس کو واقعہ قرطاس کہتے ہیں اور اس کو بڑا پہاڑ بنا کر پیش کرتے ہیں۔

سوال یہ ہے کہ اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اتنا کہنے سے کافر ٹھہرے کہ انھوں نے کہا حسبنا کتاب اللہ۔تو حضرت علی رضی اللہ عنہ پر کیا فتویٰ لگاؤ گے کہ انھوں نے اللہ تعالیٰ کی قسم اٹھا کر کہا کہ میں نہیں مٹاؤں گا؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا نام لے کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہیں فرمایا تھا کہ عمر! تم قلم دوات لاؤ اور یہاں تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نام لے کر فرمایا اے علی! مٹا دو اور انھوں نے انکار کر دیا۔ یہاں فتویٰ لگاؤ نا۔لگتا ہے کہ نہیں لگتا؟ یہاں تو ڈبل فتویٰ لگنا چاہیے۔لیکن ہمارے ہاں نہ وہاں فتویٰ لگتا ہے اور نہ یہاں لگتا ہے۔حضرت علی رضی اللہ عنہ کے انکار کا مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ کا لفظ ہم دل سے تو کیا مٹائیں گے ہم کاغذ سے بھی مٹانے کے لیے تیار نہیں۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مطلب یہ تھا کہ آپ تکلیف میں ہیں ہماری طرف سے پریشان نہ ہوں اللہ تعالیٰ کی کتاب ہمارے پاس موجود ہے اس کے ہوتے ہوئے ہم آپس میں کیوں جھگڑیں گے۔ جبکہ قرآن کریم میں موجود ہے

وَاعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرّقوا [پارہ:۴]

تو فرمایا جب ٹھہرایا ان لوگوں نے جو کافر ہیں اپنے دلوں میں غیرت کو جاہلیت کی غیرت۔احرام کی حالت میں اندر داخل نہ ہونے دیا، بسم اللہ کا انکار کیا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کو نہ مانا فَاَنزَلَ اللّٰہُ سَکِینَتَہٗ پس اتاری اللہ تعالیٰ نے اپنی تسلی عَلٰی رَسُولِہٖ

اپنے رسول ﷺ پر وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اور مومنوں پر کہ سب مسلمان جذبات میں تھے وَاَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰى اور لازم کر دیا ان پر تقوے کا کلمہ۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کلمہ تقویٰ سے مراد کلمہ توحید لا الٰہ الا اللہ ہے اور مومنوں نے اس کلمہ کے تقاضوں کو پورا کر کے ثابت کر دیا کہ وَكَانُوْۤا اَحَقَّ بِهَا اور وہی اس کے زیادہ حق دار تھے کلمہ تقویٰ کے وَاَهْلَهَا اور اس کے اہل تھے، کلمہ تقویٰ کے وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا اور ہے اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جاننے والا۔ مشرکوں کی ضد اور عناد بھی اس کے علم میں ہے اور مسلمانوں کے جذبہ اطاعت کو بھی وہ اچھی طرح جانتا ہے۔ انھوں نے موت کی بیعت کر کے اپنے اس جذبے کا بھرپور انداز میں اظہار کیا۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے۔

چنانچہ ان کی سب شرائط مان لی گئیں جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ معتدل قسم کے جو کافر تھے انھوں نے اپنوں کو دبایا کہ بھائی دیکھو! غلطی تو ہماری ہے وہ بے چارے تو عمرے کے لیے آئے تھے ہم نے ان کو ناجائز روکا بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ لکھا جاتا تو کیا ہوتا کہ تم رحمان، رحیم کو نہیں مانتے۔ رسول اللہ کا لفظ ان کے اپنے نمائندے نے لکھنا تھا وہ تو رسول اللہ مانتے تھے تم نے ضد کیوں کی؟ بہر حال ظاہری اور باطنی طور پر یہ فیصلہ مسلمانوں کے حق میں تھا۔

لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ

رَسُوْلَهُ الرُّءْيَا بِالْحَقِّ ۚ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ
اٰمِنِيْنَ ۙ مُحَلِّقِيْنَ رُءُوْسَكُمْ وَمُقَصِّرِيْنَ ۙ لَا تَخَافُوْنَ ۗ فَعَلِمَ مَا لَمْ
تَعْلَمُوْا فَجَعَلَ مِنْ دُوْنِ ذٰلِكَ فَتْحًا قَرِيْبًا ﴿۲۷﴾ هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ
بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ﴿۲۸﴾ۭ
مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ۭ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّاۗءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاۗءُ بَيْنَهُمْ
تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا ۡ سِيْمَاهُمْ
فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ۭ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ ٻ وَمَثَلُهُمْ
فِي الْاِنْجِيْلِ ۾ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْــــَٔهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى
عَلٰي سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ ۭ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ
اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۲۹﴾ ع

لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ البتہ تحقیق سچ کر دکھایا اللہ تعالیٰ نے رَسُوْلَهُ الرُّءْيَا
اپنے رسول کا خواب بِالْحَقِّ حق کے ساتھ لَتَدْخُلُنَّ البتہ ضرور داخل ہو
گے تم الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ مسجد حرام میں اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اگر اللہ نے چاہا
اٰمِنِيْنَ امن کی حالت میں مُحَلِّقِيْنَ رُءُوْسَكُمْ مونڈنے والے ہوں
گے اپنے سروں کو وَمُقَصِّرِيْنَ اور کترانے والے ہوں گے اپنے پٹوں کو
لَا تَخَافُوْنَ نہیں خوف کرو گے فَعَلِمَ مَا لَمْ تَعْلَمُوْا پس اللہ تعالیٰ کو علم ہے
اس چیز کا جس کو تم نہیں جانتے فَجَعَلَ پس ٹھہرائی اللہ تعالیٰ نے مِنْ دُوْنِ

ذٰلِكَ اس سے پہلے فَتْحًا قَرِيبًا فتح قریب کی هُوَ الَّذِيٓ وہ وہی ذات ہے اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ جس نے بھیجا اپنے رسول کو بِالْهُدٰى ہدایت کے ساتھ وَدِيْنِ الْحَقِّ اور سچے دین کے ساتھ لِيُظْهِرَهٗ تاکہ غالب کردے اس دین کو عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ سب دینوں پر وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا اور کافی ہے اللہ تعالیٰ گواہی دینے والا مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اور وہ لوگ جو آپ کے ساتھ ہیں اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ سخت ہیں کافروں پر رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ آپس میں شفقت کرنے والے ہیں تَرٰىهُمْ رُكَّعًا تم دیکھو گے ان کو رکوع کرنے والے سُجَّدًا سجدہ کرنے والے يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ تلاش کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کا فضل وَرِضْوَانًا اور رضا سِيْمَاهُمْ ان کی نشانیاں فِيْ وُجُوْهِهِمْ ان کے چہروں میں ہیں مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ سجدوں کے نشان سے ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ یہ مثال ان کی فِي التَّوْرٰىةِ تورات میں ہے وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ اور مثال ان کی انجیل میں كَزَرْعٍ جیسے کھیتی اَخْرَجَ شَطْـَٔهٗ نکالا اس نے اپنا پٹھا فَاٰزَرَهٗ پس اس کو قوی کیا فَاسْتَغْلَظَ پس وہ موٹا ہو گیا فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ پس وہ کھڑا ہو گیا اپنی نال پر يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ تعجب میں ڈالتا ہے کاشت کاروں کو لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ تاکہ غیظ و غضب میں ڈالے کفر کرنے والوں کو وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ وعدہ کر لیا اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں سے

اٰمَنُوْا جو ایمان لائے وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ اور جنھوں نے عمل کیے ان میں سے اچھے۔ مَّغْفِرَةً بخشش کا وَّاَجْرًا عَظِيْمًا اور بڑے اجر کا۔

اس سے قبل پوری تفصیل کے ساتھ حدیبیہ کا واقعہ بیان ہو چکا ہے کہ ہجرت کے چھٹے سال ذوالقعدہ کے مہینے میں آنحضرت ﷺ پندرہ سو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو لے کر عمرے کی ادائیگی کے لیے چل پڑے مکہ مکرمہ کے قریب پہنچے تو کافروں نے مزاحمت کی اور مکہ مکرمہ میں داخل نہ ہونے دیا۔ ظاہری طور پر اس سفر کا سبب ایک خواب تھا جو آنحضرت ﷺ نے دیکھا تھا کہ ہم نے احرام باندھا ہوا ہے بیت اللہ کا طواف کر رہے ہیں، کچھ ساتھی سر منڈھوا رہے ہیں اور جنھوں نے پٹے رکھے ہوئے ہیں وہ بال کتروا رہے ہیں۔ جب آنحضرت ﷺ نے یہ خواب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو سنایا تو وہ بیت اللہ شریف کی محبت میں بے تاب ہو گئے اور سب نے یہی سمجھا کہ اسی سال عمرہ کرنا ہے۔ حالانکہ خواب کے لیے ضروری نہیں ہے کہ اس کی تعبیر فوراً ظاہر ہو جائے۔ خواب اور اس کی تعبیر میں بڑا لمبا وقفہ بھی ہوتا ہے۔

قرآن کریم میں حضرت یوسف علیہ السلام کے خواب کا ذکر موجود ہے انھوں نے یہ خواب بچپن میں دیکھا تھا مگر اس کی تعبیر چالیس سال بعد ظاہر ہوئی۔ تو آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سمجھا کہ ہم اسی سال عمرہ کریں گے اور حرم میں داخل ہوں گے، طواف کریں گے مگر تعبیر ۷ھ میں ظاہر ہوئی۔ ۶ھ میں مشرکین مکہ نے روک لیا اور جو شرائط طے ہوئیں ان میں پہلی شرط ہی یہ تھی کہ مسلمان اس سال عمرہ ادا کیے بغیر واپس چلے جائیں گے اور آئندہ سال آ کر عمرہ کریں اور صرف تین دن مکہ مکرمہ میں قیام کر سکیں گے۔ جب آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم واپس مدینہ طیبہ پہنچے تو منافقوں نے طعنہ زنی

شروع کر دی کہ اللہ تعالیٰ کے نبی کو خواب آیا ہے اور نبی کا خواب تو سچا ہوتا ہے مگر تم عمرہ نہیں کر سکے۔ تو اللہ تعالیٰ نے جواب دیا کہ پیغمبر کا خواب بالکل سچا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس کو پورا کر کے دکھایا۔ باقی تعبیر کا فوری طور پر ظاہر ہونا ضروری نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّءْيَا بِالْحَقِّ البتہ تحقیق سچا کر دکھایا اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کا خواب حق کے ساتھ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ البتہ ضرور داخل ہو گے تم مسجد حرام میں اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو کوئی رکاوٹ نہیں ہوگی اٰمِنِيْنَ امن کی حالت میں۔ کیونکہ صلح کے بعد طرفین ایک دوسرے سے خطرہ محسوس نہیں کرتے تھے مُحَلِّقِيْنَ رُءُوْسَكُمْ مونڈنے والے ہوں گے اپنے سروں کو وَمُقَصِّرِيْنَ اور کترانے والے ہوں گے اپنے بالوں کو۔ جنھوں نے پٹے رکھے ہوئے ہیں۔ اور مسئلہ یہ ہے کہ حج عمرہ سے فارغ ہونے کے بعد احرام سے نکلنے کی بنیادی شرط یہ ہے کہ ٹنڈ کروائے۔ اگر پٹے رکھے ہوئے ہیں تو ایک پورے کے برابر بال کٹوائے۔ جس طرح نماز سے نکلنے کے لیے سلام ہے کہ اگر سلام نہیں پھیرے گا تو نماز کے اندر ہی سمجھا جائے گا۔ اسی طرح احرام سے نکلنے کے لیے ٹنڈ کرائے گا اگر پٹے ہیں تو ایک پور کے برابر کٹوائے گا پھر احرام سے نکلے گا۔

اور یاد رکھنا! وہاں حنبلی مسلک کے لوگ بھی ہوتے ہیں اور شافعی مسلک کے لوگ بھی ہوتے ہیں۔ ان کا مسلک یہ ہے کہ چند بال کاٹ لیے جائیں تو آدمی احرام سے نکل جاتا ہے۔ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق یہ ہے کہ آدمی احرام سے نہیں نکلتا جب تک ٹنڈ نہ کرائے یا بال نہ کتروائے اگر پٹے رکھے ہوئے ہیں۔ باقی انگریزی ''بودے'' کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ یہ ویسے بھی حرام ہے۔ مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ ''جس نے کسی

قوم کے ساتھ مشابہت اختیار کی وہ اسی قوم سے ہوگا۔" قیامت والے دن اسی قوم سے اٹھایا جائے گا۔

تو فرمایا استرے کے ساتھ سروں کو منڈوانے والے ہوں گے اور بالوں کو کتروانے والے ہوں گے اگر پٹے رکھے ہوئے ہیں لَا تَخَافُوْنَ نہیں خوف کرو گے تم کسی کا فَعَلِمَ مَا لَمْ تَعْلَمُوْا پس اللہ تعالیٰ کو علم ہے اس چیز کا جس کو تم نہیں جانتے فَجَعَلَ مِنْ دُوْنِ ذٰلِكَ فَتْحًا قَرِيْبًا پس ٹھہرائی اللہ تعالیٰ نے اس سے پہلے فتح قریب کی۔ اس سے مراد خیبر کی فتح ہے۔

ہجرت کے ساتویں سال محرم کے مہینے میں یہی پندرہ سو صحابہ کرام آنحضرت کی قیادت میں خیبر گئے۔ تیس ہزار یہودیوں کے ساتھ لڑائی ہوئی، ترانوے یہودی مارے گئے، پندرہ صحابی شہید ہوئے۔ یہودیوں کی ہمتیں پست ہوگئیں انھوں نے ہتھیار ڈال دیئے۔ اللہ تعالیٰ کا فتحِ قریب کا وعدہ پورا ہوگیا۔ فرمایا هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى اللہ تعالیٰ کی ذات وہی ہے جس نے بھیجا اپنا رسول ہدایت کے ساتھ یعنی ہدایت دے کر وَدِيْنِ الْحَقِّ اور سچے دین کے ساتھ۔ سچا دین دے کر بھیجا لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ تاکہ غالب کر دے دین حق کو سب دینوں پر۔ الحمدللہ! آج تک اسلام دلائل و براہین کے اعتبار سے، حجت کے لحاظ سے، سب دینوں پر غالب ہے اور غالب رہے گا۔

مولانا احمد دیدات کا عیسائی پادریوں سے مناظرہ :

آج سے تقریباً تین چار سال پہلے کی بات ہے کہ یورپ کے پادریوں نے بڑا اودھم مچایا۔ قرآن کریم پر اعتراض، اسلام کے اصولوں پر اعتراض کیے۔ مولانا احمد دیدات جو ڈھابیل سے فارغ اور دیوبند مسلک سے تعلق رکھتے ہیں ان کو انگریزی اور

عیسائیت (کے لٹریچر) پر بھی عبور حاصل ہے۔ یہ یورپ پہنچ گئے وہاں کے لوگوں نے بتایا کہ ان پادریوں نے ناک میں دم کر رکھا ہے ہمیں چین نہیں لینے دیتے۔ انھوں نے عیسائی پادریوں سے گفتگو کی مناظرہ طے پا گیا۔ مولانا نے کہا کہ مناظرہ ٹی، وی پر ہوگا۔ پانچ چھ ملکوں کے لوگ کروڑوں کی تعداد میں دیکھیں اور سنیں گے۔

اور دوسری شرط یہ ہے کہ جج مقرر کرو جو فیصلہ کریں۔ چنانچہ ایسے ہی ہوا، ٹی، وی پر مناظرہ ہوا ساٹھ ستر کروڑ انسانوں نے آنکھوں سے دیکھا اور کانوں سے مناظرہ سنا اور جج حضرات نے فیصلہ دیا کہ احمد دیدات جیت گیا ہے اس کے دلائل کھرے اور وزنی ہیں۔ پھر خدا کی قدرت کہ جج بھی سارے عیسائی تھے۔

آج تو الحمد للہ! ترپن ملک مسلمانوں کے ہیں اگرچہ برائے نام مسلمانوں کا اقتدار ہے کیونکہ امریکہ ان سب پر مسلط ہے بہ شمول عرب ممالک کے۔ مگر برائے نام ہیں تو سہی۔ اور ایک ایسا دور بھی گزرا ہے کہ ایک ملک میں بھی (برائے نام ہی سہی) اقتدار مسلمانوں کا نہیں تھا۔ اس دور میں بھی اسلام دلائل کے لحاظ سے غالب رہا ہے۔ اس دور میں محمد پکھتال جرمن مسلمان ہوئے۔ انھوں نے قرآن کریم کا بہت اچھا انگریزی میں ترجمہ کیا اور ان کے ذریعے اسلام پھیلا۔ اسی طرح ہندوستان میں مولانا عبید اللہ نو مسلم جو پہلے پنڈت تھے، مسلمان ہوئے اور انھوں نے ''تحفۃ الہند'' نامی کتاب لکھی۔ اس کتاب کو پڑھ کر مولانا عبید اللہ سندھی ۱۰ اسال کی عمر میں مسلمان ہوئے۔ سکھ خاندان سے تعلق رکھتے تھے اور ستراہ کے قریب چیانوالی قصبہ جو ضلع سیالکوٹ میں ہے کے رہنے والے تھے۔ اس زمانے میں اسلام قبول کیا اور اسلام کے غلبے کی بات کی اور اسلام کی حقانیت کے دنیا کو دلائل دیئے۔

تو اللہ تعالیٰ نے اسلام کو سب دینوں پر غالب رکھا ہے وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا اور کافی ہے اللہ تعالیٰ گواہ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ قرآن پاک میں چار مقامات میں آپ ﷺ کا نام نامی اسم گرامی محمد آیا ہے ﷺ۔ ایک چوتھے پارے میں وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ [آل عمران: ۱۴۴]

دوسرا بائیسویں پارے میں مَاكَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خاتم النبيين [الاحزاب: ۴۱] تیسرا مقام اسی پارے میں سورہ محمد آیت نمبر ۲ میں ہے بِمَا نُزِّلَ عَلٰى محمد ﷺ، اور چوتھا یہ مقام ہے۔

محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں تمام رسولوں کے سردار اور امام ہیں۔ خدا کی ساری مخلوق میں سب سے اعلیٰ اور افضل ہیں وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ اور وہ لوگ جو آپ کے ساتھ ہیں ایمان میں، عمل میں۔

مَعَهٗ کا اولین مصداق :

سارے صحابہ آپ کے ساتھ تھے ایمان میں، عمل میں لیکن مَعَهٗ کا اولین مصداق حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔ جو آپ ﷺ کے سفر و حضر کے ساتھی ہیں۔ جب سے اسلام قبول کیا اس وقت سے لے کر آخر تک آپ ﷺ کے ساتھ رہے۔ سوائے ایک دو سفر کے کوئی سفر ایسا نہیں ہے کہ جس میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے ساتھ نہ ہوں۔ جہاد کا سفر ہو یا ہجرت کا سفر ہو کہ جس میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے ساتھ نہ ہوں۔ پھر ہر اعتبار سے آپ ﷺ کا ساتھ دیا ہے۔ مال و جان، اولاد کے اعتبار سے اور زندگی میں اور زندگی کے بعد بھی ساتھ دیا ہے کہ اسلام کو قائم رکھا اور کسی قسم کی اس

پر آنچ نہیں آنے دی اور جتنے بھی فتنے اٹھے سب کی سرکوبی کی اور اسلام کو اپنے پاؤں پر کھڑا کر دیا۔ تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ہر مقام اور ہر محاذ پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ساتھ دیا اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ سخت ہیں کافروں پر۔ سارے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کافروں پر سخت تھے لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس وصف میں سب سے بڑھے ہوئے تھے۔ وہ دین کے خلاف، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف کوئی بات سننا تک گوارا نہیں کرتے تھے۔ اور اس معاملے میں وہ کسی شے کی بھی پروا نہیں کرتے تھے۔

احادیث میں آتا ہے کہ ایک دن گھر آ کر اپنی بیوی عاتکہ بنت زید بن عمر بن نفیل رضی اللہ عنہا جو چچے کی بیٹی اور بڑی سمجھ دار خاتون تھی، کو کہنے لگے کہ میری تلواروں میں سے جو سب سے زیادہ تیز تلوار ہے وہ مجھے دو۔ بیوی نے کہا خیر ہے کہیں جہاد پر جانا ہے؟ اس کے متعلق تو کوئی پیغام نہیں سنا آپ نے تلوار کا کیا کرنا ہے؟ کہنے لگے بیٹی حفصہ کا سر اتارنا ہے۔ بیوی نے گھبرا کر پوچھا کہ اس سے کیا غلطی ہوئی ہے؟ فرمایا اٰذَتْ رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم ۔ ''میں نے سنا ہے کہ اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اذیت پہنچائی ہے۔'' بیوی نے تلوار پکڑائی اور کہا کہ تحقیق کر لینا اگر واقعی تکلیف پہنچائی ہے تو پھر میں بھی آپ کے ساتھ ہوں۔ خیر جا کر تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ساری بیویوں کے ساتھ ناراض ہیں کہ انھوں نے زیادہ خرچ کا مطالبہ کیا ہے اس پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ناراض ہو گئے کہ میری کون سی خاص آمدنی ہے کہ میں تمھیں زیادہ خرچہ دوں جو کچھ ہے اس پر صبر و شکر کرو۔ اور یاد رکھنا! خاوند کی توفیق سے زیادہ خرچہ طلب کرنا بیوی کے لیے حرام ہے۔ خاوند کے ساتھ سخت کلامی اور تکلیف پہنچانا جائز نہیں ہے۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ اگر میری شریعت میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو سجدے

کی اجازت ہوتی تو میں عورت کو حکم دیتا کہ خاوند کو سجدہ کرے۔ اس لیے اپنے ایمان کی حفاظت کرو۔ نیک عورتیں اپنے ایمان کی بھی حفاظت کریں اور زبان کی بھی۔ یہ زبان انسان کو دوزخ میں لے جانے والی چیز ہے۔

رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ آپس میں شفقت کرنے والے ہیں۔ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپس میں مہربان تھے مگر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اس وصف میں سب سے بڑھے ہوئے تھے۔ وہ اس کے اول مصداق ہیں۔ جس وقت بلوائیوں نے مکان کا محاصرہ کیا حضرت علی رضی اللہ عنہ آئے، حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ آئے، حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ آئے اور کہنے لگے حضرت! آپ دیکھ رہے ہیں کہ مدینہ طیبہ میں کیا ہو رہا ہے۔ مسجد نبوی پر ان فاسق اور شرارتی لوگوں کا قبضہ ہے ہمیں نماز پڑھنے کے لیے بھی نہیں جانے دے رہے۔ آپ ہمیں جہاد کا حکم دیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں کلمہ پڑھنے والوں کی گردنیں کاٹنے کا حکم کیسے دوں؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کلمہ پڑھنے والے شرارت پر اتر آئیں تو پھر کیا کریں؟ فرمایا ابھی تک تو قتل کی شرارت نہیں ہوئی نہ ہی انھوں نے کسی آدمی کو قتل کیا ہے لہٰذا میں ان کے قتل کا حکم کیسے دوں؟ اِنھوں نے کہا کہ حضرت! اُنھوں نے آپ کو قتل کرنا ہے۔ فرمایا یہ آسان ہے کہ وہ میری گردن کاٹیں لیکن یہ مشکل ہے کہ میں کلمہ پڑھنے والوں کے قتل کا حکم دوں۔ خود شہید ہو گئے مگر یہ حکم نہیں دیا۔ تَرٰىھُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا دیکھیں گے آپ ان کو رکوع کرتے ہوئے، سجدہ کرتے ہوئے۔ یہ وصف تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں تھی مگر حضرت علی رضی اللہ عنہ اس میں بڑھے ہوئے تھے۔ صفین کے مقام پر عین میدان جنگ میں گھوڑے سے نیچے اترے اور نماز پڑھی۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے کہا ابا جی! تیروں کی بارش ہو رہی ہے آپ نماز پڑھ رہے ہیں۔ فرمایا تیر اپنا کام کریں علی اپنا کام

کرے گا لَا يُبَالِي اَبُوْكَ عَلَى الْمَوْتِ سَقَطَ اَمْ سَقَطَ عَلَيْهِ الْمَوْتُ ''تیرے باپ کو کوئی پروانہیں ہے کہ وہ موت پر پڑ جائے یا موت اس پر آ پڑے۔'' تیروں کی بارش میں بھی نماز نہیں چھوڑی۔

فرمایا يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا تلاش کرتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کا فضل اور رضا سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ ان کی نشانی ان کے چہروں میں ہے مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ سجدوں کے نشان سے۔ان کی پیشانیوں میں محراب پڑے ہوئے ہیں۔یہ وہ لوگ ہیں جن کی پیشانیاں رب تعالیٰ کے سامنے جھکتی ہیں ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ یہ مثال ان کی ہے تورات میں۔تورات میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اوصاف اور حلیے بیان کیے گئے تھے کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ساتھ دیں گے کافروں پر سخت ہوں گے آپس میں مہربان ہوں گے، رکوع وسجود کرنے والے ہوں گے، ان کی پیشانیوں پر محراب پڑے ہوں گے وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ اور ان کی مثال انجیل میں كَزَرْعٍ جیسے کھیتی ہے اَخْرَجَ شَطْئَهٗ اس نے اپنا پٹھا نکالا۔زمین میں جب بیج ڈالتے ہیں تو وہ اگتا ہے اس کو اردو میں پٹھا کہتے ہیں۔وہ ایک ہوتا ہے۔اس کے بارے میں شاعر کہتا ہے:

ہر گیاہے کہ از زمیں روید
وحدہ لا شریک لہٗ گوید

جب وہ زمین سے نکل رہا ہوتا ہے وہ زبان حال سے کہہ رہا ہوتا ہے میرا پیدا کرنے والا ایک ہی ہے۔ فَاٰزَرَهٗ پھر اس کو مضبوط کیا، تقویت پہنچتی ہے فَاسْتَغْلَظَ پھر وہ موٹا ہو جاتا ہے فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ پس وہ کھڑا ہو گیا اپنی نال پر۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کلمہ توحید کا بیج ڈالا ابوبکر رضی اللہ عنہ اُگے، پھر عمر رضی اللہ عنہ آ کر ملے اور تقویت پہنچائی، پھر عثمان رضی اللہ عنہ

ملے تو اور زیادہ مضبوط ہوا، پھر علی رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ ملے تو اپنی نال (تنے) پر کھڑا ہو گیا۔ پھر کافر بھی جرأت نہیں کرتے تھے ہاتھ ڈالنے کی۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسلمان ہوئے تو ہم اپنے آپ کو قوی سمجھنے لگ گئے۔ یہ بخاری شریف کی روایت ہے۔ اس آیت کریمہ میں ان بزرگوں کی خلافت اور ان کی بزرگی کی طرف بھی اشارہ ہے۔ یُعْجِبُ الزُّرَّاعَ تعجب میں ڈالتی ہے کاشت کاروں کو کہ میں نے کیا ڈالا تھا اور اب کیا بنی ہوئی ہے، اب کیسے خوشے لگے ہوئے ہیں ان کے ساتھ دانے اور پھلیاں لگی ہوئی ہیں لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ تاکہ غیظ و غضب میں ڈالے کفر کرنے والوں کو ان کے ذریعے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ سے استدلال :

اس آیت کریمہ سے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے استدلال کیا ہے جو آدمی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بغض اور غیظ کی نگاہ سے دیکھتا ہے وہ پکا کافر ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ بغض و عداوت رکھنے والا مسلمان نہیں کافر ہے کیونکہ رب تعالیٰ فرماتے ہیں لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ۔ یہ کسی عام مولوی کا استدلال نہیں ہے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا استدلال ہے جو چار اماموں میں سے ایک ہیں وَافَقُوْهُ عَلَيْهِ جَمَاعَةٌ "اور ایک بڑی جماعت نے ان کی تائید کی ہے۔" کہ جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ناموں سے جلتا ہے وہ واقعی کافر ہے۔ یہ رافضی ابوبکر رضی اللہ عنہ، عمر رضی اللہ عنہ کے ناموں سے جلتے ہیں۔

پیر جوگوٹھ کے مقام پر مناظرہ ہوا تھا مولانا منظور احمد چنیوٹی اور تاج دین حیدری کے درمیان۔ تاج دین حیدری شیعے کا دعویٰ تھا کہ اصحاب ثلاثہ کافر ہیں اور مولانا منظور احمد چنیوٹی کا موقف یہ تھا کہ یہ مسلمان ہیں۔ اس سے اندازہ لگاؤ ان کی حقیقت کا۔

یقین جانو! اور میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر یہ تین کافر ہیں تو پھر دنیا میں پیغمبروں کے بعد کوئی بھی مومن نہیں ہے۔ پھر شیعوں کے مقابلے میں خارجی آئے۔ انھوں نے کہا کہ یہ تینوں مسلمان ہیں اور علی بڑا کافر ہے۔ وہ خارجی بھی پاکستان میں موجود ہیں اور کتابوں پر کتابیں شائع کرتے ہیں۔ الحمدللہ! ہم جو اہل حق ہیں اور صحیح معنیٰ میں اہل سنت والجماعت ہیں ہم کوئی تفریق نہیں کرتے۔ ہمارے نزدیک یہ تینوں بھی مسلمان ہیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی مسلمان ہیں۔ اپنے ایمان کی حفاظت کرو اور اپنے آپ کو ان فتنوں سے بچاؤ۔

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وعدہ کیا ہے اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں سے جو ایمان لائے وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ اور جو اچھے عمل کرنے والے ہیں ان میں سے مَّغْفِرَةً وَّ اَجْرًا عَظِيْمًا مغفرت کا اور بڑے اجر کا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جلد.........۱۹

أیاتھا ۱۸ ﴿۴۹ سُوْرَۃُ الْحُجُرٰتِ مَدَنِیَّۃٌ ۱۰۶﴾ رکوعاتھا ۲

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیِ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ اتَّقُوا اللّٰهَؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ﴿۱﴾ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ وَ لَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَ اَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ﴿۲﴾ اِنَّ الَّذِیْنَ یَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُولٰٓىٕكَ الَّذِیْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰىؕ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ اَجْرٌ عَظِیْمٌ ﴿۳﴾ اِنَّ الَّذِیْنَ یُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ اَكْثَرُهُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ ﴿۴﴾ وَ لَوْ اَنَّهُمْ صَبَرُوْا حَتّٰى تَخْرُجَ اِلَیْهِمْ لَكَانَ خَیْرًا لَّهُمْؕ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۵﴾

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اے وہ لوگو اٰمَنُوْا جو ایمان لائے ہو لَا تُقَدِّمُوْا نہ بڑھو بَیْنَ یَدَیِ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے وَ اتَّقُوا اللّٰهَ اور ڈرو اللہ تعالیٰ سے اِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ تعالیٰ سَمِیْعٌ سننے والا ہے عَلِیْمٌ جاننے والا ہے یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اے وہ لوگو اٰمَنُوْا جو ایمان لائے لَا تَرْفَعُوْۤا نہ بلند کرو اَصْوَاتَكُمْ اپنی آوازیں فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ نبی ﷺ کی آواز پر وَ لَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ اور نہ بولو اونچی آواز

سے اس کے سامنے کَجَهْرِ بَعْضِكُمْ جیسا کہ بلند آواز سے بولنا تمہارا بعض لِبَعْضٍ بعض کے سامنے اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ کہ حبط نہ ہو جائیں تمہارے اعمال وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ اور تمھیں شعور بھی نہ ہو اِنَّ الَّذِيْنَ بے شک وہ لوگ يَغُضُّوْنَ جو پست رکھتے ہیں اَصْوَاتَهُمْ اپنی آوازوں کو عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے رسول کے پاس اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ یہ وہی لوگ ہیں امْتَحَنَ اللّٰهُ خالص کرلیا ہے اللہ تعالیٰ نے قُلُوْبَهُمْ ان کے دلوں کو لِلتَّقْوٰى تقویٰ کے لیے لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ ان کے لیے بخشش ہے وَّاَجْرٌ عَظِيْمٌ اور اجر ہے بڑا اِنَّ الَّذِيْنَ بے شک وہ لوگ يُنَادُوْنَكَ جو پکارتے ہیں آپ کو مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ حجروں کے سامنے سے اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ان کی اکثریت عقل سے خالی ہے وَ لَوْ اَنَّهُمْ صَبَرُوْا اور اگر بے شک وہ صبر کرتے حَتّٰى تَخْرُجَ اِلَيْهِمْ یہاں تک کہ آپ ان کی طرف خود نکل کر آتے لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ تو یہ بہتر ہوتا ان کے لیے وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔

تعارفِ سورت :

اس سورت کا نام حجرات ہے۔ اسی رکوع میں حجرات کا لفظ آ رہا ہے اس وجہ سے اس کا نام حجرات ہے۔ یہ سورت مدینہ طیبہ میں نازل ہوئی۔ ایک سو پانچ سورتیں اس سے پہلے نازل ہو چکی تھیں۔ اس کے دو رکوع اور اٹھارہ آیتیں ہیں۔ ان دو رکوعوں میں اللہ تعالیٰ نے بڑے احکام بیان فرمائے ہیں جو ان شاء اللہ بیان ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں یَاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو لَا تُقَدِّمُوْا ۔ یہ باب تفعیل ہے اس کا معنٰی ہے آگے کرنا۔ جیسا کہ آپ نے ان لوگوں سے فرمایا جو رمضان المبارک کے شروع ہونے سے پہلے دو تین روزے رکھ لیتے تھے لَا تُقَدِّمُوْا رَمَضَانَ بِیَوْمٍ وَّلَا یَوْمَیْنِ ''نہ رکھو تم رمضان سے پہلے ایک روزہ یا دو روزے۔'' بعض ایسے لوگ تھے جو رمضان المبارک کے مہینے سے پہلے ایک دو روزے رکھ لیتے تھے۔

مسئلہ :

مسئلہ سمجھ لیں کہ اگر کسی آدمی کی عادت ہے ہر مہینے کے آخر میں روزے رکھنے کی تو وہ رکھ سکتا ہے۔ عادت نہیں ہے محض استقبال رمضان کے لیے کوئی رکھتا ہے وہ منع ہے۔ اور کچھ ایسے لوگ تھے جو نماز عید سے پہلے قربانی کر لیتے تھے۔ مثلاً: حضرت ابو بردہ بن نیار رضی اللہ عنہ نے قربانی کے فضائل سنے۔ ان کے پڑوسی انتہائی غریب تھے نماز عید سے پہلے ہی قربانی کر کے پڑوسیوں کو گوشت پہنچا دیا اور گھر والوں سے بھی کہا کہ گوشت پکاؤ۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عید کی نماز پڑھا کر واپس آ رہے تھے کہ ایک مکان سے گوشت پکنے کی خوشبو آئی۔ اس وقت چھوٹے چھوٹے کمرے ہوتے تھے آج کل کی کوٹھیوں کا تو اس وقت تصور بھی نہیں تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہ کیسا گوشت پک رہا ہے؟ ابو بردہ رضی اللہ عنہ نے کہا حضرت میری قربانی کا گوشت ہے۔ فرمایا ابھی تو ہم نماز پڑھ کے آئے ہیں قربانی کب ہو گئی؟ انھوں نے کہا کہ حضرت! میں نے نماز سے پہلے ہی کر دی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا نماز سے پہلے قربانی نہیں ہوتی شَاتُکَ شَاۃُ لَحْمٍ ''یہ گوشت ہے قربانی نہیں ہے۔''

مسئلہ یہ ہے کہ جس مقام پر عید کی نماز ہوتی ہے وہاں نماز سے پہلے قربانی درست نہیں ہے۔ وہ بڑے پریشان ہوئے۔ کہنے لگے حضرت! اب میرے پاس صرف ایک بچہ ہے بکری کا جس کی عمر چھ ماہ سے زاید ہے اس کے سوا میرے پاس گنجائش نہیں ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اس کی قربانی کرلے وَلَا تُجْزِیْ عَنْ اَحَدٍ بَعْدَكَ ''تیرے سوا کسی اور کے لیے جائز نہیں ہے۔'' تو آپ ﷺ نے منع فرمادیا کہ نماز عید سے پہلے قربانی نہ کرو۔

تو لَا تُقَدِّمُوْا کے اپنے معنٰی کو سامنے رکھ کر یہ معنٰی کرتے ہیں کہ آگے نہ کرو رمضان سے ایک یا دو روزے اور نہ آگے کرو تم قربانی عید کی نماز سے۔

قرآن تین علوم کے بغیر سمجھ نہیں آسکتا :

اور یاد رکھنا! قرآن کریم کی صحیح سمجھ اس وقت تک نہیں آسکتی جب تک تین علوم پر عبور نہ ہو۔ صرف نحو کا علم، ادب کا علم اور لغت عرب کا علم۔ یہ تین فن کسی کو حاصل ہوجائیں تو پھر جا کر قرآن کریم کی صحیح سمجھ حاصل ہوتی ہے۔ الحمد للہ! یہاں کتنی بچیاں ہیں جن کو میں نے قاعدے کے مطابق ترجمہ پڑھایا ہے کہ صرف نحو کی کتابیں بھی پڑھائی ہیں، لغت بھی پڑھائی ہے۔ وہ قاعدے کے مطابق ترجمہ جانتی ہیں اور مختلف مقامات پر پڑھا رہی ہیں۔

اب تک جو کچھ بیان ہوا وہ لَا تُقَدِّمُوْا کو اپنے معنٰی میں رکھ کر بیان ہوا۔ دوسرے حضرات فرماتے ہیں کہ لَا تُقَدِّمُوْا باب تفعیل ہے لیکن تَفَعُّلٌ کے معنٰی میں ہے۔ تو اب معنٰی ہوگا آگے نہ بڑھو، سبقت نہ کرو۔

شان نزول :

اس سورت کا شان نزول یہ ہے کہ عرب کا ایک قبیلہ بنو تمیم مسلمان ہوگیا لیکن اس

مسئلے میں ان کا آپس میں اختلاف ہوا کہ انتظامی امور سنبھالنے کے لیے اپنا سربراہ کس کو بنائیں، چودھری کس کو بنائیں؟ دو آدمی ان میں بڑے سمجھ دار تھے، اقرع بن حابس رضی اللہ عنہ اور قعقاع بن معبد رضی اللہ عنہ۔ بعض نے کہا کہ یہ سردار بن جائے اور بعض نے کہا کہ وہ سردار بن جائے۔ فیصلے کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنا جھگڑا آپ کے سامنے پیش کیا۔ ابھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کچھ نہیں فرمایا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اقرع بن حابس رضی اللہ عنہ کو ان کا سردار مقرر کر دو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ قعقاع بن معبد کو مقرر کرو یہ زیادہ موزوں ہے۔ شیخین کا آپس میں اختلاف ہوا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے آوازیں اٹھ گئیں۔ اللہ تعالیٰ نے تنبیہ فرمائی لیکن پہلے فرمایا یَاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اے مومنو! ہوتم مومن لَا تُقَدِّمُوْا آگے نہ بڑھو بَیْنَ یَدَیِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ اللہ تعالیٰ سے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابھی خاموش تھے اور یہ بولنے لگ گئے، یہ ان کی خطا تھی مگر اس خطا سے ایمان سے نہیں نکلے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے یَاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کے ساتھ خطاب فرمایا ہے۔ اے مومنو آگے نہ بڑھو اللہ تعالیٰ سے اور اس کے رسول سے۔ اور یاد رکھنا! جھگڑا خوبیاں بیان کرنے سے نہیں ہوتا برائیاں بیان کرنے سے ہوتا ہے۔

تم نے ریڑھی والوں کو دیکھا ہوگا کہ اپنے اپنے سودے کی تعریف کرتے ہیں۔ وہ بھی کہہ رہا ہے انگور میٹھے، یہ بھی کہہ رہا ہے انگور میٹھے۔ کوئی جھگڑا نہیں۔ جھگڑا اس وقت ہوگا کہ یہ کہے کہ میرے میٹھے ہیں اور اس کے کھٹے ہیں۔ میرا مال اچھا ہے اس کا نکما ہے۔ ہر کوئی اپنی نماز کی خوبی بیان کرے تو کوئی جھگڑا نہیں ہے۔ جھگڑا اس وقت ہوگا ایک آدمی دوسرے کو کہے کہ میری تو نماز ہوئی ہے تیری نہیں ہوئی۔ کیونکہ تو نے رفع یدین نہیں کیا،

امام کے پیچھے فاتحہ نہیں پڑھی، پاؤں چوڑے نہیں کیے۔

تو خوبیاں بیان کرنے سے جھگڑا نہیں ہوتا شیخین نے بھی خوبیاں بیان کیں۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ اچھا ہے اس میں یہ خوبی، یہ خوبی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ اچھا ہے اس میں یہ خوبی ہے، یہ خوبی ہے۔ دلوں میں کوئی فتور نہیں تھا لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بلند آواز سے گفتگو اللہ تعالیٰ کو پسند نہ آئی اور تنبیہ فرمائی کہ اے ایمان والو! آگے نہ بڑھو اللہ تعالیٰ سے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے وَاتَّقُوا اللّٰهَ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اِنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ بے شک اللہ تعالیٰ سننے والا جاننے والا ہے یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اے ایمان والو لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ نہ بلند کرو اپنی آوازوں کو فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سے وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ اور نہ بلند آواز سے بات کرو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ جیسا کہ بلند آواز سے بولنا ہے تمہارا بعض کا بعض کے ساتھ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ کہ تمہارے اعمال ضائع ہو جائیں وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ اور تمھیں شعور بھی نہ ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سے آواز کو بلند کرنا اعمال کے ضائع کرنے کا ذریعہ ہے، اعمال برباد ہو جائیں گے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی آواز طبعی طور پر بلند تھی مگر اس آیت کریمہ کے نازل ہونے کے بعد اتنا آہستہ بولتے تھے کہ ان کی بات سمجھنے کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بار بار پوچھتے تھے کہ عمر! تو نے کیا کہا ہے؟ میں نے تیری بات نہیں سنی۔ دیکھو بڑی عجیب بات ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس موجود ہوتے ہوئے آہستہ بات کرتے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سن نہیں سکتے۔ اور اہل بدعت کہتے ہیں کہ ہم یہاں جو باتیں کرتے ہیں وہ

آپ سنتے ہیں۔ اگر ہم یہاں سے پکاریں یا رسول اللہ مدد! تو آپ ﷺ وہاں سے سنتے ہیں، لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ یہ نظریہ بالکل شریعت کے خلاف ہے۔ اور یاد رکھنا! بدعتی آدمی کی نہ نماز قبول ہے، نہ روزہ، نہ حج، نہ عمرہ، نہ زکوٰۃ، کوئی شے قبول نہیں ہے۔ ویسے ہی ٹکریں مارتے پھرتے ہیں۔ توحید و سنت ہوگی تو عبادتیں ٹھکانے لگیں گی۔ شرک و بدعت کے ہوتے ہوئے کوئی عبادت قبول نہیں اور سارے اہل حق آنحضرت ﷺ کے حاضر و ناظر ماننے کو کفر کہتے ہیں۔ اور تمام فقہائے کرام رحمۃ اللہ علیہم نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ جو شخص آنحضرت ﷺ یا بزرگوں کی ارواح کے بارے میں یہ کہے کہ وہ حاضر ہے یہ نظریہ رکھنے والا آدمی پکا کافر ہے۔ اور یہ بریلوی جاہل قسم کے لوگ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں۔ بھئی! جب تم آپ ﷺ کو حاضر و ناظر مانتے ہو تو پھر بلند آواز سے کیوں بولتے ہو؟ اگر آپ ﷺ موجود ہیں تو پھر گلے کیوں پھاڑتے ہو؟ اس طرح تو تمہارے اعمال ضائع ہو جائیں گے۔ (اعمال ہیں کہاں جو ضائع ہو جائیں گے۔ کیونکہ بدعتی آدمی کا عمل کرنا نہ کرنا برابر ہے۔ مرتب) لہٰذا آپ ﷺ کے متعلق حاضر و ناظر کا عقیدہ رکھنے والے نہ تقریریں کریں اور نہ بلند آواز سے نعتیں پڑھیں کہ قرآن کہتا ہے آپ ﷺ کی موجودگی میں آواز بلند کرنے سے اعمال ضائع ہو جاتے ہیں۔

حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کی آواز فطری طور پر بلند تھی۔ اس آیت کریمہ کے نازل ہونے کے بعد ڈر کے گھر بیٹھ گئے کہ میرے اعمال ہی ضائع نہ ہو جائیں۔ آنحضرت ﷺ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ ثابت نظر نہیں آرہے کیا وہ بیمار ہیں؟ انھوں نے عرض کیا حضرت وہ تو میرا پڑوسی ہے مگر مجھے اس کی بیماری کا علم نہیں ہے۔ جا کر

معلوم کیا تو انھوں نے بتایا کہ میں اس لیے نہیں آتا کہ مجھے ڈر ہے کہ کہیں میرے اعمال نہ ضائع ہو جائیں۔ آنحضرت ﷺ نے ان کو بلا کر فرمایا کہ آیت کا مطلب آپ صحیح نہیں سمجھے۔ مطلب یہ ہے کہ جان بوجھ کر آواز بلند نہ کرو طبعی طور پر بلند آواز مراد نہیں ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اَنْتَ رَجُلٌ مِّنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ ''اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے آپ تو جنتی آدمی ہیں۔''

تو فرمایا اپنی آوازوں کو آنحضرت ﷺ کی آواز سے بلند نہ کرو کہ تمہارے اعمال ضائع ہو جائیں اور تمھیں شعور بھی نہ ہو۔ اِنَّ الَّذِیْنَ یَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ بے شک وہ لوگ جو پست رکھتے ہیں اپنی آوازوں کو عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کے پاس اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ یہ وہی لوگ ہیں امْتَحَنَ اللّٰهُ۔ امام بخاری ترجمہ کرتے ہیں اَخْلَصَ اللّٰهُ اللہ تعالیٰ نے خالص کر لیا ہے قُلُوْبَهُمْ ان کے دلوں کو لِلتَّقْوٰی تقویٰ کے لیے۔ جو آپ ﷺ کی موجودگی میں آہستہ بولتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو چن لیا ہے تقوے کے لیے لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِیْمٌ ان کے لیے بخشش ہے اور اجر ہے بڑا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی بخشش کر دی ہے اور اجر بہت بڑا ہے۔

اور مسئلہ: عربی کا مشہور مقولہ ہے:

صَاحِبُ الْغَرْضِ مَجْنُوْنٌ

﴿غرض مند دیوانہ ہوتا ہے۔﴾

اس کو اپنی غرض کے ساتھ غرض ہوتی ہے اور کسی کے دکھ سکھ کو نہیں سمجھتا۔

آدابِ رسول اکرم ﷺ:

عام لوگوں کو جب مسائل کی ضرورت ہوتی تھی (مسائل درپیش ہوتے) تو مسجد

نبوی میں آکر دیکھتے کہ آپ ﷺ تشریف فرما ہیں تو مسائل دریافت کر لیتے۔ اگر آپ ﷺ مسجد نبوی میں نہ ہوتے تو پوچھتے کہ کون سے حجرے میں ہیں آج کس بیوی کی باری ہے؟ وہاں جا کر دروازے پر کھڑے ہو جاتے۔ ٹاٹ کا پردہ لٹکا ہوتا تھا اور یا رسول اللہ، یا حبیب اللہ، یا نبی اللہ، انتہائی پیار کے ساتھ آواز دیتے۔ یہ مخلص مومنوں کی بات ہے۔ اور دیہاتی لوگ آتے جو آداب سے واقف نہ ہوتے تو وہ بلند آواز سے کہتے یَا مُحَمَّد اُخْرُجْ اِلَیْنَا "اے محمد (ﷺ)! باہر ہمارے پاس آؤ۔" اور منافق بھی ایسا ہی کرتے تھے۔ تو اللہ تعالیٰ نے منع فرمادیا دروازے کے سامنے کھڑے ہو کر اس طرح آوازیں دینے سے کہ تمھیں اس طرح بلانے کا حق نہیں ہے۔ فرمایا اِنَّ الَّذِیْنَ یُنَادُوْنَكَ بے شک وہ لوگ جو پکارتے ہیں آپ کو، بلاتے ہیں آپ کو مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ حجروں کے پیچھے سے، کمروں کے سامنے کھڑے ہو کر۔ وَرَاء کا لفظ اضداد میں سے ہے۔ اس کا معنیٰ سامنے کا بھی ہوتا ہے اور پیچھے کا بھی ہوتا ہے اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ اکثریت ان کی عقل سے خالی ہے۔ اس لیے کہ کبھی ایسا ہوتا تھا کہ آنحضرت ﷺ اپنے حجرے میں ہوتے اور وحی نازل ہوتی تھی اور وحی کے نزول کے وقت آپ ﷺ کی یہ کیفیت ہوتی تھی کہ اس کی شدت سے سردی کے موسم میں بھی آپ ﷺ کو پسینا آجاتا تھا۔ اب ادھر تو وحی نازل ہو رہی ہے اور یہ دیوانہ باہر آوازیں لگا رہا ہے، یوں وحی میں خلل ہوتا۔

بعض دفعہ آپ ﷺ گھر میں نفلی عبادت میں مشغول ہو جاتے اور کئی کئی پارے پڑھ دیتے تھے۔ تو آپ ﷺ نفل پڑھ رہے ہیں اور یہ دیوانہ باہر سے آوازیں مار رہا ہے، بعض دفعہ آپ ﷺ آرام فرما رہے ہوتے تھے اور بعض دفعہ آپ ﷺ خانگی معاملات میں ہیں اور یہ دیوانہ باہر سے آوازیں لگا رہا ہے جو مناسب نہیں تھا۔ تو اللہ تعالیٰ نے

پابندی لگادی کہ آپ ﷺ کے کمروں کے باہر کھڑے ہوکر آوازیں نہ دو۔ فرمایا بے شک وہ لوگ جو پکارتے ہیں آپ کو حجروں کے سامنے سے اکثریت ان کی عقل سے خالی ہے کہ ان کو اندرونی کیفیت کا علم ہی نہیں ہے کہ آپ کس حال میں ہیں وَلَوْ اَنَّهُمْ صَبَرُوْا اور اگر بے شک وہ صبر کرتے حَتّٰى تَخْرُجَ اِلَيْهِمْ یہاں تک کہ آپ خود ان کی طرف باہر تشریف لے آتے لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ تو یہ ان کے لیے بہتر ہوتا۔ اگر کسی کو آپ ﷺ کے ساتھ کام ہے بیٹھ جائیں، انتظار کریں، مسجد میں چلے جائیں جس وقت آپ ﷺ باہر تشریف لائیں بات کرلیں۔ یہ ان کے حق میں بہتر ہے کہ اس میں نبوت کے آداب کا لحاظ ہے۔ آپ ﷺ شفقت کی نگاہ سے دیکھیں گے تو اللہ تعالیٰ کی رحمت نازل ہوگی۔

مسائلِ استیذان :

اور اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو حکم دیا ہے کہ کسی کے گھر میں اس کی اجازت کے بغیر داخل نہ ہو جب تک کہ تم اجازت نہ مانگ لو اور جب تک تم سلام نہ کر لو ان کے گھر والوں پر، یہ تمہارے لیے بہتر ہے تا کہ تم نصیحت پکڑو۔ (سورۃ نور: ترجمہ آیت نمبر ۲۷) فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فِيْهَآ اَحَدًا ''پس اگر نہ پاؤ گھر میں کسی کو فَلَا تَدْخُلُوْا فِيْهَا تو پھر داخل نہ ہو ان میں حَتّٰى يُؤْذَنَ لَكُمْ یہاں تک کہ تم کو اجازت دی جائے وَاِنْ قِيْلَ لَكُمُ ارْجِعُوْا اور اگر تم سے کہا جائے واپس لوٹ جاؤ فَارْجِعُوْا هُوَ اَزْكٰى لَكُمْ [ایضاً؛ آیت ۲۸] ''پس واپس چلے جاؤ یہ بات تمہارے لیے زیادہ پاکیزہ ہے۔''

اگر اہل خانہ کہیں کہ اس وقت ملاقات نہیں ہوسکتی تو واپس چلے جاؤ جھگڑا نہ کرو،

تکرار نہ کرو کہ میں بڑی دور سے آیا ہوں، میں یہ ہوں وہ ہوں، میں ایسا ہوں۔ قرآن کریم کا حکم ہے وقت ہوگا ملاقات ہوگی وقت نہیں ہے تو نہیں۔ آخر جس کو تم ملنا چاہتے ہو وہ بھی انسان ہے اس کے بھی مسائل ہیں اس کا بھی خیال کرو۔

میں تمھیں اپنے متعلق بتاتا ہوں کہ حقیقت یہ ہے کہ میں لوگوں کی آمدورفت سے اتنا تنگ آ گیا ہوں کہ کچھ بتا نہیں سکتا۔ پھر یہ تعویذ لینے والے تو نہ مجھے دوپہر کو سونے دیتے ہیں اور نہ اطمینان سے نماز پڑھنے دیتے ہیں۔ چونکہ مفت کے تعویذ ہوتے ہیں اس لیے یہ خواتین بھاگتی ہوئی آ جاتی ہیں دروازہ کھٹکھٹا کر کہتی ہیں مولوی صاحب کو اٹھاؤ ہم بڑی دور سے آئی ہیں۔ میرا ارادہ ہے کہ فیس لگا دوں کہ ایک تعویذ پانچ سو روپے میں ملے گا تاکہ میری جان چھوٹ جائے۔ میں بہت تنگ آ گیا ہوں میری عمر دیکھو! میرا بڑھاپا دیکھو! میری بیماریاں دیکھو! صرف اپنا الو سیدھا کرتے ہیں دوسرے کا کوئی خیال نہیں ہے۔ دوسرے کا بھی خیال کرو وہ بھی انسان ہے۔ لوہے اور ربڑ کا تو بنا ہوا نہیں ہے اس کے حالات کا بھی خیال رکھو۔

تو فرمایا اگر یہ صبر کرتے کہ آپ خود باہر تشریف لاتے تو یہ صبر ان کے لیے بہتر ہوتا وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ

اٰمَنُوْۤا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْۤا اَنْ تُصِيْبُوْا قَوْمًۢا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰى مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِيْنَ ۝۶ وَاعْلَمُوْۤا اَنَّ فِيْكُمْ رَسُوْلَ اللّٰهِ ؕ لَوْ يُطِيْعُكُمْ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنَ الْاَمْرِ لَعَنِتُّمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ وَزَيَّنَهٗ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَكَرَّهَ اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الرّٰشِدُوْنَ ۝۷ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَنِعْمَةً ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝۸ وَاِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا ۚ فَاِنْ بَغَتْ اِحْدٰىهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِيْ تَبْغِيْ حَتّٰى تَفِيْٓءَ اِلٰٓى اَمْرِ اللّٰهِ ۚ فَاِنْ فَآءَتْ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَاَقْسِطُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ۝۹ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۝۱۰ ع

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اے وہ لوگو اٰمَنُوْا جو ایمان لائے ہو اِنْ جَآءَكُمْ اگر لائے تمہارے پاس فَاسِقٌ کوئی کچا آدمی بِنَبَاٍ کوئی خبر فَتَبَيَّنُوْا پس خوب تحقیق کرلو اَنْ تُصِيْبُوْا قَوْمًا کہ تم مصیبت میں ڈال دو کسی قوم کو بِجَهَالَةٍ جہالت کی وجہ سے فَتُصْبِحُوْا پھر ہو جاؤ تم عَلٰى مَا فَعَلْتُمْ اس کارروائی پر جو تم نے کی ہے نٰدِمِيْنَ پشیمان وَاعْلَمُوْا اور جان لو اَنَّ فِيْكُمْ بے شک تمہارے اندر رَسُوْلَ اللّٰهِ اللہ کا رسول ہے

لَوْ يُطِيْعُكُمْ اگروہ تمہاری بات مانے فِيْ كَثِيْرٍ مِّنَ الْاَمْرِ بہت سے معاملات میں لَعَنِتُّمْ توتم مشقت میں پڑجاؤ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ لیکن اللہ تعالیٰ نے حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ محبوب قراردیاہے تمہارے لیے ایمان کو وَزَيَّنَهٗ اوراس کومزین کیاہے فِيْ قُلُوْبِكُمْ تمہارے دلوں میں وَكَرَّهَ اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ اورناپسند کیاہے اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے کفر وَالْفُسُوْقَ اورنافرمانی وَالْعِصْيَانَ اورحکم عدولی اُولٰٓئِكَ هُمُ الرّٰشِدُوْنَ یہی لوگ ہیں سیدھے راستے پر چلنے والے فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ یہ اللہ تعالیٰ کافضل ہے وَنِعْمَةً اوراس کی نعمت ہے وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ اوراللہ تعالیٰ جاننے والا حکمت والاہے وَاِنْ طَآئِفَتٰنِ اوراگردوگروہ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ایمان والوں میں سے اقْتَتَلُوْا آپس میں لڑپڑیں فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا پس صلح کرادوان دونوں کے درمیان فَاِنْۢ بَغَتْ اِحْدٰىهُمَا پس اگران میں سے ایک سرکشی کرے عَلَى الْاُخْرٰى دوسرے پر فَقَاتِلُوا پس تم لڑو الَّتِيْ اس کے ساتھ تَبْغِيْ جوزیادتی کرتاہے حَتّٰى تَفِيْٓءَ یہاں تک کہ لوٹ آئے اِلٰٓى اَمْرِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے حکم کی طرف فَاِنْ فَآءَتْ پس اگروہ لوٹ آئے فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا پس تم صلح کرادوان کے درمیان بِالْعَدْلِ عدل کے ساتھ وَاَقْسِطُوْا اورانصاف کرو اِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ تعالیٰ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ محبت کرتاہے انصاف کرنے والوں کے ساتھ اِنَّمَا

الْمُؤْمِنُوْنَ پختہ بات ہے مومن اِخْوَۃٌ بھائی بھائی ہیں فَاَصْلِحُوْا بَیْنَ اَخَوَیْکُمْ پس صلح کراؤ اپنے بھائیوں کے درمیان وَاتَّقُوا اللّٰہَ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو لَعَلَّکُمْ تُرْحَمُوْنَ تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔

شانِ نزول :

پہلی دو آیتوں کا شانِ نزول یہ ہے کہ عرب کا ایک قبیلہ تھا بنو مصطلق۔ یہ اسلام اور مسلمانوں کا بڑا مخالف تھا۔ آنحضرت ﷺ کو اطلاع ملی کہ یہ خود بھی مسلمانوں کے خلاف لڑنے کی تیاری کر رہا ہے اور دوسرے قبائل کو بھی ابھار اور آمادہ کر رہا ہے۔ چونکہ آنحضرت ﷺ افواہوں پر یقین نہیں کرتے تھے آپ ﷺ نے چند ساتھی تحقیق کے لیے بھیجے کہ آیا یہ خبر صحیح ہے یا غلط ہے۔ چنانچہ وہ ساتھی مسافروں اور تاجروں کے روپ میں گئے اور چند دن اس علاقے میں گزارنے کے بعد آ کر رپورٹ پیش کی کہ واقعتاً وہ لوگ مسلمانوں پر حملہ کرنے کا پختہ ارادہ رکھتے ہیں اور تیاری کر رہے ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ پھر ہم پہل کر کے خود ان پر حملہ کریں گے۔ سن پانچ ہجری کا آخر تھا اور چھ ہجری کی ابتداء تھی۔ آپ ﷺ نے پانچ سو ساتھیوں کے ہمراہ ان پر حملہ کر دیا۔ انھوں نے اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہتھیار ڈال دیئے اور مسلمان ہو گئے۔ اس غزوہ کو غزوہ بنو مصطلق بھی کہتے ہیں کیونکہ اس قبیلے کے ساتھ لڑائی ہوئی اور غزوہ مُریسیع بھی کہتے ہیں کیونکہ اس علاقے کا نام مریسیع تھا۔

مسلمان ہونے کے بعد جانوروں کی زکوٰۃ اور زمین کی پیداوار اور عشر اور باغوں کی پیداوار سے زکوٰۃ حکومت خود وصول کرتی ہے۔ اور سونا چاندی، سامان تجارت اور نقد پیسے کی زکوٰۃ خود مالک ادا کرتا ہے حکومت لینے کی مُجاز نہیں ہے۔

ضیاء حکومت کی مدارس کے خلاف ایک سازش :

ضیاء الحق کے دورِ حکومت میں یہ قانون پاس ہوا کہ پیسوں کی زکوٰۃ حکومت بینکوں سے کاٹے گی۔ ہم نے بڑا احتجاج کیا، شور مچایا، خط بھی لکھے، ملاقاتیں بھی کیں مگر کوئی شنوائی نہ ہوئی۔ اصل میں اس کے پیچھے بہت بڑی سازش تھی دینی مدارس کو بند کرنے یا کنٹرول کرنے کی۔ ضیاء الحق کے اردگرد جو غلط کار لوگ تھے انھوں نے اس کو مشورہ دیا کہ دینی مدارس زکوٰۃ، صدقات پر چلتے ہیں زکوٰۃ جب حکومت وصول کرے گی تو یہ ختم ہو جائیں گے یا حکومت کے قبضے اور کنٹرول میں آ جائیں گے۔ چنانچہ حکومت نے یکم رمضان سے زکوٰۃ کاٹنا شروع کر دی۔ لیکن ان خبیثوں کی یہ پالیسی ناکام ہوئی۔ الحمد للہ! دینی مدارس چلتے رہے اور چل رہے ہیں۔

ہمارے مدرسہ نصرۃ العلوم میں اس وقت اٹھارہ سو (۱۸۰۰) طلبہ اور طالبات پڑھتے تھے اور ساٹھ افراد پر مشتمل عملہ تھا۔ پنجاب حکومت کا نمائندہ ہمارے پاس آیا پھر مرکزی حکومت کا نمائندہ ہمارے پاس آیا کہ تمہارے مدرسے کا کافی خرچہ ہے دورۂ حدیث تک کے طلبہ ہیں ہم سے چار لاکھ سالانہ لے لیا کرو۔ ہم نے کہا کہ ہم نے ایک پیسہ بھی نہیں لینا۔ مرکز کی طرف سے آنے والوں نے ہمیں ڈرایا دھمکایا بھی کہ حکومت دیتی ہے تم کیوں نہیں لیتے؟ گرفتار ہو سکتے ہو۔ ہم نے کہا کہ ہم نے پہلے بھی جیلیں کاٹی ہیں یہ جیل بھی بھگت لیں گے لیکن تم سے رقم نہیں لیں گے۔ رب تعالیٰ کا کام ہے وہ خود چلائے گا۔ پیسے نہیں لیے رب نظام چلا رہا ہے۔ ہمارے گکھڑ کے ساتھی چودھری ریاض احمد صاحب سے پہلے سال غلطی ہوئی کہ مجھ سے بالا بالا انھوں نے حکومت سے زکوٰۃ لے لی۔ اگلے سال میں ڈٹ گیا کہ نہیں لینی۔ پھر کبھی نہیں لی۔

الحمد للہ! ہمارے ہاں گکھڑ میں مجموعی لحاظ سے اٹھارہ، انیس قاری اور آٹھ ،نو استانیاں کام کر رہی ہیں جن کا میں برائے نام سرپرست ہوں۔ بیرونی طلبہ بھی ہیں اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے کام چل رہا ہے۔ پھر ہمارا کوئی سفیر بھی نہیں ہے اللہ تعالیٰ کی حقیقی مدد اور ظاہری طور پر ساتھیوں کا تعاون ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا دین ہے اس کو کوئی روک نہیں سکتا۔ حکومت کی پالیسی ناکام ہوگئی کہ ہم زکوٰۃ وصول کر لیں گے تو یہ مولوی بھوکے مر جائیں گے اور مدرسے ختم ہو جائیں گے۔ حالانکہ مدرسے پہلے سے بھی زیادہ ہو گئے ہیں۔

تو خیر جانوروں کی زکوٰۃ، زمین کی پیداوار اور جانوروں اور پھلوں کی زکوٰۃ حکومت وصول کرتی ہے۔ آنحضرت ﷺ نے ولید بن عقبہ بن ابی مُعَیط رضی اللہ عنہ کو جو نوعمر صحابی اور بڑے حساب دان تھے ان کو سفیر بنا کر قبیلہ بنو مصطلق کی طرف بھیجا زکوٰۃ وصول کرنے کے لیے۔ یہ بڑے خوش ہوئے کہ مجھے عہدہ ملا ہے اکیلے ہی چل پڑے۔ پہلے خالی الذہن تھے جس وقت بستی کے قریب پہنچے تو خیال آیا کہ میری تو زمانہ جاہلیت میں ان کے ساتھ عداوت اور لاگت بازی تھی۔ کہیں مجھے اکیلا دیکھ کر قتل نہ کر دیں۔ ادھر اتفاق ایسا ہوا کہ جب ان لوگوں کو اطلاع ہوئی کہ آنحضرت ﷺ کا نمائندہ آرہا ہے تو استقبال کے لیے وہی لوگ باہر نکلے جن کے ساتھ ان کی عداوت تھی۔ یہ اُن کو دیکھ کر واپس بھاگ آئے۔ اُنھوں نے بھی اپنی سواریاں ان کی سواری کے پیچھے دوڑا دیں کہ یہ آئے کیوں اور گئے کیوں؟ تھوڑا سا تعاقب کر کے پھر انھوں نے پیچھا چھوڑ دیا۔ مدینہ طیبہ پہنچ کر کہنے لگے حضرت! قسمت نے ساتھ دیا ورنہ وہ تو مجھے قتل کر دیتے۔ مجھے قتل کرنے کے لیے سارا گاؤں باہر آ گیا تھا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا کہ حضرت! آپ ہمیں اجازت دیں کہ ہم ان کے خلاف جہاد کی تیاری کریں یوں لگتا ہے کہ وہ لوگ مسلمان ہونے کے بعد مرتد ہو گئے ہیں۔ اِدھر اُن کے خلاف جہاد کی تیاری ہو رہی تھی کہ ان کا نمائندہ وفد آ گیا اور کہا کہ حضرت! معلوم نہیں ہو سکا کہ آپ کا نمائندہ آیا بھی اور واپس بھی بھاگ آیا۔ پتا نہیں چلا کیوں بھاگا۔ ہم تو استقبال کے لیے باہر آئے تھے کہ عزت کے ساتھ ان کو گاؤں لے جائیں گے۔ معلوم ہوا کہ ولید بن عقبہ بن ابی معیط کا وہم تھا حقیقت کچھ بھی نہیں تھی۔ اس موقع پر یہ آیتیں نازل ہوئیں اور اللہ تعالیٰ نے قیامت تک کام آنے والا ضابطہ بیان فرما دیا یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو اِنْ جَآءَکُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ ۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ یہاں فَاسِقٌ کا ترجمہ کرتے ہیں کچا آدمی۔ اگر لائے تمہارے پاس کوئی کچا آدمی خبر تو اس کی خبر پر یقین نہ کرو فَتَبَیَّنُوْٓا پس خوب تحقیق کر لو۔ کیوں؟ اَنْ تُصِیْبُوْا قَوْمًا بِجَھَالَۃٍ کہ مصیبت میں ڈال دو کسی قوم کو جہالت کی وجہ سے کہ کچے آدمی کی بات پر یقین کر کے کسی قوم پر حملہ کر کے اس کو مصیبت میں ڈال دو اور خود بھی مصیبت میں پڑ جاؤ اور حقیقت کچھ اور ہو فَتُصْبِحُوْا عَلٰی مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِیْنَ پھر ہو جاؤ اس کارروائی پر جو تم نے کی ہے پشیمان۔ میں کہتا ہوں کہ اگر بندہ اس قاعدے پر عمل کرے تو جھگڑے ہی نہ ہوں۔ نہ گھروں کے، نہ عورتوں کے، نہ بچوں کے، نہ بڑوں کے، نہ چھوٹوں کے، نہ جماعتوں کے۔ اب ہوتا اس طرح ہے کہ کوئی بات پہنچتی ہے تو بغیر تحقیق لڑائی شروع ہو جاتی ہے۔ بعد میں معلوم ہوتا ہے کہ بات ہی غلط تھی۔ لہٰذا اس قاعدے کو پلے باندھ لو۔

یہ رب تعالیٰ کا ضابطہ تمام لوگوں کے لیے ہے کہ ہر کہ مکہ کی بات پر یقین نہ کرو اس کی تحقیق کر لو۔ پھر جو کچھ کرنا ہے کرو وَاعْلَمُوْٓا اور جان لو اَنَّ فِیْکُمْ رَسُوْلَ اللّٰہِ

بے شک تمہارے اندر اللہ کے رسول ﷺ موجود ہیں۔ مدینہ طیبہ میں آپ ﷺ اس وقت تشریف فرما تھے، زندہ موجود تھے لَوْ يُطِيعُكُمْ اگر وہ تمہاری بات مان لیا کریں فِي كَثِيرٍ مِّنَ الْأَمْرِ بہت سے معاملات میں، بہت ساری چیزوں میں لَعَنِتُّمْ تو تم مشقت میں مبتلا ہو جاؤ۔ عَنِتُّمْ کا معنیٰ یہ بھی کرتے ہیں کہ تم گناہ میں مبتلا ہو جاؤ گے۔ بے گناہوں کے خلاف کارروائی کرنا گناہ ہی میں مبتلا ہونا ہے۔ اور عَنَتَ کا معنیٰ فساد بھی ہے اور ہلاکت بھی ہے۔ تم فساد میں پڑ جاؤ گے، ہلاکت میں پڑ جاؤ گے۔

تو فرمایا اگر اللہ تعالیٰ کا نبی بہت سے معاملات میں تمہاری بات کو مانے تو تم مشقت میں پڑ جاؤ گے وَلَٰكِنَّ اللَّهَ حَبَّبَ إِلَيْكُمُ الْإِيمَانَ لیکن اللہ تعالیٰ نے محبوب کر دیا تمہارے لیے ایمان کو۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لیے جو اس وقت مخاطب تھے ان کے لیے اللہ تعالیٰ نے ایمان کو محبوب قرار دے دیا وَزَيَّنَهُ فِي قُلُوبِكُمْ اور مزین کر دیا اللہ تعالیٰ نے ایمان کو تمہارے دلوں میں وَكَرَّهَ إِلَيْكُمُ الْكُفْرَ اور ناپسند کیا تمہارے لیے کفر کو وَالْفُسُوقَ وَالْعِصْيَانَ اور نافرمانی اور حکم عدولی کو۔

فسق اور عصیان میں فرق :

فسق اس گناہ کو کہتے ہیں جو سامنے نظر آئے۔ مثلاً: ایک آدمی نے ڈاڑھی صاف کرائی ہوئی ہے یا مٹھی سے کم کی ہوئی ہے۔ کیونکہ جیسے ڈاڑھی کا منڈوانا گناہ اور حرام ہے اسی طرح مٹھی سے کم کرانا بھی گناہ اور حرام ہے۔ مٹھی بھر ڈاڑھی رکھنا ضروری ہے۔ اس سے زائد اگر کوئی کٹوائے تو جائز ہے نہ کٹوائے تو بڑی اچھی بات ہے۔ یا سر پر انگریزوں کی طرح بال رکھائے۔ تو یہ گناہ نظر آتے ہیں۔ یہ فسق کہلاتے ہیں۔

اور عصیان ایسے گناہ کو کہتے ہیں جو سامنے نظر نہ آئے۔ جیسے جھوٹ ہے، غیبت

ہے، ان کا وجود تو نہیں ہے جو نظر آئے۔

تو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے ایسے گناہ بھی ناپسند کیے ہیں جو نظر نہیں آتے اور ایسے گناہ بھی تمہارے لیے، اپنے پیغمبر کے صحابہ کے لیے ناپسند کیے ہیں جو نظر آتے ہیں۔ کفر وشرک، ہر قسم کا گناہ، ظاہری باطنی اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے ناپسند کیا ہے اُولٰٓئِكَ هُمُ الرّٰشِدُوْنَ یہی لوگ ہیں راہ راست پر چلنے والے فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے وَنِعْمَةً اور اس کی نعمت ہے۔ جس کو اللہ تعالیٰ ایمان اور نیکی کی توفیق دی ہے وہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے کہ اے اللہ! تیرا فضل وکرم ہے، تیری نوازش ہے کہ تو نے مجھے ایمان اور نیکی کی توفیق دی ہے وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ اور اللہ تعالیٰ جاننے والا حکمت والا ہے۔

شانِ نزول :

اگلی دو آیتوں کا شان نزول اس طرح ہے کہ رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی انتہائی شریر قسم کا آدمی تھا۔ شکل وصورت، قد وقامت اس کی ایسی تھی کہ دیکھنے والا آدمی اس کو دیکھ کر مرعوب ہو جاتا تھا۔ اسلام کے خلاف اور آنحضرت ﷺ کے خلاف عداوت میں اس نے کوئی کسر باقی نہیں رکھی تھی۔ آنحضرت ﷺ کے متعلق اس خبیث نے ''اذل'' کا لفظ بھی استعمال کیا جو قرآن کریم میں موجود ہے۔ اس کے متعلق صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ ﷺ کو مشورہ دیا کہ حضرت! اس کے گھر جا کر اس کو اسلام کی دعوت دیں۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب اس نے ظاہری طور پر کلمہ نہیں پڑھا تھا۔ گھر دشمن بھی آ جائے تو لوگ حیا کرتے ہیں کہ میرے گھر آ گیا ہے۔ تو حضرت! آپ ﷺ اس کے گھر جا کر دعوت دیں اسلام کی۔ اتمام حجت بھی ہو جائے گی اور شاید اس کی شرارتیں بھی مدہم پڑ جائیں۔ فرمایا

ٹھیک ہے چلتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ اپنے گدھے پر سوار ہو کر جس کا نام عُفیر تھا اس کے پاس گئے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ ﷺ کے ساتھ پیدل چل رہے تھے۔ وہ باہر اپنے ڈیرے میں بیٹھا اپنے ساتھیوں کے ساتھ گپیں مار رہا تھا۔ جب آنحضرت ﷺ وہاں پہنچے تو اس نے اپنی ناک بند کر کے کہا کہ اپنے اس گدھے کو پیچھے کرو کہ مجھے اس کے پسینے کی بدبو آ رہی ہے۔ بدبخت نے آنحضرت ﷺ کو نہ پہچانا کہ یہ کون شخصیت ہیں۔ عُفیر گدھے کے برابر بھی اس کو شعور نہیں تھا۔ اس گدھے کا حال یہ تھا کہ جب آنحضرت ﷺ دنیا سے رخصت ہوئے تو یہ گدھا بڑا پریشان ہوا۔ کبھی مسجد نبوی کے دروازے پر آ کر کھڑا ہو جاتا، کبھی ازواج مطہرات کے حجرے کے سامنے آ کر کھڑا ہو جاتا، کبھی کسی جگہ، کبھی کسی جگہ کھڑا ہو کر آنحضرت ﷺ کا انتظار کرتا جب عفیر گدھے نے سمجھا کہ آپ ﷺ دنیا میں نہیں رہے تو اس نے ایک اونچے ٹیلے سے اپنے آپ کو گرا کر خودکشی کر لی۔ حیوان مکلّف نہیں ہوتا کہ اس پر کوئی قانون لاگو ہو۔ لیکن اس گدھے ابن ابی کو آپ ﷺ کی پہچان نہ ہوئی۔ کہنے لگا اپنے اس گدھے کو پیچھے ہٹاؤ مجھے اس کے پسینے کی بدبو آ رہی ہے۔

عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اللہ کی قسم! آپ ﷺ کے گدھے کی بو تیرے پسینے سے اچھی ہے۔ تو ابن ابی کے ایک ساتھی نے جواب دیا۔ طرفین سے جملوں کا تبادلہ ہوا یہاں تک کہ لڑائی شروع ہو گئی، لاٹھیاں، جوتے بھی چلے۔ اس لڑائی میں عبداللہ بن ابی کی برادری کے مسلمان بھی تھے۔ تحقیق حال کے بغیر برادری سسٹم کے تحت وہ بھی لڑائی میں شریک ہو گئے۔ اِدھر بھی مسلمان اُدھر بھی مسلمان شریک ہیں۔ اس موقع پر یہ آیتیں نازل ہوئیں۔

فرمایا وَاِنۡ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ اور اگر دو گروہ ایمان والوں میں سے

اقْتَتَلُوْا آپس میں لڑ پڑیں، جھگڑ پڑیں فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا تو ان دونوں کے درمیان صلح کرادو فَاِنْۢ بَغَتْ اِحْدٰىهُمَا پس اگر زیادتی کرے ان میں سے ایک گروہ عَلَى الْاُخْرٰى دوسرے پر۔ تم سمجھتے ہو کہ یہ گروہ زیادتی کر رہا ہے فَقَاتِلُوا الَّتِیْ تَبْغِیْ پس تم لڑو اس گروہ کے ساتھ جو زیادتی کرتا ہے۔ سب مل کر اس کے ساتھ لڑو کہ اس کا دماغ درست ہو جائے حَتّٰى تَفِیْٓءَ اِلٰٓى اَمْرِ اللّٰهِ یہاں تک کہ لوٹ آئے اللہ تعالیٰ کے حکم کی طرف۔ جب تک وہ رب تعالیٰ کے حکم کو تسلیم نہ کرے اس باغی کے ساتھ لڑو فَاِنْ فَآءَتْ پس اگر وہ گروہ لوٹ آئے اللہ تعالیٰ کے حکم کی طرف فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا تو صلح کرادو ان دونوں کے درمیان بِالْعَدْلِ عدل کے مطابق وَاَقْسِطُوْا اور انصاف کرو، تحقیق کرو کس کی زیادتی ہے، ظالم کون ہے؟ مظلوم کون ہے؟ تحقیق کر کے مظلوم کا ساتھ دو ظالم کے خلاف لڑو اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ بے شک اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے انصاف کرنے والوں کے ساتھ۔ اسلام آپس کی لڑائی کو پسند نہیں کرتا۔ اور ضابطہ یہ ہے کہ اگر دو مسلمان آپس میں لڑ پڑیں تو ان کا تماشا نہ دیکھو بلکہ ان کے درمیان صلح کراؤ۔ یہاں تک کہ اگر دو بچے بھی آپس میں لڑتے ہوئے نظر آئیں تو ان کا بھی تماشا نہ دیکھو کہ کیسے لڑتے ہیں؟ بلکہ ان کے درمیان صلح کراؤ، لڑائی سے الگ کرادو۔ حتیٰ کہ اسلام تو جانوروں کی لڑائی کو بھی گوارا نہیں کرتا۔

جانوروں کو آپس میں لڑانے سے آنحضرت ﷺ نے منع فرمایا ہے۔ لوگ ریچھ اور کتے کو لڑاتے ہیں، کتے لڑاتے ہیں، بھینسے لڑاتے ہیں، اونٹ لڑاتے ہیں، تیتر بٹیر لڑاتے ہیں۔ یہ سب از روئے شریعت حرام ہے۔ اور بعض جگہ صرف لڑاتے نہیں بلکہ ساتھ رقمیں بھی رکھتے ہیں یہ بالکل حرام ہے، یہ جوا ہے۔

تو فرمایا اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے انصاف کرنے والوں کے ساتھ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَۃٌ پختہ بات ہے کہ مومن بھائی بھائی ہیں فَاَصْلِحُوْا بَیْنَ اَخَوَیْکُمْ پس صلح کرادو اپنے بھائیوں کے درمیان کہ صلح ہی معاشرے میں امن وامان کی ضمانت ہے وَ اتَّقُوا اللّٰہَ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو اس کی نافرمانی نہ کرو اس کے احکام کی پابندی کرو لَعَلَّکُمْ تُرْحَمُوْنَ تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔ رحم تب ہی ہوگا جب تم اللہ تعالیٰ کے احکام کی پابندی کروگے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰۤى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰۤى اَنْ يَّكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ ۚ وَلَا تَلْمِزُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ ؕ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِيْمَانِ ۚ وَمَنْ لَّمْ يَتُبْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۱۱﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ ۫ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا ؕ اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۲﴾ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا ؕ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ﴿۱۳﴾

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ ٹھٹھا نہ کرے کوئی قوم دوسری قوم سے عَسٰۤى اَنْ يَّكُوْنُوْا ممکن ہے کہ وہ خَيْرًا مِّنْهُمْ ان سے بہتر ہوں وَلَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ اور نہ عورتیں دوسری عورتوں سے ٹھٹھا کریں عَسٰۤى اَنْ يَّكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ ممکن ہے وہ ان سے بہتر ہوں وَلَا تَلْمِزُوْۤا اَنْفُسَكُمْ اور نہ عیب لگاؤ ایک دوسرے پر وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ اور نہ برے لقب ڈالو بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِيْمَانِ برا ہے فسق کا نام ایمان کے بعد وَمَنْ لَّمْ يَتُبْ اور جس نے توبہ نہ کی فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ پس یہی لوگ ہیں ظالم يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو اجْتَنِبُوْا بچو تم كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ بہت سے گمانوں سے اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ بے شک بعض گمان گناہ ہیں وَّلَا تَجَسَّسُوْا اور نہ جاسوسی کرو وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا اور نہ غیبت کرے تم میں سے بعض بعض کی اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ کیا تم میں سے کوئی پسند کرتا ہے اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا کہ کھائے اپنے مردہ بھائی کا گوشت فَكَرِهْتُمُوْهُ پس تم اس کو ناپسند کرتے ہو وَاتَّقُوا اللّٰهَ اور ڈرو اللہ تعالیٰ سے اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِيْمٌ بے شک اللہ تعالیٰ توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے يٰاَيُّهَا النَّاسُ اے انسانو اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى بے شک ہم نے تم کو پیدا کیا ایک مرد اور ایک عورت سے وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا اور بنائے ہم نے تمہارے بڑے قبیلے وَّقَبَآئِلَ اور چھوٹے قبیلے لِتَعَارَفُوْا تاکہ تم آپس میں جان پہچان رکھو اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ بے شک تم میں سے زیادہ عزت والا اللہ تعالیٰ کے ہاں وہ ہے اَتْقٰكُمْ جو تم میں بڑا متقی ہے اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ بے شک اللہ تعالیٰ جاننے والا خبر رکھنے والا ہے۔

ربطِ آیات :

ان آیات سے پہلی آیات میں اس چیز کا بیان تھا کہ اگر مومنوں کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو ان کی صلح کرادو۔ آج کی آیات میں اللہ تعالیٰ نے بعض ان چیزوں کا ذکر فرمایا ہے جو لڑائی کا سبب بنتی ہیں۔ ان میں سے پہلی چیز کسی کا مذاق اڑانا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو لَا

یَسۡخَرۡ قَوۡمٌ مِّنۡ قَوۡمٍ نہ ٹھٹھا کرے کوئی قوم دوسری قوم سے۔ یہاں قوم سے مرد مراد ہیں کیونکہ عورتوں کا ذکر آگے آرہا ہے۔ مرد مردوں کے ساتھ ٹھٹھا نہ کریں عَسٰۤی اَنۡ یَّکُوۡنُوۡا خَیۡرًا مِّنۡهُمۡ ممکن ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں جن کے ساتھ ٹھٹھا کرتے ہیں وہ ان ٹھٹھا کرنے والوں سے بہتر ہوں۔ مثلاً: یہ گورا ہے وہ کالا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے ہاں کالے کا درجہ زیادہ ہو۔ اگر کوئی لنگڑا ہے، اندھا ہے، بھینگا ہے، وہ ٹھٹھا کرنے والے سے اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبول ہو لہٰذا ٹھٹھا کسی کے ساتھ نہ کرو اس سے دوسرے کی تذلیل اور تحقیر ہوتی ہے اور کسی مسلمان کو ذلیل سمجھنا بڑا گناہ ہے۔ اور ٹھٹھا کرنے سے وقت بھی ضائع ہوتا ہے اور بسا اوقات نقصان بھی ہو جاتا ہے۔

آج سے چار دن پہلے کی بات ہے تم نے اخبار میں پڑھا ہوگا کہ ہنگری کے ایک ٹھٹھے باز (مسخرے) نے ایسے تمسخر کیے کہ چھ آدمی موقع پر ہنستے ہنستے مر گئے۔ تو مسخرہ کرنا حرام ہے کسی کے ساتھ نہیں کرنا چاہیے۔ فرمایا وَلَا نِسَآءٌ مِّنۡ نِّسَآءٍ اور نہ عورتیں دوسری عورتوں سے ٹھٹھا کریں۔ کیوں؟ عَسٰۤی اَنۡ یَّکُنَّ خَیۡرًا مِّنۡهُنَّ ممکن ہے یہ ان سے بہتر ہوں۔ جن کے ساتھ ٹھٹھا کرتی ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ان سے بہتر ہوں۔

جھگڑے کا دوسرا سبب: وَلَا تَلۡمِزُوۡۤا اَنۡفُسَکُمۡ اور نہ عیب لگاؤ اپنی جانوں پر۔ اپنی جانوں سے مراد بھائی، رشتہ دار، عزیز ہیں۔ اب معنیٰ ہوگا ایک دوسرے پر عیب نہ لگاؤ۔ کسی کو کانا، اندھا، لنگڑا نہ کہو۔ وہ تمہیں اندھا، کانا، لنگڑا کہے گا، لڑائی ہوگی۔ اگر اندھا ہے تو رب نے اس کو اندھا کیا ہے تم نے تو نہیں کیا۔ لنگڑا، لولا، گورا، کالا، سب رب نے بنایا ہے اس کی مخلوق ہے۔ اس کو طعنے دینے کے بجائے تم خدا کا شکر ادا کرو کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے اندر یہ عیب نہیں رکھے۔ گورے کالے سب اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں۔

واقعہ: امریکہ میں ایک کالے رنگ کا آدمی تھا۔ پہلے اس نے اپنا نام محمد رکھا پھر نبوت کا دعویٰ کر دیا۔ نبوت کے دعوے کے بعد اس نے کہا آدم علیہ السلام کی اولاد صرف کالے ہیں اور یہ گورے شیطان کی اولاد ہیں۔ اس کا بیٹا تھا محمد دین، بڑا سمجھ دار تھا۔ اس نے کہا کہ میرا والد کافر ہے اور اپنی قوم کی اصلاح کی۔

اس کی دوسری تفسیر اس طرح کرتے ہیں کہ اگر تم کسی پر عیب لگاؤ گے کہ تو ایسا ہے تو وہ تمھیں بھی جواب دے گا اور کہے گا تو بھی ایسا ہے۔ تو اب تم اپنے اوپر عیب لگوانے کا خود سبب بنے۔ جیسا کہ حدیث پاک میں آتا ہے کہ تم اپنے ماں باپ کو گالیاں نہ دو۔ کسی نے پوچھا حضرت! اپنے ماں باپ کو کون گالیاں دیتا ہے؟ فرمایا تم کسی کے ماں باپ کو گالی دو گے وہ تمھاری ماں اور تمھارے باپ کو گالی دے گا تو گویا تو نے اپنے ماں باپ کو خود گالی دی ہے۔ لیکن خدا پناہ! آج تو براہ راست بھی ماں باپ کو گالیاں دینے والے موجود ہیں، مارنے پیٹنے والے موجود ہیں۔ تو کسی پر عیب لگانا یہ دوسرا سبب ہے لڑائی کا۔

تیسرا سبب: وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ اور نہ ڈالو برے لقب، چڑانے کے لیے۔ مثلاً: تم کسی کو کہو او ٹینڈے، او کدو، او چوہے، او کریلے۔ اس طرح کے القاب بھی لڑائی کا ذریعہ ہیں۔ لہٰذا یہ بُرے لقب کسی کے مت رکھو بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِيْمَانِ بُرا ہے فسق کا نام ایمان کے بعد۔ ایمان لانے کے بعد تم مومن بن چکے ہو۔ بُرے القاب ڈالنے کے بعد فاسق ہو جاؤ گے۔ تو کیا مومن ہو جانے کے بعد فاسق بننا پسند کرتے ہو۔ اور جس آدمی کی زبان محتاط نہ ہو وہ شرعی طور پر گواہ بھی نہیں بن سکتا اور محدثین اس کی روایت بھی قبول نہیں کرتے۔ تو فرمایا بُرا ہے فسق کا نام ایمان کے بعد وَمَنْ لَّمْ يَتُبْ اور جس نے توبہ نہ کی ایسی حرکتوں سے باز نہیں آئے گا فَاُولٰٓئِكَ هُمُ

الظّٰلِمُوْنَ پس یہی لوگ ہیں ظالم۔ ایسا کرنے میں اس نے بندے کا بھی حق ضائع کیا ہے اور اللہ تعالیٰ کا حق بھی ضائع کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا حق اس طرح ضائع کیا کہ اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا کہ کسی کو ٹینڈا، کدو وغیرہ نہ کہو اور یہ باز نہیں آیا تو اللہ تعالیٰ کا حق ضائع کیا۔ اور بندے کا حق ضائع کیا کہ اس کو بُرے القاب سے یاد کیا۔ لہٰذا توبہ دو حقوق سے ہوگی۔

[۱] ایک اللہ تعالیٰ سے مانگے گا کہ اے پروردگار! تو نے مجھے منع کیا تھا لیکن مجھ سے غلطی ہوگئی مجھے معاف کردے۔

[۲] اور اس آدمی سے بھی معافی مانگو کہ بھائی جی! میں نے غلطی سے یہ الفاظ کہے ہیں مجھے معاف کردیں۔ جب اس طرح معافی نہیں مانگے گا تو یہ نہیں ہوگی۔ محض توبہ توبہ کہنے کا کچھ فائدہ نہیں ہے۔

جھگڑے کا چوتھا سبب ہے بدگمانی: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو اجْتَنِبُوْا كَثِیْرًا مِّنَ الظَّنِّ بچو تم بہت سارے گمانوں سے۔ کسی کے بارے میں بدگمانی بھی گناہ ہے اور بدگمانی بھی انسان کو لڑائی تک پہنچا دیتی ہے۔ ہر مسلمان کو اپنے بھائی کے بارے میں اچھا گمان رکھنا چاہیے۔ ایک آدمی ایک بات کرتا ہے اس کے وہم وگمان میں بھی نہیں ہوتا مگر دوسرا آدمی اس کو خواہ مخواہ کھینچ کر اپنے اوپر منطبق کرتا ہے یا اپنے عزیزوں پر منطبق کرتا ہے تو یہ حرام ہے۔ ایسی بدگمانی جائز نہیں ہے۔

حدیث پاک میں آتا ہے "ظُنُّوْا الْمُؤْمِنِیْنَ خَیْرًا" "مومنوں کے بارے میں اچھا گمان کرو" کسی نے کوئی بات کی ہے یا کوئی کام کیا ہے تو اس کو اچھے محل پر محمول کرو یہ نہ کہو کہ اس نے یہ بات میری ضد میں کی ہے۔ یہ بدگمانی بعض دفعہ لڑائی تک پہنچا دیتی ہے

اِنَّ بَعۡضَ الظَّنِّ اِثۡمٌ بعض گمان گناہ ہوتے ہیں۔

لڑائی کا پانچواں سبب کسی کی جاسوسی کرنا ہے: فرمایا وَّلَا تَجَسَّسُوۡا اور جاسوسی نہ کرو کسی کی۔ ایک آدمی کمرے میں بیٹھا اپنا کام کررہا ہے کوئی آدمی اس کی جاسوسی کرے کہ دیکھو یہ کیا کررہا ہے۔ اس کو جب علم ہوگا تو وہ کہے گا تم کون ہوتے ہو ہماری نگرانی کرنے والے؟ تو لڑائی ہوگی۔ یا کسی کے گھر کے حالات کی جاسوسی کرنا، یہ بھی اچھی بات نہیں ہے، لڑائی کا سبب ہے۔ ہاں! اسلامی حکومت مجرموں کے بارے میں، باغیوں کے بارے میں جاسوس چھوڑے کہ دیکھو کیا کررہے ہیں تو وہ بات علیحدہ ہے۔

لڑائی کا چھٹا سبب غیبت ہے: فرمایا وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا اور نہ غیبت کرے تم میں سے بعض بعض کی۔ غیبت کہتے ہیں کہ کسی کے اندر سچ مچ عیب ہے اور تم اس کو اس کی پیٹھ پیچھے بیان کرتے ہو، یہ غیبت ہے۔ اور اگر اس میں عیب نہیں ہے اور تم اس کے ذمے لگاتے ہو تو اس کو بہتان کہتے ہیں۔ تو غیبت کہتے ہیں کہ کسی میں واقعی عیب اور خامی ہو اس کو اس کی پشت پیچھے (غیر حاضری میں) بیان کیا جائے۔ مثلاً: کوئی چور ہے، زانی ہے، جوئے باز ہے یا اس طرح کا کوئی اور عیب اس میں ہے تو اس کی عدم موجودگی میں اس کا ذکر کرو تو یہ غیبت ہے اور بڑا گناہ ہے۔ البتہ بعض مقامات اور حالات میں شریعت نے اجازت دی ہے کہ تم اس کی عدم موجودگی میں اس کے عیب بیان کرسکتے ہو۔ مثلاً: کسی آدمی نے کسی کے ساتھ زیادتی کی ہے، ظلم کیا ہے اور یہ مظلوم مفتی سے مسئلہ پوچھتا ہے کہ فلاں نے یہ بات کی ہے، فلاں نے یہ کام کیا ہے مجھے اس کا حکم بتلائیں میں کیا کروں؟ تو اس موقع پر عیب بیان کرنا جائز ہے۔ یا قاضی اور جج کے پاس دادرسی کے لیے جائے اس کے سامنے عیب بیان کرے کہ فلاں آدمی نے میرے ساتھ یہ یہ زیادتی کی

ہے اس کا مداوا کیا جائے۔ تو یہ بھی جائز ہے۔

اگر کوئی آدمی دوسرے آدمی سے مشورہ طلب کرے تو مشورہ دینے والا حقیقت کو ظاہر کرنے کے لیے عیب بیان کرے تو جائز ہے۔ مثلاً: ایک آدمی کہیں رشتہ کرنا چاہتا ہے اور ان کے حالات سے واقف نہیں ہے تم سے مشورہ کرتا ہے اور تم ان کے عیوب ظاہر کرتے ہو کہ وہ اچھے اخلاق کے مالک نہیں ہیں اور ان میں یہ یہ برائیاں ہیں۔ وہ بدعقیدہ لوگ ہیں، بدعتی ہیں، تو یہ جائز ہے۔ کیونکہ یہاں ایک آدمی کی خیر خواہی مقصود ہے۔ یہاں پر تمھیں ثواب ملے گا گناہ نہیں ہوگا۔ یا باپ اپنے بیٹے کو سمجھاتا ہے یا دوست اپنے دوست کو سمجھاتا ہے کہ تو جن لوگوں کے ساتھ پھرتا ہے، بیٹھتا ہے وہ جواری اور ناجائز فروش ہیں، بدکردار ہیں، ان کے ساتھ مت بیٹھا کر، تو یہ بھی جائز ہے کہ ان کو ان کے شر سے بچانا ہے۔ ہاں! اگر کوئی شرعی مقصد نہ ہو اور محض دل کی بھڑاس نکالنی ہو اور کسی کے عیب بیان کرے تو یہ بڑا گناہ ہے۔

فرمایا اَیُحِبُّ اَحَدُکُمۡ اَنۡ یَّاۡکُلَ لَحۡمَ اَخِیۡهِ مَیۡتًا کیا تم میں سے کوئی پسند کرتا ہے کہ کھائے اپنے مردہ بھائی کا گوشت فَکَرِهۡتُمُوۡهُ پس تم اس کو ناپسند کرتے ہو۔ آنحضرت ﷺ نے دو آدمیوں کو کسی کی غیبت کرتے ہوئے سن لیا۔ وہ روزے سے تھے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ تمہارا روزہ ٹوٹ گیا ہے اس کی قضا لوٹانا۔ امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ تو فرماتے ہیں کہ سچ مچ غیبت سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ دوسرے فقہائے کرام رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ روزہ نہیں ٹوٹتا البتہ اس کا اجر و ثواب ختم ہو جاتا ہے۔ بھئی! جب ثواب نہ رہا تو کیا فائدہ؟

تو غیبت کرنے والے کو یوں سمجھو کہ وہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھا رہا ہے۔ وہ

سامنے ہوتا تو تمھیں دو ہاتھ دکھاتا۔ وہ تو غیب ہے۔ مردے کے ساتھ تشبیہ یہ ہے کہ مردہ کچھ نہیں کر سکتا اور یہ بھی کچھ نہیں کر سکتا کہ غائب ہے۔ غیبت کے بارے میں مسئلہ یہ ہے کہ اگر اس تک بات نہیں پہنچی جس کی غیبت کی گئی ہے تو اب یہ صرف اللہ تعالیٰ کا حق ہے۔ سچے دل سے توبہ کرے اللہ تعالیٰ معاف کر دے گا۔ اور اگر اس کو علم ہو گیا ہے بالواسطہ یا بلاواسطہ کہ فلاں نے میری غیبت کی ہے تو پھر اس سے معافی مانگنا بھی ضروری ہے۔ اس سے معافی مانگے بغیر معافی نہیں ہوگی کہ اس کا حق مارا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے بھی معافی مانگے گا اور بندے سے بھی وَاتَّقُوا اللّٰهَ اور ڈرو اللہ تعالیٰ سے اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِيْمٌ بے شک اللہ تعالیٰ توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔ یہ جتنے گناہ بیان ہوئے ہیں ایک دوسرے کو حقیر سمجھنے کی وجہ سے ہوئے ہیں۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے اس حقیقت کو واضح فرمایا ہے يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اے انسانو! تم ایک دوسرے کو حقیر کیوں سمجھتے ہو اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى بے شک ہم نے تمھیں پیدا کیا ہے ایک مرد اور ایک عورت سے۔ مرد حضرت آدم علیہ السلام ہیں اور عورت حضرت حوا علیہا السلام ہیں۔ تمہاری نسل انھی تک پہنچتی ہے۔ تم سب انسان ہو ایک دوسرے پر فخر تو تب کرو کہ کچھ انسان ہوں اور کچھ غیر انسان ہوں۔ جیسے جعلی نبی نے کہا تھا کہ یہ گورے شیطان کی اولاد ہیں اور ہم کالے آدم کی اولاد ہیں۔ جب تم سارے آدم علیہ السلام کی اولاد ہو تو ایک دوسرے پر فخر کرنے کا کیا مطلب ہے۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا لَا فَخْرَ لِعَرَبِيٍّ عَلٰى عَجَمِيٍّ وَلَا لِاَحْمَرَ عَلٰى اَسْوَدَ كُلُّكُمْ مِنْ اٰدَمَ وَ اٰدَمُ خلق مِنْ تُرَابٍ او كما قال علیہ الصلوٰۃ والسلام ”کسی عربی کو عجمی پر کوئی فخر نہیں ہے نہ گورے کو کالے پر کوئی فضیلت

حاصل ہے تم سب آدم کی نسل سے ہو اور آدم کو مٹی سے پیدا کیا گیا ہے۔'' فضیلت کی وجہ آگے آرہی ہے۔ تو فرمایا ہم نے تمھیں پیدا کیا ایک مرد اور ایک عورت سے وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا۔ شُعُوْب شعبٌ کی جمع ہے، بڑا قبیلہ۔ وَقَبَآئِلَ اور قبائل قبیلة کی جمع ہے، چھوٹا قبیلہ۔ معنٰی ہوگا اور بنائے ہم نے تمہارے بڑے قبیلے اور چھوٹے قبیلے۔ چھوٹے بڑے قبیلوں میں تمھیں تقسیم کیا لِتَعَارَفُوْا تاکہ تم آپس میں جان پہچان رکھو۔ یہ قبیلے شناخت کے لیے ہیں۔ جیسے قریش بڑا قبیلہ ہے آگے اس کی شاخیں ہیں۔ کوئی بنو عبد شمس ہے کوئی بنو نوفل ہے، کوئی بنو فزارہ ہے۔ جس طرح جاٹ ایک خاندان ہے آگے اس کی شاخیں ہیں، کوئی چیمہ ہے، کوئی چٹھہ ہے، کوئی تارڑ ہے۔ دنیا کے معاملات ہیں، شادی بیاہ ہیں، جھگڑے ہیں، مقدمے ہیں، ان میں تفتیش کی ضرورت ہے، شناخت کی ضرورت ہے تو ان نسبتوں سے شناخت ہوگی۔ ویسے تو ایک نام کے کئی آدمی ہوتے ہیں ولدیتیں بھی مل جاتی ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے چھوٹے بڑے خاندان بنائے جان پہچان کے لیے۔ اس کے ساتھ فضیلت کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ فضیلت تقویٰ اور پرہیزگاری کی وجہ سے ہے۔ فرمایا اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ بے شک تم میں سے زیادہ عزت والا اللہ تعالیٰ کے ہاں وہ ہے جو تم میں بڑا متقی ہے۔ چاہے وہ کسی بھی خاندان سے تعلق رکھتا ہو۔

ہندوستان میں ایک بہت بڑے مفتی گزرے ہیں مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ، وہ نائی خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ میں نے سیدوں کو ان کی جوتیاں سیدھی کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ حضرت مولانا مفتی فقیر اللہ صاحب مرحوم و مغفور موچی خاندان سے تعلق رکھتے تھے اور یہ دونوں حضرات حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردوں میں سے

ہیں۔ یہ پیشے ہیں، نائی ہو یا موچی ہو اس میں گناہ یا ثواب کی کوئی بات نہیں ہے۔ ہاں! نائی اگر ڈاڑھی مونڈ کے اجرت لے گا، بودے (انگریزوں ایسے بال) بنا کر اجرت لے گا تو یہ حرام ہے اگر چہ عیسائی کی ہی ڈاڑھی کیوں نہ مونڈھے۔ ٹھیک ہے وہ عیسائی ہے مگر یہ تو مسلمان ہے۔ قاعدے کے مطابق ٹنڈ کرے، موچھیں کاٹے، ناخن کاٹے، یہ پیشہ ہے اس میں ثواب ہے گناہ کوئی نہیں ہے۔ گناہ اس وقت ہوگا جب اس میں خرابی آئے گی اِنَّ اللّٰہَ عَلِیۡمٌ خَبِیۡرٌ بے شک اللہ تعالیٰ جاننے والا خبر رکھنے والا ہے۔ وہ تمہاری نیتوں کو جانتا ہے اور تمہارے قول و فعل کی خبر رکھتا ہے۔ معاملہ تمہارا رب تعالیٰ کے ساتھ ہے اس بات کو نہ بھولنا اور رب تعالیٰ کے احکام کو نہ بھولنا۔

قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا ؕ قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَ لٰكِنْ قُوْلُوْۤا اَسْلَمْنَا وَ لَمَّا یَدْخُلِ الْاِیْمَانُ فِیْ قُلُوْبِكُمْ ؕ وَ اِنْ تُطِیْعُوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ لَا یَلِتْكُمْ مِّنْ اَعْمَالِكُمْ شَیْـًٔا ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۱۴﴾ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ یَرْتَابُوْا وَ جٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓىٕكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ﴿۱۵﴾ قُلْ اَتُعَلِّمُوْنَ اللّٰهَ بِدِیْنِكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ یَعْلَمُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِ ؕ وَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ﴿۱۶﴾ یَمُنُّوْنَ عَلَیْكَ اَنْ اَسْلَمُوْا ؕ قُلْ لَّا تَمُنُّوْا عَلَیَّ اِسْلَامَكُمْ ۚ بَلِ اللّٰهُ یَمُنُّ عَلَیْكُمْ اَنْ هَدٰىكُمْ لِلْاِیْمَانِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ﴿۱۷﴾ اِنَّ اللّٰهَ یَعْلَمُ غَیْبَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ وَ اللّٰهُ بَصِیْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۸﴾ ع ۲ ۸ ۱۴

قَالَتِ الْاَعْرَابُ کہا دیہاتیوں نے اٰمَنَّا ہم ایمان لائے ہیں قُلْ آپ کہہ دیں لَّمْ تُؤْمِنُوْا تم ایمان نہیں لائے وَلٰكِنْ قُوْلُوْۤا لیکن تم کہو اَسْلَمْنَا ہم مسلمان ہوئے ہیں وَلَمَّا یَدْخُلِ الْاِیْمَانُ اور ابھی تک داخل نہیں ہوا ایمان فِیْ قُلُوْبِكُمْ تمہارے دلوں میں وَاِنْ تُطِیْعُوا اللّٰهَ اور اگر تم اطاعت کرو گے اللہ تعالیٰ کی وَرَسُوْلَهٗ اور اس کے رسول ﷺ کی لَا یَلِتْكُمْ نہیں کمی کرے گا اللہ تعالیٰ تمہارے لیے مِّنْ اَعْمَالِكُمْ شَیْـًٔا تمہارے اعمال میں سے کچھ بھی اِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ تعالیٰ غَفُوْرٌ

بخشنے والا ہے رَّحِیْمٌ مہربان ہے اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ پختہ بات ہے مومن وہ ہیں اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ جو ایمان لائے ہیں اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسول پر ثُمَّ لَمْ یَرْتَابُوْا پھر انھوں نے شک نہیں کیا وَجٰهَدُوْا اور جہاد کیا انھوں نے بِاَمْوَالِهِمْ اپنے مالوں کے ساتھ وَاَنْفُسِهِمْ اور اپنی جانوں کے ساتھ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے راستے میں اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ یہی لوگ ہیں سچے قُلْ آپ کہہ دیں اَتُعَلِّمُوْنَ اللّٰهَ کیا تم بتلاتے ہو اللہ تعالیٰ کو بِدِیْنِكُمْ اپنا دین وَاللّٰهُ یَعْلَمُ حالانکہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے مَا فِی السَّمٰوٰتِ جو کچھ آسمانوں میں ہے وَمَا فِی الْاَرْضِ اور جو کچھ زمین میں ہے وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جانتا ہے یَمُنُّوْنَ عَلَیْكَ یہ احسان جتلاتے ہیں آپ پر اَنْ اَسْلَمُوْا کہ وہ مسلمان ہو گئے ہیں قُلْ آپ کہہ دیں لَّا تَمُنُّوْا عَلَیَّ نہ احسان جتلاؤ مجھ پر اِسْلَامَكُمْ اپنے اسلام کا بَلِ اللّٰهُ یَمُنُّ عَلَیْكُمْ بلکہ اللہ تعالیٰ نے احسان کیا ہے تم پر اَنْ هَدٰىكُمْ کہ ہدایت دی تم کو لِلْاِیْمَانِ ایمان کے لیے اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ اگر ہو تم سچے اِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ تعالیٰ یَعْلَمُ جانتا ہے غَیْبَ السَّمٰوٰتِ غیب آسمانوں کا وَالْاَرْضِ اور زمین کا وَاللّٰهُ بَصِیْرٌ اور اللہ تعالیٰ دیکھتا ہے بِمَا اس چیز کو تَعْمَلُوْنَ جو تم کرتے ہو۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مال غنیمت تقسیم کرنا :

کافروں کے ساتھ جہاد میں فتح ہو جانے کے بعد جو ان کا مال ہاتھ آتا ہے اس کو مال غنیمت کہتے ہیں۔ مال غنیمت کے پانچ حصے کیے جاتے تھے پانچواں حصہ خمس کہلاتا تھا۔ چار حصے مجاہدین میں تقسیم ہوتے تھے اور خمس پر اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق جیسا کہ دسویں پارے کی ابتداء میں مذکور ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کنٹرول ہوتا تھا۔ اس میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی ضروریات کے لیے بھی خرچ کرتے تھے اور اپنے قریبی رشتہ داروں پر بھی اور یتیموں، مسکینوں، بیواؤں، مسافروں پر بھی خرچ فرماتے تھے۔ وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صواب دید پر ہوتا تھا جس کو جتنا چاہیں دیں۔ اب بھی امیر لشکر کو اس کا حق ہے کہ خمس جہاں چاہے دیانت داری کے ساتھ خرچ کر سکتا ہے۔

۸ھ شوال کے مہینے میں غزوہ حنین پیش آیا تھا جس میں مسلمانوں کی تعداد بارہ ہزار تھی اور کافر چار ہزار تھے ابتداء میں مسلمانوں کے پاؤں اکھڑ گئے مگر ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح عطا فرمائی اور بڑا مال غنیمت ہاتھ آیا۔ تاریخ بتلاتی ہے کہ چالیس ہزار بکریاں، چوبیس ہزار اونٹ اور منوں کے حساب سے سونا، چاندی غنیمت میں ملا۔ جو لوگ نئے نئے مسلمان ہوئے تھے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو کافی، کافی مال دیا۔ بخاری شریف میں روایت ہے کہ اقرع بن حابس جو ایک سردار تھے۔ فرمایا اس کو سو اونٹ دے دو۔ عیینہ بن حصن کو فرمایا سو اونٹ دے دو۔ کسی کو سو اور کسی کو پچاس اونٹ دیئے مگر انصار مدینہ کو کچھ نہ ملا۔ انصار مدینہ کے کچھ نوجوانوں نے کہا کہ ایسے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اپنی برادری کی محبت غالب آگئی ہے۔ قریش میں کسی کو سو اونٹ اور کسی کو پچاس اور ہمیں کچھ بھی نہیں دیا۔ حالانکہ ہماری تلواروں سے ابھی تک کافروں کا خون ٹپک رہا ہے۔

آنحضرت ﷺ کو علم ہوا تو آپ ﷺ نے انصار مدینہ کو ایک جگہ جمع فرمایا اور فرمایا کہ انصار کے سوا اور کوئی یہاں نہ ہو۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے شکایت پہنچی ہے کہ تم نے یہ کہا ہے کہ آنحضرت ﷺ پر برادری کی محبت غالب آگئی ہے اور کسی کو سو اونٹ اور کسی کو پچاس اونٹ دیئے ہیں۔ کیا واقعی تم نے یہ بات کہی ہے؟ جو سمجھ دار صاحب رائے تھے وہ بولے کہ حضرت! ہم نے تو یہ بات نہیں کہی۔ البتہ چند نوجوانوں نے یہ بات کہی ہے کہ کافروں کی کھوپڑیاں ہم اڑاتے ہیں اور مال ان کو مل گیا۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ تمہاری خدمات اور قربانیوں کی جتنی بھی قدر کی جائے کم ہے۔ یہ جو کچھ میں نے دیا ہے ان کو خدمت کے صلے میں نہیں دیا۔ مجھے معلوم ہے کہ تم پکے مومن ہو تمہیں کچھ ملے یا نہ ملے تمہارے ایمان میں کچھ فرق نہیں آئے گا تم مومن ہی رہو گے۔ یہ جو نئے نئے مسلمان ہوئے ہیں میں نے ان کو تالیف قلب کے لیے دیا ہے تاکہ ان کے دل نرم ہو جائیں اور وہ دین پر قائم رہیں مرتد نہ ہو جائیں العیاذ باللہ تعالیٰ۔ کسی شے کے صلے میں نہیں دیا۔ عربی کا مشہور مقولہ ہے:

اَلْاِنْسَانُ عبد الاحسان

﴿انسان احسان کے نیچے دبا ہوتا ہے۔﴾

محسن کے سامنے آنکھیں نیچی ہو جاتی ہیں۔ انصار مدینہ بتاؤ کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ یہ لوگ اپنے گھروں میں اونٹ بکریاں لے کر جائیں اور تم رب کے رسول کو لے کر جاؤ۔ سب نے کہا حضرت! ہم راضی ہیں۔

ابتداء میں تالیف قلب کے لیے کافروں کو بھی زکوٰۃ دینی جائز تھی کہ مسلمان تھوڑے تھے، کمزور تھے کہ اس طرح کافروں کے دل نرم ہو جائیں گے اور مسلمان ہو

جائیں گے۔اب جمہور اہل اسلام کے ہاں تالیف قلب کے لیے زکوٰۃ نہیں دی جاسکتی۔ کیونکہ اب مسلمان افرادی لحاظ سے تھوڑے نہیں ہیں اور اس وقت جو نئے نئے مسلمان ہوتے تھے ان کو بھی تالیف قلب کے لیے آپ ﷺ پیسے (مال) دے دیتے تھے۔ دیہاتیوں نے سنا کہ جو مسلمان ہوتے ہیں اُن کو انعام ملتا ہے۔تو مدینہ طیبہ سے دور دور کے دیہاتی پچاس میل، سو میل، کوئی دو سو میل کے رَہنے والے تھے ان تک جب یہ خبریں پہنچی کہ آپ ﷺ مومنوں کو تحفے دیتے ہیں وہ بھی آ گئے اور کہنے لگے ہم بھی مومن ہیں۔ اس کا ذکر ہے۔

فرمایا قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا دیہاتیوں نے کہا، دیہات میں رہنے والوں نے کہا ہم ایمان لائے ہیں ہم بھی مومن ہیں ہمیں بھی کچھ دو۔رب تعالیٰ نے فرمایا قُلْ اے نبی کریم ﷺ! آپ کہہ دیں لَّمْ تُؤْمِنُوْا تم ایمان نہیں لائے وَلٰكِنْ قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا لیکن تم یہ کہو کہ ہم مسلمان ہوئے ہیں۔ہم نے اسلام کا اظہار کیا ہے کچھ لینے کے لیے۔رب تعالیٰ سے بہتر کون جانتا ہے اس کو ہر شے کا علم ہے۔قبیلہ بنو اسد، قبیلہ بنو غطفان جو اسلام کے سخت مخالف تھے صرف اونٹ، بکریاں، سونا، چاندی لینے کے لیے انھوں نے یہ ڈرامہ رچایا کہ اٰمَنَّا ہم ایمان لائے ہیں۔آپ فرمادیں تم ایمان نہیں لائے لیکن کہو کہ ہم نے اسلام کا اظہار کیا ہے وَلَمَّا يَدْخُلِ الْاِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ اور ابھی تک ایمان داخل نہیں ہوا تمھارے دلوں میں۔ایمان والے ایمان کا ڈھنڈورا نہیں پیٹتے۔مومن کا کام ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا شکرادا کرے کہ اس نے ایمان کی دولت سے نوازا ہے۔دنیا کی دولت لینے کے لیے ایمان کا اظہار کرنا اچھی بات نہیں ہے۔ایمان سے بڑی کوئی دولت نہیں ہے۔پھر یہ ابدالآباد کی دولت ہے۔دائمی زندگی اس دولت کے ساتھ

بنے گی۔ دنیا کی دولت دنیا ہی میں رہ جائے گی۔ جن لوگوں نے حلال یا حرام طریقے سے اربوں کھربوں روپے کمائے، کیا ساتھ لے گئے؟ کسی کو کفن نصیب ہوتا ہے اور کسی کو کفن بھی نصیب نہیں ہوتا۔ انسان کے ساتھ ایمان اور عمل صالح جاتا ہے۔

نیک آدمی قبر میں فرشتوں کے سوال و جواب سے فارغ ہوتا ہے تو ایک انتہائی خوبصورت آدمی اس کے سامنے آجاتا ہے۔ وہ کہتا ہے تم کون ہو؟ کیسے آئے ہو؟ تیرے جیسا خوب صورت آدمی تو میں نے دنیا میں نہیں دیکھا حالانکہ میں دنیا میں بڑا گھوما پھرا ہوں۔ وہ کہتا ہے تم مجھے نہیں پہچانتے اَنَا عَمَلُكَ الصَّالِحُ ''میں تیرا نیک عمل ہوں۔'' اگر بدکار، بُرا آدمی ہے تو اس کے سامنے کریہہ المنظر، بُری صورت والا آدمی آتا ہے۔ اس کے بدن اور کپڑوں سے بدبو آرہی ہوتی ہے۔ یہ اس کو کہتا ہے او اللہ کے بندے! مجھے پہلے کیا کم تکلیف ہو رہی ہے کہ تو بھی مجھے تکلیف دینے کے لیے آگیا ہے۔ وہ کہتا ہے تو مجھے نہیں پہچانتا میں تیرا بُرا عمل ہوں۔ تو ایمان بڑی دولت ہے اور اس سے بڑھ کر کوئی دولت نہیں ہے۔

تو فرمایا آپ کہہ دیں تم ایمان نہیں لائے بلکہ کہو ہم مسلمان ہوئے ہیں اور ابھی تک ایمان تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا وَاِنْ تُطِيْعُوا اللّٰهَ اور اگر تم اطاعت کرو گے اللہ تعالیٰ کی وَرَسُوْلَهٗ اور اس کے رسول ﷺ کی دل سے، اخلاص کے ساتھ لَا يَلِتْكُمْ مِّنْ اَعْمَالِكُمْ شَيْئًا نہیں کمی کرے گا اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال میں کچھ بھی بلکہ تمہارے اعمال صالحہ کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا اور کوتاہیوں اور کمزوریوں سے درگزر فرمائے گا اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ پختہ بات ہے حقیقت میں مومن وہی ہیں جو

ایمان لائے اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسول پر۔ دل کی گہرائیوں سے وہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور اس کی صفات پر یقین رکھتے ہیں اور اس کی کتابوں، فرشتوں اور تمام انبیائے کرام علیہم السلام اور اچھی بُری تقدیر کہ سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے، پر صحیح طریقے سے یقین رکھتے ہیں ثُمَّ لَمْ یَرْتَابُوْا پھر انھوں نے کسی قسم کا شک نہیں کیا۔ اگر دل میں ذرا برابر بھی شک یا تردد آگیا تو ایمان ضائع ہو گیا۔

اللہ تعالیٰ نے منافقوں کے بارے میں فرمایا ہے فَهُمْ فِيْ رَيْبِهِمْ يَتَرَدَّدُوْنَ [توبہ:۴۵] "وہ شک وتردد ہی میں مبتلا رہتے ہیں۔"

تو فرمایا ایمان والے وہ ہیں جو ایمان لانے کے بعد شک میں نہیں پڑتے وَجٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اور انھوں نے جہاد کیا اپنے مالوں کے ساتھ اور اپنی جانوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے راستے میں۔ اپنی جانیں لے کر نکلے اور اپنے مال لے کر نکلے اور جہاد کیا اللہ تعالیٰ کے راستے میں۔

جہاد بھی مومن کا اہم فریضہ ہے سچا ایمان دار کبھی جہاد سے پیچھے نہیں ہٹتا اور منافق آدمی ہمیشہ اس سے بچنے کی کوشش کرتا ہے۔ جو آدمی اپنی جان اور مال لے کر اللہ تعالیٰ کے کلمہ کو بلند کرنے کے لیے نکلا ہے وہ مجاہد ہے اور جو اس کے معاون ہیں اس کے گھر کی حفاظت کرنے والے ہیں اس کے مال اور عزت کی حفاظت کرنے والے ہیں اس کے بچوں کی حفاظت کرنے والے ہیں وہ بھی مجاہد ہیں۔

بخاری شریف میں حدیث ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مَنْ خَلَفَ غَازِيًا فَقَدْ غَزَا "جس نے مجاہد غازی کے گھر کی دیانت داری کے ساتھ نگرانی کی وہ بھی مجاہد ہے۔" جتنا ثواب اُس کو ملے گا اس کو بھی اتنا ہی ثواب ملے گا۔ تو جہاد کا ایک شعبہ تو وہ ہے کہ تلوار لے

کرمال لے کر نکلا اور اللہ تعالیٰ کے کلمے کو بلند کرنے کے لیے لڑا۔ اسی طرح قلم کے ساتھ بھی جہاد ہے کہ کتابیں رسالے لکھ کر لوگوں کو باطل سے آگاہ کرے اور ان کے ایمان کی حفاظت کرے۔

اور زبان کے ساتھ بھی جہاد ہے۔ وعظ، تقریر کے ذریعے لوگوں کو حق و باطل سے آگاہ کرے۔ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ۔ یہی لوگ ہیں سچے۔ جو صحیح معنٰی میں ایمان لائے اور پھر ایمان میں شک نہ کیا اور اپنے مالوں اور جانوں کو لے کر اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کیا۔ قُلْ اے نبی کریم ﷺ! آپ ان سے کہہ دیں جو آپ کے پاس آئے ہیں اَتُعَلِّمُوْنَ اللّٰهَ بِدِيْنِكُمْ کیا تم بتلاتے ہو، خبر دیتے ہو اللہ تعالیٰ کو اپنے دین کی کہ آ کر کہتے ہو اٰمَنَّا ہم ایمان لائے ہیں وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو کچھ ہے آسمانوں میں اور جو کچھ ہے زمین میں۔ یہ مجمع میں آ کر کہنا کہ ہم مومن ہیں اس کا کیا فائدہ؟ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جانتا ہے۔ یہ کہہ کر کہ ہم مومن ہیں يَمُنُّوْنَ عَلَيْكَ اَنْ اَسْلَمُوْا یہ احسان جتلاتے ہیں آپ پر کہ وہ مسلمان ہو گئے ہیں قُلْ آپ کہہ دیں لَّا تَمُنُّوْا عَلَيَّ اِسْلَامَكُمْ نہ احسان جتلاؤ مجھ پر اپنے اسلام کا۔ مجھ پر احسان نہ رکھو بَلِ اللّٰهُ يَمُنُّ عَلَيْكُمْ بلکہ اللہ تعالیٰ نے احسان کیا ہے تم پر اَنْ هَدٰىكُمْ لِلْاِيْمَانِ کہ اس نے تمھیں ایمان کی ہدایت دی اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ اگر ہو تم اپنے دعوے میں سچے کہ ہم مومن ہیں۔ ساری دنیا مسلمان ہو جائے ایک آدمی بھی دنیا میں کافر اور گناہ گار نہ رہے رب تعالیٰ کی خدائی میں ایک رتی کا بھی اضافہ نہیں ہوتا۔ اور اگر ساری دنیا کافر ہو جائے، العیاذ باللہ، ایک آدمی بھی رب تعالیٰ کا نام لینے والا نہ رہے اللہ تعالیٰ کی شان میں ایک رتی کی بھی کمی نہیں

ہوتی۔ جو ایمان لائے گا اپنے لیے، جو کفر کرے گا اس کا وبال اسی پر پڑے گا۔ جس نے نیکی کی اس نے اپنا گھر سنوارا اور جس نے بدی کی اس نے اپنا بیڑا غرق کیا۔

قیامت والے دن ہر ایک کا اعمال نامہ اس کے سامنے ہوگا اس کے مطابق جزا سزا ہوگی۔ ہاں اتنی بات یاد رکھیں وَلَا يَرْضٰى لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ [زمر:۷] ''اور وہ اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتا اپنے بندوں سے کفر۔'' اور جو ایمان لائے اور اچھے اعمال کیے ان پر راضی ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس مد میں سب سے بڑھے ہوئے تھے اس لیے ان کو رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی سند ملی کہ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہے اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہیں۔

محدثین کرام، فقہائے عظام رحمہم اللہ فرماتے ہیں جب تم کسی پیغمبر کا نام لو تو ساتھ کہو علیہ الصلوٰۃ والسلام ادب کے ساتھ۔ اور صحابی کے نام کے ساتھ کہو رضی اللہ عنہ۔ کسی بزرگ کا نام لو تو کہو رحمہ اللہ تعالیٰ۔ دین میں ادب بڑی چیز ہے۔ خود اللہ تعالیٰ نے کسی پیغمبر کا نام بے ادبی سے نہیں لیا۔ لہٰذا نیکوں کا نام ادب کے ساتھ لو۔

تو فرمایا اللہ تعالیٰ نے تم پر احسان کیا کہ تم کو ہدایت دی اگر ہو تم سچے تو اللہ تعالیٰ کا احسان مانو اس کا شکر ادا کرو کہ آپ نے مجھے ایمان کی توفیق دی ہے۔ کئی دفعہ تم یہ حدیث سن چکے ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ دنیا اس کو بھی دیتا ہے جس پر راضی ہوتا ہے اور اس کو بھی دیتا ہے جس پر راضی نہیں ہوتا وَلَا يُعْطِي الْاِيْمَانَ اِلَّا مَنْ يُحِبُّ ''اور ایمان صرف اس کو دیتا ہے جس پر وہ راضی ہوتا ہے۔'' اور ایک روایت میں ہے وَلَا يُعْطِي الدِّيْنَ اِلَّا مَنْ يُحِبُّ ''دین اللہ تعالیٰ صرف اس کو دیتا ہے جس کے ساتھ اُسے محبت ہوتی ہے۔'' لیکن ایمان اور دین صحیح ہو محض دعوے سے کچھ نہیں بنتا۔

قادیانی ابھی تک ڈٹے ہوئے ہیں کہ ہم مومن ہیں، منکر حدیث کہتے ہیں ہم

مومن ہیں، بابی کہتے ہیں ہم مومن ہیں، بہائی کہتے ہیں ہم مومن ہیں، رافضیوں کا دعویٰ ہے کہ ہم مومن ہیں، مشرک کہتے ہیں ہم مومن ہیں حاشا و کلّا ہرگز نہیں۔ مومن وہ ہیں جن کو خدا، رسول مومن کہے۔ صحیح ایمان وہ ہے جو قرآن اور حدیث کے مطابق ہو۔ جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین سے منقول ہے، فقہاء اور محدثین رحمۃ اللہ علیہم سے منقول ہے۔ باقی سب فراڈ اور دھوکا ہے اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ غَيْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ بے شک اللہ تعالیٰ جانتا ہے غیب آسمانوں کا اور زمین کا۔ جو چیزیں مخلوق سے چھپی ہوئی ہیں چاہے وہ آسمانوں میں ہیں یا زمین میں رب تعالیٰ سب کو جانتا ہے۔ عالم الغیب کا یہ معنٰی نہ سمجھنا کہ رب تعالیٰ سے کوئی شے غائب ہے۔ اللہ تعالیٰ سے کوئی شے غائب نہیں ہے جو چیزیں مخلوق سے غائب ہیں یا سامنے ہیں وہ سب کو جانتا ہے وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ اور اللہ تعالیٰ دیکھتا ہے اس چیز کو جو تم کرتے ہو۔ تمہارے سارے اعمال اس کے سامنے ہیں اس لیے رب تعالیٰ کو کسی وقت بھی نہ بھولو۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم
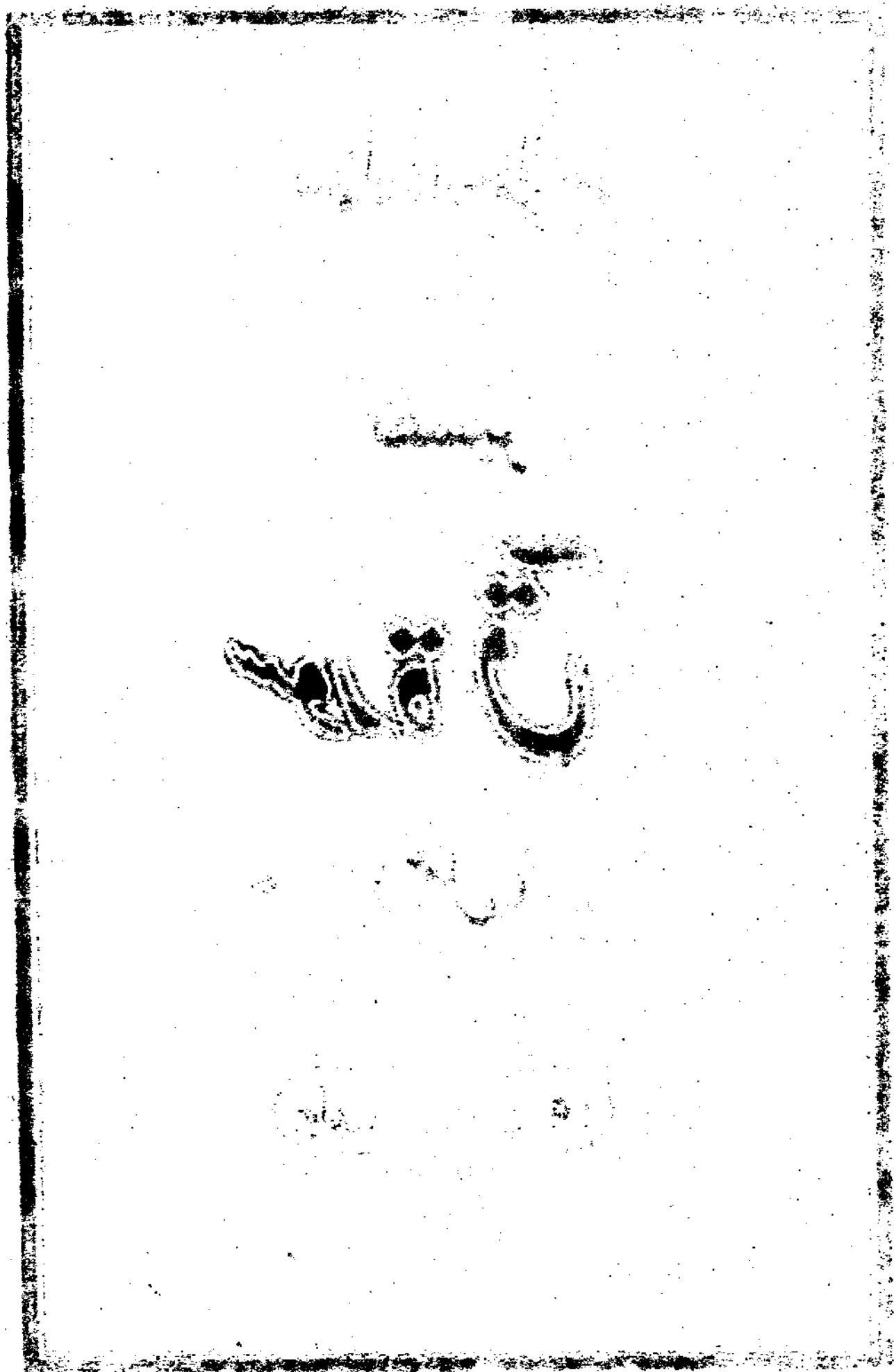
تفسیر

جلد............۱۹

ایاتها ۴۵ ۵۰ سُوْرَۃُ قٓ مَكِّيَّةٌ ۳۴ رکوعاتها ۳

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

قٓ ۚ وَالْقُرْاٰنِ الْمَجِيْدِ ۟ۚ بَلْ عَجِبُوْٓا اَنْ جَآءَهُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ
فَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا شَيْءٌ عَجِيْبٌ ۟ۚ ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا ۚ
ذٰلِكَ رَجْعٌۢ بَعِيْدٌ ۝ قَدْ عَلِمْنَا مَا تَنْقُصُ الْاَرْضُ مِنْهُمْ ۚ وَ
عِنْدَنَا كِتٰبٌ حَفِيْظٌ ۝ بَلْ كَذَّبُوْا بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ فَهُمْ
فِيْٓ اَمْرٍ مَّرِيْجٍ ۝ اَفَلَمْ يَنْظُرُوْٓا اِلَى السَّمَآءِ فَوْقَهُمْ كَيْفَ بَنَيْنٰهَا وَ
زَيَّنّٰهَا وَمَا لَهَا مِنْ فُرُوْجٍ ۝ وَالْاَرْضَ مَدَدْنٰهَا وَاَلْقَيْنَا فِيْهَا
رَوَاسِيَ وَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍۢ بَهِيْجٍ ۟ۙ تَبْصِرَةً وَّذِكْرٰى
لِكُلِّ عَبْدٍ مُّنِيْبٍ ۝ وَنَزَّلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً مُّبٰرَكًا فَاَنْۢبَتْنَا بِهٖ
جَنّٰتٍ وَّحَبَّ الْحَصِيْدِ ۟ۙ وَالنَّخْلَ بٰسِقٰتٍ لَّهَا طَلْعٌ نَّضِيْدٌ ۟ۙ رِّزْقًا
لِّلْعِبَادِ ۙ وَاَحْيَيْنَا بِهٖ بَلْدَةً مَّيْتًا ۭ كَذٰلِكَ الْخُرُوْجُ ۝

قٓ وَالْقُرْاٰنِ الْمَجِيْدِ قسم ہے قرآن کی جو بزرگ ہے، عزت والا ہے
بَلْ عَجِبُوْٓا بلکہ انھوں نے تعجب کیا اَنْ اس بات پر جَآءَهُمْ کہ آیا ان
کے پاس مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ ڈرانے والا ان میں سے فَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ پس
کہا کافروں نے هٰذَا شَيْءٌ عَجِيْبٌ یہ شے ہے عجیب ءَاِذَا مِتْنَا کیا

جس وقت ہم مر جائیں گے وَكُنَّا تُرَابًا اور ہو جائیں گے مٹی ذٰلِكَ رَجْعٌ
بَعِيدٌ یہ لوٹنا ہے دور کا قَدْ عَلِمْنَا تحقیق ہم جانتے ہیں مَا اس چیز کو
تَنْقُصُ الْاَرْضُ مِنْهُمْ جو کم کرتی ہے زمین ان میں سے وَعِنْدَنَا اور
ہمارے پاس كِتٰبٌ حَفِيظٌ کتاب ہے حفاظت کرنے والی بَلْ كَذَّبُوْا
بِالْحَقِّ بلکہ جھٹلایا انھوں نے حق کو لَمَّا جَآءَهُمْ جب آ گیا حق ان کے پاس
فَهُمْ فِيْٓ اَمْرٍ مَّرِيجٍ پس یہ لوگ الجھی ہوئی بات میں مبتلا ہیں اَفَلَمْ
يَنْظُرُوْٓا کیا پس نہیں دیکھا انھوں نے اِلَى السَّمَآءِ آسمان کی طرف
فَوْقَهُمْ جو ان کے اوپر ہے كَيْفَ بَنَيْنٰهَا کیسے بنایا ہے اس کو وَزَيَّنّٰهَا
اور ہم نے اس کو مزین کیا ہے وَمَا لَهَا مِنْ فُرُوجٍ اور نہیں ہے اس میں کوئی
دراڑ وَالْاَرْضَ مَدَدْنٰهَا اور زمین کو پھیلایا ہم نے وَاَلْقَيْنَا فِيهَا اور
ڈالے ہم نے اس میں رَوَاسِيَ مضبوط پہاڑ وَاَنْۢبَتْنَا فِيهَا اور ہم نے
اگائیں اس میں مِنْ كُلِّ زَوْجٍۢ بَهِيجٍ ہر قسم کی تر و تازہ چیزیں تَبْصِرَةً
بصیرت کے لیے وَّذِكْرٰى اور نصیحت کے لیے لِكُلِّ عَبْدٍ مُّنِيبٍ ہر
بندے کے لیے جو رجوع کرنے والا ہے وَنَزَّلْنَا اور نازل کیا ہم نے مِنَ
السَّمَآءِ آسمان کی طرف سے مَآءً پانی مُّبٰرَكًا برکت والا فَاَنْۢبَتْنَا بِهٖ
پس ہم نے اگائے اس کے ذریعے سے جَنّٰتٍ باغات وَّحَبَّ الْحَصِيدِ
اور دانے کٹی ہوئی کھیتی کے وَالنَّخْلَ اور کھجوریں پیدا کیں بٰسِقٰتٍ لمبی

لَهَا طَلۡعٌ ان کے لیے خوشے ہیں نَّضِيۡدٌ تہہ بہ تہہ رِّزۡقًا لِّلۡعِبَادِ رزق بندوں کے لیے وَاَحۡيَيۡنَا بِهٖ اور ہم نے زندہ کیا اس پانی کے ذریعے بَلۡدَةً مَّيۡتًا مردہ شہر كَذٰلِكَ الۡخُرُوۡجُ اسی طرح ہے نکلنا۔

تعارفِ سورت :

اس سورۃ کا نام سورہ ق ہے اور' ق' کا لفظ پہلی ہی آیت میں موجود ہے۔ یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی۔ اس سے پہلے تینتیس (۳۳) سورتیں نازل ہو چکی تھیں اس کا چونتیسواں نمبر ہے نزول کے اعتبار سے۔ اور ترتیب کے لحاظ سے اس کا نمبر پچاس ہے۔ اس کے تین رکوع اور پینتالیس آیتیں ہیں۔

قٓ حروف مقطعات میں سے ہے اور حروف مقطعات کے متعلق حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں هِيَ مِنْ اَسْمَآءِ اللّٰه تعالٰی "یہ اللہ تعالیٰ کے نام ہیں۔" اس کا ایک مطلب یہ ہے کہ قٓ ہی اللہ تعالیٰ کا نام ہے۔ اور مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نام کا مخفف ہے۔ تو پھر یہ قدیر کا بھی مخفف ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا نام قدیر بھی ہے کل شیءٍ قدیر۔ اور قادر کا مخفف بھی ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا نام قادر بھی ہے۔ اور قاہر کا مخفف بھی ہو سکتا ہے۔ قاہر بھی اللہ تعالیٰ کا نام ہے وَهُوَ الۡقَاهِرُ فَوۡقَ عِبَادِهٖ [الانعام:٦١] یہ تینوں اللہ تعالیٰ کے صفاتی نام ہیں۔

وَالۡقُرۡاٰنِ الۡمَجِيۡدِ واو حرف قسم ہے۔ معنٰی ہوگا قسم ہے قرآن کی جو بزرگ ہے، عظمت والا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی تمام کتابیں اور صحیفے حق ہیں مگر جو رتبہ اور مقام قرآن کو حاصل ہے وہ کسی اور کتاب کو حاصل نہیں ہے۔ جیسے تمام پیغمبر برحق ہیں مگر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسی شخصیت اور کوئی نہیں ہے۔ یہ مرتبہ اور مقام کسی اور کو حاصل نہیں

ہے۔تو فرمایا قسم ہے بزرگ قرآن کی، کافر ایمان نہ لائے بَلْ عَجِبُوْٓا بلکہ انھوں نے تعجب کیا اَنْ جَآءَهُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ اس بات پر کہ آیا ان کے پاس ڈرانے والا ان میں سے۔آپ ﷺ انسان ہیں، ہاشمی بھی ہیں، قریشی بھی ہیں۔ان کو تعجب ہوا کہ ہم میں سے نبی کیسے بن گیا۔ان کا خیال تھا کہ کوئی فرشتہ نبی بن کر آتا یہ انسان کیسے پیغمبر بن گیا۔ سورۃ القمر آیت نمبر ۲۴ پارہ ۲۷ میں اَبَشَرًا مِّنَّا وَاحِدًا نَّتَّبِعُهٗ ''کیا ہم اپنے میں سے ایک انسان کا اتباع کریں گے۔'' پھر ان کا یہ بھی خیال تھا کہ اگر قرآن کسی انسان ہی پر اتارنا تھا تو پھر کسی بڑے آدمی پر اتارا جاتا اس یتیم پر کیوں اتارا گیا؟ وَقَالُوْا ''اور کہا ان لوگوں نے لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ [الزخرف:۳۱] ''کیوں نہیں اتارا گیا یہ قرآن کسی بڑے آدمی پر دو بستیوں میں سے۔'' ایک بستی سے مراد مکہ مکرمہ ہے اور دوسری بستی طائف کی۔جدہ کا اس وقت وجود نہیں تھا۔مکہ مکرمہ میں اترتا تو ولید بن مغیرہ پر اترتا کہ یہ بڑا مال دار اور سردار تھا تیرہ (۱۳) اس کے بیٹے تھے بڑے نوکر چاکر تھے اور تمام لوگ اس کو سلام کرتے تھے۔اور طائف میں اترتا تو عروہ بن مسعود ثقفی پر اترتا کہ یہ بھی بڑا چودھری اور مال دار آدمی تھا۔نبوت کے لیے رب کو یتیم ہی ملا تھا جس کے پاس نہ کوئی کوٹھی، نہ باغ، نہ نوکر چاکر، یہ کیسے نبی بن گیا؟

تو فرمایا بلکہ انھوں نے تعجب کیا اس بات پر کہ آیا ان کے پاس ڈرانے والا ان میں سے فَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ پس کہا کافروں نے هٰذَا شَيْءٌ عَجِيْبٌ یہ چیز ہے بڑی عجیب۔پہلے تو اس کا نبی ہونا ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ غریب اور یتیم کیسے نبی بن گیا؟ پھر جو باتیں کرتا ہے وہ بھی بڑی عجیب ہیں۔کہتا ہے کہ تم مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہو

گے، حساب کتاب ہوگا ءَاِذَامِتْنَاوَكُنَّاتُرَابًا کیا جس وقت ہم مر جائیں گے اور ہو جائیں گے مٹی ذٰلِكَ رَجْعٌۢ بَعِيْدٌ یہ لوٹنا ہے دور کا۔ ہم مر کے خاک ہو جائیں گے، ہڈیاں بوسیدہ ہو جائیں گی پھر ہم قبروں سے نکالے جائیں گے۔ یہ نکالنا کسی کی سمجھ میں نہیں آتا ہمیں دوبارہ کون اٹھائے گا؟

سورت مومنون آیت نمبر ۳۷ پارہ ۱۸ میں ہے اِنْ هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوْتُ وَ نَحْيَا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِيْنَ "نہیں ہے مگر ہماری صرف دنیا کی زندگی ہم مرتے ہیں اور جیتے ہیں اور ہم دوبارہ نہیں اٹھائے جائیں گے۔" هَيْهَاتَ هَيْهَاتَ لِمَا تُوْعَدُوْنَ [ایضاً:٣٦] "بعید ہے یہ بات بعید ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے۔" مرنے کے بعد کون اٹھے گا اور اکیسویں پارہ میں، سورۃ السجدہ آیت نمبر ۱۰ میں ہے وَقَالُوْا ءَاِذَا ضَلَلْنَا فِي الْاَرْضِ ءَاِنَّا لَفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ "اور کہا ان لوگوں نے جس وقت ہم رل مل جائیں گے زمین میں کیا ہم نئی پیدائش میں پیدا کیے جائیں گے۔" ہمارے اجزاء مٹی کے اجزاء سے الگ کون کرے گا؟ جب ہم مٹی کے ساتھ خلط ملط ہو جائیں گے پھر کیا تمیز ہوگی کہ بندے کے اجزاء کون سے ہیں اور زمین کے کون سے ہیں۔ الگ الگ کون کرے گا؟ اس کا جواب دیتے ہیں۔

فرمایا قَدْعَلِمْنَامَاتَنْقُصُ الْاَرْضُ مِنْهُمْ تحقیق ہم جانتے ہیں اس چیز کو جو کم کرتی ہے زمین ان میں سے۔ ہم جانتے ہیں کہ تمہارے کتنے اجزاء زمین کے ساتھ رل مل گئے ہیں تمہارے اجزاء کون کون سے ہیں اور زمین کے اجزاء کون کون سے ہیں سب ہمارے علم میں ہے۔

اور دوسری تفسیر یہ کرتے ہیں کہ ہم جانتے ہیں کہ زمین نے ان میں سے کتنے کم

کیے ہیں یعنی کتنے مر کے زمین میں دفن ہوئے ہیں۔ کیونکہ عرب بھی مردوں کو دفن کرتے تھے جلاتے نہیں تھے۔ تو ہمارے علم میں ہے کہ کتنے مر کے زمین میں دفن کیے گئے ہیں، زمین نے کتنے کم کیے ہیں۔

عرب کے دو قبیلوں عبد مناف اور بنو سہم میں جھگڑا ہوا۔ ایک کہتا تھا کہ ہماری تعداد زیادہ ہے اور دوسرا کہتا تھا کہ ہماری تعداد زیادہ ہے۔ اس پر ان کے درمیان کافی جھگڑا ہوا۔ سمجھ دار لوگوں نے کہا جھگڑا نہ کرو مردم شماری کرلو، اپنی برادری کے آدمی گن لو۔ جب مردم شماری ہوئی تو بنو سہم کے لوگ تھوڑے نکلے اور عبد مناف زیادہ نکلے۔ اس پر انھوں نے لڈیاں ماریں اور بھنگڑے ڈالنے شروع کیے کہ ہم زیادہ ہیں۔ بنو سہم خاصے پریشان ہوئے کہ ہمارے ووٹ کم نکلے مگر اچھا زمانہ تھا لوگ جعلی ووٹ نہیں ڈالتے تھے۔ آج کے لوگوں سے کافر اچھے تھے آج لوگ ہزاروں، لاکھوں جعلی ووٹ ڈالتے ہیں۔ وزیر اعظم سے لے کر نیچے تک جعلی ووٹ بنواتے ہیں کہ آئندہ الیکشن ہو تو ہمیں شکست نہ ہو۔ اس وقت جعلی ووٹ نہیں بناتے تھے۔

تو بنو سہم خاصے پریشان ہوئے کہ ہمارے ووٹ کم نکلے ہیں۔ کہنے لگے قبریں بھی شمار کرو کہ مردے کن کے زیادہ ہیں؟ جب قبروں کو شمار کیا گیا تو بنو سہم کی زیادہ نکلیں۔ اب ان کی تعداد بڑھ گئی۔ اب انھوں نے بھنگڑا ڈالنا شروع کر دیا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا اَلْهٰىكُمُ التَّكَاثُرُ ''غفلت میں ڈال دیا تم کو کثرت کی طلب نے حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ یہاں تک کہ تم نے قبروں کی زیارت کی۔''

تو خیر اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے ذرہ ذرہ مٹی میں مل جائے، چاہے اس کو مچھلیاں کھا جائیں، جانور کھا جائیں، پرندے کھا جائیں وہ سب کے اجزاء کو اکٹھا کر کے زندہ کھڑا کر

دے گا۔

بنی اسرائیل کا ایک واقعہ :

بنی اسرائیل میں ایک آدمی تھا نباش (کفن چور) بعد میں اس نے کاروبار کرلیا اور بڑا مال دار ہوگیا اتنا کہ مال اس سے سنبھالا نہیں جاتا تھا۔ موت قریب آئی تو بیٹوں کو بلا کر کہا کہ مجھے بتلاؤ کہ میں تمہارا کیسا والد ہوں؟ بیٹوں نے کہا آپ ہمارے حق میں بہت اچھے ہیں ہمیں آپ کی طرف سے کسی قسم کی کوئی تکلیف نہیں پہنچی۔ کہنے لگا اچھا قسم اٹھاؤ کہ میں جو کام تمہارے ذمے لگاؤں گا اس کو پورا کرو گے۔ قسم لینے کے بعد کہا کہ جب میں مر جاؤں مجھے جلا کر راکھ کر دینا۔ پھر میری راکھ کچھ تو سمندر میں پھینک دینا اور کچھ ہوا میں اڑا دینا۔ بھائی ایک دوسرے کو دیکھنے لگ گئے کہ باپ نے ہم سے قسمیں لے کر پابند کر دیا۔ برادری کیا کہے گی، لوگ کیا کہیں گے؟ کیونکہ یہودی مردوں کو جلاتے نہیں تھے دفناتے تھے۔ تو کہنے لگے باپ نے ہمیں مشکل میں ڈال دیا ہے۔ بہر حال انھوں نے باپ کی وصیت پر عمل کیا جلا کر راکھ کچھ سمندر میں بکھیر دی اور کچھ ہوا میں اڑا دی۔ اللہ تعالیٰ نے زمین کو حکم دیا کہ اس کے تمام ذرات کو جمع کر دے۔ سو اس نے ایسا ہی کیا۔ جب وہ جمع کر دیئے گئے تو وہ آدمی تھا جو کھڑا کر دیا گیا۔ بخاری و مسلم کی روایت ہے۔ جب وہ بندہ بنا کر کھڑا کر دیا گیا تو رب تعالیٰ نے اس سے پوچھا کہ تو نے یہ حرکت کیوں کی ہے؟ حالانکہ اللہ تعالیٰ سے کوئی شے مخفی نہیں مگر اس کا ایک طریقہ کار ہے۔ اس نے کہا اے پروردگار! تیرے ڈر سے۔ کیونکہ میں نے انسانوں والا کام تو کوئی کیا نہیں تھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا جا میں نے تجھے بخش دیا ہے۔ تو اس نے راکھ اور خاک کو بندہ بنا دیا اس کے لیے کیا مشکل ہے؟ اس لیے ملحدوں کے اس اعتراض کی کوئی حیثیت نہیں ہے کہ جن کو سکھ

کھتری، بدھو(بدھ مت والے) جلا دیتے ہیں ان کا کیا بنے گا۔رب تعالیٰ سب کو قیامت والے دن کھڑا کرے گا۔اور قبر کا عذاب بھی حق ہے وہ بھی ان کو ہوگا۔رب تعالیٰ کے لیے کوئی کام مشکل نہیں۔

• تو فرمایا تحقیق ہم جانتے ہیں اس چیز کو جو زمین کم کرتی ہے ان میں سے وَعِنْدَنَا كِتٰبٌ حَفِيْظٌ اور ہمارے پاس کتاب ہے حفاظت کرنے والی۔لوح محفوظ میں سب کچھ درج ہے۔اور یاد رکھنا! لوح محفوظ اللہ تعالیٰ کے علم کا کروڑ در کروڑ واں حصہ بھی نہیں ہے۔کیونکہ لوح محفوظ میں تو درج ہے جب سے دنیا پیدا ہوئی ہے اس وقت سے لے کر دنیا کے فنا ہونے تک کے حالات۔جب کہ رب تعالیٰ کا علم تو اس سے پہلے کا بھی ہے اور بعد کا بھی ہے۔تو لوح محفوظ تو رب تعالیٰ کے علم کا ایک قطرہ بھی نہیں ہے۔فرمایا بَلْ كَذَّبُوْا بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ بلکہ جھٹلایا انھوں نے حق کو جب حق ان کے پاس آگیا۔توحید حق ہے،نبوت حق ہے،قرآن حق ہے،قیامت حق ہے۔ان سب چیزوں کو انھوں نے جھٹلایا فَهُمْ فِيْٓ اَمْرٍ مَّرِيْجٍ پس وہ لوگ ایک الجھی ہوئی بات میں مبتلا ہیں۔وہ ایسے معاملے میں ہیں جو مضطرب ہے۔قرآن کریم کے متعلق کبھی کہتے ہیں کہانت ہے،فال نکالنے والوں کے شوشے ہیں،کبھی کہتے ہیں جادو ہے،کبھی کہتے ہیں افتراء ہے۔پیغمبر کے بارے میں کبھی کہتے ہیں جادوگر ہے،کبھی کہتے ہیں کاہن فال نکالنے والا ہے،کبھی کہتے ہیں اس پر جادو کیا ہوا ہے،کبھی کہتے ہیں مجنون ہے،کبھی کہتے ہیں مفتری ہے قرآن اس نے خود بنایا ہے۔مختلف قسم کی باتیں کرتے ہیں۔کسی ایک بات پر قائم رہنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔

آگے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں قبر،حشر کے منکرو ذرا غور کرو! اَفَلَمْ يَنْظُرُوْٓا اِلَى

اَلسَّمَآءِ فَوْقَهُمْ کیا پس نہیں دیکھا انھوں نے آسمان کی طرف جو ان کے اوپر ہے۔ ان کے سروں پر جو آسمان ہے وہ ان کو نظر نہیں آتا کَيْفَ بَنَيْنٰهَا کیسے بنایا ہے ہم نے اس کو۔ کتنا بڑا اور کتنا بلند ہے نہ اس کے نیچے کوئی کھنبا، نہ ستون۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت دیکھنے کے لیے آسمان کو دیکھو جو تمہارے سروں پر ہے وَزَيَّنّٰهَا اور ہم نے اس کو مزین کیا ستاروں کے ساتھ بِزِيْنَةِ الْكَوَاكِبِ [سورۃ ملک: پارہ: ۲۹]

رات کے وقت فضا صاف ہو تو آسمان کا عجیب نقشہ ہوتا ہے اس کو تم مانتے ہو وَمَا لَهَا مِنْ فُرُوْجٍ اور نہیں ہے اس آسمان میں کوئی دراڑ، کوئی سوراخ۔ قاعدے کے مطابق دروازے ہیں۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ جب مومن آدمی مرتا ہے تو آسمان کے دو دروازے اس کے لیے روتے ہیں۔ ایک وہ دروازہ جس سے رب تعالیٰ کی رحمت اور رزق اس کے لیے اترتا تھا۔ اور دوسرا وہ دروازہ جس سے اس کے نیک اعمال اوپر چڑھتے تھے۔ اور کافر مرتا ہے تو فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ [دخان: ۲۹] ''پس نہیں رویا ان پر آسمان اور زمین۔'' نہ آسمان کے دروازے روتے ہیں نہ زمین روتی ہے۔'' اور مومن کے لیے زمین بھی روتی ہے۔ جس جگہ بیٹھ کر اللہ اللہ کرتا تھا، نمازیں پڑھتا تھا، عبادت کرتا تھا وہ روتی ہے کہ میں محروم ہو گئی ہوں۔

تو قاعدے کے مطابق دروازے ہیں دراڑیں اور سوراخ نہیں ہیں۔ اور دیکھا نہیں وَالْاَرْضَ مَدَدْنٰهَا اور زمین کو پھیلایا ہم نے۔ کتنی وسیع ہے دنیا میں پھر کر دیکھو وَاَلْقَيْنَا فِيْهَا رَوَاسِيَ۔ رَوَاسِی راسۃ کی جمع ہے، مضبوط پہاڑ کو کہتے ہیں۔ اور ڈالے ہم نے، رکھے ہم نے اس زمین میں مضبوط پہاڑ وَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍۢ بَهِيْجٍ اور اگائیں ہم نے اس میں ہر طرح کی تر و تازہ چیزیں۔ گندم، مکی، چاول، باجرہ، سبزیاں،

پھل فروٹ، پھول، درخت، پودے، عجیب عجیب شکلیں اور نمونے اللہ تعالیٰ نے بنائے
تَبۡصِرَةً بصیرت کے لیے۔ تمہارے دلوں میں قدرت کی نشانیوں کی بصیرت پیدا کردی
ہے وَذِكۡرٰى اور نصیحت کے لیے لِكُلِّ عَبۡدٍ مُّنِيۡبٍ ہر بندے کے لیے جو
رجوع کرنے والا ہے وَنَزَّلۡنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً اور نازل کیا ہم نے آسمان کی طرف سے
پانی مُّبٰرَكًا برکت والا۔ بڑا صاف ستھرا فَاَنۡۢبَتۡنَا بِهٖ جَنّٰتٍ پس اگائے ہم نے
اس کے ذریعے سے باغات طرح طرح کے۔ انگوروں کے، کھجوروں کے، آموں کے،
اناروں کے اور بے شمار چیزوں کے وَحَبَّ الۡحَصِيۡدِ اور دانے کٹی ہوئی کھیتی کے۔
بیج بونے کے بعد کھیتی اگتی ہے پھر دانے لگتے ہیں پھر پکتی ہے پھر کھیتی کاٹتے ہو، دانے
الگ کرتے ہو۔ یہ دانے کس نے لگائے ہیں؟ وَالنَّخۡلَ بٰسِقٰتٍ اور کھجوریں لمبی لمبی
جن کی بے شمار قسمیں ہیں۔ سب سے زیادہ کھجوریں خیبر کے علاقے میں ہوتی ہیں۔ دس
ہزار کے قریب ان کی قسمیں ہیں۔ بعض کھجوریں ایسی ہیں کہ ان کے دانے گول ہوتے
ہیں اور بعض کے لمبے ہوتے ہیں۔ بعض کی گٹھلی ہوتی ہے اور بعض کی گٹھلی نہیں ہوتی۔

ایک دفعہ آپ ﷺ نے سوادہ بن غزیہ رضی اللہ عنہ کو زکوٰۃ وصول کرنے کے لیے خیبر
بھیجا۔ انھوں نے آپ ﷺ کو جنیب نامی کھجور پیش کی جو بڑی لمبی اور موٹی ہوتی ہے اور
گٹھلی برائے نام۔ آپ ﷺ نے فرمایا اَكُلُّ تَمۡرِ خَيۡبَرَ هٰكَذَا ''کیا خیبر کی
ساری کھجوریں ایسی ہوتی ہیں۔'' انھوں نے کہا نہیں حضرت ساری ایسی نہیں ہوتیں۔

تو فرمایا ہم نے لمبی لمبی اگائیں لَّهَا طَلۡعٌ نَّضِيۡدٌ ان ساتھ خوشے ہیں، گچھے
ہیں تہہ بہ تہہ۔ دانے پر دانہ چڑھا ہوا ہوتا ہے۔ ایک دفعہ میں عبدالخیل کے علاقے میں گیا
مفتی محمود صاحب رحمہ اللہ کا مہمان تھا۔ اس علاقے میں کھجوروں کے کافی درخت تھے۔ میں

نے پوچھا کہ کتنی کتنی کھجوریں لگتی ہیں؟ تو ایک آدمی نے بتایا کہ ایک ایک خوشے کے ساتھ دس دس کلو اور پندرہ پندرہ کلو تک بھی ہوتی ہیں۔ یہ تو ڈیرہ اسماعیل خان کی بات ہے اور مدینہ، خیبر، بصرہ اور کوفے کی کھجوروں کی کیا بات ہے؟

تو فرمایا ان کے خوشے تہہ بہ تہہ ہیں رِزْقًا لِّلْعِبَادِ یہ خوراک ہے بندوں کے لیے وَاَحْيَيْنَا بِهٖ بَلْدَةً مَّيْتًا اور زندہ کیا ہم نے اس پانی کے ذریعے مردہ شہر۔ فرمایا جس طرح ہم نے آسمان بنائے، زمین بچھائی، مضبوط پہاڑ رکھے، مختلف چیزیں اگائیں، بارش نازل کی، لمبی لمبی کھجوریں پیدا کی ہیں كَذٰلِكَ الْخُرُوْجُ اسی طرح ہے نکلنا۔ وقت آنے پر ایک دن تم نے بھی اسی طرح زمین سے اگنا ہے جس رب نے یہ سارے کام کیے ہیں جن کا تم انکار نہیں کر سکتے وہی رب تمھیں قبروں سے نکالے گا۔ جس طرح یہ ساری چیزیں اُگی ہیں اسی طرح تم نے قبروں سے نکلنا ہے۔ یقین جانو! اس میں کوئی شک نہیں ہے۔

كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ

قَوْمُ نُوحٍ وَّاَصْحٰبُ الرَّسِّ وَثَمُوْدُ ﴿۱۲﴾ وَعَادٌ وَّفِرْعَوْنُ وَاِخْوَانُ لُوطٍ ﴿۱۳﴾ وَّاَصْحٰبُ الْاَيْكَةِ وَقَوْمُ تُبَّعٍ ۚ كُلٌّ كَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ وَعِيْدِ ﴿۱۴﴾ اَفَعَيِيْنَا بِالْخَلْقِ الْاَوَّلِ ۚ بَلْ هُمْ فِيْ لَبْسٍ مِّنْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ ﴿۱۵﴾ وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهٖ نَفْسُهٗ ۚۖ وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ ﴿۱۶﴾ اِذْ يَتَلَقَّى الْمُتَلَقِّيٰنِ عَنِ الْيَمِيْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ قَعِيْدٌ ﴿۱۷﴾ مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ ﴿۱۸﴾ وَجَآءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ۚ ذٰلِكَ مَا كُنْتَ مِنْهُ تَحِيْدُ ﴿۱۹﴾ وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ ۚ ذٰلِكَ يَوْمُ الْوَعِيْدِ ﴿۲۰﴾ وَجَآءَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّعَهَا سَآئِقٌ وَّشَهِيْدٌ ﴿۲۱﴾

كَذَّبَتْ جھٹلایا قَبْلَهُمْ ان سے پہلے قَوْمُ نُوحٍ نوح علیہ السلام کی قوم نے وَّاَصْحٰبُ الرَّسِّ اور کنویں والوں نے وَثَمُوْدُ اور قوم ثمود نے وَعَادٌ اور عاد قوم نے وَّفِرْعَوْنُ اور فرعون نے وَاِخْوَانُ لُوطٍ اور لوط علیہ السلام کے بھائیوں نے وَّاَصْحٰبُ الْاَيْكَةِ اور جنگل والوں نے وَقَوْمُ تُبَّعٍ اور تبع کی قوم نے كُلٌّ كَذَّبَ الرُّسُلَ سب نے جھٹلایا پیغمبروں کو فَحَقَّ وَعِيْدِ پس لازم ہوگئی میری وعید اَفَعَيِيْنَا کیا پس ہم تھک گئے ہیں بِالْخَلْقِ الْاَوَّلِ پہلی مخلوق پیدا کرکے بَلْ هُمْ فِيْ لَبْسٍ بلکہ یہ لوگ اشتباہ

میں پڑے ہوئے ہیں مِّنۡ خَلۡقٍ جَدِيۡدٍ نئی مخلوق کے بارے میں وَلَقَدۡ خَلَقۡنَا الۡاِنۡسَانَ اور البتہ تحقیق ہم نے پیدا کیا انسان کو وَنَعۡلَمُ اور ہم جانتے ہیں مَا جو تُوَسۡوِسُ بِهٖ نَفۡسُهٗ وسوسہ کرتا ہے اس کے ساتھ اس کا نفس وَنَحۡنُ اَقۡرَبُ اِلَيۡهِ اور ہم زیادہ قریب ہیں اس کی طرف مِنۡ حَبۡلِ الۡوَرِيۡدِ شہ رگ سے اِذۡ يَتَلَقَّى الۡمُتَلَقِّيٰنِ جس وقت لیتے ہیں دو لینے والے عَنِ الۡيَمِيۡنِ دائیں طرف سے وَعَنِ الشِّمَالِ اور بائیں طرف سے قَعِيۡدٌ بیٹھا ہوتا ہے مَا يَلۡفِظُ مِنۡ قَوۡلٍ نہیں بولتا وہ کوئی بات اِلَّا لَدَيۡهِ مگر اس کے پاس رَقِيۡبٌ نگران ہوتا ہے عَتِيۡدٌ تیار وَجَآءَتۡ اور آئی سَكۡرَةُ الۡمَوۡتِ موت کی غشی بِالۡحَقِّ حق کے ساتھ ذٰلِكَ یہ مَا وہ چیز ہے كُنۡتَ مِنۡهُ تَحِيۡدُ جس سے تو بھاگتا تھا وَ نُفِخَ فِى الصُّوۡرِ اور پھونکی جائے گی بگل ذٰلِكَ يَوۡمُ الۡوَعِيۡدِ یہ دھمکی کا دن ہے وَجَآءَتۡ كُلُّ نَفۡسٍ اور آئے گا ہر نفس مَّعَهَا اس کے ساتھ سَآئِقٌ ایک چلانے والا ہوگا وَّشَهِيۡدٌ اور ایک گواہ ہوگا۔

ربط آیات :

پہلے اس بات کا ذکر تھا کہ کافروں نے آپ ﷺ کی نبوت کا انکار کیا، قیامت کا انکار کیا تو آپ ﷺ پریشان تو ہوتے تھے کہ انسان تھے۔ آج کی آیات میں اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو تسلی دی ہے کہ آپ ﷺ پریشان نہ ہوں صرف مکے والے ہی انکار نہیں کر رہے ان سے پہلی قوموں نے بھی انکار کیا ہے۔

فرمایا كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ جھٹلایا ان سے پہلے نوح علیہ السلام کی قوم نے اللہ تعالیٰ کے پیغمبر نوح علیہ السلام کو۔ حضرت نوح علیہ السلام نے ساڑھے نو سو سال تبلیغ کی مگر ایمان لانے والوں کی تعداد سو بھی نہیں تھی۔ وَّاَصْحٰبُ الرَّسِّ اور کنویں والوں نے جھٹلایا۔

اصحاب الرس کا واقعہ :

علامہ بغوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر "معالم التنزیل" میں لکھتے ہیں اور دیگر مفسرین کرام رحمۃ اللہ علیہم نے بھی لکھا ہے کہ حضر موت عرب میں ایک علاقے کا نام ہے۔ آج بھی وہ علاقہ پورا صوبہ ہے۔ اس صوبے میں حاصوراء نامی ایک بڑا شہر تھا۔ اس شہر والوں کی طرف اللہ تعالیٰ نے حضرت حنظلہ بن صفوان علیہ السلام کو نبی بنا کر بھیجا۔ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر نے کافی عرصہ تک تبلیغ کی۔ ایک کالے رنگ کے حبشی غلام کے سوا ایک آدمی بھی مسلمان نہ ہوا، نہ بیوی، اولاد، نہ بھائی، نہ کوئی عزیز رشتہ دار۔ تمام شہر والوں نے مشورہ کیا کہ یہ ہر وقت ہمیں ستاتا رہتا ہے يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ قُوْلُوْا لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهَ "اے لوگو! کہو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی الٰہ نہیں ہے۔" دن رات اسی کی رٹ ہے لہٰذا اس سے جان چھڑاؤ۔ شہر سے ایک دو میل کی مسافت پر ایک بڑا گہرا کنواں تھا جنگل میں۔ ظالموں نے اللہ تعالیٰ کے پیغمبر کو اس کنویں میں ڈال کر اوپر بھاری بھرکم چٹان رکھ دی کہ وہ حبشی رسا لٹکا کر نکال نہ سکے۔ وہ حبشی غلام بے چارہ رات کی تاریکی میں جا کر سلام کرتا اور سوراخ سے روٹی نیچے لٹکا دیتا تھا لیکن پتھر کو ہٹا نہیں سکتا تھا۔ ایک دن کہنے لگے حضرت! حکم ہو تو میں بھی کسی کنویں میں چھلانگ لگا دوں؟ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر نے فرمایا کہ میں نے خود چھلانگ نہیں لگائی مجھے تو ظالموں نے ڈالا ہے تم ایسا نہ کرنا خودکشی حرام ہے۔ کئی دنوں کے بعد مرد

عورتیں بھنگڑا ڈالتے ہوئے گئے کہ دیکھیں مر چکا ہوگا۔ چٹان اٹھائی آواز دی کَیْفَ بِكَ يَا حَنْظَلَة "حنظلہ تمہارا کیا حال ہے۔" اللہ تعالیٰ کے پیغمبر نے کنویں سے آواز دی يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ظالموں نے کہا بڑا سخت جان ہے ابھی تک مرانہیں اور نہ اپنی رائے چھوڑی ہے۔ پھر ان ظالموں نے ریت، مٹی اور پتھروں سے کنواں بند کر دیا۔ کنویں کو ہموار کرنے کے بعد بھنگڑا ڈالنا شروع کیا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آگ کی شکل میں عذاب آیا اس نے سب کو جلا کر بھسم کر دیا۔ یہ وَاَصْحٰبُ الرَّسِّ کا لفظ ایک تو یہاں آیا ہے اور ایک انیسویں پارہ میں سورۃ فرقان میں آیا ہے۔

تو فرمایا کنویں والوں نے بھی جھٹلایا تھا وَثَمُوْدُ اور ثمود قوم نے جھٹلایا صالح علیہ السلام کو وَعَادٌ اور عاد قوم نے جھٹلایا ہود علیہ السلام کو وَفِرْعَوْنُ اور فرعون نے جھٹلایا موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کو وَاِخْوَانُ لُوْطٍ اور لوط علیہ السلام کے بھائیوں نے جھٹلایا لوط علیہ السلام کو۔ بھائی انسان ہونے کی وجہ سے کہا ورنہ تھے وہ کافر وَاَصْحٰبُ الْاَيْكَةِ اور جنگل والوں نے بھی جھٹلایا حضرت شعیب علیہ السلام کو۔ مدین قوم تھی اور مدین شہر کا نام اسی قوم کی وجہ سے ہوا۔ مدین شہر کے چاروں اطراف میلوں میں پھیلا ہوا جنگل تھا۔ ان کی طرف اللہ تعالیٰ نے حضرت شعیب علیہ السلام کو پیغمبر بنا کر بھیجا۔ شعیب علیہ السلام اس قوم کے ایک فرد تھے۔ عرصہ دراز تک تبلیغ کرتے رہے۔ تھوڑے سے آدمیوں کے سوا سب نے ان کو جھٹلایا۔ حضرت شعیب علیہ السلام کے خلاف بڑی عجیب عجیب حرکتیں کرتے تھے جو بیان کرنے کے قابل نہیں ہیں۔ حضرت شعیب علیہ السلام کا بیٹا کوئی نہیں تھا صرف دو بیٹیاں تھیں جو بے چاری بھیڑ بکریاں چراتی تھیں اور انھی پر گزر اوقات ہوتا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے اتمام حجت کے بعد ان کو تباہ کرنے کا ارادہ فرمایا۔ چنانچہ سخت گرمی

اور حبس تھا کہ ایک ٹکڑا بادل کا ان کو نظر آیا۔ چند آدمی اس کے نیچے گئے ان کو سکھ کا سانس ملا۔ انھوں نے دوسروں کو آوازیں دے کر بلایا کہ یہاں سانس آسانی سے آتا ہے۔ چنانچہ جب وہ سارے لوگ بادل کے نیچے جمع ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے بادل سے ان پر آگ برسائی کہ سب کے سب ختم ہو گئے۔

قومِ تبع :

وَقَوْمُ تُبَّعٍ اور تبع کی قوم نے جھٹلایا۔ پچیسویں پارے میں تم سن چکے ہو کہ تبع حِمْيَرْ قبیلے کا بڑا نیک آدمی تھا۔ اس کا نام اسد بن مُلیک اور کنیت ابو کرب اور ابو کریب بھی لکھ دیتے ہیں، رحمہ اللہ تعالیٰ۔ اس نے پہلی کتابوں میں آنحضرت ﷺ کے حالات، حلیہ اور کارنامے پڑھے تھے۔ یہ یمن کا بادشاہ تھا بعض لوگوں نے اس کو یثرب یعنی مدینہ طیبہ پر حملہ کرنے کا مشورہ بھی دیا مگر اس نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ یہ وہ علاقہ ہے جہاں میرے محبوب نے ہجرت کر کے آنا ہے۔ اس نے آنحضرت ﷺ کے نام خط بھی لکھا تھا جو میں نے آپ کو پڑھ کر سنایا تھا۔ خط میں آپ ﷺ کے القاب لکھنے کے بعد لکھا کہ حضرت! کاش! میں آپ کے پاس ہوتا تو آپ کی خدمت کرتا اور میرے لیے یہ سعادت ہے کہ آپ ﷺ مجھے اپنی امت میں شامل کر لیں۔ میں آپ ﷺ کا امتی ہوں آپ ﷺ پر ایمان لایا ہوں آپ ﷺ کی آمد سے پہلے اور قیامت والے دن میرے حق میں سفارش کرنا۔ بڑا عقیدت مندانہ خط اس نے لکھا۔ یہ خط حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے خاندان میں چلا آ رہا تھا اور حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے ایمان لانے کا سبب بھی یہی خط بنا۔

تاریخ والے لکھتے ہیں کہ وہ خط اتنا مشہور ہوا کہ جو نیک دل یہودی تھے انھوں نے

مدینہ طیبہ آ کر ڈیرے ڈال دیئے کہ وہ پیغمبر آئے گا ہم اس پر ایمان لائیں گے۔ یہ جو یہود تھے بنونضیر، بنوقریظہ اور بنوقینقاع۔ ان کے بڑے (آباؤاجداد) اچھے تھے۔ درمیان میں صدیاں گزر گئیں اور ان کی نسلیں بگڑ گئیں۔ تو یہودی مدینہ طیبہ میں اس خط کی وجہ سے آئے تھے۔

جیسے آج کل انھوں نے اسرائیل میں ڈیرے ڈالے ہوئے ہیں۔ یہ ان کا اسرائیل میں اکٹھا ہونا بھی ایک مقصد کے لیے ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ مسلمان عیسیٰ علیہ السلام کی کمان میں یہود کے ساتھ لڑیں گے۔ آج سے تقریباً پچپن سال پہلے کی بات ہے۔ ہم مولانا عبدالقدیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس مشکوٰۃ شریف پڑھتے تھے۔ جس وقت ہم نے یہ حدیثیں پڑھیں تُقَاتِلُوْنَ الْیَھُوْدَ ''تم یہود کے ساتھ لڑو گے۔'' اور عیسیٰ علیہ السلام آئیں گے ان کی پہلی لڑائی یہود کے ساتھ ہوگی۔ اس وقت یہود کی تعداد چھ سات ہزار سے زیادہ نہیں تھی۔ ہم نے استاذ محترم سے پوچھا حضرت! یہ چھ سات ہزار یہودیوں کے ساتھ مسلمانوں کی لڑائی پھبتی نہیں۔ عیسیٰ علیہ السلام کا ان کے ساتھ لڑنا بنتا نہیں۔ پہلوان مقابلے کا ہونا چاہیے۔ طاقت ور پہلوان کے مقابلے میں کمزور پہلوان ہو تو طاقت ور پہلوان اپنی توہین سمجھتا ہے۔ یہ چھ سات ہزار یہودی اور وہ بھی چھپے ہوئے۔ ان کے ساتھ لڑنا کیا پوزیشن ہوگی؟ استاذ محترم نے فرمایا او میاں! یہ ان کا تکیہ کلام تھا۔ میاں! جب چیونٹی مرنے پر آتی ہے تو اس کو پر لگ جاتے ہیں۔ جب ان کی تباہی کا وقت قریب ہوگا اس وقت ان کے پاس کافی قوت ہوگی۔ مسلمانوں کو ان کے ساتھ لڑنا پڑے گا اور عیسیٰ علیہ السلام کی بھی ان کے ساتھ لڑائی ہوگی۔

اُس وقت ہمیں یہ بات سمجھ نہیں آتی تھی۔ لیکن زمانہ گزرتا گیا اور یہودی اسرائیل

میں اکٹھے ہوتے گئے۔ اس وقت اسّی لاکھ کے قریب یہودی ہیں۔ دنیا میں اسلحہ ساز جتنی فیکٹریاں ہیں ان میں یہود کا تیسرا نمبر ہے اور انھوں نے اسلحہ کے انبار لگا رکھے ہیں۔ اس کا توڑ صدام حسین نے کیا تھا مگر وہ اپنی بے وقوفی کی وجہ سے مارا گیا۔ اس کی بے وقوفی یہ تھی کہ اس نے کویت پر حملہ کر دیا اور سارے عرب کو اپنا مخالف کر لیا۔ حالانکہ سارے عرب لوگ اس کے ساتھ تھے۔ طارق عزیز عیسائی اس کا وزیر تھا اس کے ذریعے امریکہ نے اس کا ذہن بنایا کہ کویت تو تمہارا ہے۔ پہلے یہ عراق کا حصہ تھا اس پر حملہ کر کے واپس لو۔ کئی سال صدام کی ذہن سازی کرتے رہے آخر انسان تھا ان کے بہکاوے میں آ گیا۔ پتھر پر بھی پانی کا قطرہ قطرہ گرتا رہے تو سوراخ کر دیتا ہے۔

امریکہ نے طارق عزیز کے ذریعے اس سے یہ نادانی کروائی اور اس نے کویت پر حملہ کر دیا۔ پھر انتیس حکومتوں نے اس پر حملہ کر دیا جن میں ہماری مہربان حکومت بھی شامل تھی۔ اِس وقت دنیا کا سب سے بڑا غنڈا امریکہ ہے۔ پچھلے دنوں امریکہ کو راضی کرنے کے لیے مالاکنڈ کے علماء اور عوام پر مظالم ڈھائے جو شریعت کا نفاذ چاہتے ہیں۔ امریکہ کو خوش کرنے کے لیے اور بڑی سازشیں ہو رہی ہیں اور یہ سب بے ایمان کر رہے ہیں۔

تو فرمایا تبع کی قوم نے بھی جھٹلایا کُلٌّ كَذَّبَ الرُّسُلَ ان سب نے جھٹلایا رسولوں کو فَحَقَّ وَعِيدِ پس لازم ہوگئی، ثابت ہوگئی میری دھمکی جو میں نے عذاب کی دی تھی اے دوبارہ اٹھنے کے منکرو! تم کہتے ہو قیامت نہیں آئے گی اَفَعَيِينَا بِالْخَلْقِ الْاَوَّلِ کیا پس ہم تھک گئے ہیں پہلی مخلوق پیدا کر کے کہ دوبارہ ہم نہیں بنا سکتے بَلْ هُمْ فِي لَبْسٍ مِّنْ خَلْقٍ جَدِيدٍ بلکہ وہ لوگ التباس میں ہیں، اشتباہ میں پڑے ہوئے ہیں،

اضطراب میں ہیں نئی مخلوق کے متعلق، نئی پیدائش کے متعلق کہ رب تعالیٰ نے پہلے بھی پیدا کیا پھر بھی پیدا کرے گا۔ حالانکہ اس کے لیے یہ مشکل نہیں ہے وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ اور البتہ تحقیق ہم نے پیدا کیا انسان کو وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهِ نَفْسُهُ اور ہم جانتے ہیں جو وسوسے کرتا ہے اس کے ساتھ اس کا نفس۔ اس کے دل میں جو وسوسے پیدا ہوتے ہیں ہم ان کو جانتے ہیں وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ اور ہم زیادہ قریب ہیں اس کی طرف شہ رگ سے۔ جو دل کی طرف دماغ سے بڑی رگ جاتی ہے جس کے کٹ جانے سے عالم اسباب میں زندگی باقی نہیں رہتی اس کو رگ جاں بھی کہتے ہیں۔ فرمایا ہم اس سے بھی زیادہ قریب ہیں انسان کے إِذْ يَتَلَقَّى الْمُتَلَقِّيَانِ جس وقت لیتے ہیں دو لینے والے عَنِ الْيَمِينِ وَعَنِ الشِّمَالِ قَعِيدٌ دائیں طرف سے اور بائیں طرف سے بیٹھا ہوتا ہے۔ ایک انسان کے دائیں کندھے پر اور ایک بائیں کندھے پر بیٹھا ہے ہمیں وہ نظر نہیں آتے اور نہ ان کا احساس ہوتا ہے۔ حالانکہ معمولی سی کوئی شے بھی کندھے پر رکھو تو اس کا احساس ہوتا ہے۔ یہ کراماً کاتبین ہیں، چار فرشتے ہیں۔ دو دن کے اور دو رات کے۔ فجر اور عصر کی نماز کے وقت ان کی ڈیوٹیاں بدلتی ہیں۔ رات والے فرشتے جب فجر کی نماز کھڑی ہوتی ہے اور امام اللہ اکبر! کہتا ہے، چلے جاتے ہیں اور دن والے فرشتے ان سے چارج لے لیتے ہیں اور جب عصر کی نماز کھڑی ہوتی ہے اور امام کہتا ہے اللہ اکبر! تو دن والے فرشتے چلے جاتے ہیں اور رات والے فرشتے ان سے چارج لے لیتے ہیں۔ ایک مسجد کے ساتھ جتنے لوگ وابستہ ہیں اور جس محلے میں وہ مسجد ہے اس محلے کے جتنے لوگ ہیں سب کے فرشتوں کی ڈیوٹی کی تبدیلی کا تعلق اسی مسجد کے ساتھ ہے۔ دائیں طرف والا فرشتہ نیکیاں لکھتا ہے اور بائیں طرف والا برائیاں لکھتا ہے۔ جس وقت بات

زبان سے نکلتی ہے وہ فرشتہ فوراً لکھ لیتا ہے۔ یہاں لفظ کا ذکر ہے مَا یَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَیْهِ رَقِیْبٌ عَتِیْدٌ نہیں بولتا وہ کوئی بات مگر اس کے پاس نگران ہوتا ہے تیار۔ سورہ انفطار میں ہے وَ اِنَّ عَلَیْكُمْ لَحٰفِظِیْنَ "اور بے شک تمہارے اوپر البتہ حفاظت کرنے والے مقرر ہیں كِرَامًا كَاتِبِیْنَ وہ باعزت لکھنے والے ہیں یَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ وہ جانتے ہیں جو کچھ تم کرتے ہو۔" تو قول یہاں سے ثابت ہے اور فعل کا لکھنا وہاں سے ثابت ہے۔ جو بھی نیکی اور بدی کا قول و فعل ہوتا ہے وہ لکھتے ہیں۔ البتہ اللہ تعالیٰ کا فضل اور مہربانی دیکھو کہ نیکی کا قول اور فعل تو فوراً لکھ لیتے ہیں لیکن اگر کوئی بری بات منہ سے نکالتا ہے یا بُرا کام کرتا ہے تو دائیں طرف والا فرشتہ حکم دیتا ہے کہ ذرا ٹھہر جا لَعَلَّهٗ یَتُوْبُ اَوْ یَسْتَغْفِرُ "ممکن ہے توبہ کر لے یا معافی مانگ لے۔" اگر بندے نے توبہ کر لی تو برائی نہیں لکھی جاتی توبہ لکھی جاتی ہے۔ اسی واسطے حدیث پاک میں آتا ہے کہ آنحضرت ﷺ جب مجلس سے اٹھتے تھے تو سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَ بِحَمْدِكَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَسْتَغْفِرُ وَاَتُوْبُ اِلَیْكَ پڑھتے تھے تا کہ مجلس میں جو لغزشیں ہوئی ہیں اس کلمے کی برکت سے وہ سب نیکیوں کی شکل میں لکھی جائیں۔

تو فرمایا نہیں بولتا وہ کوئی بات مگر اس کے پاس نگران ہوتا ہے تیار وَجَآءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ اور آئی موت کی غشی حق کے ساتھ ذٰلِكَ مَا كُنْتَ مِنْهُ تَحِیْدُ یہ وہ چیز ہے جس سے تم بھاگتے تھے۔ اے بندے! موت سے تو کتنا بھاگے گا بچ نہیں سکتا۔ جب موت کی غشی آئے گی کون بھاگے گا اور کیسے بھاگے گا۔ یہ تو موت ہے انفرادی۔ یاد رکھو! وَنُفِخَ فِی الصُّوْرِ اور پھونکی جائے گی بگل۔ ایک نفخہ اولیٰ ہے جس سے دنیا فنا ہو جائے گی اور اس کے بعد نفخہ ثانیہ ہوگا جب سارے اٹھ کھڑے ہوں گے ذٰلِكَ یَوْمُ

الْوَعِيْدِ یہ دھمکی کا دن ہے، عذاب کی دھمکی کے پورا ہونے کا دن ہے۔ قیامت کے آنے میں کوئی شک شبہ نہیں ہے وَجَاءَتْ كُلُّ نَفْسٍ اور آئے گا ہر نفس مَّعَهَا سَآئِقٌ وَّشَهِيْدٌ اس کے ساتھ ایک چلانے والا ہوگا اور ایک گواہ ہوگا۔ ایک فرشتہ اس کو چلائے گا اور ایک گواہ ہوگا۔ اور یہی دو فرشتے آخر تک اس کے ساتھ رہیں گے۔ جنت یا دوزخ میں جانے تک۔ تو قیامت کے آنے میں کوئی شک نہیں ہے اور جو اس کے منکر ہیں رب نے ان کو دنیا میں بھی تباہ کیا اور وہ آخرت میں بھی تباہ ہوں گے۔

لَقَدْ كُنْتَ فِيْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَآءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيْدٌ ﴿٢٢﴾ وَقَالَ قَرِيْنُهٗ هٰذَا مَا لَدَيَّ عَتِيْدٌ ﴿٢٣﴾ اَلْقِيَا فِيْ جَهَنَّمَ كُلَّ كَفَّارٍ عَنِيْدٍ ﴿٢٤﴾ مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ مُّرِيْبِ ﴿٢٥﴾ الَّذِيْ جَعَلَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَاَلْقِيٰهُ فِي الْعَذَابِ الشَّدِيْدِ ﴿٢٦﴾ قَالَ قَرِيْنُهٗ رَبَّنَا مَاۤ اَطْغَيْتُهٗ وَلٰكِنْ كَانَ فِيْ ضَلٰلٍ بَعِيْدٍ ﴿٢٧﴾ قَالَ لَا تَخْتَصِمُوْا لَدَيَّ وَقَدْ قَدَّمْتُ اِلَيْكُمْ بِالْوَعِيْدِ ﴿٢٨﴾ مَا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَيَّ وَمَاۤ اَنَا بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ﴿٢٩﴾ يَوْمَ نَقُوْلُ لِجَهَنَّمَ هَلِ امْتَلَاْتِ وَتَقُوْلُ هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ ﴿٣٠﴾ وَاُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِيْنَ غَيْرَ بَعِيْدٍ ﴿٣١﴾ هٰذَا مَا تُوْعَدُوْنَ لِكُلِّ اَوَّابٍ حَفِيْظٍ ﴿٣٢﴾ مَنْ خَشِيَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ وَجَآءَ بِقَلْبٍ مُّنِيْبِ ﴿٣٣﴾ ادْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ ذٰلِكَ يَوْمُ الْخُلُوْدِ ﴿٣٤﴾ لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ فِيْهَا وَلَدَيْنَا مَزِيْدٌ ﴿٣٥﴾

لَقَدْ البتہ تحقیق كُنْتَ فِيْ غَفْلَةٍ تھا تو غفلت میں مِّنْ هٰذَا اس کارروائی سے فَكَشَفْنَا پس ہم نے کھول دیا ہے عَنْكَ تجھ سے غِطَآءَكَ تیرے پردے کو فَبَصَرُكَ پس تیری آنکھ الْيَوْمَ حَدِيْدٌ آج بہت تیز ہے وَقَالَ قَرِيْنُهٗ اور کہے گا اس کا ساتھی هٰذَا مَا لَدَيَّ عَتِيْدٌ یہ وہ چیز ہے جو میرے پاس تیار ہے اَلْقِيَا فِيْ جَهَنَّمَ پھینکو تم دونوں جہنم میں

كُلَّ كَفَّارٍ عَنِيْدٍ ہر کافر ضدی کو مَنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ بہت روکنے والا ہے نیکی سے
مُعْتَدٍ مُّرِيْبٍ تجاوز کرنے والا، شک میں ڈالنے والا ہے الَّذِيْ جَعَلَ جس
نے بنایا مَعَ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اِلٰهًا اٰخَرَ دوسرے کو الٰہ فَاَلْقِيٰهُ
پس دونوں پھینکو اس کو فِي الْعَذَابِ الشَّدِيْدِ سخت عذاب میں قَالَ قَرِيْنُهٗ
کہے گا اس کا ساتھی رَبَّنَا اے ہمارے پروردگار مَآ اَطْغَيْتُهٗ میں نے اس
کو سرکشی میں نہیں ڈالا وَلٰكِنْ كَانَ فِيْ ضَلٰلٍ بَعِيْدٍ لیکن یہ خود ہی دور کی
گمراہی میں پڑا ہوا تھا قَالَ رب تعالیٰ فرمائیں گے لَا تَخْتَصِمُوْا لَدَيَّ نہ
جھگڑا کرو میرے پاس وَقَدْ قَدَّمْتُ اِلَيْكُمْ بِالْوَعِيْدِ اور تحقیق میں نے
پہلے بھیج دی تھی تمہاری طرف عذاب کی وعید مَا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَيَّ نہیں
تبدیل کی جاتی بات میرے سامنے وَمَآ اَنَا بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ اور نہیں ہوں
میں ظلم کرنے والا بندوں پر يَوْمَ نَقُوْلُ جس دن ہم کہیں گے لِجَهَنَّمَ
جہنم کو هَلِ امْتَلَاْتِ کیا تو بھر چکی ہے وَتَقُوْلُ اور وہ کہے گی هَلْ مِنْ
مَّزِيْدٍ کیا کچھ اور بھی ہے وَاُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِيْنَ اور قریب کر دی
جائے گی جنت پرہیزگاروں کے لیے غَيْرَ بَعِيْدٍ دور نہیں ہوگی هٰذَا مَا
تُوْعَدُوْنَ یہ وہ ہے جس کا تمہارے ساتھ وعدہ کیا گیا تھا لِكُلِّ اَوَّابٍ حَفِيْظٍ
ہر اس شخص کے لیے جو رجوع کرنے والا ہے، حفاظت کرنے والا ہے مَنْ
خَشِيَ الرَّحْمٰنَ جس نے خوف کیا رحمٰن سے بِالْغَيْبِ بغیر دیکھے وَجَآءَ

اورلایا بِقَلْبٍ مُّنِيبٍ دل رجوع کرنے والا ادْخُلُوهَا بِسَلَامٍ داخل ہو جاؤ سلامتی کے ساتھ ذٰلِكَ يَوْمُ الْخُلُودِ یہ دن ہے ہیشگی کا لَهُم مَّا يَشَاءُونَ ان کے لیے ہوگا جو وہ چاہیں گے فِيهَا اس میں وَلَدَيْنَا مَزِيدٌ اور ہمارے پاس زیادہ سے زیادہ ہے۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے منکرین توحیدورسالت اور قیامت کے منکرین کی پُرزور تردید فرمائی ہے۔اس سورت میں منکرین قیامت کا ذکر ہے۔وہ کہتے تھے کہ ءَإِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا ذٰلِكَ رَجْعٌ بَعِيدٌ ''کیا جس وقت ہم مر کے مٹی ہو جائیں گے تو یہ لوٹ کر آنا تو بہت بعید ہے۔'' اللہ تعالیٰ نے اس کا رد کیا اور فرمایا وَنُفِخَ فِي الصُّورِ ''اور صور پھونکا جائے گا'' قیامت قائم ہوگی ،یہ دھمکی کا دن ہوگا اور ہر نفس آئے گا اس کے ساتھ چلانے ولا ہوگا اور ایک گواہ ہوگا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے آواز آئے گی لَقَدْ كُنتَ فِي غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا البتہ تحقیق تو غفلت میں تھا اس کارروائی سے اے بندے۔تو کہتا تھا قیامت کوئی نہیں ،میدان حشر کوئی نہیں ،اللہ تعالیٰ کی عدالت کوئی نہیں ،میزان کی کوئی حیثیت نہیں ہے، جزاوسزا نہیں ہے۔تو ان سب چیزوں سے غافل تھا فَكَشَفْنَا عَنكَ غِطَاءَكَ پس ہم نے کھول دیا ہے تجھ سے تیرے پردے کو۔تیری آنکھوں سے پردہ دور کر دیا ہے۔دیکھ! کچھ نظر آرہا ہے یا نہیں؟ رب تعالیٰ کی عدالت قائم ہے یا نہیں؟ مخلوق اللہ تعالیٰ کے دربار میں حاضر ہے یا نہیں؟ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيدٌ آج کے دن تیری آنکھ ،تیری نگاہ بہت تیز ہے۔

لوگ جب قبروں سے اٹھ کر ایک دو قدم چلیں گے تو آنکھیں تیز ہو جائیں گی اور اندھوں کو بھی بینائی مل جائے گی اور جو دنیا میں پڑھنا نہیں جانتے تھے وہ بھی پڑھنے والے

بن جائیں گے اور ہر ایک کے ہاتھ میں اعمال نامہ پکڑا یا جائے گا اور حکم ہوگا اِقْــرَاْ كِتٰبَكَ كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيْبًا [بنی اسرائیل: ۱۴] ''پڑھ اپنی کتاب کافی ہے تیرا نفس آج کے دن تجھ پر محاسبہ کرنے والا۔'' ہر آدمی اپنا پرچہ خود پڑھے گا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ارشاد ہوگا هَلْ ظَلَمَكَ كَتَبَتِيْ ''کیا میرے فرشتوں نے تجھ پر کوئی ظلم کیا ہے۔'' کہے گا نہیں اے پروردگار! جو میں نے کیا تھا وہی لکھا ہوا ہے۔ اچھا اور پڑھ، اور پڑھ۔ اور پڑھے گا۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے میرے فرشتوں نے تیرے ساتھ کوئی زیادتی تو نہیں کی؟ کہے گا نہیں کی۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے تو ان چیزوں سے غفلت میں تھا آج ہم نے تیری آنکھوں کے پردے اٹھا دیئے ہیں آج تیری نگاہ بڑی تیز ہے وَقَالَ قَرِيْنُهٗ اور کہے گا اس کا ساتھی۔ ساتھی سے مراد فرشتہ ہے اگر بندے کی نیکیاں زیادہ ہوں گی تو نیکیوں والا ساتھی بولے گا اور اگر برا ہے تو برائی کا ساتھی بولے گا هٰذَا مَا لَدَيَّ عَتِيْدٌ یہ وہ چیز ہے جو میرے پاس تیار ہے۔

فرشتہ کہے گا میرے پروردگار! اس کا سارا ریکارڈ میرے پاس محفوظ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرمائیں گے عدالت کا فیصلہ ہو چکا اَلْقِيَا فِيْ جَهَنَّمَ ڈال دو تم دونوں جہنم میں كُلَّ كَفَّارٍ عَنِيْدٍ ہر کافر ضدی کو۔ یہ دائیں بائیں والے فرشتے عدالت کے بعد دوزخ کے کنارے لے جا کر دھکا مار کے دوزخ میں پھینک دیں گے ہر کافر ضدی کو مَنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ بہت روکنے والا ہے نیکی سے۔ لوگوں کو اسلام سے روکتا تھا، اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکتا تھا، حق سے روکتا تھا مُعْتَدٍ تجاوز کرنے والا ہے حد سے۔ اللہ تعالیٰ کے حقوق کے بارے میں بھی اور بندوں کے حقوق کے بارے میں بھی۔ زبانی طور پر بھی تجاوز کرتا ہے اور عملی طور پر بھی مُّرِيْبٍ شک میں ڈالنے والا ہے اللہ تعالیٰ

اور رسول کے احکام کے بارے میں، قیامت کے بارے میں، حق کے بارے میں

الَّذِیۡ جَعَلَ مَعَ اللّٰہِ اِلٰـھًا اٰخَرَ جس نے بنایا ہے اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسرے کو الٰہ۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور الٰہ بنایا۔ الٰہ کا معنیٰ معبود بھی ہے، مسجود بھی ہے، حاجت روا، مشکل کشا بھی ہے، فریادرس بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات کے سوا نہ کوئی معبود ہے، نہ مسجود ہے، نہ حاجت روا اور مشکل کشا ہے، نہ فریادرس، نہ دست گیر ہے۔ یہ تمام صفتیں صرف رب کی ہیں۔

جس وقت آدمی کلمہ پڑھتا ہے لا الٰہ الا اللہ تو سارے معبودان باطلہ کا رد کر دیتا ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو معبود، مشکل کشا نہیں مانتا۔ لیکن جس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسرے کو الٰہ بنا رکھا ہے فَاَلۡقِیٰہُ پس پھینک دو اس کو فِی الۡعَذَابِ الشَّدِیۡدِ سخت عذاب میں۔ فرشتے جب دوزخ میں ڈال کر فارغ ہو جائیں گے تو پھر انسان اور شیطان کی آپس میں چپقلش ہوگی۔ انسان کہے گا شیطان کو کہ تو نے مجھے گمراہ کیا۔ شیطان کہے گا وَمَا کَانَ لِیَ عَلَیۡکُمۡ مِّنۡ سُلۡطٰنٍ ”اور نہیں تھا میرے لیے تمہارے اوپر کوئی غلبہ، زور اِلَّاۤ اَنۡ دَعَوۡتُکُمۡ فَاسۡتَجَبۡتُمۡ لِیۡ [ابراہیم: ۲۲] مگر یہ کہ میں نے تم کو دعوت دی تو تم نے میری بات کو قبول کر لیا۔“ نہ مانتے حق والوں کی بات مان لیتے۔ اس نوک جھوک کا ذکر ہے قَالَ قَرِیۡنُہٗ کہے گا اس کا ساتھی شیطان رَبَّنَا اے ہمارے پروردگار مَاۤ اَطۡغَیۡتُہٗ میں نے اس کو سرکشی میں نہیں ڈالا۔ میں نے اس کو گمراہ نہیں کیا وَلٰکِنۡ کَانَ فِیۡ ضَلٰلٍۭ بَعِیۡدٍ لیکن یہ خود ہی دور کی گمراہی میں پڑا ہوا تھا۔ یہ مجھ پر غلط ذمہ داری ڈال رہا تھا میں نے اس کو نہیں بہکایا۔ یہ انسان کا مزاج ہے کہ چند ساتھی مل کر کام کریں اور کام صحیح ہو جائے تو ہر آدمی کامیابی کا سہرا اپنے سر پر رکھتا ہے کہ میری وجہ سے ہوا

ہے۔ اور اگر خدانخواستہ بگڑ جائے تو ہر آدمی دوسرے پر ڈالتا ہے کہ اس کی وجہ سے خراب ہوا ہے۔ تو انسان شیطان پر ڈالے گا اور شیطان انکار کرے گا اور کہے گا لَا تَلُوْمُوْنِیْ وَلُوْمُوْا اَنْفُسَكُمْ ''پس نہ ملامت کرو مجھ کو اور ملامت کرو اپنی جانوں کو مَآ اَنَا بِمُصْرِخِكُمْ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُصْرِخِيَّ [ابراہیم: ۲۲] ''نہ میں تمہاری فریادرسی کرنے والا ہوں اور نہ تم میری فریادرسی کرنے والے ہو۔'' نہ میں تمہارے کام آسکتا ہوں اور نہ تم میرے کام آسکتے ہو مجھے ملامت مت کرو۔ اللہ تعالیٰ نے شیطان کو یہ قدرت نہیں دی کہ وہ جبراً کسی کو گمراہ کر سکے یا برائی کرا سکے وہ تو خواہشات پیدا کرتا ہے وساوس دل میں ڈالتا ہے اگر انسان ڈٹ جائے اور اس کے وساوس کی پروا نہ کرے تو وہ کچھ نہیں کر سکتا۔ اب دیکھو اتم نے وضو کیا، سنتیں پڑھیں، جماعت میں شریک ہوئے اور اب درس قرآن سن رہے ہو اپنے ارادے سے۔ اب شیطان تم پر وساوس ڈالتا رہے اس کا تم پر کیا اثر ہے۔ اور وہ بدبخت جو ابھی تک سوئے ہوئے ہیں سورج چڑھنے کے بعد اٹھیں گے اور آنکھیں ملتے ہوئے دفتروں اور اپنے کاموں پر جائیں گے اور کوئی ہوں گے جو قضا نماز پڑھیں گے۔ شیطان نے تو ان کو باندھ کے نہیں رکھا وہ زبردستی نیکی سے نہیں روک سکتا اور نہ گناہ کروا سکتا ہے۔ وساوس ڈالتا ہے، بدی کی ترغیب دیتا ہے پھر ہر آدمی پر اثر ڈالنے والا ابلیس نہیں ہے۔ ابلیس نے تو اپنا تخت سمندر پر بچھایا ہوا ہے۔ وہ سرکاری دورے پر کبھی شام کے بعد، کبھی کسی وقت نکلتا ہے، باقی کام اس کے چیلے کرتے ہیں۔ ہر آدمی کے ساتھ ایک فرشتہ ہے اور ایک شیطان ہے۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ دل میں اچھا خیال پیدا ہو تو وہ اللہ تعالیٰ کے فرشتے کا القاء ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی تعریف کرے اور نیک کام کرے۔ اور اگر دل میں بُرا خیال

آئے تو شیطان کی طرف سے ہوتا ہے۔ بائیں طرف لاحول ولاقوۃ الا باللہ پڑھ کر تھوک دے۔ کیونکہ دل کے دائیں طرف فرشتہ ہوتا ہے اور بائیں طرف شیطان ہوتا ہے۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ جب اذان ہوتی ہے تو شیطان سرف تک بھاگ جاتا ہے۔ سرف مدینہ طیبہ سے دور ایک جگہ کا نام ہے۔ وہ اذان کے الفاظ سے بڑا گھبراتا ہے۔ پھر جب تکبیر شروع ہوتی ہے پھر بھاگ جاتا ہے۔ ختم ہوتی ہے تو آجاتا ہے۔ جس وقت آدمی نماز شروع کرتا ہے تو وساوس ڈالنا شروع کر دیتا ہے۔ یہاں تک کہ آدمی کو یاد نہیں رہتا کہ میں نے ایک رکعت پڑھی ہے یا دو رکعتیں پڑھی ہیں۔ تو وساوس ڈالتا ہے جبر نہیں کر سکتا۔

فرمایا کہے گا اس کا ساتھی شیطان میں نے اس کو سرکشی میں نہیں ڈالا میں نے اس کو گمراہ نہیں کیا لیکن یہ خود ہی دور کی گمراہی میں پڑا ہوا تھا قَالَ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے لَا تَخْتَصِمُوْا لَدَیَّ میرے سامنے جھگڑا نہ کرو کہ ایک دوسرے پر ذمہ داری ڈالتے ہو وَ قَدْ قَدَّمْتُ اِلَیْکُمْ بِالْوَعِیْدِ اور تحقیق میں نے پہلے بھیج دی تھی تمہاری طرف عذاب کی وعید۔ میں نے تمھیں دھمکی دے دی تھی کہ اگر برائی کرو گے تو دوزخ میں جاؤ گے۔ پیغمبروں نے تمھیں بات سنا دی، صحابہ کرام نے تم تک پہنچا دی اور ہر زمانے میں حق والے حق کی آواز پہنچاتے رہے۔ تم نے انکار کیا نہیں مانا مَا یُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَیَّ نہیں تبدیل کی جاتی بات میرے سامنے۔ میرے ہاں بات بدلی نہیں جاتی وہی بات ہے جو ہو چکی ہے کہ بُرے، بے ایمان نے دوزخ میں جانا ہے، یہ فیصلہ اٹل ہے۔ اور ایمان والے میری رحمت میں جگہ پائیں گے وَمَآ اَنَا بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِیْدِ اور نہیں ہوں میں بندوں پر ظلم کرنے والا۔ رب تعالیٰ تو بڑا مہربان اور رحیم ہے، کریم ہے ہر بندے کے لیے۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ ایک عورت ہانڈی تیار کر رہی تھی اور ہوا بڑی تیز چل رہی تھی۔ اس کی گود میں دودھ پیتا بچہ تھا۔ ہوا کی وجہ سے جب شعلہ اس کی طرف آتا تو وہ دوسری طرف ہو جاتی بچے کی وجہ سے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جتنا اس عورت کو اپنے بچے سے پیار ہے اور آگ سے بچا رہی ہے اللہ تعالیٰ کو اپنے بندوں کے ساتھ اس سے بھی زیادہ پیار ہے او کما قال علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ اللہ تعالیٰ نہیں چاہتے کہ انسان دوزخ میں جلے۔ اگر یہ خود ہی دوزخ کا سامان کرے تو اللہ تعالیٰ کا کیا قصور ہے۔ جب دوزخی اپنے اپنے ٹھکانے میں پہنچ جائیں گے تو پھر حالات یوں ہوں گے کہ

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں یَوۡمَ نَقُوۡلُ جس دن ہم کہیں گے لِجَهَنَّمَ دوزخ کو هَلِ امۡتَلَأۡتِ کیا تو بھر چکی ہے وَتَقُوۡلُ هَلۡ مِنۡ مَّزِيۡدٍ اور وہ کہے گی کیا کچھ اور بھی ہے۔ بخاری شریف اور ترمذی شریف میں روایت ہے کہ جہنم میں گناہ گار ڈالے جائیں گے اور وہ زیادہ طلب کرتی رہے گی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا قدم اس میں رکھے گا جو اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق ہے۔ تو وہ کہے گی قطۡ قطۡ یعنی بس بس! اب میں پُر ہو گئی ہوں پھر مزید مطالبہ نہیں کرے گی۔

جنت اور جنتیوں کے احوال:

یہ تو جہنم کا حال بیان کیا گیا ہے۔ اب آگے جنت کے متعلق فرماتے ہیں وَ اُزۡلِفَتِ الۡجَنَّةُ لِلۡمُتَّقِيۡنَ اور قریب کر دی جائے گی جنت پرہیز گاروں کے لیے غَيۡرَ بَعِيۡدٍ دور نہیں ہوگی۔ اور کہا جائے گا هٰذَا مَا تُوۡعَدُوۡنَ یہ وہ ہے جس کا تمہارے ساتھ وعدہ کیا گیا تھا لِكُلِّ اَوَّابٍ حَفِيۡظٍ ہر اس شخص کے لیے جو رجوع کرنے والا ہے اللہ تعالیٰ کی طرف اور یاد رکھنے والا ہے اللہ تعالیٰ کے احکام کو اور اللہ تعالیٰ

کی حدود کی حفاظت کرنے والا ہے۔ سورت توبہ آیت نمبر ۱۱۲ میں اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کی صفت بیان فرمائی ہے وَالْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰہِ ''کہ وہ اللہ تعالیٰ کی حدوں کی حفاظت کرنے والے ہیں مَنْ خَشِیَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَیْبِ جس نے خوف کیا رحمٰن سے بغیر دیکھے۔ رحمان کو نہیں دیکھا مگر ڈرتا ہے اس کی مخالفت سے وَجَآءَ بِقَلْبٍ مُّنِیْبٍ اور لایا دل رجوع کرنے والا۔ جس کے دل کا رجوع رب تعالیٰ کی طرف ہو۔ جس میں یہ چار صفتیں ہوں گی وہ جنت کا وارث ہے۔

۱ اَوَّاب: اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے والا۔

۲ حَفِیْظ: اللہ تعالیٰ کی حدود کی حفاظت کرنے والا۔

۳ مَنْ خَشِیَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَیْبِ: جو خوف کھاتا ہے رحمان سے بغیر دیکھے۔

۴ قلب مُنِیْب: ایسا دل لے کر آیا جو رب تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے والا ہو۔

ان لوگوں کو کہا جائے گا۔ فرشتے کہیں گے اُدْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ داخل ہو جاؤ جنت میں سلامتی کے ساتھ۔ فرشتے بھی سلام کریں گے، حوریں بھی سلام کریں گی، غلمان چھوٹے بچے بھی سلام کریں گے حتیٰ کہ سَلٰمٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ الرَّحِیْمٍ ''رب تعالیٰ کی طرف سے بھی سلام آئے گا۔ وہاں سلامتی ہی سلامتی ہوگی کوئی لڑائی جھگڑا نہیں ہوگا، دکھ، تکلیف، بیماری نہیں ہوگی، کوئی خوف اور خطرہ نہیں ہوگا ذٰلِكَ يَوْمُ الْخُلُوْدِ یہ ہیشگی کا دن ہے۔ اب تم ہمیشہ ہمیشہ جنت میں رہو گے۔ وہ ہمیشہ ہمیشہ کی زندگی ہم نہیں سمجھ سکتے۔ نہ لاکھوں، نہ اربوں، نہ کھربوں، بلکہ نہ ختم ہونے والی ہوگی۔ ہمارے دماغ فیل ہو جائیں گے سوچتے سوچتے لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ فِيْهَا ان کے لیے ہوگا جو وہ چاہیں گے جنت میں۔ اگر جنتی چاہے گا کہ میں اڑوں تو وہ اڑ کر جائے گا۔ جنت کے کنارے پر پھل لگے ہو

ئے ہوں گے اس کا جی چاہے گا کھانے کو بس ارادہ کرنے کی دیر ہوگی وہ فوراً اس کے قریب آجائے گا قُطُوْفُهَا دَانِيَةٌ ''وہ خود جھک جائیں گے۔'' اڑتے پرندے نظر آئیں گے ارادہ کرے گا کھانے کا وہ پلیٹ میں بھنے ہوئے سامنے آجائیں گے۔ جنت میں جو چاہیں گے ملے گا۔ فرمایا وَلَدَيْنَا مَزِيْدٌ اور ہمارے ہاں زیادہ سے زیادہ ہے۔ کوئی چیز ختم ہونے والی نہیں ہے۔ رب تعالیٰ کے خزانے بڑے وسیع ہیں وہ ختم ہونے والے نہیں ہیں۔ نہ اِس جہان میں اور نہ اُس جہان میں۔ اللہ تعالیٰ سب کو جنتی لوگوں والے کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ هُمْ اَشَدُّ مِنْهُمْ بَطْشًا
فَنَقَّبُوْا فِی الْبِلَادِؕ هَلْ مِنْ مَّحِیْصٍ ﴿۳۶﴾ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى
لِمَنْ كَانَ لَهٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِیْدٌ ﴿۳۷﴾ وَلَقَدْ خَلَقْنَا
السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَهُمَا فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ۖۗ وَّمَا مَسَّنَا مِنْ لُّغُوْبٍ ﴿۳۸﴾
فَاصْبِرْ عَلٰى مَا یَقُوْلُوْنَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَ
قَبْلَ الْغُرُوْبِ ﴿۳۹﴾ وَمِنَ الَّیْلِ فَسَبِّحْهُ وَاَدْبَارَ السُّجُوْدِ ﴿۴۰﴾ وَاسْتَمِعْ یَوْمَ
یُنَادِ الْمُنَادِ مِنْ مَّكَانٍ قَرِیْبٍ ﴿۴۱﴾ یَّوْمَ یَسْمَعُوْنَ الصَّیْحَةَ بِالْحَقِّؕ ذٰلِكَ
یَوْمُ الْخُرُوْجِ ﴿۴۲﴾ اِنَّا نَحْنُ نُحْیٖ وَنُمِیْتُ وَاِلَیْنَا الْمَصِیْرُ ﴿۴۳﴾ یَوْمَ تَشَقَّقُ
الْاَرْضُ عَنْهُمْ سِرَاعًاؕ ذٰلِكَ حَشْرٌ عَلَیْنَا یَسِیْرٌ ﴿۴۴﴾ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا یَقُوْلُوْنَ
وَمَاۤ اَنْتَ عَلَیْهِمْ بِجَبَّارٍ ۫ فَذَكِّرْ بِالْقُرْاٰنِ مَنْ یَّخَافُ وَعِیْدِ ﴿۴۵﴾ ع ۳ ۱۶ ۱۷

وَكَمْ اور کتنی اَهْلَكْنَا ہلاک کیں ہم نے قَبْلَهُمْ ان سے
پہلے مِّنْ قَرْنٍ جماعتیں هُمْ اَشَدُّ مِنْهُمْ وہ زیادہ سخت تھیں ان سے
بَطْشًا گرفت میں فَنَقَّبُوْا پس وہ تلاش کرتے رہے فِی الْبِلَادِ شہروں
میں هَلْ مِنْ مَّحِیْصٍ کیا ہے کہیں بھاگنے کی جگہ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ بے شک
اس میں لَذِكْرٰى البتہ نصیحت ہے لِمَنْ كَانَ لَهٗ قَلْبٌ جس کے لیے دل
ہو اَوْ اَلْقَى السَّمْعَ یا اس نے کان لگائے ہیں وَهُوَ شَهِیْدٌ اور وہ دل
سے حاضر ہو وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ اور البتہ تحقیق پیدا کیا ہم نے آسمانوں کو
وَالْاَرْضَ اور زمین کو وَمَا بَیْنَهُمَا اور جو کچھ ان کے درمیان ہے فِیْ

سِتَّةِ اَيَّامٍ چھ دنوں میں وَّمَا مَسَّنَا مِنْ لُّغُوْبٍ اور نہیں پہنچی ہمیں کوئی تھکاوٹ فَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ آپ صبر کریں ان باتوں پر جو وہ کہتے ہیں وَسَبِّحْ اور تسبیح بیان کریں بِحَمْدِ رَبِّكَ اپنے رب کی حمد کی قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ سورج کے طلوع ہونے سے پہلے وَقَبْلَ الْغُرُوْبِ اور غروب سے پہلے وَمِنَ الَّيْلِ اور رات کو فَسَبِّحْهُ پس آپ اس کی تسبیح بیان کریں وَاَدْبَارَ السُّجُوْدِ اور سجدوں کے پیچھے بھی وَاسْتَمِعْ اور کان لگا کر سنیں يَوْمَ يُنَادِ جس دن پکارے گا الْمُنَادِ پکارنے والا مِنْ مَّكَانٍ قَرِيْبٍ قریب کی جگہ سے يَّوْمَ يَسْمَعُوْنَ الصَّيْحَةَ جس دن سنیں گے یہ لوگ چیخ کو بِالْحَقِّ حق کے ساتھ ذٰلِكَ يَوْمُ الْخُرُوْجِ یہ دن ہے نکلنے کا اِنَّا نَحْنُ نُحْيٖ بے شک ہم زندہ کرتے ہیں وَنُمِيْتُ اور مارتے ہیں وَاِلَيْنَا الْمَصِيْرُ اور ہماری طرف ہی لوٹنا ہے يَوْمَ تَشَقَّقُ الْاَرْضُ جس دن پھٹے گی زمین عَنْهُمْ سِرَاعًا ان سے بڑی تیزی سے ذٰلِكَ حَشْرٌ یہ اکٹھا کرنا عَلَيْنَا يَسِيْرٌ ہمارے اوپر آسان ہے نَحْنُ اَعْلَمُ ہم خوب جانتے ہیں بِمَا يَقُوْلُوْنَ جو وہ کہتے ہیں وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِجَبَّارٍ اور نہیں ہیں آپ ان پر جبر کرنے والے ۔فَذَكِّرْ بِالْقُرْاٰنِ پس آپ نصیحت کریں قرآن پاک کے ذریعے مَنْ يَّخَافُ وَعِيْدِ اس شخص کو جو خوف کرتا ہے میری دھمکی سے۔

ربطِ آیات :

پہلے ان لوگوں کا ذکر تھا جو توحید و رسالت اور قیامت کے منکر تھے۔ ان کو دلائل کے ساتھ قیامت کا اثبات سمجھایا۔ اب اللہ تعالیٰ قیامت کے منکرین کو تنبیہ فرماتے ہیں۔ فرمایا وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ۔ قرن کا معنیٰ جماعت بھی ہے اور زمانہ بھی ہے۔ اس مقام پر معنیٰ جماعت کا ہے۔ اور ہم نے ہلاک کیں ان سے پہلے کتنی جماعتیں۔ نزولِ قرآن کے وقت جو لوگ موجود تھے ان سے پہلے کتنی جماعتیں ہلاک کر دی گئیں تھیں۔ موسیٰ علیہ السلام کی قوم، عیسیٰ علیہ السلام کی قوم، صالح علیہ السلام کی قوم، شعیب علیہ السلام کی قوم، لوط علیہ السلام کی قوم اور بے شمار نافرمان قومیں تباہ کر دی گئیں هُمْ اَشَدُّ مِنْهُمْ بَطْشًا وہ پہلے لوگ زیادہ سخت تھے ان سے گرفت میں۔ آج ان کو گھمنڈ ہے اپنی قوت پر، مال، اولاد اور افراد پر۔ پہلے والے زیادہ سخت تھے ان سے گرفت میں فَنَقَّبُوْا فِي الْبِلَادِ۔ نَقَّبَ يُنَقِّبُ تَنْقِيْبًا کا معنیٰ ہوتا ہے ڈھونڈنا، تلاش کرنا۔ معنیٰ ہوگا پس وہ ڈھونڈتے رہے شہروں میں هَلْ مِنْ مَّحِيْصٍ۔ محیص مصدر میمی بھی بن سکتا ہے اور اسم ظرف کا صیغہ بھی بن سکتا ہے۔ مصدر ہو تو معنیٰ ہوگا ہے کوئی چھٹکارا۔ اور ظرف بنائیں تو معنیٰ ہوگا ہے کوئی چھٹکارے کی جگہ۔ جس وقت عذاب کی نشانیاں ظاہر ہوئیں تو لگے بھاگنے کہ موت سے بچنے کا کوئی چھٹکارا یا جگہ ہے؟ لیکن اللہ تعالیٰ کے عذاب کے آجانے کے بعد کون بچ سکتا ہے؟ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى بے شک اس میں جو ہم نے بیان کیا ہے نصیحت ہے مگر کس کے لیے؟ لِمَنْ كَانَ لَهٗ قَلْبٌ جس کے لیے دل ہو۔ مراد یہ کہ دل زندہ ہو مردہ نہ ہو اَوْ اَلْقَى السَّمْعَ یا اس نے کان لگائے ہیں یعنی اپنے کانوں کو متوجہ کیا بات سننے کے لیے وَهُوَ شَهِيْدٌ اور وہ دل سے حاضر ہو۔ بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ آدمی مجلس میں

بیٹھا ہوتا ہے لیکن بیان کرنے والے کی طرف توجہ نہیں ہوتی اس کے پلے کچھ نہیں پڑتا۔
اس کو علم ہی نہیں ہوتا کہ کیا بیان ہوا ہے۔ظاہر بات ہے جب دھیان نہیں ہوگا، توجہ نہیں
ہوگی تو کیا حاصل ہوگا؟ اللہ تعالیٰ نے دو قیدیں لگائی ہیں نصیحت حاصل ہونے کے لیے۔
دل زندہ ہو، کان لگا کر توجہ کے ساتھ سنے۔دل حاضر ہو تو فائدہ ہوگا۔

منکرین قیامت کے لیے دلائل قدرت :

آگے اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کا اظہار کر کے قیامت کے منکروں کو سمجھایا ہے کہ
میرے لیے قیامت کا برپا کرنا کیا مشکل ہے۔فرمایا وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ
اور البتہ ہم نے پیدا کیا آسمانوں کو اور زمین کو وَمَا بَيْنَهُمَا اور جو کچھ ان دونوں کے
درمیان ہے فِیْ سِتَّةِ اَيَّامٍ چھ دنوں میں۔جو آسمان ہمارے سروں پر ہے اس کی
بلندی اور وسعت کو دیکھو کہ اس کے نیچے نہ کوئی کھمبا، نہ ستون، نہ پلر، ہزار ہا سال گزر گئے
ہیں اس کو بنے ہوئے اس میں نہ کوئی خرابی نہ وراڑ۔ہم چھوٹی چھوٹی عمارتیں بناتے ہیں
کچھ عرصے کے بعد خراب ہو جاتی ہیں حالانکہ ان کے نیچے دیواریں اور کتنے ستون ہوتے
ہین۔تو رب تعالیٰ کی قدرت نہیں سمجھتے کہ سات آسمان اس نے سروں پر لٹکا دیئے ہیں
زمین سے جتنا فاصلہ پہلے آسمان کا ہے اتنا فاصلہ ہر ہر آسمان کے درمیان ہے۔پہلے سے
دوسرے کا، دوسرے سے تیسرے کا، تیسرے سے چوتھے کا، چوتھے سے پانچویں کا اور
پانچویں سے چھٹے کا اور چھٹے سے ساتویں کا فاصلہ ہے۔اس کے اوپر عرش ہے اور اللہ تعالیٰ
کی مخلوق میں جسم اور حجم کے اعتبار سے عرش کا وجود بڑا ہے اور اللہ تعالیٰ عرش پر مستوی
ہے، قائم ہے جو اس کی شان کے لائق ہے۔

استوی علی العرش کے بارے میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ، امام مدینہ، جو بڑے امام اور فقیہ ہیں۔ ان سے پوچھا گیا کہ اللہ تعالیٰ کے عرش پر مستوی ہونے کا کیا مطلب ہے؟ تو فرمایا اَلْاِیْمَانُ بِهٖ وَاجِبٌ اس پر ایمان لانا واجب ہے وَ کَیْفِیَّتُهٗ مَجْهُوْلَةٌ اور اس کی کیفیت مجہول ہے کہ کیسے بیٹھا ہے۔ کوئی آدمی کرسی پر بیٹھا ہوتا ہے، کوئی پلنگ پر، کوئی زمین پر، ہم کسی شے کے ساتھ تشبیہ نہیں دے سکتے کیونکہ لَیْسَ کَمِثْلِهٖ شَیْءٌ [سورۃ شوریٰ] ''اس کے مثل کوئی شے نہیں ہے۔'' اللہ تعالیٰ تمام تشبیہات سے بالاتر ہے وَالسُّؤَالُ عَنْهُ بِدْعَةٌ اس کے بارے سوال کرنا، خواہ مخواہ کریدنا بدعت ہے۔ یوں کہو کہ عرش پر بیٹھا ہے جو اس کی شان کے لائق ہے۔ اور جس طرح عرش پر ہونا ماننا ہے اور عقیدہ رکھنا ہے اسی طرح یہ بھی عقیدہ رکھنا ہے کہ وہ ہمارے ساتھ بھی ہے وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ ''اور وہ تمہارے ساتھ ہے تم جہاں کہیں بھی ہو۔'' کل کے سبق میں تم نے پڑھا ہے نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ ''ہم انسان کے زیادہ قریب ہیں شہ رگ سے۔'' اور اٹھائیسویں پارے میں ہے مَا يَكُوْنُ مِنْ نَّجْوٰى ثَلٰثَةٍ اِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ وَلَا خَمْسَةٍ اِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ وَلَا اَدْنٰى مِنْ ذٰلِكَ وَلَا اَكْثَرَ اِلَّا هُوَ مَعَهُمْ اَيْنَ مَا كَانُوْا [سورۃ المجادلہ] ''نہیں ہوتا کوئی مشورہ تین آدمیوں میں مگر وہ چوتھا اللہ تعالیٰ ہوتا ہے اور نہ پانچ آدمیوں کا مگر چھٹا وہ ہوتا ہے اور نہ اس سے کم اور نہ اس سے زیادہ مگر وہ ان کے ساتھ ہوتا ہے جہاں بھی وہ ہوں۔'' تو اللہ تعالیٰ ہر ایک کے ساتھ ہے جو اس کی شان کے لائق ہے۔''

تو فرمایا ہم نے پیدا کیا آسمانوں کو اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے چھ دنوں میں۔ چھ دنوں کا وقفہ مراد ہے۔ کیونکہ اس وقت نہ آسمان تھا نہ زمین تھی نہ چاند تھا نہ

سورج تھا۔ اور دنوں کا حساب تو ہوتا ہے اس طرح کہ سورج چڑھ گیا تو دن ہو گیا غروب ہوا تو دن ختم ہو گیا۔ تو چھ دنوں سے دنوں کا وقفہ مراد ہے۔ یہ اس کا ایک طریقہ تھا ورنہ وہ آنِ واحد میں ہر شے کو پیدا کر سکتا ہے اِذَا اَرَادَ شَیْئًا اَنْ یَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَیَكُوْنُ [سورۃ یٰسین] ''جب وہ کسی شے کا ارادہ کرتا ہے تو کہتا ہے ہو جا پس وہ ہو جاتی ہے۔'' تو ایک قدرت اللہ اور ایک سنۃ اللہ ہے۔ باقی رہی یہ بات کہ چھ دنوں کے وقفے میں کیوں پیدا کیا؟ تو مفسرین کرام رحمۃ اللہ علیہم فرماتے ہیں کہ مخلوق کو بتانا مقصود ہے کہ قادر مطلق ہونے کے باوجود میرا کام تدریجی ہے اسی طرح تمہارے کام بھی تدریجی، آہستہ آہستہ ہونے چاہئیں وَمَا مَسَّنَا مِنْ لُّغُوْبٍ اور نہیں پہنچی ہمیں کوئی تھکاوٹ یہ تمام چیزیں بنانے کے باوجود۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت کو سمجھنے کے لیے بس یہی باتیں کافی ہیں۔ جو ذات یہ سب کچھ کر سکتی ہے اس کے لیے تمھیں دوبارہ پیدا کرنا کیا مشکل ہے۔

کافر مشرک آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق مختلف الفاظ بکتے تھے، کبھی کہتے مجنون ہے، کبھی کہتے جھوٹا ہے، کبھی جادوگر اور مسحور کہتے، کبھی مفتری کہتے۔ ان باتوں سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تکلیف تو ہوتی تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انسان تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ابھی آپ صبر کریں وقت آنے پر یہ سب اپنے انجام کو پہنچ جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَاصْبِرْ عَلٰى مَا یَقُوْلُوْنَ پس آپ صبر کریں ان باتوں پر جو وہ کہتے ہیں۔ جواب نہ دیں کیونکہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی ان کو ویسا ہی کہہ دیا تو فرق تو نہ رہا۔

سلام کا معنٰی اور ایک یہودی کا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آنا :

بخاری شریف میں روایت ہے کہ ایک یہودی نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اجازت مانگی اندر آنے کی۔ جب کوئی آدمی آتا تھا تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پردے کے پیچھے چلی

جاتی تھیں جو کپڑے کا لٹکا ہوتا تھا۔ ام المومنین پردے کے پیچھے ہوگئیں، یہودی کو اندر آنے کی اجازت دی۔ اس نے کہا السَّامُ عَلَيْكَ درمیان میں لام کھا گیا۔ سام کا معنیٰ ہے موت۔ اور سلام کا معنیٰ ہے سلامتی۔ السلام علیکم کا معنیٰ ہے تم پر اللہ تعالیٰ کی سلامتی ہو اور السام علیك کا معنیٰ ہے تجھے اللہ مارے۔ یہاں پر ایک بات سمجھ لیں کہ سلامتی کی دعا اس کو دی جاتی ہے جس کو خطرہ ہو۔ بعض جاہل قسم کے لوگ پیار و محبت سے کہتے ہیں اللہ جی! یہ اللہ جی کہنا جائز نہیں ہے کیونکہ یہ دعائیہ جملہ ہے اور اس کے لیے بولا جاتا ہے جس کو موت کا خطرہ ہو۔ اللہ تعالیٰ کو کون سا موت کا خطرہ ہے کہ تم اس کو زندہ ہونے کی دعا دے رہے ہو۔ اس واسطے السَّلَامُ عَلَى الله کہنا جائز نہیں ہے۔

بخاری شریف میں روایت ہے لَا تَقُوْلُوْا السَّلَام عَلَى اللهِ فَإِنَّهُ هُوَ السَّلَام "السلام علی اللہ نہ کہو کہ وہ تو خود سلامتی والا ہے۔" ہاں اماں جی! کہو، ابا جی! کہو، استاد جی! کہو، حافظ جی! کہو، کیونکہ ان کو موت کا خطرہ ہے۔ تو خیر اس یہودی نے کہا السام علیک۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بات کی طرف دھیان رکھتی تھیں۔ انھوں نے سن لیا تو پردے کے پیچھے سے ہی کہا عَلَيْكَ السَّام وَاللَّعْنَةُ "تجھ پر موت اور لعنت ہو۔" یہودی جب بات کر کے چلا گیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عائشہ تو بڑے غصے میں تھی کیا بات تھی؟ کہنے لگیں اَلَمْ تَسْمَعْ مَا قَالَ "آپ نے سنا نہیں اس نے کیا کہا ہے؟" فرمایا اَلَمْ تَسْمَعِيْ مَا قُلْتُ لَهٗ "آپ نے نہیں سنا جو میں نے اس کو کہا ہے؟ اس نے مجھے کہا السَّامُ عَلَيْكَ تجھے موت آئے۔ میں نے کہا عَلَيْكَ تجھے آئے۔ بس جواب ہو گیا۔

تو فرمایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم صبر کریں ان کی باتوں پر وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ اور تسبیح بیان کریں اپنے رب کی حمد کے ساتھ۔ مسلم شریف میں روایت ہے اَحَبُّ الْكَلَامِ اِلَى

اللّٰہِ سبحان اللّٰہ وَبِحَمْدِہٖ یہ بخاری شریف کی آخری حدیث ہے کَلِمَتَانِ حَبِیْبَتَانِ اِلَی الرَّحْمٰنِ خَفِیْفَتَانِ عَلَی اللِّسَانِ ثَقِیْلَتَانِ فِی الْمِیْزَانِ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْم ”دو کلمے اللہ تعالیٰ کو بہت پیارے ہیں زبان پر بڑے ہلکے ہیں ترازو میں بڑے بھاری ہیں، ایک کلمہ سبحان اللہ وبحمدہ ہے اور دوسرا سبحان اللہ العظیم۔“ فرمایا اپنے رب کی تسبیح کرو قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوْبِ سورج کے طلوع ہونے سے پہلے۔ یہ وقت پو پھٹنے کے بعد کا ہے صبح صادق کے بعد اور سورج کے غروب ہونے سے پہلے وَمِنَ الَّیْلِ اور رات کو فَسَبِّحْہُ پس آپ تسبیح بیان کریں۔ معراج پر جانے سے پہلے تین نمازیں ہوتی تھیں فجر، عصر اور تہجد۔ معراج کی رات پانچ نمازیں فرض ہوئیں۔ پانچ نمازوں کے فرض ہونے سے پہلے تہجد فرض تھی۔ اس کے بعد تہجد کی فرضیت منسوخ ہوگئی لیکن ثواب کے لحاظ سے نفلی نمازوں میں تہجد کا ثواب سب سے زیادہ ہے۔ تہجد کی نماز دو رکعت سے لے کر بارہ رکعت تک ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو بھی پڑھی ہیں، چار، چھ، آٹھ اور بارہ بھی پڑھی ہیں۔ عموماً آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آٹھ رکعتیں یا بارہ رکعتیں پڑھتے تھے۔ جب آٹھ پڑھتے تھے تو چار چار رکعتیں کر کے پڑھتے تھے فَلَا تَسْئَلْ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَطُوْلِهِنَّ ”مت پوچھو ان کے حسن اور لمبے ہونے کے بارے میں۔“ اور جب بارہ پڑھتے تھے تو دو رکعتیں کر کے پڑھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ توفیق دے کبھی بارہ پڑھ لو، کبھی آٹھ پڑھ لو۔ نہیں توفیق تو دو پڑھ لو۔ تہجد پو پھٹنے کے بعد نہیں ہوتی۔

تو فرمایا تسبیح بیان کر اپنے رب کی سورج کے طلوع ہونے سے پہلے اور غروب ہونے سے پہلے اور رات کو تسبیح بیان کر وَاَدْبَارَ السُّجُوْدِ اور سجدوں کے پیچھے بھی یعنی

نمازوں کے بعد۔ نمازوں کے بعد تینتیس (۳۳) مرتبہ سبحان اللہ، تینتیس (۳۳) مرتبہ الحمدللہ، اور چونتیس (۳۴) مرتبہ اللہ اکبر۔ اور آیۃ الکرسی اور استغفار اور جو وظیفے کر سکتے ہو، کرو اور آخرت کی تیاری کرو وَاسْتَمِعْ اور سن لے اے مخاطب! میری بات یَوْمَ یُنَادِ الْمُنَادِ جس دن پکارے گا پکارنے والا مِنْ مَّكَانٍ قَرِيْبٍ قریب کی جگہ سے۔

تفسیروں میں آتا ہے کہ صخرۂ بیت المقدس، بیت المقدس کی چٹان پر کھڑے ہوکر اسرافیل علیہ السلام بگل پھونکیں گے جو ہر ایک کو ایسے محسوس ہوگا کہ میرے پاس سے آواز آرہی ہے۔ چاہے کوئی مشرق میں ہوگا یا مغرب میں یا شمال میں ہوگا یا جنوب میں۔ سب قریب سے سنیں گے يَوْمَ يَسْمَعُوْنَ الصَّيْحَةَ جس دن سنیں گے ایک چیخ بِالْحَقِّ حق کے ساتھ۔ وہ حق کی آواز ہوگی اور جس وقت اسرافیل علیہ السلام بگل پھونکیں گے ذٰلِكَ يَوْمُ الْخُرُوْجِ وہ نکلنے کا دن ہوگا قبروں سے۔ کیونکہ عرب مردوں کو دفن کرتے تھے جلاتے نہیں تھے اس لیے خروج فرمایا۔ باقی جو جلا دیا گیا وہ بھی آئے گا، جس کو مچھلیاں ہڑپ کر گئیں وہ بھی آئے گا، پرندے درندے کھا گئے وہ بھی آئے گا۔ سب اللہ تعالیٰ کی عدالت میں پیش ہوں گے۔ قیامت کا انکار کرنے والو سن لو! اِنَّا نَحْنُ نُحْيٖ وَنُمِيْتُ بے شک ہم ہی زندہ کرتے ہیں اور مارتے ہیں۔ ہماری قدرت مانتے ہو کہ نہیں؟ اور یاد رکھو وَاِلَيْنَا الْمَصِيْرُ اور ہماری طرف ہی لوٹنا ہے۔ اور ظرف کا صیغہ ہو تو معنیٰ ہوگا ہماری طرف ہے لوٹنے کی جگہ۔ کس دن آؤ گے؟ يَوْمَ تَشَقَّقُ الْاَرْضُ جس دن پھٹے گی زمین عَنْهُمْ ان سے سِرَاعًا بڑی تیزی سے۔ بگل بجے گی آناً فاناً اللہ تعالیٰ ہڈیوں کے ساتھ ذرات کو جوڑ کر بندہ بنا کر کھڑا کر دیں گے۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ جیسے ماں کے پیٹ سے ننگے بدن پیدا ہوئے تھے ایسے ہی ہوں گے۔ پھر کسی کو ایک قدم کے بعد کپڑا ملے گا، کسی کو دو قدموں کے بعد۔ یہ بخاری شریف کی روایت ہے۔

دارمی کی روایت میں آتا ہے کہ سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو لباس پہنایا جائے گا پھر مجھے پہنایا جائے گا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو لباس پہلے اس لیے پہنایا جائے گا کہ جس وقت ان کو آگ کے بھٹے میں ڈالا گیا تھا جُرِّدَ عَنِ الثِّيَابِ ''ننگا کر کے رسیوں میں جکڑ کر ڈالا گیا تھا۔'' تو فرمایا بڑی تیزی سے نکلیں گے ذٰلِكَ حَشْرٌ عَلَيْنَا يَسِيْرٌ یہ اکٹھا کرنا ہمارے اوپر آسان ہے۔ تم اس کو مشکل سمجھتے ہو اور کہتے ہو ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا ذٰلِكَ رَجْعٌ بَعِيْدٌ ''کیا جب ہم مر جائیں گے اور ہو جائیں گے مٹی تو پھر لوٹیں گے یہ لوٹنا دور کی بات ہے۔''

رب تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ اکٹھا کرنا ہمارے لیے آسان ہے نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَقُوْلُوْنَ ہم خوب جانتے ہیں جو وہ باتیں کرتے ہیں قیامت کے بارے میں، توحید و رسالت کے بارے میں، آپ کے بارے میں۔ آپ پریشان نہ ہوں آپ کی یہ خواہش ہے کہ یہ ایمان لے آئیں وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِجَبَّارٍ اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم! آپ ان پر جبر کرنے والے تو نہیں ہیں کہ جبراً ان کو مسلمان بنادیں۔

سورہ یونس آیت نمبر ۹۹ میں ہے اَفَاَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتّٰى يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ''کیا آپ لوگوں کو ایمان لانے پر مجبور کریں گے۔'' آپ کا کام یہ نہیں ہے۔ آپ کا کام یہ ہے فَذَكِّرْ بِالْقُرْاٰنِ پس آپ نصیحت کریں قرآن پاک کے ذریعے۔ قرآن کے ذریعے آپ ان کو سمجھائیں مَنْ يَّخَافُ وَعِيْدِ اس شخص کو جو خوف کرتا

ہے میری دھمکی سے کہ قیامت آئے گی، عذاب آئے گا۔ جس کو یہ خوف ہے اس کو یقیناً فائدہ ہوگا دوسرے کو کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ آپ کا کام ہے قرآن کے ذریعے تذکیر کرنا، ان کو قرآن سنانا اور سمجھانا۔ باقی ماننا نہ ماننا ان کا کام ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

تفسیر

سورۃ الذّٰریٰت

(مکمل)

جلد............ ۱۹

اٰياتها ٦٠ ٥١ سُوْرَةُ الذّٰرِيٰتِ مَكِّيَّةٌ ٦٧ ركوعاتها ٣

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَالذّٰرِيٰتِ ذَرْوًا ۙ﴿١﴾ فَالْحٰمِلٰتِ وِقْرًا ۙ﴿٢﴾ فَالْجٰرِيٰتِ يُسْرًا ۙ﴿٣﴾ فَالْمُقَسِّمٰتِ اَمْرًا ۙ﴿٤﴾ اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ لَصَادِقٌ ۙ﴿٥﴾ وَّاِنَّ الدِّيْنَ لَوَاقِعٌ ؕ﴿٦﴾ وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْحُبُكِ ۙ﴿٧﴾ اِنَّكُمْ لَفِيْ قَوْلٍ مُّخْتَلِفٍ ۙ﴿٨﴾ يُّؤْفَكُ عَنْهُ مَنْ اُفِكَ ؕ﴿٩﴾ قُتِلَ الْخَرّٰصُوْنَ ۙ﴿١٠﴾ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ غَمْرَةٍ سَاهُوْنَ ۙ﴿١١﴾ يَسْـَٔلُوْنَ اَيَّانَ يَوْمُ الدِّيْنِ ؕ﴿١٢﴾ يَوْمَ هُمْ عَلَى النَّارِ يُفْتَنُوْنَ ﴿١٣﴾ ذُوْقُوْا فِتْنَتَكُمْ ؕ هٰذَا الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تَسْتَعْجِلُوْنَ ﴿١٤﴾ اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ۙ﴿١٥﴾ اٰخِذِيْنَ مَآ اٰتٰىهُمْ رَبُّهُمْ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَبْلَ ذٰلِكَ مُحْسِنِيْنَ ؕ﴿١٦﴾ كَانُوْا قَلِيْلًا مِّنَ الَّيْلِ مَا يَهْجَعُوْنَ ﴿١٧﴾ وَبِالْاَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ﴿١٨﴾

وَالذّٰرِيٰتِ قسم ہے ان ہواؤں کی جو اڑاتی ہیں ذَرْوًا اڑانا فَالْحٰمِلٰتِ پس اٹھاتی ہیں وِقْرًا بوجھ کو فَالْجٰرِيٰتِ پس چلتی ہیں يُسْرًا آسانی سے فَالْمُقَسِّمٰتِ اَمْرًا پس تقسیم کرتی ہیں معاملے کو اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ بے شک جس چیز کا تمہارے ساتھ وعدہ کیا جارہا ہے لَصَادِقٌ البتہ سچا ہے وَّاِنَّ الدِّيْنَ اور بے شک جزا لَوَاقِعٌ البتہ واقع ہونے والی

ہے وَالسَّمَآءِ قسم ہے آسمان کی ذَاتِ الْحُبُكِ جو راستوں والا ہے
اِنَّكُمْ بے شک تم لَفِیْ قَوْلٍ ایسی بات میں ہو مُّخْتَلِفٍ جو مختلف ہے
یُّؤْفَكُ عَنْهُ پھیرا جاتا ہے اس سے مَنْ اُفِكَ جس کو پھیرا گیا قُتِلَ
الْخَرّٰصُوْنَ ہلاک ہو گئے اٹکل سے باتیں کرنے والے الَّذِیْنَ وہ هُمْ
فِیْ غَمْرَةٍ جو غفلت میں سَاهُوْنَ پڑے ہوئے ہیں یَسْئَلُوْنَ سوال
کرتے ہیں اَیَّانَ کب ہوگا یَوْمُ الدِّیْنِ بدلے کا دن یَوْمَ جس
دن هُمْ عَلَى النَّارِ وہ آگ پر یُفْتَنُوْنَ آزمائے جائیں گے (کہا
جائے گا) ذُوْقُوْا فِتْنَتَكُمْ چکھو اپنے فتنے کا مزہ هٰذَا الَّذِیْ كُنْتُمْ بِهٖ
تَسْتَعْجِلُوْنَ یہ وہ چیز ہے جس کے بارے میں تم جلدی کرتے تھے اِنَّ
الْمُتَّقِیْنَ بے شک پرہیز گار فِیْ جَنّٰتٍ باغوں میں ہوں گے وَّعُیُوْنٍ
اور چشموں میں اٰخِذِیْنَ لینے والے ہوں گے مَآ وہ نعمتیں اٰتٰهُمْ
رَبُّهُمْ جو دے گا ان کو ان کا رب اِنَّهُمْ كَانُوْا بے شک وہ تھے قَبْلَ ذٰلِكَ
اس سے پہلے مُحْسِنِیْنَ نیکی کرنے والے كَانُوْا قَلِیْلًا مِّنَ الَّیْلِ مَا
یَهْجَعُوْنَ وہ رات کو بہت کم سوتے تھے وَبِالْاَسْحَارِ هُمْ یَسْتَغْفِرُوْنَ
اور وہ سحری کے وقت بخشش مانگتے تھے۔

تعارفِ سورت :

اس سورت کا نام ذاریات ہے۔ پہلی ہی آیت کریمہ میں ذاریات کا لفظ موجود

ہے۔اس سے پہلے چھیاسٹھ سورتیں نازل ہو چکی تھیں۔ یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی۔اس کے تین رکوع اور ساٹھ آیات ہیں۔واؤ قسم کا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَالذّٰرِيٰتِ قسم ہے ان ہواؤں کی جو اڑاتی ہیں ذَرْوًا اڑانا۔مخلوق کے لیے ضابطہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کے سوا کسی کی قسم اٹھانا جائز نہیں ہے۔مثلاً: اگر کوئی کہے کہ مجھے نبی کی قسم ہے، رسول کی قسم ہے، پیر کی قسم ہے، باپ کی قسم ہے، دودھ پتر کی قسم ہے۔ یہ تمام قسمیں ناجائز ہیں اور شرک ہیں۔حدیث پاک میں آتا ہے مَنْ حَلَفَ بِغَيْرِ اللّٰهِ فَقَدْ اَشْرَكَ ''جس نے غیر اللہ کی قسم اٹھائی اس نے شرک کیا۔'' یہ قانون مخلوق کے لیے ہے اللہ تعالیٰ کسی قانون کا پابند نہیں ہے۔اس نے بہت ساری چیزوں کی قسم اٹھائی لیکن قسم شہادت ہے۔ایک قسم ہوتی ہے عظمت کی تو اللہ تعالیٰ سے زیادہ عظمت والی کوئی شے نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی عظمت کی قسم اٹھائے۔ قسم شہادت کا مطلب یہ ہے کہ وہ جس چیز کی قسم کھاتا ہے اس کو بطور گواہ کے پیش کرتا ہے جس طرح کہ اگر مدعی کے پاس گواہ نہ ہوں اپنے دعویٰ کی صداقت کے لیے تو پھر مدعیٰ علیہ سے قسم لی جاتی ہے۔وہ اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کو گواہ بناتا ہے کہ وہ علیم کل اور قادر مطلق ہے وہ جانتا ہے کہ میں جو کچھ کہہ رہا ہوں سچ ہے۔اور اگر میں جھوٹی قسم اٹھا رہا ہوں تو وہ مجھے سزا بھی دے سکتا ہے۔

اس کے برخلاف جب اللہ تعالیٰ کسی چیز کی قسم اٹھاتا ہے تو وہ اس چیز کو بطور دلیل کے پیش کرتا ہے یہاں پر بھی اللہ تعالیٰ نے جن ہواؤں یا دیگر چیزوں کی قسم اٹھائی ہے اس سے قیامت کے قائم ہونے پر دلائل قائم کیے ہیں۔

تو فرمایا قسم ہے ان ہواؤں کی جو اڑاتی ہیں اڑانا۔کپڑا اڑا دیتی ہیں، مٹی اور دیگر

چیزیں اڑا دیتی ہیں فَالْحٰمِلٰتِ وِقْرًا اور قسم ہے ان ہواؤں کی جو اٹھانے والی ہیں بوجھ کو۔ بوجھ سے مراد بادل ہیں۔ بادلوں کو اٹھاتی ہیں کہ ان میں بڑا بوجھ ہوتا ہے فَالْجٰرِيٰتِ يُسْرًا پس چلتی ہیں آسانی سے جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے آسانی کے ساتھ چلنے کا حکم ہوتا ہے فَالْمُقَسِّمٰتِ اَمْرًا پس تقسیم کرتی ہیں معاملے کو رب تعالیٰ کی طرف سے جہاں بادلوں کو پہنچانے کا حکم ہے وہاں پہنچا دیتی ہیں۔ اس تفسیر کے مطابق یہ سب ہواؤں کی صفات ہیں۔

دوسری تفسیر اس طرح کی گئی ہے کہ قسم ہے ان ہواؤں کی جو اڑاتی ہیں اڑانا۔ پس قسم ہے بادلوں کی جو بوجھ اٹھاتے ہیں۔ بادلوں میں پانی ہوتا ہے، اولے ہوتے ہیں۔ پس قسم ہے ان کشتیوں کی جو سمندر میں چلتی ہیں آسانی کے ساتھ۔ پھر قسم ہے ان فرشتوں کی جو تقسیم کرتے ہیں معاملے کو۔ جو ڈیوٹیاں رب تعالیٰ نے ن کے ذمہ لگائی ہیں ان کو تقسیم کرتے ہیں۔ تو اس لحاظ سے مقسّمت سے مراد فرشتے ہیں، جٰریٰت سے مراد کشتیاں ہیں اور سے حٰمِلٰت مراد بادل ہوں گے۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بھی ہے کہ اس سے مراد وہ ستارے ہیں جو چلتے ہیں۔ ستارے دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک وہ جو چلتے ہیں۔ ان کو سیارات کہا جاتا ہے۔ دوسرے وہ جو اپنی جگہ پر ٹکے رہتے ہیں، ان کو ثوابت کہا جاتا ہے یہ حرکت نہیں کرتے۔

سیارات چلتے ہیں۔ پھر کسی کی حرکت مشرق کی طرف، کسی کی مغرب کی طرف، کسی کی شمال کی طرف اور کسی کی جنوب کی طرف۔ لیکن اللہ تعالیٰ کا یہ نظام ہماری سمجھ سے بالاتر ہے۔

فرمایا ان چیزوں کی قسم ہے اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ لَصَادِقٌ بے شک وہ چیز جس کا

تمہارے ساتھ وعدہ کیا جاتا ہے البتہ سچا ہے وَّاِنَّ الدِّيْنَ لَوَاقِعٌ اور بے شک جزا البتہ واقع ہونے والی ہے۔ بدلے اور حساب کا دن ضرور واقع ہوگا، قیامت ضرور آئے گی، نیکی اور بدی کا بدلہ ضرور ملے گا فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ [پارہ:۳۰] ''جس نے ذرہ برابر بھی نیکی کا کام کیا وہ اس کو دیکھ لے گا اور جس نے ذرہ برابر بھی برائی کا کام کیا وہ اس کو دیکھ لے گا۔ نامہ اعمال میں سب کچھ درج ہوگا اور جب مجرم اعمال نامہ دیکھیں گے تو کہیں گے يٰوَيْلَتَنَا مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّآ اَحْصٰهَا [الکہف:۴۹] ''ہائے افسوس ہمارے لیے کیا ہے اس کتاب کو کہ نہیں چھوڑتی یہ کوئی بڑی چیز اور نہ چھوٹی مگر اس کو سنبھال رکھا ہے۔'' اگر کسی نے آنکھ کے ساتھ کسی کو اچھا یا برا اشارہ کیا ہے وہ بھی درج ہوگا۔ اگر کسی کی نقل اتاری ہے ہاتھ کے ساتھ وہ بھی درج ہوگی اور جو کچھ ہم کرتے ہیں اس کا بدلہ ملے گا یقینی طور پر۔ مگر مادی دور کے حالات نے ہمارے چھوٹے بڑوں کے ذہن بگاڑ دیئے ہیں کہ ہم قیامت کو برائے نام مانتے ہیں۔ وہ لوگ بہت کم ہیں جو صحیح معنیٰ میں قیامت پر یقین رکھتے ہیں۔ کیونکہ محض اتنا کہنے سے تو کچھ نہیں بنے گا کہ قیامت آئے گی، قیامت آئے گی، جب تک اس کا یقین نہ کریں اور اس کی تیاری نہ کریں۔

تو فرمایا بے شک بدلہ البتہ واقع ہونے والا ہے وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْحُبُكِ ۔ حُبُكٌ حِبْكٌ یا حِبَـــكَـــةٌ کی جمع ہے جس کا معنیٰ ہے راستہ۔ معنیٰ ہوگا قسم ہے آسمان کی جو راستوں والا ہے۔ جس طرح زمین پر راستے ہیں کہ ان پر انسان، حیوان وغیرہ چیزیں چلتی ہیں ایسے ہی آسمانوں پر راستے ہیں جن پر فرشتے چلتے ہیں، چاند، سورج، ستارے چلتے ہیں۔ یہ چاند، سورج، ستارے جسم میں انسان سے بہت بڑے ہیں مگر مجبور محض ہیں

جس کام پر اللہ تعالیٰ نے لگا دیا ہے اس سے اِدھر اُدھر نہیں ہو سکتے۔ مگر اس چھوٹے سے انسان کو اللہ تعالیٰ نے بڑے اختیار دیئے ہیں۔ یہ اپنی مرضی سے بیٹھتا ہے، اٹھتا ہے، چلتا پھرتا ہے۔ پھر اس کو اختیار ہے کہ آہستہ چلے، دوڑ لگائے، آگے جائے، پیچھے جائے، دائیں جا سکتا ہے، بائیں طرف مڑ سکتا ہے۔ لیکن سورج بچارے میں تو اتنی بھی قدرت نہیں ہے کہ راستے سے ایک انچ اِدھر اُدھر ہو سکے یا رفتار میں کمی بیشی کر سکے۔ جسم ان کے بڑے ہیں، روشنی ان کو رب تعالیٰ نے دی ہے لیکن اختیارات انسان اور جنات کے پاس زیادہ ہیں۔ پھر ایک وقت آئے گا کہ ان سے روشنی سلب کر لی جائے گی اور چاند، سورج، دونوں کو دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ ان بے چاروں کا کیا قصور ہے کہ ان کو دوزخ میں ڈالا جائے گا؟

تو مفسرین کرام رحمۃ اللہ علیہم فرماتے ہیں کہ ان کو سزا کے طور پر نہیں پھینکا جائے گا بلکہ کافروں، مشرکوں کو بتلانے کے لیے پھینکا جائے گا کہ یہ ہیں جن کی تم پوجا کرتے تھے اپنے معبودوں کا حال دیکھ لو دوزخ میں جل رہے ہیں۔ کیونکہ دنیا میں چاند، سورج کی پوجا کرنے والے بھی ہیں، پتھروں، درختوں، دریاؤں کی پوجا کرنے والے بھی ہیں۔ ایک مومن ہے جس کا عقیدہ ہے کہ رب تعالیٰ کی ذات کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے۔ اس کے سوا کسی کی عبادت نہیں کرنی اور نہ کسی کے سامنے جھکنا ہے۔ اس کا پہلا کلمہ ہے لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ ''نہیں ہے کوئی معبود، مشکل کشا، حاجت روا، دست گیر، فریاد رس، کوئی حاکم، کوئی قانون بنانے والا مگر اللہ تعالیٰ اور محمد ﷺ اس کے رسول ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے سوا نہ کوئی خالق ہے، نہ مالک ہے، نہ رازق ہے، نہ کوئی عالم الغیب ہے، نہ حاضر و ناظر ہے، نہ کوئی مختار کل ہے مگر صرف اللہ تعالیٰ۔

قَوْلٍ مُّخْتَلِفٍ کی تین تفسیریں :

تو فرمایا قسم ہے آسمان کی جو راستوں والا ہے اِنَّكُمْ لَفِیْ قَوْلٍ مُّخْتَلِفٍ بے شک تم ایسی بات میں ہو جو مختلف ہے۔ قَوْلٍ مُّخْتَلِفٍ سے کیا مراد ہے؟ اس کی ایک تفسیر یہ ہے کہ قرآن پاک مراد ہے۔ کوئی اس کو کہانت کہتا ہے، کوئی جادو کہتا ہے، کوئی گھڑا ہوا کہتا ہے۔ تو قرآن کریم کے متعلق مختلف باتیں ہیں۔ دوسری تفسیر یہ ہے کہ قَوْلٍ مُّخْتَلِفٍ سے مراد آنحضرت ﷺ کی ذات گرامی ہے۔ کوئی آپ ﷺ کے متعلق کہتا ہے کہ یہ کاہن ہے، کوئی مفتری کہتا ہے کہ اس نے قرآن خود بنایا ہے، معاذ اللہ تعالیٰ۔ کوئی شاعر کہتا ہے کوئی مجنوں کہتا ہے۔

تیسری تفسیر یہ ہے کہ قَوْلٍ مُّخْتَلِفٍ سے مراد قیامت ہے۔ اس کے بارے میں اہل حق مانتے ہیں کہ آئے گی۔ منکرین قیامت کہتے ہیں نہیں آئے گی جیسے تم پہلی (پچھلی) سورت میں پڑھ چکے ہو ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا ذٰلِكَ رَجْعٌۢ بَعِيْدٌ ۔ پھر ماننے والوں میں عیسائی کہتے ہیں کہ صرف روحانی ہوگی۔ جیسے سویا ہوا آدمی خواب دیکھتا ہے۔ اور اہل حق کہتے ہیں جسمانی ہوگی اور اسی طرح ہوگی جس طرح قرآن وحدیث میں بتلائی گئی ہے۔ جس طرح آج ہم بیٹھے ہیں قیامت والے دن اس سے بھی زیادہ وزنی قوت کے ساتھ ہوں گے۔ تو ماننے والے مسلمان کہتے ہیں حسی ہوگی اور عیسائی کہتے ہیں صرف معنوی ہوگی۔

فرمایا يُؤْفَكُ عَنْهُ مَنْ اُفِكَ پھیرا جاتا ہے اس سے جس کو پھیرا گیا۔ جو سیدھے راستے پر چلتا ہے وہ پہنچ جاتا ہے اور جو ٹیڑھے راستے پر چلتا ہے وہ نہیں پہنچے گا قُتِلَ الْخَرّٰصُوْنَ ۔ خرص کہتے ہیں درختوں پر لگے ہوئے پھل کا اندازہ لگانا کہ یہ کتنا

ہے۔ پھلوں کی زکوٰۃ کتنی ہوگی۔ مثلاً کوئی تجربہ کار آدمی باغ میں پھر کر اندازہ لگائے کہ کھجوریں کتنی ہوں گی اب اور خشک ہونے کے بعد کتنی ہوں گی۔ انگور کتنے ہوں گے اور منقی کتنے بنیں گے۔ سوگی (کشمش) کتنی بنے گی۔ خرص کا یہ معنٰی ہے۔ آیت کریمہ کا معنٰی ہوگا ہلاک کیے گئے اٹکل سے باتیں کرنے والے۔ دین کے متعلق اٹکل پچو باتیں کرنے کی کوئی وقعت نہیں۔ یہاں تصدیق کرنے اور ایمان لانے کا حکم ہے اَلَّذِیْنَ هُمْ فِیْ غَمْرَةٍ سَاهُوْنَ وہ جو غفلت میں پڑے ہوئے ہیں دنیا کے نشے میں ان کو انجام کا کوئی علم ہی نہیں ہے۔

دنیا کے نشے کی مثال :

اس کو تم اس طرح سے سمجھو کہ جب بندے کا آپریشن کیا جاتا ہے تو اس کو بے ہوش کر دیا جاتا ہے۔ اس کو علم نہیں ہوتا کہ میرے ساتھ کیا ہو رہا ہے۔ اس کی ٹانگ کاٹی جاتی ہے، بازو کاٹا جاتا ہے، پیٹ چاک کیا جاتا ہے مگر اس کو کوئی علم نہیں ہوتا۔ جس وقت نشہ اترتا ہے ہوش میں آتا ہے پھر علم ہوتا ہے کہ میرا بازو کٹ گیا ہے یا ٹانگ کٹ گئی ہے وغیرہ۔ اسی طرح آج دنیا کی دولت کا نشہ ہے، دنیا کی محبت کا نشہ ہے جس کی وجہ سے ہمیں پتا نہیں چل رہا کہ ہم جو کچھ کر رہے ہیں اس کا نتیجہ کیا آئے گا اور ہمارا کیا حشر ہونے والا ہے؟ بس آنکھیں بند ہونے کی دیر ہے یہ دنیا کا نشہ اتر جائے گا اور دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے گا اور کیا دھرا سب سامنے آجائے گا۔

تو فرمایا وہ لوگ غفلت میں پڑے ہوئے ہیں یَسْئَلُوْنَ اَیَّانَ یَوْمُ الدِّیْنِ یہ سوال کرتے ہیں کب ہوگا بدلے کا دن۔ یہ جزا کا دن کب آئے گا؟ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں یَوْمَ هُمْ عَلَى النَّارِ یُفْتَنُوْنَ جس دن وہ آگ کے کنارے کھڑے ہوں گے، آزمائے

جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ کی سچی عدالت میں کھڑے ہوں گے دوزخ نظر آ رہا ہوگا اور انجام بھی نظر آ رہا ہوگا۔ پھر اٹھا کر دوزخ میں پھینک دیا جائے گا اور کہا جائے گا ذُوْقُوْا فِتْنَتَكُمْ چکھو اپنے فتنے کا مزہ۔ علامہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں فتنے سے مراد شرک ہے۔ شرک سے بڑا کوئی فتنہ نہیں ہے۔ سورت بقرہ آیت نمبر ۱۹۱ میں ہے وَالْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ "فتنہ قتل سے بھی زیادہ سخت ہے۔" شرک قتل سے بھی زیادہ سخت ہے۔ کیونکہ مومن نے اگر جذبات میں آ کر کسی مومن کو قتل کر دیا اور وہ اس قتل کو حلال نہیں سمجھتا تو سزا بھگت کر کسی نہ کسی وقت دوزخ سے نکل آئے گا لیکن شرک کرنے والے کے لیے تو قطعاً کوئی گنجائش نہیں ہے کہ وہ کبھی دوزخ سے نکلے گا۔ لہٰذا شرک کی سزا قتل سے بھی زیادہ سخت ہے۔

اور بعض فرماتے ہیں کہ فتنے سے مراد عام فتنے بھی ہیں۔ قتل ہو گیا بس ختم۔ اور فتنہ تو چلتا رہتا ہے اور فتنے باز لوگ ہر وقت فتنے میں ڈال کر رکھتے ہیں۔

حدیث پاک میں آتا ہے اَلْفِتْنَةُ نَائِمَةٌ لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ اَيْقَظَهَا "فتنہ سویا رہتا ہے اللہ تعالیٰ کی اس پر لعنت ہو جو اس کو بیدار کرے۔" فتنے کی بات کرنا اور فتنے کا کام کرنا بڑا سخت گناہ ہے۔ شریعت کو یہ قطعاً گوارا نہیں ہے۔ آج ساری دنیا فتنوں سے بھری ہوئی ہے۔ کیا شہر، کیا دیہات، قتل، اغوا، چوری، ڈکیتی، نہ گھروں میں سکون ہے، نہ بازاروں میں، نہ بسوں میں، کسی جگہ امن نہیں رہا ظَهَرَ الْفَسَادُ فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ اَيْدِی النَّاسِ [روم: ۴۱] "ظاہر ہو گیا فساد خشکی اور تری میں اس وجہ سے جو لوگوں کے ہاتھوں نے کمایا ہے۔" اب ہمارے گناہ زیادہ ہو گئے ہیں اس لیے خلا بھی فتنے سے خالی نہیں ہے۔ تو فرمایا اپنے فتنے کا مزا چکھو هٰذَا الَّذِیْ كُنْتُمْ بِهٖ تَسْتَعْجِلُوْنَ یہ وہ چیز ہے

جس کے بارے میں تم جلدی کرتے تھے کہ کب آئے گا حساب کا دن۔ اب آ گیا ہے اس کا مزہ چکھو۔

اب مومنوں کا حال سنو اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِىْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ بے شک پرہیز گار لوگ، کفر و شرک سے بچنے والے، گناہوں سے بچنے والے باغوں میں ہوں گے اور چشموں میں ہوں گے۔ باغ ایسے کہ جن کا پھل کبھی ختم نہیں ہوگا اور چشمے ایسے جو کبھی خشک نہیں ہوں گے اٰخِذِيْنَ مَآ اٰتٰهُمْ رَبُّهُمْ لینے والے ہوں گے وہ نعمتیں جو دے گا ان کو ان کا رب۔ جن کا کوئی حساب نہیں ہوگا اور ان نعمتوں کا آج ہم تصور بھی نہیں کر سکتے یہ چیزیں ان کو اس لیے ملیں گی کہ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَبْلَ ذٰلِكَ مُحْسِنِيْنَ بے شک وہ اس سے پہلے نیکی کرنے والے تھے۔ پرہیز گاری کی زندگی بسر کی اللہ تعالیٰ نے ان کو یہ صلہ دیا۔ اور ان کی یہ بھی صفت ہے كَانُوْا قَلِيْلًا مِّنَ الَّيْلِ مَا يَهْجَعُوْنَ وہ رات کو بہت کم سوتے تھے۔ ان کی راتیں عبادت میں گزرتی تھیں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ تم ایسے نہ ہو جاؤ كَالْحِمَارِ فِي النَّهَارِ وَ جِيفَةٍ فِي اللَّيْلِ ''دن کو گدھے بنے رہو اور رات کو مردے بنے رہو۔'' حاصل ترجمہ چارپائی سے ہی نہ ہلو۔ دن کو بھی نیکی کرو اور رات کو بھی نیکی کرو۔

ایک زمانہ تھا کہ اگر کسی کی ڈاڑھی میں ایک بال سفید آ جاتا تو وہ تہجد شروع کر دیتا تھا باقی نمازوں کے تو پہلے ہی پابند ہوتے تھے۔ کہتے تھے جَاءَكُمُ النَّذِيْرُ ''تمہارے پاس ڈرانے والا آ گیا ہے۔'' اب ہمیں آخرت کی تیاری کرنی چاہیے۔ اور اب ہم ایسے پاگل ہیں کہ سارے طوفان ہمارے اوپر سے گزر جائیں ہم ٹس سے مس نہیں ہوتے۔

نیک بندوں کی تیسری صفت: وَبِالْاَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ اور وہ سحری

کے وقت بخشش مانگتے ہیں اپنے رب سے ۔ احادیث میں آتا ہے کہ سحری کے وقت اللہ تعالیٰ کی توجہ آسمان دنیا کی طرف ہو جاتی ہے۔ اور یہ بھی ہے کہ رب اترتا ہے جو اس کی شان کے لائق ہے اور آواز دیتا ہے هَلْ مِنْ مُّسْتَغْفِرٍ فَاَغْفِرُ لَهٗ ''ہے کوئی مجھ سے بخشش مانگنے والا کہ میں اس کو بخش دوں۔'' ہے کوئی مجھے پکارنے والا کہ میں اس کو قبولیت سے بخشوں جو مجھ سے سوال کرے میں اس کو پورا کروں، ہے مجھ سے کوئی رزق مانگنے والا کہ میں اس کو رزق دوں۔

تو سحری کا وقت قبولیت کا وقت ہے۔ اس وقت دعائیں بھی قبول ہوتی ہیں، استغفار بھی قبول ہوتا ہے۔ تو یہ صفتیں بیان فرمائیں پرہیزگاروں کی۔

وَفِیْٓ اَمْوَالِہِمْ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ ﴿۱۹﴾
وَفِی الْاَرْضِ اٰیٰتٌ لِّلْمُوْقِنِیْنَ ﴿۲۰﴾ وَفِیْٓ اَنْفُسِکُمْ ؕ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ﴿۲۱﴾
وَفِی السَّمَآءِ رِزْقُکُمْ وَمَا تُوْعَدُوْنَ ﴿۲۲﴾ فَوَرَبِّ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اِنَّہٗ
لَحَقٌّ مِّثْلَ مَآ اَنَّکُمْ تَنْطِقُوْنَ ﴿۲۳﴾ ع ۱۸ ہَلْ اَتٰىکَ حَدِیْثُ ضَیْفِ اِبْرٰہِیْمَ
الْمُکْرَمِیْنَ ﴿۲۴﴾ اِذْ دَخَلُوْا عَلَیْہِ فَقَالُوْا سَلٰمًا ؕ قَالَ سَلٰمٌ ۚ قَوْمٌ مُّنْکَرُوْنَ ﴿۲۵﴾
فَرَاغَ اِلٰٓی اَہْلِہٖ فَجَآءَ بِعِجْلٍ سَمِیْنٍ ﴿۲۶﴾ فَقَرَّبَہٗٓ اِلَیْہِمْ قَالَ اَلَا
تَاْکُلُوْنَ ﴿۲۷﴾ فَاَوْجَسَ مِنْہُمْ خِیْفَۃً ؕ قَالُوْا لَا تَخَفْ ؕ وَبَشَّرُوْہُ بِغُلٰمٍ
عَلِیْمٍ ﴿۲۸﴾ فَاَقْبَلَتِ امْرَاَتُہٗ فِیْ صَرَّۃٍ فَصَکَّتْ وَجْہَہَا وَقَالَتْ عَجُوْزٌ
عَقِیْمٌ ﴿۲۹﴾ قَالُوْا کَذٰلِکِ ۙ قَالَ رَبُّکِ ؕ اِنَّہٗ ہُوَ الْحَکِیْمُ الْعَلِیْمُ ﴿۳۰﴾

وَفِیْٓ اَمْوَالِہِمْ اور ان کے مالوں میں حَقٌّ حق ہے لِّلسَّآئِلِ سوال کرنے والے کے لیے وَالْمَحْرُوْمِ اور محروم کے لیے وَفِی الْاَرْضِ اور زمین میں اٰیٰتٌ نشانیاں ہیں لِّلْمُوْقِنِیْنَ یقین کرنے والوں کے لیے وَفِیْٓ اَنْفُسِکُمْ اور تمہاری جانوں میں اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ کیا پس تم دیکھتے نہیں وَفِی السَّمَآءِ رِزْقُکُمْ اور آسمانوں میں تمہارا رزق ہے وَمَا تُوْعَدُوْنَ اور وہ چیز جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے فَوَرَبِّ السَّمَآءِ پس قسم ہے آسمان کے رب کی وَالْاَرْضِ اور زمین کے رب کی اِنَّہٗ لَحَقٌّ بے شک وہ قیامت البتہ حق ہے مِّثْلَ مَآ اَنَّکُمْ جیسے تم بے شک تَنْطِقُوْنَ

بولتے ہو هَلْ اَتٰىكَ کیا آئی ہے آپ کے پاس حَدِيْثُ ضَيْفِ اِبْرٰهِيْمَ ابراہیم علیہ السلام کے مہمانوں کی بات الْمُكْرَمِيْنَ جو عزت والے تھے اِذْ دَخَلُوْا عَلَيْهِ جس وقت وہ داخل ہوئے ان پر فَقَالُوْا سَلٰمًا پس انھوں نے کہا سلام قَالَ سَلٰمٌ ابراہیم علیہ السلام نے کہا سلام قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ اجنبی لوگ معلوم ہوتے ہیں فَرَاغَ پس مائل ہوئے اِلٰٓى اَهْلِهٖ اپنے گھر والوں کی طرف فَجَآءَ پس لائے بِعِجْلٍ سَمِيْنٍ بچھڑا موٹا تازہ فَقَرَّبَهٗٓ اِلَيْهِمْ پس اس کو قریب کیا ان کے قَالَ فرمایا اَلَا تَاْكُلُوْنَ کیا تم کھاتے نہیں فَاَوْجَسَ مِنْهُمْ پس محسوس کیا ان سے خِيْفَةً کچھ خوف قَالُوْا کہنے لگے لَا تَخَفْ نہ کر خوف وَبَشَّرُوْهُ اور خوش خبری سنائی انھوں نے ابراہیم علیہ السلام کو بِغُلٰمٍ عَلِيْمٍ ایک علم والے لڑکے کی فَاَقْبَلَتِ امْرَاَتُهٗ پس سامنے آگئی بیوی ان کی فِيْ صَرَّةٍ آہستہ آہستہ بات کرتے ہوئے فَصَكَّتْ وَجْهَهَا پس اس نے تھپڑ مارا اپنے چہرے پر وَقَالَتْ اور کہنے لگی عَجُوْزٌ عَقِيْمٌ بڑھیا ہے بانجھ قَالُوْا وہ کہنے لگے كَذٰلِكِ اسی طرح ہوگا قَالَ رَبُّكِ فرمایا ہے آپ کے رب نے اِنَّهٗ بے شک وہ هُوَ الْحَكِيْمُ وہ حکیم ہے الْعَلِيْمُ جاننے والا ہے۔

قیامت والے دن کامیاب ہونے والوں کا ذکر چلا آرہا ہے۔ اب ان کے چند کام بتاتے ہیں۔ فرمایا وَفِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ اور ان کے مالوں میں حق ہے لِّلسَّآئِلِ مانگنے والے کے لیے وَالْمَحْرُوْمِ اور محروم کے لیے۔ سائل اسے کہتے ہیں کہ محتاج

ہے اور خود سوال کرتا ہے کہ میں ضرورت مند ہوں میری مدد کرو۔

محروم وہ ہے جو حاجت مند ہے مگر باضمیر، خوددار ہے۔ عزت نفس کی خاطر کسی سے سوال نہیں کرتا۔ اسی لیے حکم ہے کہ اپنی زکوٰۃ، صدقات، خیرات نکالتے وقت اپنے عزیز رشتہ دار اور محلے والوں کا خیال رکھو۔ کیونکہ آدمی کو اپنے عزیز رشتہ داروں اور محلے داروں کا علم ہوتا ہے۔ ان کے حالات سے واقف ہوتا ہے۔ لیکن مسئلہ یاد رکھنا! زکوٰۃ، عشر، فطرانہ، نذرومنت، قسم اور کفارے کا پیسہ اس کو لگے گا جو ضرورت مند ہونے کے ساتھ صحیح العقیدہ ہو اور نماز روزے کا بھی پابند ہو۔ باقی دیتے وقت ڈھنڈورا پیٹنے کی بھی ضرورت نہیں ہے کہ لے بھائی یہ زکوٰۃ کی رقم ہے، یہ فطرانہ ہے، یہ میں تجھے عشر دے رہا ہوں۔ بلکہ فقہائے کرام رحمہم اللہ نے فرمایا کہ ان الفاظ کا استعمال اچھی بات نہیں ہے۔ اس کو کہو لے بھائی! یہ تمہاری مدد ہے۔ اور اگر عید کا موقع ہے تو کہہ دو یہ تمہاری عید ہے۔ دل میں نیت زکوٰۃ، عشر، فطرانہ، جو بھی دے رہا ہے، اس کی کرلے، ثواب برابر ملے گا۔ رب تعالیٰ نیتوں کو جانتا ہے۔

بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ ایک آدمی ضرورت مند ہے مگر زکوٰۃ، عشر، صدقے کے نام سے گھبراتا ہے تو اس کی عزت نفس کا خیال رکھو۔ دل میں نیت کر کے ان چیزوں کا نام لیے بغیر دے دو۔ تو سائل وہ ہے جو حاجت مند ہے اور مانگتا ہے اور محروم وہ ہے جو ضرورت مند ہے مگر نہ مانگنے کی وجہ سے محروم رہتا ہے۔

تو فرمایا متقیوں کے مال میں سائل کا بھی حق ہے اور محروم کا بھی حق ہے وَفِی الْاَرْضِ اٰیٰتٌ اور زمین میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کی بے شمار نشانیاں ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی دلیلیں ہیں لِّلْمُوْقِنِیْنَ یقین کرنے والوں کے لیے۔ زمین میں باغات

ہیں، میدان ہیں، درخت ہیں، عجیب عجیب شکلوں والے حیوان ہیں۔ انسانوں کے کئی قسم کے ماڈل اور نمونے ہیں۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں ہیں۔ فرمایا دور جانے کی ضرورت نہیں ہے وَفِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اور تمہاری جانوں میں نشانیاں ہیں۔ کس حقیر قطرے سے اللہ تعالیٰ نے خوب صورت انسان بنایا کہ وہ قطرہ انسان کے بدن سے نکلے تو سارا بدن ناپاک ہو جاتا ہے مَاءٍ مَّهِيْنٍ اس ذلیل پانی سے انسان کا سارا جسم بنایا، ہاتھ بنائے، منہ بنایا، پاؤں بنائے، کان بنائے، سر بنایا، سمجھ دی، عقل دی اور تمہارے جسم میں کتنے کارخانے لگائے؟ اپنے وجود پر غور کرو رب تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں نظر آئیں گی اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ کیا پس تم دیکھتے نہیں کہ کیا تھے اور کہاں پہنچے ہو؟ رب تعالیٰ کی قدرت کا انکار کرنے والو اور قیامت کے منکرو! تمھیں اپنا وجود نظر نہیں آتا وَفِي السَّمَآءِ رِزْقُكُمْ اور آسمانوں میں تمہارا رزق ہے وَمَا تُوْعَدُوْنَ اور وہ چیز بھی وہیں ہے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے۔ آسمان سے بارش ہوتی ہے جس کے نتیجے میں اناج، پھل، سبزیاں وغیرہ پیدا ہوتی ہیں جو مخلوق کی خوراک بنتی ہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ ہر چیز کا حکم تو آسمان ہی سے آتا ہے تو تمہارے رزق کا مرکز تو آسمان ہے کہ ہر چیز کا فیصلہ اوپر ہی سے ہوتا ہے۔

(مفسرین کرام رحمہم اللہ نے جو کچھ فرمایا ہے اس میں تو کوئی شک وشبہ والی بات نہیں ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ چند مشاہدے کی باتیں ذکر کرتا ہوں۔ ایک تو خود میرا واقعہ ہے کہ میں چند ساتھیوں کے ساتھ ایک قصبہ میں بیٹھا تھا ایک ساتھی کے ڈیرے پر کہ بارش شروع ہوگئی۔ ہم کیا دیکھتے ہیں کہ پانی کے ساتھ ڈڈیوں کی بارش ہو رہی ہے۔ میں نے ساتھیوں سے کہا دیکھو! لگتا ہے اس علاقے میں ڈڈیوں کی کمی ہوگئی تھی اللہ تعالیٰ نے پوری

کردی۔

ایک دوسرے ساتھی نے بتایا کہ ہم ایک گاؤں میں بیٹھے تھے کہ بارش شروع ہوگئی دیکھا کہ پانی کے ساتھ ساتھ مچھلیوں کی بارش ہورہی ہے۔ غالباً 12 یا 13 مئی 2014ء ایکسپریس اخبار میں خبر آئی کہ سری لنکا میں مچھلیوں کی بارش ہوئی ہے۔ میں نے ساتھیوں سے کہا کہ رب تعالیٰ نے فرمایا ہے وَفِي السَّمَاءِ رِزْقُكُمْ ''اور آسمان میں تمہارا رزق ہے۔'' محمد نواز بلوچ: مرتب)

تو اللہ تعالیٰ کا حکم ہوگا تو تمھیں رزق ملے گا اور جتنا حکم ہوگا اتنا ملے گا۔ کتنے آدمی ایسے ہیں کہ ساری عمر تڑپتے رہتے ہیں لیکن سیر ہو کر کھانا بھی نصیب نہیں ہوتا۔ اور کئی آدمی ایسے ہیں کہ اپنے دفتروں میں بیٹھے ہیں مگر اپنی دولت شمار نہیں کر سکتے۔ لیکن ایک بات یاد رکھنا! دولت کماتے وقت حلال وحرام کا فرق رکھنا ضروری ہے۔

حدیث پاک میں آتا ہے جس کے بدن میں حرام کا، سود کا، ایک ذرہ بھی ہوا فالنار اولی بہ ''دوزخ کی آگ اس کے لیے بہتر ہے۔'' وہ دوزخ میں جائے گا جنت میں جانے کا مستحق نہیں ہے۔ آج تو حال یہ ہے کہ حلال، حرام کی تمیز ہی ختم ہوگئی ہے اور ہمارے حکمران اور لیڈر اس میں سرفہرست ہیں۔ پاکستان کی دولت باہر کے ملکوں میں رکھوائی ہوئی ہے۔ دعا کرو رب تعالیٰ حلال کا دے چاہے تھوڑا دے۔ وہی کام آئے گا اس نے حقیقی زندگی بنے گی۔ حرام کھانے سے خدا خوفی اور نیکی کی توفیق سلب ہو جاتی ہے۔ جیسے ناقص چیزیں کھانے سے آدمی کی صحت نہیں بنتی بلکہ بسا اوقات بدہضمی ہو جاتی ہے۔ اسی طرح حرام مال بھی اپنا اثر دکھاتا ہے۔ چونکہ ہمارے جسموں میں حرام کا حصہ زیادہ ہے اس لیے ہمیں دین کی بات بھی سمجھ نہیں آتی۔

اور قیامت کا حکم بھی آسمان کی طرف سے آنا ہے فَوَرَبِّ السَّمَآءِ پس قسم ہے آسمان کے رب کی وَالْاَرْضِ اور زمین کے رب کی اِنَّهٗ لَحَقٌّ بے شک وہ قیامت البتہ حق ہے مِّثْلَ مَآ اَنَّكُمْ تَنْطِقُوْنَ جیسا کہ بے شک تم بولتے ہو۔ جیسا کہ تم کو اپنے بولنے میں کوئی شک نہیں ہوتا کہ ہم بول رہے ہیں یا نہیں بول رہے۔ اسی طرح سمجھو کہ قیامت کے آنے میں بھی کوئی شک نہیں ہے۔ قیامت یقینی ہے، حق ہے، آئے گی۔

متقیوں کے امام کا تذکرہ :

اوپر ذکر تھا متقیوں کا۔ آگے متقیوں کے امام کا ذکر ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زندگی پیدائش سے لے کر آخر تک عجیب وغریب زندگی ہے۔ مشکلات اور پریشانیوں سے عبارت ہے۔ امتحان ہی امتحان ہیں۔ عراق کے ملک میں کوثی بروزن طوبیٰ چھوٹا سا شہر تھا مگر وہ اس وقت ملک عراق کا دارالخلافہ تھا۔ اس کے قریب چھوٹی سی بستی تھی "اُر" نامی، جہاں ابراہیم علیہ السلام پیدا ہوئے۔ نمرود بن کنعان بادشاہ تھا جو بڑا اکثر قسم کا مشرک اور ظالم و جابر حکمران تھا۔ اپنی بات سے پیچھے ہٹنے والا نہیں تھا۔ اس شہر میں کئی بت خانے تھے۔ ایک بت خانہ وہ تھا جس میں وہ خود آکر پوجا کرتا تھا۔

تفسیروں میں آتا ہے کہ اس بت خانے میں بہتر (۷۲) بت، ٹکائے اور سجائے ہوئے تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عرصۂ دراز تک ان کو سمجھایا اور بڑی تکلیفیں برداشت کیں۔ سوائے بیوی محترمہ حضرت سارہ علیہا السلام جو ان کی چچا زاد بہن تھی اور بھتیجے لوط علیہ السلام کے، لوط بن ہاران بن آزر، اور کوئی بندہ مسلمان نہ ہوا۔ یہ تینوں بزرگ عراق کے علاقے سے ہجرت کر کے شام کے علاقے میں آگئے تو اللہ تعالیٰ نے لوط علیہ السلام کو نبوت

عطا فرمائی اور سدوم کے علاقے میں تبلیغ کے لیے بھیج دیا۔ آج کل کے جغرافیہ میں اس کا نام بحرمیت ، بحرلوط ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دمشق میں رہائش اختیار کی۔ دمشق اور بحرمیت کے درمیان کافی فاصلہ ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ ضَيْفِ اِبْرٰهِيْمَ الْمُكْرَمِيْنَ کیا پہنچی ہے آپ کے پاس خبر ابراہیم علیہ السلام کے مہمانوں کی جو عزت والے تھے۔ معزز مہمانوں کی خبر کیا آپ کے پاس پہنچی ہے۔ تفسیروں میں تین کا بھی ذکر آتا ہے چھ، دس اور بارہ کا بھی ذکر آتا ہے۔ حقیقت میں یہ فرشتے تھے، حضرت جبرائیل علیہ السلام، حضرت میکائیل علیہ السلام ، حضرت اسرافیل علیہ السلام ۔ یہ ابراہیم علیہ السلام کے پاس عمر رسیدہ لوگوں کی شکل میں آئے۔ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو اختیار دیا ہے جو شکل وہ چاہیں اختیار کر سکتے ہیں۔

حضرت جبرائیل علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اکثر حضرت دحیہ بن خلیفہ کلبی رضی اللہ عنہ کی شکل میں آتے تھے کبھی کسی دیہاتی کی شکل میں آتے، کبھی کسی اور آدمی کی شکل میں آتے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے جنات کو بھی اختیار دیا ہے کہ وہ بھی مختلف شکلیں اختیار کر سکتے ہیں۔ انسان بن کر سامنے آجائیں، کتا، بلا بن جائیں، سانپ بن جائیں، بھینسا بن جائیں لیکن انسان کو اللہ تعالیٰ نے اپنی حالت پر رکھا ہے۔

جس وقت فرشتے ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئے اس وقت آپ علیہ السلام کی عمر مبارک ایک سو بیس سال تھی اور بیوی کی عمر ننانوے سال تھی، ایک کم سو۔ اور اس وقت گھر میں بیوی کے سوا اور کوئی نہیں تھا اِذْ دَخَلُوْا عَلَيْهِ جس وقت وہ فرشتے ابراہیم علیہ السلام پر داخل ہوئے فَقَالُوْا سَلٰمًا پس انھوں نے سلام کہا قَالَ سَلٰمٌ ابراہیم علیہ السلام نے سلام کہا یعنی سلام کا جواب دیا۔

مسئلہ یہ ہے کہ سلام کرنا سنت ہے جواب دینا واجب ہے۔السلام علیکم ورحمۃ اللہ
کہے تو بہتر،اگر صرف السلام علیکم کہے پھر بھی ٹھیک ہے۔سلام کا جواب دینے کے بعد فرمایا
قَوۡمٌ مُّنۡكَرُوۡنَ اجنبی لوگ معلوم ہوتے ہیں۔میں آپ کی شناخت نہیں کر سکا میرا آپ
سے تعارف نہیں ہے۔ناواقف مہمان آئے تو آدمی پوچھتا ہے میرا آپ سے تعارف نہیں
ہے آپ کہاں سے آئے ہیں اور کیسے آئے ہیں۔مگر وہ مہمان بولے نہیں خاموش ہو گئے۔
پنجابی میں کہتے ہیں ''دڑ وٹ'' گئے۔

ابراہیم علیہ السلام اٹھے فَرَاغَ اِلٰٓى اَهۡلِهٖ پس مائل ہوئے اپنے گھر والوں کی
طرف۔گھر جھونپڑی کی طرح تھا فَجَآءَ بِعِجۡلٍ سَمِيۡنٍ۔ سمین کا معنیٰ ہے پلا ہوا،موٹا
تازہ۔پس لائے بچھڑا موٹا تازہ۔اور سورہ ہود آیت نمبر ۶۹ میں ہے اَنۡ جَآءَ بِعِجۡلٍ
حَنِيۡذٍ ''کہ لے آئے ایک تلا ہوا بچھڑا۔'' بچھڑے کو ذبح کر کے کھال اتار کر گوشت بنایا
اور اہلیہ محترمہ سے فرمایا کہ کچھ مسالا بنا دو مہمانوں کے لیے۔اس نے بڑے شوق کے
ساتھ گوشت بھونا،تیار کیا۔اس سارے وقت میں مہمان اپنی جگہ بیٹھے رہے۔اتنے کام
میں کافی وقت لگتا ہے۔ذبح کرنا،بنانا،پکانا۔بہت بڑی پرات میں رکھ کر لے آئے
فَقَرَّبَهٗۤ اِلَيۡهِمۡ پس اس کو قریب کیا،ان کے سامنے لا کر رکھ دیا۔وہ ایک دوسرے کی
طرف دیکھنے لگ گئے کہ ہمارے ساتھ یہ کیا مذاق ہے ہم کوئی گوشت خور ہیں۔وہ تو فرشتے
تھے،فرشتے کھاتے پیتے نہیں ہیں۔ان کی خوراک اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا ہے۔حضرت
ابراہیم علیہ السلام کو کہنا پڑا قَالَ فرمایا اَلَا تَاۡكُلُوۡنَ کیا تم کھاتے نہیں۔تم کھاتے کیوں
نہیں؟ وہ پھر بھی خاموش رہے بولے نہیں فَاَوۡجَسَ مِنۡهُمۡ خِيۡفَةً پس محسوس کیا ان
سے کچھ خوف۔ابراہیم علیہ السلام کے دل میں کھٹکا ہوا کہ یہ کھاتے نہیں کہیں میرے دشمن تو

نہیں ہیں۔

اس زمانے میں ڈاکوؤں اور چوروں کا دستور تھا کہ جن گھروں میں چوری، ڈکیتی کرنی ہوتی تھی ان گھروں سے کچھ کھاتے پیتے نہیں تھے۔ کہتے تھے نمک حرامی کرنا ٹھیک نہیں ہے۔ اس زمانے کے چور اور ڈاکو بھی بڑے شریف اور بھلے مانس ہوتے تھے۔ آج کل کے تو حکمران بھی بدمعاش ہیں۔ بدمعاشوں کی حکومت اور زور ہے۔

فرشتوں نے جب ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا کہ خوف زدہ ہیں قَالُوْا لَا تَخَفْ کہنے لگے خوف نہ کریں۔ سورہ ہود آیت نمبر ۷۰ میں ہے کہنے لگے آپ خوف نہ کریں اِنَّآ اُرْسِلْنَآ اِلٰى قَوْمِ لُوْطٍ ''بے شک ہم بھیجے ہوئے ہیں قوم لوط کی طرف۔'' میں جبرائیل ہوں، یہ میکائیل ہے، یہ اسرافیل ہے، علیہم السلام۔ ہم کھانا کھانے والے نہیں ہیں آپ پریشان نہ ہوں۔

پیغمبر علم غیب نہیں جانتے یہ جاہلوں کا عقیدہ ہے :

دیکھو! فرشتے سامنے ہیں گفتگو ہو رہی ہے، علیک سلیک بھی ہوئی ہے مگر ابراہیم علیہ السلام کو علم نہیں ہوا کہ یہ انسان ہیں یا فرشتے۔ انسان سمجھ کر ہی بچھڑا بھون تل کر سامنے لا کر رکھا اور آج بعض جاہل قسم کے لوگ کہتے ہیں کہ پیغمبر علم غیب جانتا ہے اور حاضر و ناظر ہوتا ہے۔ بھئی! موٹی سی بات ہے ابراہیم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوق میں دوسرے نمبر کی شخصیت ہیں۔ پہلا نمبر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔ تو جو کائنات میں دوسرے نمبر کی شخصیت ہیں ان کو علم نہ ہو سکا کہ یہ فرشتے ہیں یا انسان ہیں۔ تو پیغمبر کے لیے علم غیب کیسے مان لیں، حاضر و ناظر ہونا کیسے مان لیں؟ حالانکہ جبرائیل علیہ السلام کئی دفعہ ان کے پاس وحی لے کر آئے مگر ا[illegible]ت حلیہ اور تھا، نہیں پہچان سکے۔ پھر جب نبی عالم الغیب نہیں ہے تو

ولی کس طرح عالم الغیب ہو گیا؟ اور اُن کے بارے میں یہ عقیدہ کہ اولیاء کی نگاہ میں عرش تک کی تمام چیزیں ہوتی ہیں۔ یہ سب خرافات ہیں ان کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ لوگوں کی کہانیاں ہیں۔ ہاں بذریعہ وحی اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں کو بہت سی چیزیں بتلائی ہیں، معجزے کے طور پر بہت کچھ دیا اور بتلایا ہے اس کا انکار نہیں ہے مگر ہر چیز کا علم نہیں دیا اور نہ غیب کا علم دیا ہے۔ علیم کل، عالم الغیب، حاضر و ناظر صرف رب تعالیٰ کی ذات ہے اور کوئی نہیں ہے۔

تو خیر فرشتوں نے کہا آپ خوف نہ کریں وَبَشَّرُوْهُ بِغُلٰمٍ عَلِيْمٍ اور انھوں نے خوش خبری سنائی ابراہیم علیہ السلام کو ایک علم والے لڑکے کی۔ سمجھ دار لڑکے کی خوش خبری سنائی۔ اور سورہ ہود آیت نمبر ۷۱ میں ہے فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ وَمِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ يَعْقُوْبَ "پس ہم نے خوش خبری دی اس کو اسحاق کی اور اسحاق کے بعد یعقوب کی۔" نام بھی خود تجویز فرمایا اور بتایا کہ تم بیٹا بھی دیکھو گے اور پوتا بھی دیکھو گے۔" بیوی پہلے پردے میں تھی کہ انسان ہیں۔ نزدیک کھڑی تھی کہ کسی چیز کی ضرورت ہوئی تو اشارہ کریں گے لا دوں گی۔ جس وقت علم ہوا کہ یہ فرشتے ہیں تو سامنے آ گئیں کہ فرشتوں سے پردہ نہیں ہے کیونکہ ان سے کوئی خدشہ اور خطرہ نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پانچ سال تک کے بچوں سے پردہ نہیں ہے اور جو بالکل بوڑھے ہوں کہ اٹھتے ہوئے گر پڑتے ہیں ان سے بھی کوئی پردہ نہیں ہے جیسا کہ سورہ نور میں ہے غَيْرِ اُولِي الْاِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ۔

فَاَقْبَلَتِ امْرَاَتُهٗ فِيْ صَرَّةٍ پس سامنے آ گئی بیوی ان کی آہستہ آہستہ بولتے ہوئے۔ جس کو پنجابی میں کہتے ہیں منڑ منڑ کرنا۔ صَرَّةٍ کا معنٰی ہے آہستہ آہستہ باتیں کرنا کہ ہم نے کیا سمجھا تھا اور نکلا کیا؟ بچھڑا ذبح کیا، بھونا، تلا، مسالے تیار کیے

فَصَكَّتْ وَجْهَهَا پس اس نے تھپڑ مارا اپنے چہرے پر۔ عورتوں کی عادت ہے عجیب بات پر تعجب کے اظہار کے لیے پیشانی پر ہاتھ مارتی ہیں وَقَالَتْ عَجُوزٌ عَقِيمٌ اور کہنے لگی بوڑھی بانجھ ہے یہ بچہ جنے گی۔ سورہ ہود آیت نمبر ۷۲ میں ہے: کہنے لگی تعجب ہے میرے لیے ءَاَلِدُ وَاَنَا عَجُوزٌ وَّهٰذَا بَعْلِيْ شَيْخًا "کیا میں بچہ جنوں گی اور میں بڑھیا ہوں اور یہ میرا خاوند بھی بوڑھا ہے۔" میری عمر ننانوے سال ہے اور اس کی ایک سو بیس سال۔ عادتاً اس عمر میں بچے نہیں ہوتے۔ جب فرشتوں کے سامنے یہ بات ہوئی قَالُوْا فرشتے کہنے لگے كَذٰلِكِ قَالَ رَبُّكِ اسی طرح کیا ہے آپ کے رب نے۔ وہ بڑھاپے میں دے گا وہ قادر مطلق ہے۔

جس نے آسمان بنائے، زمین بنائی، ساری کائنات بنائی، اس کے لیے کوئی شے مشکل نہیں ہے۔ وہ رب جو حضرت ایوب علیہ السلام کو سات لڑکے، تین لڑکیاں مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کر کے دے سکتا ہے۔ اس کے لیے کیا مشکل ہے ایک لمحے میں جو چاہے کر سکتا ہے۔ لہٰذا تعجب کی کوئی بات نہیں ہے اِنَّهٗ هُوَ الْحَكِيْمُ الْعَلِيْمُ بے شک وہ حکمت والا اور سب کچھ جاننے والا ہے۔ باقی قصہ آگے آئے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ!

قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ اَيُّهَا الْمُرْسَلُوْنَ ﴿۳۱﴾ قَالُوْٓا اِنَّآ اُرْسِلْنَآ اِلٰى قَوْمٍ مُّجْرِمِيْنَ ﴿۳۲﴾ لِنُرْسِلَ عَلَيْهِمْ حِجَارَةً مِّنْ طِيْنٍ ﴿۳۳﴾ مُّسَوَّمَةً عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُسْرِفِيْنَ ﴿۳۴﴾ فَاَخْرَجْنَا مَنْ كَانَ فِيْهَا مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۳۵﴾ فَمَا وَجَدْنَا فِيْهَا غَيْرَ بَيْتٍ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿۳۶﴾ وَتَرَكْنَا فِيْهَآ اٰيَةً لِّلَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ﴿۳۷﴾ وَفِيْ مُوْسٰٓى اِذْ اَرْسَلْنٰهُ اِلٰى فِرْعَوْنَ بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿۳۸﴾ فَتَوَلّٰى بِرُكْنِهٖ وَقَالَ سٰحِرٌ اَوْ مَجْنُوْنٌ ﴿۳۹﴾ فَاَخَذْنٰهُ وَجُنُوْدَهٗ فَنَبَذْنٰهُمْ فِي الْيَمِّ وَهُوَ مُلِيْمٌ ﴿۴۰﴾ وَفِيْ عَادٍ اِذْ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الرِّيْحَ الْعَقِيْمَ ﴿۴۱﴾ مَا تَذَرُ مِنْ شَيْءٍ اَتَتْ عَلَيْهِ اِلَّا جَعَلَتْهُ كَالرَّمِيْمِ ﴿۴۲﴾ وَفِيْ ثَمُوْدَ اِذْ قِيْلَ لَهُمْ تَمَتَّعُوْا حَتّٰى حِيْنٍ ﴿۴۳﴾ فَعَتَوْا عَنْ اَمْرِ رَبِّهِمْ فَاَخَذَتْهُمُ الصّٰعِقَةُ وَهُمْ يَنْظُرُوْنَ ﴿۴۴﴾ فَمَا اسْتَطَاعُوْا مِنْ قِيَامٍ وَّمَا كَانُوْا مُنْتَصِرِيْنَ ﴿۴۵﴾ وَقَوْمَ نُوْحٍ مِّنْ قَبْلُ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ﴿۴۶﴾ ع ۲

قَالَ فرمایا ابراہیم علیہ السلام نے فَمَا خَطْبُكُمْ پس کیا مہم ہے تمہاری اَيُّهَا الْمُرْسَلُوْنَ اے بھیجے ہوئے فرشتو قَالُوْٓا انھوں نے کہا اِنَّآ اُرْسِلْنَآ بے شک ہم بھیجے گئے ہیں اِلٰى قَوْمٍ مُّجْرِمِيْنَ مجرم قوم کی طرف لِنُرْسِلَ عَلَيْهِمْ تاکہ ہم پھینکیں ان پر حِجَارَةً پتھر مِّنْ طِيْنٍ گارے سے بنے ہوئے مُّسَوَّمَةً نشان لگائے ہوئے عِنْدَ رَبِّكَ آپ کے رب کے ہاں لِلْمُسْرِفِيْنَ حد سے گزرنے والوں کے لیے فَاَخْرَجْنَا

پس ہم نے نکالا مَنْ كَانَ فِيْهَا جو تھے اس بستی میں مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ
مومنوں میں سے فَمَا وَجَدْنَا فِيْهَا پس نہیں پایا ہم نے اس بستی میں غَيْرَ
بَيْتٍ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ مسلمانوں کے ایک گھر کے علاوہ وَتَرَكْنَا فِيْهَآ اور
چھوڑی ہم نے اس میں اٰيَةً نشانی لِّلَّذِيْنَ ان لوگوں کے لیے
يَخَافُوْنَ الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ جو ڈرتے ہیں دردناک عذاب سے وَفِيْ مُوْسٰى
اور موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ میں بھی نشانی ہے اِذْ اَرْسَلْنٰهُ جس وقت بھیجا ہم نے
ان کو اِلٰى فِرْعَوْنَ فرعون کی طرف بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ کھلی دلیل دے کر
فَتَوَلّٰى بِرُكْنِهٖ پس اس نے اعراض کیا اپنی قوت کے ساتھ وَقَالَ اور کہا
سٰحِرٌ یہ جادوگر ہے اَوْ مَجْنُوْنٌ یا دیوانہ ہے (معاذ اللہ تعالیٰ) فَاَخَذْنٰهُ
پس پکڑا ہم نے اس کو وَجُنُوْدَهٗ اور اس کے لشکروں کو فَنَبَذْنٰهُمْ پس
پھینک دیا ہم نے ان کو فِي الْيَمِّ دریا میں وَهُوَ مُلِيْمٌ اور وہ غمگین تھا
وَفِيْ عَادٍ اور قوم عاد میں بھی نشانی ہے اِذْ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ جس وقت بھیجی
ہم نے ان پر الرِّيْحَ الْعَقِيْمَ ہوا جو نا مبارک تھی مَا تَذَرُ مِنْ شَيْءٍ
نہیں چھوڑتی تھی وہ کسی شے کو اَتَتْ عَلَيْهِ جس پر وہ چلتی تھی اِلَّا جَعَلَتْهُ
مگر کر دیتی تھی اس کو كَالرَّمِيْمِ جیسے بوسیدہ ہڈی ہوتی ہے وَفِيْ ثَمُوْدَ
اور ثمود قوم میں بھی نشانی ہے اِذْ قِيْلَ لَهُمْ جس وقت کہا گیا ان لوگوں سے
تَمَتَّعُوْا حَتّٰى حِيْنٍ فائدہ اٹھا لو ایک مدت تک فَعَتَوْا پس انھوں نے سرکشی

کی عَنۡ اَمۡرِ رَبِّهِمۡ اپنے رب کے حکم کے سامنے فَاَخَذَتۡهُمُ الصّٰعِقَةُ پس پکڑا ان کو کڑک نے وَهُمۡ يَنۡظُرُوۡنَ اور وہ دیکھ رہے تھے فَمَا اسۡتَطَاعُوۡا پس نہ طاقت رکھی انھوں نے مِنۡ قِيَامٍ کھڑے ہونے کی وَّ مَا كَانُوۡا مُنۡتَصِرِيۡنَ اور نہ وہ بدلہ لینے والے تھے وَقَوۡمَ نُوۡحٍ اور نوح کی قوم میں نشانی ہے ہم نے ان کو تباہ کیا مِّنۡ قَبۡلُ اس سے پہلے اِنَّهُمۡ كَانُوۡا قَوۡمًا فٰسِقِيۡنَ بے شک وہ نافرمان قوم تھی۔

ربط آیات :

کل کے سبق میں تم نے پڑھا اور سنا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس چند معزز مہمان تشریف لائے جن کی خدمت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بچھڑا بھون تل کر پیش کیا مگر انھوں نے کھانے کے لیے ہاتھ آگے نہ بڑھائے تو پریشان ہوگئے کہ شاید میرے دشمن ہیں۔ اس پر مہمانوں نے کہا کہ ہم تو فرشتے ہیں ہماری غذا روحانی ہے جسمانی نہیں ہے۔ اور ابراہیم علیہ السلام کو ایک سمجھ دار بچے کی خوش خبری دی اور ساتھ پوتے کی خوش خبری بھی دی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ خوش خبری دینے کے لیے تو ایک فرشتہ ہی کافی تھا یہ اچھی خاصی جماعت محض خوش خبری سنانے کے لیے نہیں آئی کوئی اور معاملہ بھی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں قَالَ فرمایا ابراہیم علیہ السلام نے فَمَا خَطۡبُكُمۡ پس کیا مہم ہے تمہاری اَيُّهَا الۡمُرۡسَلُوۡنَ اے بھیجے ہوئے فرشتو! خوش خبری تو ایک فرشتہ بھی آ کر دے سکتا ہے یہ اچھی خاصی جماعت کس مقصد کے لیے آئی ہے، وہ مقصد اور کام کیا ہے؟ قَالُوۡۤا اِنَّاۤ اُرۡسِلۡنَاۤ اِلٰى قَوۡمٍ مُّجۡرِمِيۡنَ انھوں نے کہا، فرشتوں نے کہا بے

شک ہم بھیجے گئے ہیں مجرم قوم کی طرف۔ وہ مجرم قوم لوط علیہ السلام کی قوم تھی جو سدوم کے علاقے میں بستی تھی۔ بستی سدوم اور دمشق کے درمیان کافی فاصلہ تھا۔ تم اس طرح سمجھو کہ ابراہیم علیہ السلام پشاور رہتے تھے اور لوط علیہ السلام لاہور رہتے تھے۔ وہاں کیا کرنا ہے، کیوں بھیجے گئے ہیں؟ لِنُرۡسِلَ عَلَيۡهِمۡ حِجَارَةً مِّنۡ طِيۡنٍ تاکہ ہم پھینکیں ہم ان پر پتھر گارے سے بنے ہوئے۔ گارے کو پکا کر پتھر بنائے ہوئے تھے جیسے کمہار لوگ برتن پکاتے ہیں مُّسَوَّمَةً عِنۡدَ رَبِّكَ نشان لگائے ہوئے آپ کے رب کے ہاں لِلۡمُسۡرِفِيۡنَ حد سے بڑھنے والوں کے لیے، رب کی نافرمانی کرنے والوں کے لیے۔ ہر پتھر اس نافرمان پر پڑ کر اسے ہلاک کردے گا جس پر جس کا نشان لگا ہوا ہوگا۔

سورہ عنکبوت آیت نمبر ۳۲ پارہ ۲۰ میں ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا تم اس بستی کو تباہ کرنے کے لیے جا رہے ہو اِنَّ فِيۡهَا لُوۡطًا ''بے شک اس بستی میں لوط علیہ السلام بھی رہتے ہیں۔'' جو اللہ تعالیٰ کے پیغمبر اور میرے بھتیجے ہیں۔ فرشتوں نے کہا ہم خوب جانتے ہیں اس بستی میں رہنے والوں کو لَـنُنَجِّيَنَّهٗ وَاَهۡلَهٗۤ اِلَّا امۡرَاَتَهٗ ''ہم ضرور بچا لیں گے لوط علیہ السلام کو اور ان کے گھر والوں کو سوائے ان کی بیوی کے۔''

قوم لوط پر چار عذاب :

اللہ تعالیٰ نے اس قوم پر چار قسم کے عذاب نازل فرمائے اور چاروں کا ذکر قرآن پاک میں مذکور ہے۔ ایک عذاب کا ذکر تو یہاں ہے کہ ہم ان پر پتھر پھینکیں گے۔ اور دوسرے عذاب کا ذکر سورۃ القمر پارہ ۲۷ میں فَطَمَسۡنَاۤ اَعۡيُنَهُمۡ ''پس ہم نے مٹا دیں ان کی آنکھیں ایک لمحے میں۔'' وہ سب کے سب اندھے ہوگئے۔ تیسرے عذاب کا ذکر سورۃ الحجر آیت نمبر ۷۳ میں ہے فَاَخَذَتۡهُمُ الصَّيۡحَةُ ''پس پکڑا ان کو ایک چیخ نے۔''

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے ایک ڈراؤنی آوز نکالی جس سے ان کے کلیجے پھٹ گئے۔ اور چوتھے عذاب کا ذکر سورۃ الحجر کی آیت نمبر ۷۴ اور سورۃ ھود آیت نمبر ۸۲ میں بھی ہے فَجَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا "پس کر دیا ہم نے ان بستیوں کے اوپر والے حصے کو نیچے۔" تو اس قوم پر چار قسم کے عذاب نازل ہوئے۔

فرمایا فَأَخْرَجْنَا مَنْ كَانَ فِيهَا مِنَ الْمُؤْمِنِينَ پس ہم نے نکالا اس سدوم بستی میں سے جو مومن تھے۔ حضرت لوط علیہ السلام، ان کی دو یا تین بیٹیاں اور چند ساتھی اور تھے۔ بیوی ایمان نہیں لائی۔ لوط علیہ السلام نے اپنی بیوی سے کہا کہ کلمہ پڑھ لو اور ہمارے ساتھ چلو۔ اس نے کہا کہ مجھے تیرے کلمے کی ضرورت نہیں ہے۔ بڑا عجیب منظر تھا بیٹیوں نے منت کی، پاؤں پکڑے کہ کلمہ پڑھ لو ہمارے ساتھ چلو۔ مگر اس نے کہا کہ میں نے دھڑا نہیں چھوڑنا۔ اللہ تعالیٰ بُرے دھڑے سے بچائے۔ تباہ ہوگئی دھڑا نہیں چھوڑا۔

فرمایا فَمَا وَجَدْنَا فِيهَا غَيْرَ بَيْتٍ مِنَ الْمُسْلِمِينَ پس نہ پایا ہم نے اس بستی میں مسلمانوں کے ایک گھر کے علاوہ۔ ایک بڑی حویلی تھی اس میں کمرے تھے۔ ایک کمرے میں لوط علیہ السلام رہتے تھے اور باقی جو دس پندرہ مومن تھے وہ علیحدہ علیحدہ کمروں میں رہتے تھے۔ گھر ایک ہی تھا۔ تو فرمایا نہ پایا ہم نے اس بستی میں سوائے ایک گھر کے مسلمانوں کے وَتَرَكْنَا فِيهَا آيَةً اور چھوڑی ہم نے اس بستی میں نشانی لِلَّذِينَ يَخَافُونَ ان لوگوں کے لیے جو خوف کھاتے ہیں الْعَذَابَ الْأَلِيمَ دردناک عذاب سے۔ اس بستی کو جب الٹا کر کے پھینک دیا گیا تو وہاں کوئی شے عذاب سے نہ بچی۔ آج کل کے جغرافیے میں اس کا نام بحر میت ہے، آب سیاہ۔ اس مٹی کی شکل ہی کچھ اور ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قصہ اور لوط علیہ السلام کی قوم کی تباہی کے بعد فرمایا وَفِي

مُوْسٰى اور موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ میں بھی نشانی ہے اِذْ اَرْسَلْنٰهُ اِلٰى فِرْعَوْنَ جب بھیجا ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کی طرف بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ کھلی سند اور دلیل دے کر۔ فرعون مصر کے بادشاہوں کا لقب ہوتا تھا۔ نام اس کا ولید بن مصعب بن ریان تھا۔ دادا ریان وہ ہے جس نے یوسف علیہ السلام کے لیے تخت خالی کر دیا تھا۔ یوسف علیہ السلام کا کلمہ پڑھ کر حکومت یوسف علیہ السلام کے حوالے کر دی تھی۔ کہنے لگا حضرت ضمیر گوارا نہیں کرتا کہ آپ کا کلمہ پڑھنے کے بعد بادشاہ رہوں۔ آج کوئی کرسی چھوڑنے کے لیے تیار نہیں ہے۔ چاہے وہ کتنی ٹوٹی پھوٹی کیوں نہ ہو۔ اس نے بادشاہی چھوڑ دی چھوٹی بات نہیں ہے۔ خدا کی شان اور قدرت کہ دادا کتنا نیک اور نرم اور پوتا کتنا بد اور سخت۔ ایک نے پیغمبر کے آگے ہتھیار ڈال دیئے اور دوسرے نے پیغمبر کا مقابلہ کیا۔

جیسے ہماری تاریخ میں مروان بن حکم اپنے زمانے میں بڑا ظالم تھا اس نے بڑی زیادتیاں کی ہیں۔ اس کا بیٹا عبدالعزیز قدرے اچھا تھا اور پوتا عمر بن عبدالعزیز خلیفہ راشد بنا اور پہلی صدی کا مجدد تھا۔ یہ رب تعالیٰ کی قدرتیں ہیں۔

تو فرمایا بھیجا ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو کھلی سند دے کر۔ لاٹھی پھینکتے تھے اژدہا بن جاتی تھی، گریبان میں ہاتھ ڈال کر نکالتے تھے سورج کی طرح روشن ہوتا تھا۔ اس کے علاوہ اور کئی نشانیاں تھیں فَتَوَلّٰى بِرُكْنِهٖ پس اس نے اعراض کیا اپنی قوت کے ساتھ، اپنی فوج کے ساتھ اور حق کی طرف پشت کر لی وَقَالَ اور کہنے لگا سٰحِرٌ یہ موسیٰ علیہ السلام جادوگر ہے اَوْ مَجْنُوْنٌ یا دیوانہ ہے، پاگل ہے (معاذ اللہ تعالیٰ) محض انکار ہی نہیں کیا بلکہ موسیٰ علیہ السلام کو جادوگر اور دیوانہ بھی کہا۔ یہ یا جادوگر ہے یا پاگل ہے اس کی اطاعت نہ کرنا۔ کبھی موسیٰ علیہ السلام کو دھمکیاں دیتا کہ میں تجھے قید کر دوں گا، میں تجھے سنگسار

کردوں گا۔ اور عوام کو کہتا خبردار اگر تم نے اس کی اطاعت کی تو میں تمہارے بچے ذبح کر دوں گا۔ لوگ بے چارے ڈرے ہوئے تھے کیونکہ موسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کے وقت بقول حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی اس نے بارہ ہزار بچے ذبح کیے تھے اور یہ سارا منظر لوگوں کے سامنے تھا اور فرعون عَالِيًا مِّنَ الْمُسْرِفِيْنَ "بڑا سرکش حد سے بڑھنے والا تھا۔" اس کا لقب تھا ذِي الْاَوْتَاد میخوں والا۔ جس کے ساتھ بگڑتا تھا اس کو سولی پر لٹکا کر میخیں ٹھونک دیتا تھا۔ پھر اس کے کارندے بھی بڑے ظالم تھے۔ کسی بے چارے کو جب سولی پر لٹکایا جاتا اور وہ تڑپتا تو یہ تالیاں بجا کر خوش ہوتے کہ کیسے تڑپ رہا ہے۔ ایسے ایسے ظالم بھی دنیا میں گزرے ہیں کہ وہ تڑپتے ہوئے جان دے رہا ہے اور یہ شرابیں پی کر مزے لے رہے ہیں۔

اس وقت بھی یہی حال ہے۔ انسان جب انسانیت کی حدود سے تجاوز کرتا ہے تو بھیڑیئے سے بھی بدتر ہوتا ہے۔ تو کہنے لگا کہ یہ جادوگر ہے یا پاگل ہے (معاذ اللہ تعالیٰ) فَاَخَذْنٰهُ وَجُنُوْدَهٗ پس پکڑا ہم نے فرعون کو اور اس کے لشکروں کو جن پر اس کو گھمنڈ تھا فَنَبَذْنٰهُمْ فِي الْيَمِّ پس پھینکا ہم نے ان کو دریا میں وَهُوَ مُلِيْمٌ اور وہ اس وقت ملامت کرنے والا تھا۔ اپنے آپ میں غمگین تھا۔ اس کے غرق ہونے کا منظر قرآن نے بیان کیا ہے۔ وہ بڑا عجیب منظر تھا۔ جس وقت وہ ڈوبنے لگا تو کہنے لگا اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِيْٓ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْٓا اِسْرَآءِيْلَ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ [یونس: ۹۰] "ایمان لایا ہوں میں کہ بے شک نہیں کوئی معبود مگر وہی جس پر ایمان لائے ہیں بنی اسرائیل اور میں بھی فرماں برداروں میں سے ہوں۔" تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے غیبی آواز آئی آٰلْئٰنَ وَقَدْ عَصَيْتَ قَبْلُ "اب تو ایمان لایا ہے اور تحقیق پہلے تم نافرمانی کرتے تھے۔" "او غنڈیا ہن توں

ایمان لے اونا این پہلے تو بدمعاشی کرداسیں تے میرے پیغمبراں دا مقابلہ کرداسی''
فَالْيَوْمَ نُنَجِّيكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُونَ لِمَنْ خَلْفَكَ آيَةً ''پس آج کے دن ہم بچالیں گے تیرے بدن کوتا کہ ہو جائے وہ ان لوگوں کے لیے نشانی جو تیرے پیچھے ہیں۔'' تا کہ دیکھنے والے دیکھ لیں کہ یہ وہ ہے جو کہتا تھا أَنَا رَبُّكُمُ الْأَعْلَىٰ [سورۃ النزعٰت: پارہ ۳۰] ''میں تمہارا بڑا رب ہوں۔''

توفر مایا ہم نے پھینکا ان کو دریا میں اور وہ ملامت کرتا تھا۔ وَفِي عَادٍ اور عاد قوم میں بھی رب کی قدرت کی نشانی ہے إِذْ أَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الرِّيحَ الْعَقِيمَ جس وقت چھوڑی ہم نے ان پر ہوا جو نامبارک تھی۔ عَقِيمٌ اس مرد اور عورت کو کہتے ہیں جن کی اولاد نہ ہو لوگ اس کو منحوس کہتے ہیں، نامبارک۔ مطلب یہ ہے کہ ایسی ہوا چھوڑی جو نامبارک تھی اس میں خیر نہیں تھی۔ وہ اتنی تیز تھی کہ اس نے بڑے بڑے قد آور لوگوں کو اٹھا اٹھا کر پھینکا كَأَنَّهُمْ أَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ [سورۃ الحاقہ] ''گویا کہ کھجور کے تنے اکھاڑ کر پھینک دیئے گئے ہیں۔'' ایک فرد بھی نہ بچا۔ مَا تَذَرُ مِنْ شَيْءٍ نہیں چھوڑتی تھی وہ کسی شے کو أَتَتْ عَلَيْهِ جس پر وہ آتی تھی إِلَّا جَعَلَتْهُ كَالرَّمِيمِ مگر کر دیتی تھی اس کو جیسے بوسیدہ ہڈی ہوتی ہے۔ مرنے کے بعد آدمی کی ہڈیاں کچھ عرصہ تک رہتی ہیں مگر اس ہوا کی تاثیر تھی جس پر سے گزری اٹھا کر پھینکا اور ہڈیاں ایسی کر دیں کہ ہاتھ لگاؤ تو ریزہ ریزہ ہو جائیں وَفِي ثَمُودَ اور قوم ثمود کے واقعہ میں بھی نشانی ہے إِذْ قِيلَ لَهُمْ تَمَتَّعُوا حَتَّىٰ حِينٍ جس وقت کہا گیا ان لوگوں سے فائدہ اٹھا لو ایک مدت تک۔

اس کی تفصیل سورۃ ہود میں اس طرح ہے کہ ان لوگوں نے کہا کہ ہم آپ پر ایمان تب لائیں گے کہ چٹان سے اونٹنی نکلے۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت کہ جس چٹان پر انھوں نے

ہاتھ رکھا وہ پھٹی اور اونٹنی باہر آ گئی۔ حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا اے میری قوم! هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰيَةً "یہ اللہ تعالیٰ کی اونٹنی تمہارے لیے ایک خاص نشانی ہے۔" اس کو چھوڑ دو اس کو نہ چھیڑنا۔ یہ کھائے اللہ تعالیٰ کی زمین میں اس کو برائی کے ساتھ ہاتھ نہ لگانا ۔مگر ان ظالموں نے اس کی کوچیں کاٹ دیں۔ اونٹنی نے آسمان کی طرف منہ کر کے بڑبڑانا شروع کر دیا۔ حضرت صالح علیہ السلام نے جب اونٹنی کی آواز سنی، دوڑتے ہوئے آئے اور کہنے لگے او ظالمو! تم نے یہ کیا حرکت کی ہے؟ تَمَتَّعُوْا فِيْ دَارِكُمْ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ " فائدہ اٹھا لو تم اپنے گھروں میں تین دن تک ذٰلِكَ وَعْدٌ غَيْرُ مَكْذُوْبٍ یہ ایسا وعدہ ہے جو جھوٹا نہیں ہوگا۔" کل اٹھو گے تمہارے چہرے زرد ہوں گے، پرسوں اٹھو گے تمہاری شکلیں اور ہوں گی، پھر اٹھو گے تمہارے چہرے سیاہ ہوں گے۔ یہ سب کچھ دیکھ کر بھی کسی نے توبہ نہیں کی، کوئی ایمان نہیں لایا کیونکہ دلوں پر تالے لگے ہوئے تھے۔ اللہ تعالیٰ جب کسی کے دل کو سخت کر دیتا ہے تو كَالْحِجَارَةِ اَوْ اَشَدُّ قَسْوَةً [سورۃ البقرہ] "وہ پتھر کی طرح ہو جاتا ہے یا اس سے بھی زیادہ سخت۔" چاہے مرد ہو یا عورت۔

مسلمان قوم کی اخلاقی گراوٹ (پستی) :

کل کا واقعہ ہے کہ میں چند ساتھیوں کے ساتھ ہوائی جہاز میں سوار ہوا اور باوضو تھا۔ عملے سے قبلے کی سمت پوچھی۔ وہ لڑکیاں تو ہمارے گلے پڑ گئیں۔ کہنے لگیں سفر میں کون سی نماز ہوتی ہے، جہاز میں کون سی نماز ہوتی ہے؟ وہ ہمیں قبلے کی سمت بتانے سے بھی تنگ ہو رہی تھیں۔ حالانکہ وہ لڑکیاں مسلمان کہلانے والی ہیں۔ پھر ایک بیرے کو کاغذ پر لکھ کر دیا کہ ہمیں بتلاؤ قبلے کی سمت کس طرف ہے مگر انھوں نے بحث شروع کر دی۔ ہمیں کسی نے سمت نہیں بتلائی۔ اللہ تعالیٰ ہدایت دے اس قوم کو بڑی سخت ہوگئی ہے۔ ان

سے تو اخلاق میں انگریز بہت اچھے ہیں۔

پچھلے دنوں میں امریکہ کے سفر پر تھا۔ میرے ساتھ مولوی محمد حنیف صاحب تھے دھاگے والے۔ ہم نے میموں کو کہا کہ ہم نے نماز پڑھنی ہے۔ انھوں نے کہا کہ ہم تمھیں پچھلا کمرہ کھول دیتی ہیں وہاں پڑھ لو۔ میں نے مولانا کو کہا کہ اذان کہو۔ انھوں نے اذان دی پھر ہم نے اپنا کپڑا بچھا کر جماعت کے ساتھ نماز پڑھی۔ جب تک ہم نماز پڑھتے رہے وہ میمیں وہیں کھڑی رہیں۔ اور مسلمانوں نے ہمیں اجازت نہ دی حیلے اور حجتیں کرتے رہے۔ یہ حال ہے ہمارا۔

تو فرمایا ان سے جب کہا گیا فائدہ اٹھالو ایک وقت تک فَعَتَوْا عَنْ اَمْرِ رَبِّهِمْ پس انھوں نے سرکشی کی اپنے رب کے حکم کے سامنے۔ اپنے رب کے احکام کی نافرمانی کی فَاَخَذَتْهُمُ الصّٰعِقَةُ پس پکڑا ان کو ایک کڑک نے۔ صاعقہ کا معنٰی آواز بھی اور عذاب بھی۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے جبرائیل علیہ السلام نے ایک ڈراؤنی آواز نکالی ساتھ ہی زلزلہ آ گیا وَهُمْ يَنْظُرُوْنَ اور وہ دیکھ رہے تھے ایک دوسرے کو فَمَا اسْتَطَاعُوْا مِنْ قِيَامٍ پس وہ نہیں طاقت رکھتے تھے کھڑے ہونے کی۔ عذاب آیا وہ گرا، وہ گرا، وہ گرا، اٹھنے کی طاقت ہی نہ رہی وَّمَا كَانُوْا مُنْتَصِرِيْنَ اور نہ وہ بدلہ لینے والے تھے۔ انتقام بھی نہیں لے سکتے تھے۔ اپنا حشر ہو گیا انتقام کیا لیں گے وَقَوْمَ نُوْحٍ اور نوح علیہ السلام کی قوم میں بھی نشانی ہے ہم نے ان کو تباہ کیا مِّنْ قَبْلُ ان قوموں سے پہلے اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ بے شک وہ نافرمان قوم تھی۔ ہم نے کسی پر ظلم نہیں کیا ہر ایک کو ان کے اعمال کا نتیجہ ملا۔

وَالسَّمَآءَ بَنَيْنٰهَا بِاَيْىدٍ وَّاِنَّا لَمُوْسِعُوْنَ ﴿۴۷﴾ وَالْاَرْضَ فَرَشْنٰهَا فَنِعْمَ الْمٰهِدُوْنَ ﴿۴۸﴾ وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿۴۹﴾ فَفِرُّوْۤا اِلَى اللّٰهِ ؕ اِنِّيْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۵۰﴾ وَلَا تَجْعَلُوْا مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ؕ اِنِّيْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۵۱﴾ كَذٰلِكَ مَاۤ اَتَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا قَالُوْا سَاحِرٌ اَوْ مَجْنُوْنٌ ﴿۵۲﴾ اَتَوَاصَوْا بِهٖ ۚ بَلْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُوْنَ ﴿۵۳﴾ فَتَوَلَّ عَنْهُمْ فَمَاۤ اَنْتَ بِمَلُوْمٍ ﴿۵۴﴾ وَّذَكِّرْ فَاِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۵۵﴾ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ﴿۵۶﴾ مَاۤ اُرِيْدُ مِنْهُمْ مِّنْ رِّزْقٍ وَّمَاۤ اُرِيْدُ اَنْ يُّطْعِمُوْنِ ﴿۵۷﴾ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ ﴿۵۸﴾ فَاِنَّ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ذَنُوْبًا مِّثْلَ ذَنُوْبِ اَصْحٰبِهِمْ فَلَا يَسْتَعْجِلُوْنِ ﴿۵۹﴾ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ يَّوْمِهِمُ الَّذِيْ يُوْعَدُوْنَ ﴿۶۰﴾

وَالسَّمَآءَ اور آسمان کو بَنَيْنٰهَا بنایا ہم نے بِاَيْىدٍ ہاتھوں کے ساتھ وَّاِنَّا لَمُوْسِعُوْنَ اور بے شک البتہ ہم قدرت رکھنے والے ہیں وَالْاَرْضَ اور زمین کو فَرَشْنٰهَا بچھایا ہم نے فَنِعْمَ الْمٰهِدُوْنَ پس ہم کیا ہی خوب بچھانے والے ہیں وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ اور ہر چیز سے خَلَقْنَا ہم نے پیدا کیے زَوْجَيْنِ جوڑے جوڑے لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ تا کہ تم نصیحت حاصل کرو فَفِرُّوْۤا اِلَى اللّٰهِ پس تم بھاگو اللہ تعالیٰ کی طرف اِنِّيْ لَكُمْ

بے شک میں تمہارے لیے مِّنْهُ اس کی طرف سے نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ڈرانے
والا ہوں کھول کر وَلَا تَجْعَلُوْا مَعَ اللّٰهِ اور نہ بناؤ تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ اِلٰهًا
اٰخَرَ دوسرا معبود اِنِّيْ لَكُمْ بے شک میں تمہارے لیے مِّنْهُ اس کی
طرف سے نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ڈرانے والا ہوں کھول کر كَذٰلِكَ اسی طرح
مَآ اَتَى الَّذِيْنَ نہیں آیا ان لوگوں کے پاس مِنْ قَبْلِهِمْ ان سے پہلے مِّنْ
رَّسُوْلٍ کوئی رسول اِلَّا قَالُوْا مگر انھوں نے کہا سَاحِرٌ یہ جادوگر ہے
اَوْ مَجْنُوْنٌ یا دیوانہ ہے اَتَوَاصَوْا بِهٖ کیا وہ ایک دوسرے کو وصیت کرتے
ہیں اس بات کی بَلْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُوْنَ بلکہ وہ قوم ہے سرکش فَتَوَلَّ عَنْهُمْ
پس آپ ان سے اعراض کریں فَمَآ اَنْتَ بِمَلُوْمٍ پس نہیں ہے آپ پر کوئی
ملامت وَّذَكِّرْ اور آپ نصیحت کریں فَاِنَّ الذِّكْرٰى پس بے شک
نصیحت تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ نفع دیتی ہے ایمان والوں کو وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ
اور نہیں پیدا کیا میں نے جنوں کو وَالْاِنْسَ اور انسانوں کو اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ
مگر اس لیے کہ وہ میری عبادت کریں مَآ اُرِيْدُ مِنْهُمْ مِّنْ رِّزْقٍ میں نہیں
ارادہ کرتا ان سے رزق کا وَّمَآ اُرِيْدُ اَنْ يُّطْعِمُوْنِ اور میں نہیں ارادہ کرتا کہ
وہ مجھے کھلائیں اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ بے شک اللہ تعالیٰ ہی رزق دینے والا ہے
ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ مضبوط طاقت والا ہے فَاِنَّ لِلَّذِيْنَ پس بے شک ان
لوگوں کے لیے ظَلَمُوْا جنھوں نے ظلم کیا ذَنُوْبًا ڈول ہے مِّثْلَ

ذَنُوْبِ اَصْحٰبِهِمْ جیسے ان کے ساتھیوں کا ڈول ہے فَلَا يَسْتَعْجِلُوْنِ پس وہ جلدی نہ کریں فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا پس ہلاکت ہے ان لوگوں کے لیے جنھوں نے کفر کیا مِنْ يَّوْمِهِمُ الَّذِيْ يُوْعَدُوْنَ اس دن جس دن کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے۔

سورت کی ابتدا میں منکرین قیامت کا ذکر تھا کہ وہ آپ سے پوچھتے ہیں اَيَّانَ يَوْمُ الدِّيْنِ "قیامت کا دن کب آئے گا۔" وہاں اللہ تعالیٰ نے یہ جواب دیا يَوْمَ هُمْ عَلَى النَّارِ يُفْتَنُوْنَ جس دن وہ آگ پر گرم کیے جائیں گے اس دن آئے گا۔" وہ یہ بھی کہتے تھے کہ ہم جب مر کر مٹی ہو جائیں گے تو دوبارہ لوٹنا بڑی دور کی بات ہے۔ اس شبہے کا جواب دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَالسَّمَآءَ بَنَيْنٰهَا اور آسمان کو ہم نے بنایا بِاَيْىدٍ اپنے ہاتھوں کے ساتھ۔ اَيْد کا معنیٰ ہاتھ بھی ہے جو ہاتھ رب تعالیٰ کی شان کے لائق ہیں۔ قرآن پاک میں رب تعالیٰ کے ہاتھوں کا ذکر ہے تَبٰرَكَ الَّذِيْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ [سورۃ الملک] "بابرکت ہے وہ ذات جس کے ہاتھ میں ہے ملک۔" اور سورت مائدہ آیت نمبر ۶۴ میں ہے بَلْ يَدٰهُ مَبْسُوْطَتٰنِ "بلکہ اللہ تعالیٰ کے دونوں ہاتھ تو کشادہ ہیں۔" یہاں رب تعالیٰ کے دونوں ہاتھوں کا ذکر ہے۔ بس ہم یہ کہیں گے جو اس کی شان کے لائق ہیں ہم تشبیہ نہیں دے سکتے کہ جیسے: یہ میرا ہاتھ ہے اس میں پانچ انگلیاں ہیں چھوٹی بڑی اور ہتھیلی ہے۔ حاشا وکلا کسی شے کے ساتھ تشبیہ نہیں دی جاسکتی کیونکہ لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ ذات ہے۔ یہی کہیں گے جو ہاتھ رب تعالیٰ کی شان کے لائق ہیں۔ اور اَيْد کا معنیٰ قوت بھی ہے۔ تو پھر معنیٰ ہوگا اور آسمان کو بنایا ہم نے قوت کے ساتھ وَاِنَّا لَمُوْسِعُوْنَ اور بے شک ہم قدرت رکھنے والے ہیں بڑی

وسیع۔ انسان کے سمجھنے کے لیے یہ بات کافی ہے کہ جس رب نے اتنا بڑا وسیع آسمان بنایا ہے جو ہمیں نظر آ رہا ہے اور اس کے اوپر چھ آسمان اور ہیں۔ اس کے لیے انسان کا دوبارہ بنانا کیا مشکل ہے۔

دوسری دلیل: وَالْاَرْضَ فَرَشْنٰهَا اور زمین کو بچھایا ہم نے فَنِعْمَ الْمٰهِدُوْنَ پس کیا ہی خوب بچھانے والے ہیں ہم۔ زمین میں میدان ہیں، پہاڑ ہیں، ٹیلے ہیں، دریا ہیں، کتنی مخلوق اس میں آباد ہے یہ سب کچھ تمھیں نظر آ رہا ہے اور اس بات کو تم تسلیم کرتے ہو کہ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا اور بنایا ہے۔ تو کیا وہ اس چھوٹے سے انسان کو دوبارہ پیدا نہیں کر سکتا۔

تیسری دلیل: وَمِنْ كُلِّ شَیْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَیْنِ اور ہر چیز کو ہم نے پیدا کیا جوڑے جوڑے۔ ہر چیز کو رب تعالیٰ نے جوڑا جوڑا بنایا ہے۔ انسان بھی نر مادہ ہیں، جنات میں بھی نر مادہ ہیں، حیوانات میں بھی نر مادہ ہیں حتیٰ کہ نباتات میں بھی نر مادہ ہیں۔ اور جوڑے جوڑے کا یہ بھی مطلب ہے کہ رات کے مقابلے میں دن بنایا، سیاہ کے مقابلے میں سفید بنایا، آسمان کو بلند بنایا، زمین کو پست بنایا، میٹھے بنائے، کڑوے بنائے۔ جس ذات نے یہ اضداد چیزیں بنائی ہیں وہ تمھیں دوبارہ پیدا نہیں کر سکتا۔

تو فرمایا ہر چیز کو ہم نے بنایا جوڑے جوڑے لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ تاکہ تم نصیحت حاصل کرو کہ جس ذات نے یہ سب کچھ پیدا کیا ہے وہ رب قادر ہے کہ تمھیں دوبارہ بنائے لہٰذا حیل و حجت نہ کرو فَفِرُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ پس بھاگو تم اللہ تعالیٰ کی طرف کہ اس کے احکام مانو۔ اس نے جو کچھ فرمایا ہے وہ حق ہے سچ ہے اس پر تم نے چلنا ہے اِنِّیْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ بے شک میں تمھارے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ڈرانے والا

ہوں، رب تعالیٰ کے عذاب سے کھول کر۔ لگی لپٹی نہیں رکھتا صاف لفظوں میں واضح کر کے تم کو بتاتا ہوں اگر تم نہیں مانو گے دنیا میں بھی عذاب آئے گا اور آخرت کا عذاب تو اپنی جگہ ہے ہی۔ اس لیے رب تعالیٰ کی نافرمانی سے باز آجاؤ۔

سردارانِ قریش کی فرمائش اور آنحضرت ﷺ کی استقامت :

ایک موقع پر کفار کے بڑے بڑے سرداروں نے مشورہ کیا کہ اس کو لالچ دے کر خاموش کراؤ۔ عقبہ ابن ابی معیط نے کہا کہ میں لڑکی دینے کے لیے تیار ہوں اگر وہ اپنے مشن سے باز آجائے۔ ولید بن مغیرہ نے کہا کہ میں اس کے آگے دولت کے ڈھیر لگانے کے لیے تیار ہوں اگر وہ ہماری بات مان جائے۔ عقبہ بن ابی معیط کی جوان سال بڑی خوب صورت لڑکیاں تھیں اور ولید بن مغیرہ مکے کا بڑا مال دار آدمی تھا۔ چنانچہ عقبہ بن ابی معیط نے آکر کہا کہ آپ جانتے ہیں کہ میں سردار ہوں اور میری لڑکیاں بڑی خوب صورت ہیں اگر آپ لا الٰہ الا اللہ کی رٹ لگانی چھوڑ دیں تو میں آپ کو لڑکی کا رشتہ دینے کے لیے تیار ہوں۔ ولید بن مغیرہ نے کہا کہ آپ جانتے ہیں کہ میں مکہ مکرمہ میں سب سے زیادہ امیر آدمی ہوں۔ اگر آپ اپنی تبلیغ چھوڑ دیں تو میں آپ کو اتنا مال دینے کے لیے تیار ہوں کہ آپ مزے سے زندگی گزاریں گے اور آپ کی سات پشتوں کے لیے کافی ہوگا۔ یہ کوئی چھوٹی قربانیاں نہیں تھیں، لڑکی پیش کرنا، مال پیش کرنا۔ سب انتظار میں تھے کہ آپ کیا جواب دیتے ہیں؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ تمہارے اختیار میں تو صرف یہی ہے نا کہ رشتہ پیش کردو، مال پیش کرسکتے ہو وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ ''اس رب کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے اگر تم میں طاقت ہو اور تم سورج کو لاکر میرے دائیں ہاتھ پر رکھ دو اور چاند کو اتار کر میرے بائیں ہاتھ پر رکھ دو میں پھر بھی اپنے مشن سے باز آنے کے

لیے تیار نہیں ہوں۔"

محققین فرماتے ہیں کہ سورج اور چاند کے لانے کا مطلب یہ ہے کہ تم مجھے دن کا بھی بادشاہ مان لو اور رات کا بھی بادشاہ مان لو میں پھر بھی اپنی بات چھوڑنے کے لیے تیار نہیں ہوں۔ تمہارے لڑکیوں کے رشتے پیش کرنے اور مال پیش کرنے کی قطعاً کوئی اہمیت نہیں ہے۔ میں یہی کہوں گا فَفِرُّوْا اِلَى اللّٰهِ بھاگو تم اللہ تعالیٰ کی طرف۔ بے شک میں تمہارے لیے خدا کی طرف سے کھول کر ڈرانے والا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ ورنہ جہنم کی بھڑکتی ہوئی آگ میں جلو گے۔ میں تم سے یہی کہتا ہوں وَ لَا تَجْعَلُوْا مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ اور نہ بناؤ تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسرا معبود۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو حاجت روا، مشکل کشا، فریادرس، دست گیر نہ بناؤ۔ دنیا میں جتنے پیغمبر تشریف لائے ہیں سب کا یہی سبق تھا یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ "اے میری قوم! عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی نہیں ہے تمہارے لیے کوئی معبود اس کے سوا۔ فرمایا اِنِّيْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ بے شک میں تمہارے لیے ہوں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ڈرانے والا کھول کر۔ بات کو کھول کر بیان کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں نے جب بھی اللہ تعالیٰ کی توحید بیان کی تو بڑے عمدہ پیرائے میں پیش کی۔ پیغمبروں کے وعظ کا اثر ہوتا تھا۔ کافر یہ نہیں کہتے تھے کہ ان کی بات کا اثر نہیں ہے۔ بلکہ وہ ظالم اس اثر کی کڑی جادو کے ساتھ ملاتے تھے۔ یہ جادوگر ہے اس کے جادو کا ہمارے دل دماغ پر اثر ہوتا ہے اور دیوانہ اس وجہ سے کہتے تھے کہ ساری قوم ایک طرف ہے اور یہ ایک طرف ہے۔

ظاہر بات ہے سارا مجمع ایک طرف ہو اور ایک آدمی دوسری طرف ہو تو لوگ اس کو پاگل ہی کہیں گے۔ فرمایا كَذٰلِكَ اسی طرح جس طرح آپ کو کہا ہے مَآ اَتَى الَّذِيْنَ

مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ نہیں آیا ان لوگوں کے پاس ان سے پہلے کوئی رسول۔ پہلی قوموں کے پاس جو بھی رسول آیا اِلَّا قَالُوْا مگر انھوں نے کہا سَاحِرٌ اَوْ مَجْنُوْنٌ یہ جادوگر ہے یا دیوانہ ہے۔ سورہ ص پارہ ۲۳ میں تم پڑھ چکے ہو کہ مکے کے کافروں نے آپ ﷺ کو سٰحِرٌ كَذَّابٌ کہا۔ ''یہ جادوگر ہے اور جھوٹا ہے (معاذ اللہ تعالیٰ)۔'' تو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو تسلی دی کہ اگر یہ آپ ﷺ کو جادوگر کہتے ہیں جھوٹا کہتے ہیں تو پریشان نہ ہوں آپ ﷺ سے پہلے جتنے پیغمبر بھی تشریف لائے ہیں کافروں نے ان کو جادوگر بھی کہا ہے اور دیوانہ بھی کہا ہے اَتَوَاصَوْا بِهٖ کیا وہ ایک دوسرے کو وصیت کرتے ہیں اس بات کی۔ کیا پہلوں نے پچھلوں کو وصیت کی ہے کہ جب کوئی پیغمبر آئے تو اس کو جادوگر کہنا، دیوانہ کہنا۔ فرمایا یہ وصیت نہیں کی بَلْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُوْنَ بلکہ وہ قوم ہے سرکش۔ جو سرکشی اُن کے مزاج میں تھی وہی سرکشی اِن کے مزاج میں بھی ہے فَتَوَلَّ عَنْهُمْ اے نبی کریم ﷺ! پس آپ ان سے اعراض کریں ان کو اس طرح کا جواب نہ دیں۔ کیونکہ اگر آپ بھی جواب میں ان کو جادوگر، دیوانہ کہیں گے تو فرق نہیں رہے گا۔ آپ ان کی باتوں سے اعراض کریں۔

تاریخ گواہ ہے کہ کافروں نے جتنے بھی سخت الفاظ اور بُرے الفاظ آپ ﷺ کے سامنے کہے آپ ﷺ نے کسی کا جواب نہیں دیا۔ یہی مفہوم ہے فَتَوَلَّ عَنْهُمْ کا کہ آپ ان سے اعراض کریں اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ [سورۃ القلم] ''اور بے شک آپ بڑے خلق پر ہیں۔'' لہٰذا ان کی بے ہودہ باتوں کا جواب دینے کی ضرورت نہیں ہے فَمَآ اَنْتَ بِمَلُوْمٍ پس نہیں ہے آپ پر کوئی ملامت۔ آپ اس بات کے ذمہ دار نہیں ہیں کہ یہ لوگ ایمان کیوں نہیں لائے۔ آپ اپنا کام کیے جائیں اور ان کی فضول حرکتوں

کی پروانہ کریں وَّذَكِّرْ اور آپ نصیحت کریں ان کو سمجھاتے رہیں فَاِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ پس بے شک نصیحت نفع دیتی ہے ایمان والوں کو۔ جن کے دلوں میں خیر اور طلب ہے یقیناً اچھی باتیں ان کو فائدہ دیتی ہیں اور جن کے دل اوندھے اور الٹے ہوتے ہیں ان کو کچھ فائدہ نہیں ہوتا۔ وہ تو یہی کہیں گے مَا نَفْقَهُ كَثِيْرًا مِّمَّا تَقُوْلُ [ھود: ۹۱] ''نہیں سمجھتے ہم بہت سی وہ باتیں جو آپ کہتے ہیں۔'' حالانکہ شعیب علیہ السلام خطیب الانبیاء تھے اپنے دور میں۔ بڑے فصیح اور بلیغ تھے۔ بڑے عمدہ پیرائے اور انداز میں بات کرتے تھے مگر مخالفوں نے کہہ دیا کہ آپ کی بہت سی باتیں ہمیں سمجھ نہیں آتیں۔ پیغمبر کوئی اور بولی تو نہیں بولتا کیسی عجیب بات ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ [ابراہیم: ۴] ''اور نہیں بھیجا ہم نے کوئی رسول مگر اس کی قوم کی زبان میں۔'' پیغمبر کی زبان بڑی صاف ہوتی ہے اور وہ قوم کی زبان میں بات کرتا ہے۔ اور وہ پھر بھی نہ سمجھیں تو مطلب یہ ہے کہ ہم نے آپ کی بات نہیں مانی۔ آج بھی اگر بات نہ ماننی ہو تو لوگ کہتے ہیں کہ مجھے آپ کی بات سمجھ نہیں آتی کہ میں نے ماننی نہیں ہے۔ لہٰذا آپ نصیحت کرتے رہیں مومنوں کو نصیحت نفع دیتی ہے۔

فرمایا وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ اور نہیں پیدا کیا میں نے جنوں اور انسانوں کو مگر اس لیے کہ وہ میری عبادت کریں۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں مخلوق کے پیدا کرنے کی غرض بیان فرمائی ہے کہ میں نے ان کو اس لیے پیدا کیا ہے کہ میری عبادت کریں۔ مگر آج کتنے لوگ ہیں اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے والے۔ کافروں کو تو چھوڑو جو ماننے والے ہیں مسلمان کہلانے والے ہیں ان میں کتنے ہیں عبادت کرنے والے؟

عیاں راچہ بیاں

کھلی چیز کے لیے کسی دلیل کی ضرورت نہیں ہوتی۔ کہتے ہیں کہ اس وقت دنیا کی کل آبادی پانچ ارب کے قریب ہے۔ ان میں ایک ارب اور تیس کروڑ کے لگ بھگ مسلمان ہیں جو کلمہ پڑھتے ہیں۔ مردم شماری کرنے والوں نے اس میں مرزائیوں کو، ذکریوں کو، شیعوں کو اور تمام باطل فرقوں کو مسلمانوں میں شمار کیا ہے۔ لیکن جو اپنے آپ کو صحیح مسلمان کہتے ہیں ان میں سے کتنے صحیح عبادت گزار ہیں؟ دیکھو! ابھی تک بعض منحوس سوئے ہوئے ہیں۔ اس وقت اٹھیں گے جب ان کو پیشاب، پاخانہ تنگ کرے گا یا اس وقت اٹھیں گے جب دوکانیں کھولنی ہوں گی یا دفتر جانا ہوگا۔ کیا مرد اور کیا عورتیں۔ لمبی لمبی راتوں میں بھی ان کی نیند پوری نہیں ہوتی۔ زندگی ختم ہو جائے گی مگر ان کی نیند پوری نہیں ہوگی۔ رب تعالیٰ نے جس مقصد کے لیے پیدا کیا ہے اس کو پس پشت ڈال دیا ہے۔ اس آیت کریمہ کو اچھی طرح یاد رکھنا ہے۔

فرمایا وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ اور نہیں پیدا کیا ہم نے جنوں اور انسانوں کو مگر اس لیے کہ وہ میری عبادت کریں۔ سونے اور دوسری چیزوں کے لیے پیدا نہیں کیا۔ فرمایا مَآ اُرِيْدُ مِنْهُمْ مِّنْ رِّزْقٍ میں نہیں ارادہ کرتا ان سے رزق کا۔ میں ان سے اپنے لیے رزق کا مطالبہ نہیں کرتا۔ ساری مخلوق کے رزق کا ذمہ تو اللہ تعالیٰ نے خود لیا ہے وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا [ہود:٦] ''اور نہیں ہے کوئی چلنے پھرنے والا جانور زمین میں مگر اللہ تعالیٰ کے ذمے ہے اس کی روزی۔'' تو فرمایا میں نہیں ارادہ کرتا ان سے روزی کا وَمَآ اُرِيْدُ اَنْ يُّطْعِمُوْنِ اور میں نہیں ارادہ کرتا کہ وہ مجھے کھلائیں۔ میں ان سب چیزوں سے پاک ہوں۔ میں نہ کھاتا

ہوں، نہ پیتا ہوں بلکہ سب کو کھلاتا پلاتا ہوں اِنَّ اللّٰہَ ھُوَ الرَّزَّاقُ بے شک اللہ تعالیٰ ہی رزق دینے والا ہے ذُو الْقُوَّۃِ الْمَتِیْنُ مضبوط اور ٹھوس طاقت والا ہے۔ رزق کے لیے جھلے نہ ہوئے پھرو (مارے مارے نہ پھرو)۔ بے شک کمانے کا حق ہے مگر اس طریقے سے نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت چھوڑ دو۔ آگے رب تعالیٰ فرماتے ہیں فَاِنَّ لِلَّذِیْنَ ظَلَمُوْا ذَنُوْبًا۔ ایک لفظ ہے ذُنُوب ذال کے ضمے کے ساتھ، یہ جمع ہے ذَنْبٌ کی۔ اور ذَنْبٌ کا معنیٰ ہے گناہ۔ اور ذُنُوب کے معنیٰ ہوں گے بہت سارے گناہ۔ اور ایک لفظ ہے ذَنُـــوب ذال کے فتح کے ساتھ۔ اس کا معنیٰ ہے ڈول، جو کنویں میں ڈال کر پانی نکالتے ہیں۔ وہ ڈول اگر پانی سے بھرا ہوا نہ ہو تو پانی کے اوپر تیرتا ہے اور اگر بھرا ہوا ہو تو وہ ڈوب جاتا ہے۔ معنیٰ ہوگا بے شک ان لوگوں کے لیے جنھوں نے ظلم کیا ، ڈول ہے۔ مراد ہے بھرا ہوا ڈول۔ تو اب وہ ڈوبیں گے مِّثْلَ ذَنُوْبِ اَصْحٰبِھِمْ جیسے ان کے ساتھیوں کا ڈول ہے۔ جیسے پہلے لوگوں کے ڈول بھرے گناہوں سے اور وہ ڈوب گئے۔ اور ذنـوب کا معنیٰ حصہ بھی ہے۔ تو پھر معنیٰ ہوگا ان ظالموں کے لیے رب تعالیٰ کی گرفت کا حصہ ہے جیسے حصہ تھا پہلے لوگوں کے لیے فَلَا یَسْتَعْجِلُوْنِ پس وہ جلدی نہ کریں۔ جلدی سے نہیں مانگنا چاہیے۔ اس دن ظالموں کے لیے کوئی خیر نہیں ہوگی۔ کیوں جلدی کرتے ہیں؟ فَوَیْلٌ لِّلَّذِیْنَ کَفَرُوْا پس ہلاکت ہے، تباہی ہے، خرابی ہے ان لوگوں کے لیے جو کافر ہیں۔ کب ہوگی؟ مِنْ یَّوْمِھِمُ الَّذِیْ یُوْعَدُوْنَ اس دن جس دن کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے۔ دنیا میں تو تھوڑی بہت سزا اور تنبیہ ہوتی ہے اصل تباہی وعدے والے دن ہوگی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تفسیر

سورۃ الطّور

(مکمل)

جلد............۱۹

آیاتھا ۴۹ | ۵۲ سُوْرَةُ الطُّوْرِ مَكِّيَّةٌ ۷۶ | رکوعاتھا ۲

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَالطُّوْرِ ﴿۱﴾ وَكِتٰبٍ مَّسْطُوْرٍ ﴿۲﴾ فِيْ رَقٍّ مَّنْشُوْرٍ ﴿۳﴾ وَّالْبَيْتِ الْمَعْمُوْرِ ﴿۴﴾ وَالسَّقْفِ الْمَرْفُوْعِ ﴿۵﴾ وَالْبَحْرِ الْمَسْجُوْرِ ﴿۶﴾ اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ ﴿۷﴾ مَّا لَهٗ مِنْ دَافِعٍ ﴿۸﴾ يَّوْمَ تَمُوْرُ السَّمَآءُ مَوْرًا ﴿۹﴾ وَّتَسِيْرُ الْجِبَالُ سَيْرًا ﴿۱۰﴾ فَوَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۱۱﴾ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ خَوْضٍ يَّلْعَبُوْنَ ﴿۱۲﴾ يَوْمَ يُدَعُّوْنَ اِلٰى نَارِ جَهَنَّمَ دَعًّا ﴿۱۳﴾ هٰذِهِ النَّارُ الَّتِيْ كُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ ﴿۱۴﴾ اَفَسِحْرٌ هٰذَآ اَمْ اَنْتُمْ لَا تُبْصِرُوْنَ ﴿۱۵﴾ اِصْلَوْهَا فَاصْبِرُوْٓا اَوْ لَا تَصْبِرُوْا سَوَآءٌ عَلَيْكُمْ اِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۶﴾

وَالطُّوْرِ قسم ہے طور کی وَكِتٰبٍ مَّسْطُوْرٍ قسم ہے لکھی ہوئی کتاب کی فِيْ رَقٍّ مَّنْشُوْرٍ کشادہ کاغذ میں وَّالْبَيْتِ الْمَعْمُوْرِ قسم ہے آباد گھر کی وَالسَّقْفِ الْمَرْفُوْعِ قسم ہے بلند چھت کی وَالْبَحْرِ الْمَسْجُوْرِ قسم ہے سمندر کی جو پانی سے بھرا ہوا ہے اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ بے شک آپ کے رب کا عذاب لَوَاقِعٌ واقع ہونے والا ہے مَّا لَهٗ نہیں ہے اس عذاب کو مِنْ دَافِعٍ کوئی ٹالنے والا يَّوْمَ تَمُوْرُ السَّمَآءُ مَوْرًا جس دن حرکت کرے گا آسمان حرکت کرنا وَّتَسِيْرُ الْجِبَالُ سَيْرًا اور چلیں گے پہاڑ چلنا فَوَيْلٌ

پس ہلاکت ہے يَوْمَئِذٍ اس دن لِّلْمُكَذِّبِينَ جھٹلانے والوں کے لیے الَّذِينَ هُمْ وہ ہیں فِي خَوْضٍ يَلْعَبُونَ جو دنیاوی باتوں میں کھیل رہے ہیں يَوْمَ يُدَعُّونَ جس دن ان کو دھکیلا جائے گا إِلَىٰ نَارِ جَهَنَّمَ جہنم کی آگ کی طرف دَعًّا دھکیلا جانا هَٰذِهِ النَّارُ الَّتِي یہ آگ ہے وہ كُنتُم بِهَا تُكَذِّبُونَ جس کو تم جھٹلاتے تھے أَفَسِحْرٌ هَٰذَا کیا پس یہ جادو ہے أَمْ أَنتُمْ لَا تُبْصِرُونَ یا تم نہیں دیکھتے اصْلَوْهَا داخل ہو جاؤ اس میں فَاصْبِرُوا پس تم صبر کرو أَوْ لَا تَصْبِرُوا یا صبر نہ کرو سَوَاءٌ عَلَيْكُمْ برابر ہے تم پر إِنَّمَا تُجْزَوْنَ پختہ بات ہے تم کو بدلہ دیا جائے گا مَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ اس چیز کا جو تم عمل کرتے تھے۔

تعارف سورت :

اس سورت کا نام طور ہے۔ پہلی ہی آیت میں طور کا لفظ موجود ہے۔ اس سورت سے پہلے پچھتر (۷۵) سورتیں نازل ہو چکی تھیں اس کا چھہترواں نمبر ہے۔ یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی۔ اس کے دو رکوع اور انچاس (۴۹) آیتیں ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَالطُّورِ ۔ واو قسمیہ ہے۔ قسم ہے طور کی۔ طور بھی کہتے ہیں اور طور سینین بھی کہتے ہیں والتین والزیتون و طور سینین اور طور سینا بھی کہتے ہیں۔ سورۃ مومنوں آیت نمبر ۲۰ پارہ ۱۸ میں طور سینا کا لفظ آیا ہے۔ یہ وہ مبارک پہاڑ ہے جس پر کئی مرتبہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ کلام فرمائی وَكَلَّمَ اللَّهُ مُوسَىٰ تَكْلِيمًا [النساء: ۱۶۴] اور موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں تیسرے نمبر کی

شخصیت ہیں۔ پہلا نمبر حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا ہے دوسرا نمبر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ہے اور موسیٰ علیہ السلام کا تیسرا نمبر ہے۔ طور کی عظمت بھی اسی وجہ سے ہے کہ وہاں موسیٰ علیہ السلام کئی بار اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہم کلام ہوئے۔

چار مقامات پر دجال داخل نہیں ہو سکے گا :

اور احادیث میں آتا ہے دجال ساری دنیا میں گھومے گا مگر چار مقامات پر نہیں جا سکے گا۔ مکہ مکرمہ میں داخل ہونے کی کوشش کرے گا مگر فرشتے اس کے منہ پر مار کر بھگا دیں گے داخل نہیں ہونے دیں گے۔ مدینہ منورہ میں بھی داخل ہونے کی کوشش کرے گا مگر فرشتے اس کو مار کر پیچھے ہٹا دیں گے۔ کوہ طور پر چڑھنے کی کوشش کرے گا مگر چڑھ نہیں سکے گا۔ اور چوتھا مقام بیت المقدس ہے۔ اس میں ایک پہاڑ ہے صہیون ہا پہلے ہے اور یا بعد میں۔ صحافی حضرات صیہون لکھتے ہیں۔ یہ غلط ہے۔ یہ پہاڑ سطح سمندر سے پانچ ہزار فٹ کی بلندی پر ہے جیسے کوہ مری ہے پاکستان میں۔ صہیون پہاڑ کے اوپر شہر آباد ہے جس کا نام بیت المقدس ہے۔ مفعول کے صیغے کے ساتھ اور ظرف کا صیغہ بھی بن سکتا ہے۔ اسی بیت المقدس میں مسجد اقصیٰ ہے جس پر اس وقت یہود کا قبضہ ہے۔ انھوں نے اس کو اپنا دارالخلافہ بنایا ہوا ہے اور اس کو یروشلم بھی کہتے ہیں۔ اس مقام میں بھی دجال داخل نہیں ہو سکے گا۔ داخل ہونے کی کوشش کرے گا مگر فرشتے داخل نہیں ہونے دیں گے۔ ان چار مقامات پر شیطان لعین کے ناپاک قدم نہیں پہنچیں گے۔

کِتٰبٍ مَّسْطُوْرٍ کی تفسیر :

تو فرمایا قسم ہے طور پہاڑ کی جہاں موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہوتے رہے وَکِتٰبٍ مَّسْطُوْرٍ اور قسم ہے لکھی ہوئی کتاب کی۔ مفسرین کرام رحمہم اللہ اس کی ایک تفسیر

یہ کرتے ہیں کہ کتاب مسطور سے مراد تورات ہے۔ کیونکہ پہلے طور کا ذکر ہوا اور طور پر یہی کتاب ملی تھی۔ دوسری تفسیر یہ کرتے ہیں کہ کتاب مسطور سے مراد آسمانی کتاب اور صحیفہ مراد ہے جو بھی ہو۔ چار آسمانی کتابیں تو مشہور ہیں۔ قرآن کریم، تورات، انجیل اور زبور۔ ان کے علاوہ صحیفۂ ابراہیم اور صحیفۂ موسیٰ کا ذکر بھی آتا ہے اور دیگر انبیاء علیہم السلام پر بھی صحیفے نازل ہوئے ہیں۔ ان سب کو ماننا ہمارے ایمان میں داخل ہے اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَ كُتُبِهٖ کل کتنی کتابیں اور صحیفے نازل ہوئے ہیں ان کی تعداد ہمیں معلوم نہیں ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ اس نے ہمیں اس چیز کا پابند نہیں بنایا کہ سب کے نام اور تفصیل معلوم کریں۔ تو دوسری تفسیر یہ ہوئی کہ ہر آسمانی کتاب مراد ہے بہ شمول قرآن کریم۔

اور تیسری تفسیر یہ کرتے ہیں کہ کتاب مسطور سے مراد لوح محفوظ ہے۔ لوح محفوظ میں جب سے دنیا پیدا ہوئی ہے اس وقت سے لے کر فنا ہونے تک ہر آدمی کا اور ہر شے کا ریکارڈ موجود ہے۔

اور چوتھی تفسیر یہ کرتے ہیں کہ کتاب مسطور سے مراد اعمال نامہ ہے کہ پیدا ہونے سے لے کر مرنے تک ہماری ہر نیکی بدی فرشتے اس میں درج کرتے ہیں جو قیامت والے دن ہر آدمی کی گردن میں لٹکا ہوا ہوگا اور رب تعالیٰ فرمائیں گے اِقْـرَاْ كِتٰبَكَ "اپنا اعمال نامہ خود پڑھ لے۔" تو کتاب مسطور سے مراد اعمال نامہ ہے جس میں ساری باتیں لکھی ہوئی ہیں فِیْ رَقٍّ مَّنْشُوْرٍ کشادہ ورق میں۔ رَق کا لفظی معنیٰ ہے باریک چمڑا۔ پہلے سادہ زمانہ ہوتا تھا اس وقت یہ کاغذ عموماً دستیاب نہیں تھا۔ کبھی ایران اور تبوک سے آتا تھا مگر بہت مہنگا ملتا تھا۔ لوگوں نے جو بات لکھنی ہوتی تھی چوڑے پتوں پر لکھ لیتے

تھے یا چمڑے پر لکھ لیتے تھے۔اب اس کا لازمی معنٰی کرتے ہیں کشادہ ورق۔ یہ قرینہ ہے کہ اس سے مراد لوح محفوظ ہے کہ وہ ایک لمبی چوڑی تختی ہے جس پر سب کچھ لکھا ہوا ہے۔

اس کو تم اس طرح سمجھو کہ یہ قرآن جو ہمارے سامنے ہے کتنے اوراق پر لکھا ہوا ہے اور ایک کاغذ پر بھی پورا قرآن لکھا ہوا دیکھا ہوگا۔مگر اس کو حافظ پڑھ سکتے ہیں یا خُردبین کے ساتھ پڑھ سکتے ہیں۔مگر تم نے اپنی زندگی میں ایک کاغذ پر لکھا ہوا دیکھ تو لیا۔اسی طرح لوح محفوظ میں بھی سب کچھ لکھا ہوا ہے وَّالْبَيْتِ الْمَعْمُوْرِ قسم ہے آباد گھر کی۔بیت المعمور فرشتوں کا کعبہ ہے ساتویں آسمان پر کعبۃ اللہ کے عین برابر ہے۔فرشتے اس کا طواف کرتے ہیں۔

احادیث میں آتا ہے کہ ستر ہزار فرشتے روزانہ اس کا طواف کرتے ہیں اور جس فرشتے نے ایک دفعہ طواف کر لیا پھر عمر بھر اس کو دوبارہ موقع نہیں ملتا۔ بیت المعمور کا طواف کبھی بند نہیں ہوا کعبۃ اللہ کا طواف کبھی بند بھی ہو جاتا ہے۔

کعبۃ اللہ پر باغیوں کا قبضہ :

آج سے چند سال پہلے کی بات ہے جب باغیوں نے کعبۃ اللہ پر قبضہ کیا تو سترہ دن مسلسل نہ اذان ہو سکی ، نہ جماعت ، نہ طواف ہو سکا۔ان کے قبضہ کرنے کی وجہ کیا تھی؟ تو میں نے وہاں کے مقامی لوگوں سے دریافت کیا تو مختلف قسم کی باتیں سامنے آئیں۔ ایک یہ بات بتلائی گئی کہ کچھ مذہبی قسم کے لوگ تھے جنھوں نے حکومت کو نوٹس دیا کہ عرب کی سرزمین جہاں سے اسلام پوری دنیا میں پھیلا ہے یہاں سینما گھر اور ٹی ، وی جیسی خرافات جو تم نے شروع کر دی ہیں یہ صحیح نہیں ہیں ان کو ختم کرو۔حکومت نے اس کا کوئی اثر نہ لیا۔کیونکہ حکومت وہاں کی ہو یا کسی اور جگہ کی وہ اپنی بے بے امریکہ کے اشارے

کے بغیر نہیں چلتی ۔امریکہ جو کہے گا وہ کریں گے۔ یہ بے اختیار لوگ ہیں۔تو جب حکومت نے نہ مانا تو انھوں نے بغاوت کردی۔

دوسری بات یہ بتلائی گئی کہ مذہبی قسم کے فوجی تھے جنھوں نے وقت کے حکمرانوں کے خلاف بغاوت کی کہ موجودہ حکمران اسلام کے مطابق نہیں چل رہے۔عرب میں مکمل اسلامی حکومت ہونی چاہیے جیسا کہ پینتالیس (۴۵) کے قریب مذہبی ذہن رکھنے والے ہمارے فوجی تھے جو کشمیر میں کچھ کرنا چاہتے تھے لیکن ان کو کچھ نہیں کرنے دیا گیا۔کل کے اخبار میں تھا کہ ان کو جبراً ریٹائر کر دیا گیا یہ کہہ کر کہ انھوں نے ڈسپلن کی خلاف ورزی کی ہے۔ حالانکہ انھوں نے کوئی بغاوت نہیں کی اور نہ ہی حکومت سے براہ راست ٹکر لینا چاہتے تھے۔وہ کشمیر میں مسلمانوں پر مظالم برداشت نہ کرنے کی وجہ سے کہ وہاں ہندو، سکھ، مسلمانوں کے ساتھ زیادتیاں کر رہے ہیں، عورتوں کے ساتھ زیادتیاں کرتے ہیں۔ ایک ایک عورت کے ساتھ چالیس چالیس ہندو، سکھ بدمعاشی کرتے ہیں لہٰذا ان کا دفاع کیا جائے۔دین دار صحیح العقیدہ لوگ تھے لیکن حکومت نے ان کو کچھ نہیں کرنے دیا۔جنرل اسلم بیگ کا بیان تم نے کل کے اخبار میں پڑھا ہوگا کہ ان فوجیوں کے ارادوں کی قدر کرنی چاہیے تھی۔تو وہ بھی اس طرح کے مذہبی لوگ تھے جنھوں نے کارروائی کی تھی۔

اور یہ بات بھی کہی گئی کہ کچھ شہزادے اقتدار پر قبضہ کرنا چاہتے تھے۔اقتدار کا نشہ بُرا ہوتا ہے۔ان شہزادوں نے کچھ مذہبی لوگ اپنے ساتھ ملائے انقلاب لانے کے لیے مگر ناکام رہے۔

تو فرمایا قسم ہے آباد گھر کی وَالسَّقْفِ الْمَرْفُوْعِ قسم ہے بلند چھت کی۔مراد آسمان ہے جو ہم سے لاکھوں میل دور ہے وَالْبَحْرِ الْمَسْجُوْرِ قسم ہے سمندر کی جو

پانی سے بھرا ہوا ہے۔ جغرافیہ دان کہتے ہیں کہ دنیا کے سو حصوں میں سے اکہتر (۷۱) حصوں پر پانی ہے اور انتیس (۲۹) حصے خشک ہیں۔ ان انتیس حصوں پر دنیا کی ساری حکومتیں قائم ہیں۔ تو فرمایا پانی سے بھرے ہوئے سمندر کی قسم ہے۔ ان سب کا جواب ہے اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ بے شک آپ کے رب کا عذاب ضرور واقع ہونے والا ہے مَّا لَهٗ مِنْ دَافِعٍ نہیں ہے کوئی اس کو ہٹانے والا۔ عذاب اللہ تعالیٰ چاہے دنیا میں بھیجے، چاہے برزخ، قبر میں یا میدان حشر کی سزا ہو یا دوزخ کا عذاب ہو اس کو کوئی ہٹا نہیں سکتا۔ يَّوْمَ اس دن واقع ہوگا تَمُوْرُ السَّمَآءُ مَوْرًا جس دن حرکت کرے گا آسمان حرکت کرنا۔ آج تو زمین بھی ساکن ہے آسمان بھی ساکن ہے۔

سائنس دانوں کے دو طبقے ہیں۔ ایک طبقہ کہتا ہے زمین حرکت کرتی ہے، سورج، چاند اپنی جگہ کھڑے ہیں۔ ایسے پاگل بھی موجود ہیں۔ اور دوسرا طبقہ کہتا ہے کہ زمین اور آسمان اپنی جگہ کھڑے ہیں اور سورج اور چاند كُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ [سورۃ یٰسین] "یہ سب اپنے مدار کے اندر تیر رہے ہیں۔" قرآن کریم سے یہی ثابت ہے كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى [فاطر: ۱۳] "ہر ایک چلتا ہے ایک مقرر مدت تک۔" ہاں اگر کوئی معقول دلیل پیش کرے سورج اور چاند کی حرکت کو تسلیم کرنے کے بعد کہ زمین میں حرکت ہے تو ہم تسلیم کرلیں گے۔ لیکن اگر کوئی معقول دلیل نہ ہو تو ہم قرآن کریم کو نہیں چھوڑ سکتے۔ کیونکہ سائنس دانوں کے نظریے بدلتے رہتے ہیں۔

سائنس کے نظریات بدلتے رہتے ہیں نظریہ قرآن اٹل ہے

طالیس ملطی یونانیوں کا حکیم جو آج سے ساڑھے تین ہزار سال پہلے گزرا ہے اس کا نظریہ تھا کہ پانی بسیط ہے، مفرد ہے۔ یہی نظریہ دنیا میں چلتا رہا۔ پھر کیونڈس

(Cavendus) آیا اس نے اپنی تحقیق پیش کی اور کہا کہ پانی مرکب ہے اس میں آکسیجن بھی ہے اور ہائیڈروجن بھی ہے۔اب سائنس دانوں نے پہلا نظریہ چھوڑ کر کیونڈس (Cavendus) کا نظریہ اپنالیا ہے۔

لاؤڈ سپیکر اور سائنس دان :

لاؤڈ سپیکر کے بارے میں سائنس دانوں کا اختلاف تھا۔ایک گروہ کہتا تھا کہ اصلی آواز ختم ہو جاتی ہے اور یہ اس کے مثل آواز پیدا کرتا ہے۔جیسے گنبد یا پہاڑ کے دامن میں آدمی آواز دیتا ہے تو اصل آواز ختم ہو کر نئی آواز پیدا ہو کر واپس آتی ہے۔تو علماء نے فتویٰ دیا کہ سپیکر پر نماز جائز نہیں ہے۔جیسے گنبد کی آواز آئے اور امام کی اصل آواز سنائی نہ دے تو اس میں امام کی اقتداء صحیح نہیں ہے۔یہ جزئیہ فقہ کی کتابوں میں موجود ہے۔

پھر سائنس دانوں نے مل کر آپس میں مشاورت کی تحقیق کی تو پچانوے فیصد سائنس دانوں نے فیصلہ دیا کہ اصل آواز ہی ہے اور یہ آلہ اس کو دو چند کر دیتا ہے، اس کو بڑھا دیتا ہے۔

حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے پہلے فتویٰ دیا تھا کہ سپیکر میں نماز درست نہیں ہے۔پھر جب سائنس دانوں کی رائے بدلی تو حضرت نے پہلے فتویٰ سے رجوع فرمایا اور فتویٰ دیا کہ سپیکر پر نماز درست اور جائز ہے۔تو سائنس بدلتی رہتی ہے اللہ تعالیٰ کا حکم اٹل ہے۔

تو فرمایا جس دن حرکت کرے گا آسمان حرکت کرنا وَّتَسِيْرُ الْجِبَالُ سَيْرًا اور چلیں گے پہاڑ چلنا۔آج آدمی ان پہاڑوں کی مضبوطی اور بلندی کو دیکھ کر حیران ہوتا ہے۔چمن کے علاقے میں ایک پہاڑ ہے سطح سمندر سے نو ہزار فٹ کی بلندی پر۔بس

پھرتی پھراتی چوٹی پر جاتی ہے۔ مجھے بھی ساتھی وہاں لے گئے۔ جب ہم چوٹی پر پہنچے تو میں نے شیشہ کھولا کہ دیکھوں تو سہی۔ بڑی تیز ہوا منہ کو لگی اور ڈرائیور نے کہا شیشہ نہ کھولو۔

تو یہ مضبوط پہاڑ روئی کے گالوں کی طرح اڑیں گے۔ ریزہ ریزہ ہو کر پتنگوں کی طرح اڑیں گے۔ تو فرمایا چلیں گے پہاڑ چلنا فَوَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ پس ہلاکت ہے اس دن جھٹلانے والوں کے لیے۔ جو ثواب و عقاب کو جھٹلاتے ہیں، جنت و دوزخ کو جھٹلاتے ہیں توحید کو جھٹلاتے ہیں۔ کون ہیں؟ الَّذِيْنَ وہ ہیں هُمْ فِيْ خَوْضٍ يَّلْعَبُوْنَ جو دنیا کی باتوں میں کھیل رہے ہیں۔ نمازیں جاتی ہیں تو جائیں ٹی، وی دیکھ رہے ہیں نماز کی پرواہ ہی نہیں ہے۔ دنیا تو ویسے ہی کھیل تماشا ہے ہم نے اس کو تماشا در تماشا بنا دیا ہے۔ معلوم ہو جائے گا يَوْمَ يُدَعُّوْنَ اِلٰى نَارِ جَهَنَّمَ دَعًّا جس دن ان کو دھکیلا جائے جہنم کی آگ کی طرف دھکیلا جانا۔ اللہ تعالیٰ کے فرشتے مجرموں کو جن کے ہاتھوں میں ہتھ کڑیاں اور پاؤں میں بیڑیاں ہوں گی دھکے مار کر دوزخ کے قریب لے جائیں گے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے کہیں گے هٰذِهِ النَّارُ الَّتِيْ كُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ یہ ہے وہ آگ ہے جس کو تم جھٹلاتے تھے دنیا میں۔ کہتے تھے کوئی نہیں اَفَسِحْرٌ هٰذَآ کیا پس یہ جادو ہے اَمْ اَنْتُمْ لَا تُبْصِرُوْنَ یا تم دیکھتے نہیں۔ یہ آگ تم کو نظر نہیں آ رہی۔ کون وہاں انکار کرے گا؟ اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرشتوں کی زبانی حکم ہوگا اِصْلَوْهَا اے مجرمو! داخل ہو جاؤ اس آگ میں فَاصْبِرُوْٓا اَوْ لَا تَصْبِرُوْا صبر کرو یا صبر نہ کرو دوزخ کے جھیلنے پر، برداشت کرنے پر صبر کرو یا نہ کرو چھٹکارا کوئی نہیں۔

دنیا کی آگ میں لوہا پگھل جاتا ہے، تانبا پگھل جاتا ہے اور دوزخ کی آگ تو اس سے انہتر گنا تیز ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سے بچائے اور ایمان اور اعمال درست کرنے کی

توفیق عطا فرمائے۔ تو فرمایا صبر کرو یا نہ کرو سَوَآءٌ عَلَيْكُمْ تمہارے اوپر برابر ہیں دونوں حالتیں۔ یہ کارروائی تمہارے ساتھ کیوں ہو رہی ہے اِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ پختہ بات۔ ہے تم کو بدلہ دیا جائے گا اس چیز کا جو تم کرتے تھے۔ ہماری طرف سے کوئی زیادتی نہیں ہے۔

اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّنَعِيْمٍ ﴿۱۷﴾ فٰكِهِيْنَ بِمَآ اٰتٰىهُمْ رَبُّهُمْ وَ وَقٰىهُمْ رَبُّهُمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ ﴿۱۸﴾ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓـًٔۢا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۹﴾ مُتَّكِـِٕيْنَ عَلٰى سُرُرٍ مَّصْفُوْفَةٍ ۚ وَزَوَّجْنٰهُمْ بِحُوْرٍ عِيْنٍ ﴿۲۰﴾ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِاِيْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَآ اَلَتْنٰهُمْ مِّنْ عَمَلِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ ۭ كُلُّ امْرِیٍٔۢ بِمَا كَسَبَ رَهِيْنٌ ﴿۲۱﴾ وَاَمْدَدْنٰهُمْ بِفَاكِهَةٍ وَّلَحْمٍ مِّمَّا يَشْتَهُوْنَ ﴿۲۲﴾ يَتَنَازَعُوْنَ فِيْهَا كَاْسًا لَّا لَغْوٌ فِيْهَا وَلَا تَاْثِيْمٌ ﴿۲۳﴾ وَيَطُوْفُ عَلَيْهِمْ غِلْمَانٌ لَّهُمْ كَاَنَّهُمْ لُؤْلُؤٌ مَّكْنُوْنٌ ﴿۲۴﴾ وَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَسَاۗءَلُوْنَ ﴿۲۵﴾ قَالُوْٓا اِنَّا كُنَّا قَبْلُ فِيْٓ اَهْلِنَا مُشْفِقِيْنَ ﴿۲۶﴾ فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَوَقٰىنَا عَذَابَ السَّمُوْمِ ﴿۲۷﴾ اِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلُ نَدْعُوْهُ ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْبَرُّ الرَّحِيْمُ ﴿۲۸﴾ ع

اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ بے شک پرہیزگار فِيْ جَنّٰتٍ باغوں میں ہوں گے وَّ نَعِيْمٍ اور نعمتوں میں ہوں گے فٰكِهِيْنَ مزے کر رہے ہوں گے بِمَآ اٰتٰىهُمْ رَبُّهُمْ ان نعمتوں پر جو دی ان کو ان کے رب نے وَوَقٰىهُمْ اور بچایا ان کو رَبُّهُمْ ان کے رب نے عَذَابَ الْجَحِيْمِ آگ کے شعلوں کے عذاب سے (ان سے کہا جائے گا) كُلُوْا کھاؤ وَاشْرَبُوْا اور پیو هَنِيْٓـًٔۢا مزے دار بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ بہ سبب اس کے جو تم عمل کرتے تھے مُتَّكِـِٕيْنَ ٹیک لگائے ہوں گے عَلٰى سُرُرٍ کرسیوں پر مَّصْفُوْفَةٍ جو

صف بہ صف بچھی ہوں گی وَزَوَّجْنٰهُمْ اور ہم ملا دیں گے ان کو بِحُوْرٍ
عِيْنٍ موٹی آنکھوں والی حوروں کے ساتھ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اور وہ لوگ جو
ایمان لائے وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ اور ان کی پیروی کی ان کی اولاد نے
بِاِيْمَانٍ ایمان میں اَلْحَقْنَا بِهِمْ ہم ملا دیں گے ان کے ساتھ ذُرِّيَّتَهُمْ
ان کی اولاد کو وَمَآ اَلَتْنٰهُمْ اور ہم نہیں کمی کریں گے ان کے لیے مِّنْ
عَمَلِهِمْ ان کے عمل سے مِّنْ شَيْءٍ کچھ بھی كُلُّ امْرِئٍ ہر آدمی بِمَا
كَسَبَ جو اس نے کمایا ہے رَهِيْنٌ گروی رکھا ہوا ہے وَاَمْدَدْنٰهُمْ
اور ہم ان کو مدد دیں گے بِفَاكِهَةٍ پھلوں کے ساتھ وَّلَحْمٍ اور گوشت
کے ساتھ مِّمَّا يَشْتَهُوْنَ اس میں سے جو وہ چاہیں گے يَتَنَازَعُوْنَ وہ
دل لگی کر رہے ہوں گے فِيْهَا ان جنتوں میں كَاْسًا پیالے ہوں گے
لَّا لَغْوٌ فِيْهَا نہ بے ہودگی ہوگی اس میں وَلَا تَاْثِيْمٌ اور نہ کوئی گناہ وَ
يَطُوْفُ عَلَيْهِمْ اور پھریں گے ان کے سامنے غِلْمَانٌ لَّهُمْ بچے ان کے
لیے كَاَنَّهُمْ گویا کہ وہ لُؤْلُؤٌ موتی ہیں مَّكْنُوْنٌ پردے میں چھپے
ہوئے وَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ اور متوجہ ہوں گے ان میں سے بعض بعض
کی طرف يَّتَسَآءَلُوْنَ ایک دوسرے سے پوچھیں گے قَالُوْٓا کہیں گے
اِنَّا كُنَّا بے شک ہم تھے قَبْلُ اس سے پہلے فِيْٓ اَهْلِنَا اپنے اہل خانہ
میں مُشْفِقِيْنَ ڈرنے والے فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا پس احسان کیا اللہ تعالیٰ

نے ہمارے اوپر وَوَقٰنَا اور بچایا ہمیں عَذَابَ السَّمُوْمِ لُو کے عذاب سے اِنَّا كُنَّا بے شک تھے ہم مِنْ قَبْلُ اس سے پہلے نَدْعُوْهُ اسی کو پکارتے تھے اِنَّهٗ هُوَ الْبَرُّ بے شک وہ اچھا سلوک کرنے والا ہے الرَّحِيْمُ بے حد مہربان ہے۔

ربط آیات :

اس سورت کی ابتداء میں اللہ تعالیٰ نے چند چیزوں کی قسمیں اٹھا کر فرمایا کہ قیامت ضرور آئے گی، مجرموں کو سزا ہوگی جس کی تفصیل بیان ہو چکی ہے۔ اب مومنوں کے متعلق فرمایا کہ قیامت برپا ہونے کے بعد اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّنَعِيْمٍ بے شک پرہیز گار باغوں اور نعمتوں میں ہوں گے فٰكِهِيْنَ مزے اڑا رہے ہوں گے بِمَآ بہ سبب ان نعمتوں کے اٰتٰهُمْ رَبُّهُمْ جو دی ان کو ان کے رب نے۔ تقویٰ کا معنیٰ بچنا۔ سب سے اعلیٰ تقویٰ ہے کفر و شرک سے بچنا۔ آخری درجہ ہے خلاف اولیٰ چیزوں سے بچنا۔ اس کے درمیان بڑے درجے ہیں۔ مثلاً مردوں کا ننگے سر بازاروں میں پھرنا تقویٰ کے خلاف ہے۔ فقہائے کرام ایسے شخص کی گواہی کو قبول نہیں کرتے۔ اگر کوئی روایت بیان کرے تو وہ بھی قبول نہیں ہے۔ اسی طرح بغیر کسی عذر کے لوگوں کے سامنے بیٹھ کر پیشاب کرنا بھی تقویٰ کے خلاف ہے۔

تو فرمایا متقی باغوں اور نعمتوں میں مزے اڑا رہے ہوں گے۔ اس چیز کے ساتھ جو ان کے رب نے ان کو دی وَوَقٰهُمْ رَبُّهُمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ۔ جحیم کا معنیٰ شعلہ مارنے والی آگ۔ معنیٰ ہوگا اور بچایا ان کو ان کے رب نے شعلے مارنے والی آگ کے عذاب سے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کو کہا جائے گا كُلُوْا وَاشْرَبُوْا کھاؤ اور پیو

هَنِيْٓـًٔا مزے دار بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ بہ سبب اس کے جو تم عمل کرتے تھے۔ تمہارے اعمال اچھے تھے اللہ تعالیٰ نے تمھیں اچھا بدلہ دیا مُتَّكِـِٕيْنَ عَلٰى سُرُرٍ مَّصْفُوْفَةٍ۔ سـرر سـریـر کی جمع ہے۔ سریر کا معنٰی ہے کرسی۔ ٹیک لگائے ہوئے ہوں گے کرسیوں پر جو صف بہ صف بچھی ہوئی ہوں گی۔ جنت میں کوئی آگے پیچھے نہیں ہوگا۔ جنت بڑی وسیع ہے۔ ایسے انداز میں ہوں گے کہ سب ایک دوسرے کے سامنے ہوں گے وَزَوَّجْنٰهُمْ بِحُوْرٍ عِيْنٍ اور ملا دیں گے ہم ان کو موٹی موٹی آنکھوں والی حوروں کے ساتھ۔ کم از کم دو حوریں ملیں گی۔ مرتبے اور مقام کے اعتبار سے زیادہ زیادہ بھی ملیں گی۔ بعض کے لیے بہتر (۷۲) بہتر (۷۲) حوروں کا بھی ذکر آتا ہے۔ دنیا کی بیویاں بھی ساتھ ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ مرد کو دنیا کے سو مردوں کے برابر قوت عطا کرے گا کسی کو کسی سے کوئی شکوہ نہیں ہوگا کوئی کمی نہیں ہوگی۔

فرمایا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اور وہ لوگ جو ایمان لائے وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِاِيْمَانٍ اور ان کی پیروی کی ان کی اولاد نے ایمان میں اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ ہم ملا دیں گے ان کے ساتھ ان کی اولاد کو وَمَآ اَلَتْنٰهُمْ مِّنْ عَمَلِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ اور ہم کمی نہیں کریں گے ان کے لیے ان کے اعمال میں سے کچھ بھی۔

اب بات سمجھیں۔ وہ اس طرح کہ ایک آدمی مومن موحد بڑا نیک پارسا ہے۔ اس کی اولاد ہے لڑکے ہیں، لڑکیاں ہیں، پوتے، پوتیاں، نواسے، نواسیاں ہیں۔ یہ سب ذریت میں شامل ہیں۔ یہ بھی مومن موحد ہیں۔ مومن ہونے کے حوالے سے بابا جی کے پیروکار ہیں مگر عمل اتنے نہیں ہیں جتنے بابا جی کے ہیں۔ اب بابا جی کو تو جنت میں بلند مقام ملے گا اگرچہ جنت میں کوئی چیز ناقص نہیں ہے۔ ہر چیز اور ہر مقام ہی اعلیٰ ہے مگر اس میں

بھی درجے موجود ہیں۔ جیسے ہوائی جہاز میں سفر کیا ہوگا۔ وہ سارا ہی آرام دہ ہوتا ہے مگر اس میں بھی فرسٹ کلاس، سیکنڈ کلاس ہے۔ اب باباجی تو تقویٰ، طہارت اور کثرت اعمال کی وجہ سے فرسٹ کلاس میں پہنچ گئے اور اولاد اعمال کی کمی کی وجہ سے تھرڈ کلاس میں ہوگی۔ یہ بزرگ چاہیں گے کہ ہم سب اکٹھے رہیں۔ تو اس کی چند صورتیں ہوسکتی ہیں۔ ایک یہ کہ باباجی کو تھرڈ کلاس میں پہنچا دیا جائے۔ مگر یہ صورت نہیں ہوگی کیونکہ ان کے اعمال کا پورا بدلہ نہ ہوا۔

دوسری صورت یہ ہے تھرڈ کلاس والوں کو سیکنڈ کلاس میں پہنچا دیا جائے اور باباجی کو بھی سیکنڈ کلاس میں پہنچا دیا جائے اور سب اکٹھے ہو جائیں۔ یہ بھی نہیں ہوگا۔ کیونکہ باباجی کے اعمال کے بدلے میں کمی آئے گی۔

تیسری صورت یہ ہے کہ اولاد در اولاد کو باباجی کے اعمال کی برکت سے فرسٹ کلاس میں پہنچا دیا جائے۔ یہی صورت ہوگی کہ اللہ تعالیٰ ان کی اولاد کو ان کے ساتھ ملا دیں گے۔ اس سے یہ بات بھی سمجھ آئی کہ خاندان میں، گھر میں کسی ایک آدمی کا نیک ہونا صرف اپنے لیے نہیں ہوتا بلکہ سارے خاندان کے لیے ہوتا ہے۔

جیسے قرآن پاک حفظ کرنے والے کو اپنی برادری کے دس آدمیوں کی سفارش کا موقع ملے گا كُلُّهُمْ قَدْ وَجَبَتْ لَهُمُ النَّارُ ''ان سب کے لیے دوزخ واجب ہو چکی ہوگی۔'' اور جس نے قرآن پاک یاد کیا اور اس پر عمل کیا اس کے والدین کے سر پر رب تعالیٰ ایسا تاج رکھیں گے جو سورج سے بھی زیادہ چمکیلا ہوگا۔ تو گویا حافظ صرف اپنے لیے حفظ نہیں کر رہا بلکہ دوسروں کے لیے بھی کر رہا ہے۔ اس کے حفظ کرنے میں جتنے معاونین ہیں، اساتذہ ہیں، وہ سب ان نعمتوں کے مستحق ہیں۔ اگر کسی نے ایک وقت کا کھانا حافظ کو

دیا ہے وہ بھی ان نعمتوں سے فائدہ اٹھائے گا (بشرطیکہ اخلاص کے ساتھ کھلایا ہو۔ بلوچ)

تو فرمایا ہم ملا دیں گے ان کے ساتھ ان کی اولاد کو اور نہیں کمی کریں گے ان کے اعمال میں سے کسی شے کی كُلُّ امْرِئٍۢ بِمَا كَسَبَ رَهِيْنٌ ہر آدمی اپنی کمائی میں رہن رکھا ہوا ہے، پھنسا ہوا ہے۔ جس نے جو کمایا ہے اس کا بدلہ اس کو ملے گا۔ رہن کا معنیٰ گروی ہے اِنْ كَانَ خَيْرًا فَخَيْرٌ وَ اِنْ كَانَ شَرًّا فَشَرٌّ "اگر نیک عمل کیا ہے تو اچھا بدلہ ملے گا اور اگر برا عمل کیا ہے تو برا بدلہ ملے گا۔" بعض ایسے برے اعمال ہیں جن کو برا عمل ہی نہیں سمجھتے۔ مثلاً مسجد سے نکلتے ہوئے سیڑھیوں میں تھوکنا، پھل کھا کر چھلکا راستے میں پھینک دینا۔ گھروں میں کوڑا کرکٹ کا پڑا رہنا، صفائی نہ کرنا، راستے پر بلغم تھوک دینا، یہ تمام گناہ کے کام ہیں۔

اسلام بڑا پاکیزہ اور صاف ستھرا مذہب ہے اور صفائی کو پسند کرتا ہے۔ نیکیوں کی وجہ سے ایسی برائیاں مٹ جاتی ہیں مگر ان لوگوں کی کہ جن کی نیکیوں کا پلہ بھاری ہو۔ نفلی نمازیں پڑھتے ہوں، نفلی روزے رکھتے ہوں، امر بالمعروف نہی عن المنکر کرتے ہوں۔ ایسے لوگوں کے بارے میں ہے يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ [فرقان: ۷۰] "تبدیل کر دے گا اللہ تعالیٰ ان کی برائیوں کو نیکیوں میں۔" اگر نیکیوں کا پلہ بھاری نہ ہوا تو پھر کچھ بھی نہیں۔ یہاں تک کہ اگر ایک آدمی کی پچاس نیکیاں ہیں اور پچاس بدیاں ہیں تو جنت میں داخل نہیں ہو سکے گا۔ جنت اور دوزخ کے درمیان ایک مقام ہے اعراف۔ وہاں رہیں گے جب تک اللہ تعالیٰ کو منظور ہو گا۔

حدیث پاک میں آتا ہے آنحضرت ﷺ سے پوچھا گیا حضرت اعراف والے کون ہوں گے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا مَنِ اسْتَوَتْ حَسَنَاتُهٗ وَ سَيِّئَاتُهٗ "جس کی

نیکیاں اور برائیاں برابر ہیں ء" اگر ایک نیکی بڑھ جاتی جنت میں چلا جاتا، ایک بدی بڑھ جاتی جہنم میں چلا جاتا۔ تو فرمایا ہر آدمی اپنی کمائی میں رہن ہے وَاَمْدَدْنٰهُمْ بِفَاكِهَةٍ اور ہم ان کو مدد دیں گے پھلوں کے ساتھ وَّلَحْمٍ اور گوشت کے ساتھ مِّمَّا يَشْتَهُوْنَ جس قسم کا وہ چاہیں گے۔ جنتی جس طرح کا پھل میوہ چاہیں گے وہ ان کو ملے گا يَتَنَازَعُوْنَ کا لفظی معنٰی تو ہے ایک دوسرے سے چھیننا۔ مگر یہاں مراد ہے دل لگی کرنا۔ وہ دل لگی کر رہے ہوں گے فِيْهَا جنت میں كَاْسًا پیالے میں لَّا لَغْوٌ فِيْهَا اس میں بے ہودگی بھی نہیں ہوگی وَلَا تَاْثِيْمٌ اور گناہ بھی نہیں ہوگا۔ جنتی لوگ آپس میں دل لگی کریں گے اس طرح کہ مثلاً: ایک پانی پینے کے لیے پیالہ ہاتھ میں لے گا دوسرا اس سے لے لے گا۔ اس میں کوئی لڑائی جھگڑا نہیں ہوگا مذاق اور دل لگی ہوگی۔ دل ایسے صاف ہوں گے جیسے شیشہ ہوتا ہے کسی کے دل میں کسی کے خلاف کوئی جذبہ نہیں ہوگا۔

وَيَطُوْفُ عَلَيْهِمْ غِلْمَانٌ لَّهُمْ اور پھریں گے ان پر سامنے ان کے لیے بچے كَاَنَّهُمْ لُؤْلُؤٌ مَّكْنُوْنٌ گویا کہ وہ موتی ہیں پردوں میں چھپے ہوئے۔ موتی خود صاف ہوتا ہے اور پردے میں چھپا ہوا ہو تو اور صاف ہوتا ہے اس پر مکھی کا اثر نہیں ہوتا، گرد و غبار نہیں پڑتا۔ یہ اپنے بچے بھی ہو سکتے ہیں جو تھوڑی عمر میں فوت ہو گئے تھے۔ اور وہاں کی مخلوق بھی ہے جیسے حوریں وہاں کی مخلوق ہیں۔ اور یہ بھی ہے کہ کافروں کے وہ بچے جو نابالغ فوت ہوئے ہیں وہ جنتیوں کی خدمت کریں گے وَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ اور متوجہ ہوں گے ان کے بعض بعض کی طرف يَّتَسَآءَلُوْنَ ایک دوسرے سے سوال کریں گے قَالُوْٓا کہیں گے اِنَّا كُنَّا بے شک تھے ہم قَبْلُ اس سے پہلے

فِیۡۤ اَهۡلِنَا مُشۡفِقِیۡنَ اپنے اہل میں ڈرنے والے۔ خوف زدہ تھے کہ خدا جانے مرنے کے بعد ہمارے ساتھ کیا ہوگا، قبر میں کیا ہوگا، میدان حشر میں کیا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کی عدالت میں پیش ہوں گے تو کیا بنے گا؟ ہم بہت خوف زدہ تھے پس ہوا کیا فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَیۡنَا پس اللہ تعالیٰ نے ہمارے اوپر احسان کیا وَوَقٰنَا عَذَابَ السَّمُوۡمِ۔ سموم ایسی گرم ہوا کو کہتے ہیں جو مسامات میں داخل ہو جائے۔ تو معنیٰ ہوگا اس لُو کے عذاب سے بچایا جو مسامات میں داخل ہونے والی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا بڑا احسان ہے کہ مومن دنیا میں بھی رب تعالیٰ کو نہیں بھولتا اور آخرت میں بھی نہیں بھولتا۔ مرتے وقت بھی اس کی زبان پر کلمہ ہوگا۔ جب فرشتے پوچھتے ہیں مَنۡ رَّبُّكَ تو کہتا ہے رَبِّیَ اللّٰه جب پوچھتے ہیں مَنۡ نَّبِیُّكَ تو کہتا ہے نبی محمد ﷺ جب پوچھتے ہیں مَا دِیۡنُكَ تو کہتا ہے دِیۡنِی الاسلام میرا دین اسلام ہے۔ یہ تب ہی کہے گا اگر اسلام پر چلتا رہا اور اگر اسلام کی مخالفت کرتا رہا ہے تو کس منہ سے کہے گا دِیۡنِی الاسلام اور اگر آپ ﷺ کی پیروی نہیں کی تو کس منہ سے کہے گا کہ میں آپ ﷺ کا امتی ہوں اور محمد ﷺ میرے پیغمبر ہیں۔ اور کہیں گے اِنَّا كُنَّا مِنۡ قَبۡلُ بے شک ہم تھے اس سے پہلے دنیا میں نَدۡعُوۡهُ اسی کو پکارتے۔ ہم کہتے تھے اللہ تعالیٰ ہی ہمارا حاجت روا اور مشکل کشا ہے، فریاد رس ہے۔ رب تعالیٰ ہی ہمارا دست گیر ہے ہم اسی کو پکارتے تھے اِنَّهٗ هُوَ الۡبَرُّ بے شک وہ نیک سلوک کرنے والا ہے۔ بَرّ زبر کے ساتھ ہو تو اس کا معنیٰ ہے نیک سلوک کرنے والا اور کسرے کے ساتھ ہو تو اس کا معنیٰ ہے نیکی۔ الرَّحِیۡمُ وہ بے حد مہربان ہے۔

فَذَكِّرْ فَمَآ اَنْتَ بِنِعْمَتِ رَبِّكَ بِكَاهِنٍ وَّلَا مَجْنُوْنٍ ﴿۲۹﴾ اَمْ يَقُوْلُوْنَ شَاعِرٌ نَّتَرَبَّصُ بِهٖ رَيْبَ الْمَنُوْنِ ﴿۳۰﴾ قُلْ تَرَبَّصُوْا فَاِنِّيْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُتَرَبِّصِيْنَ ﴿۳۱﴾ اَمْ تَاْمُرُهُمْ اَحْلَامُهُمْ بِهٰذَآ اَمْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُوْنَ ﴿۳۲﴾ اَمْ يَقُوْلُوْنَ تَقَوَّلَهٗ ۚ بَلْ لَّا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۳۳﴾ فَلْيَاْتُوْا بِحَدِيْثٍ مِّثْلِهٖٓ اِنْ كَانُوْا صٰدِقِيْنَ ﴿۳۴﴾ اَمْ خُلِقُوْا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ اَمْ هُمُ الْخٰلِقُوْنَ ﴿۳۵﴾ اَمْ خَلَقُوا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ۚ بَلْ لَّا يُوْقِنُوْنَ ﴿۳۶﴾ اَمْ عِنْدَهُمْ خَزَآئِنُ رَبِّكَ اَمْ هُمُ الْمُصَيْطِرُوْنَ ﴿۳۷﴾ اَمْ لَهُمْ سُلَّمٌ يَّسْتَمِعُوْنَ فِيْهِ ۚ فَلْيَاْتِ مُسْتَمِعُهُمْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿۳۸﴾ اَمْ لَهُ الْبَنٰتُ وَلَكُمُ الْبَنُوْنَ ﴿۳۹﴾ اَمْ تَسْـَٔلُهُمْ اَجْرًا فَهُمْ مِّنْ مَّغْرَمٍ مُّثْقَلُوْنَ ﴿۴۰﴾

فَذَكِّرْ پس آپ نصیحت کریں فَمَآ اَنْتَ پس نہیں ہیں آپ بِنِعْمَتِ رَبِّكَ اپنے رب کے فضل سے بِكَاهِنٍ فال نکالنے والے وَّلَا مَجْنُوْنٍ اور نہ دیوانے اَمْ يَقُوْلُوْنَ کیا یہ لوگ کہتے ہیں شَاعِرٌ یہ شاعر ہے نَّتَرَبَّصُ بِهٖ ہم انتظار کرتے ہیں اس کے بارے میں رَيْبَ الْمَنُوْنِ زمانے کی گردش کا قُلْ آپ کہہ دیں تَرَبَّصُوْا تم انتظار کرو فَاِنِّيْ مَعَكُمْ پس بے شک میں بھی تمہارے ساتھ مِّنَ الْمُتَرَبِّصِيْنَ انتظار کرنے والوں میں سے ہوں اَمْ تَاْمُرُهُمْ کیا حکم کرتی ہیں ان کو اَحْلَامُهُمْ ان کی عقلیں بِهٰذَآ ایسی باتوں کا اَمْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُوْنَ یا

وہ قوم ہے سرکشی کرنے والی اَمۡ یَقُوۡلُوۡنَ کیا وہ کہتے ہیں تَقَوَّلَهٗ یہ نبی قرآن کو گھڑ لایا ہے بَلۡ لَّا یُؤۡمِنُوۡنَ بلکہ وہ ایمان نہیں لاتے فَلۡیَاۡتُوۡا پس چاہیے کہ لائیں وہ بِحَدِیۡثٍ کوئی بات مِّثۡلِهٖۤ اس جیسی اِنۡ کَانُوۡا صٰدِقِیۡنَ اگر ہیں وہ سچے اَمۡ خُلِقُوۡا کیا یہ پیدا کیے گئے ہیں مِنۡ غَیۡرِ شَیۡءٍ بغیر کسی چیز کے اَمۡ هُمُ الۡخٰلِقُوۡنَ یا وہ خود پیدا کرنے والے ہیں اَمۡ خَلَقُوا السَّمٰوٰتِ یا انھوں نے پیدا کیا آسمانوں کو وَالۡاَرۡضَ اور زمین کو بَلۡ لَّا یُوۡقِنُوۡنَ بلکہ وہ یقین نہیں رکھتے اَمۡ عِنۡدَهُمۡ خَزَآئِنُ رَبِّكَ کیا ان کے پاس ہیں آپ کے رب کے خزانے اَمۡ هُمُ الۡمُصَۜیۡطِرُوۡنَ یا وہ داروغے لگے ہوئے ہیں اَمۡ لَهُمۡ سُلَّمٌ یا ان کے پاس کوئی سیڑھی ہے یَّسۡتَمِعُوۡنَ فِیۡهِ جس پر چڑھ کر سنتے ہیں فَلۡیَاۡتِ مُسۡتَمِعُهُمۡ پس چاہیے کہ لائے ان کا سننے والا بِسُلۡطٰنٍ مُّبِیۡنٍ کوئی کھلی دلیل اَمۡ لَهُ الۡبَنٰتُ کیا رب تعالیٰ کے لیے بیٹیاں ہیں وَلَكُمُ الۡبَنُوۡنَ اور تمہارے لیے بیٹے ہیں اَمۡ تَسۡـَٔلُهُمۡ اَجۡرًا کیا آپ ان سے سوال کرتے ہیں کسی معاوضے کا فَهُمۡ مِّنۡ مَّغۡرَمٍ پس وہ اس تاوان کی وجہ سے مُّثۡقَلُوۡنَ بوجھ کے نیچے ڈالے ہوئے ہیں۔

مشرکین کا ایک ماحول بنا ہوا تھا۔ اس کو چھوڑنا ان کے لیے کافی مشکل تھا۔ جیسے آج کل شادی بیاہ، منگنی اور ماتم کی رسمیں ہیں اکثریت ان کو غلط سمجھتی ہے لیکن ماحول کی وجہ سے نکل نہیں سکتے۔ کہتے ہیں کیا کریں ناک نہیں رہتا، برادری نہیں چھوڑتی، برادری

ناراض ہو جائے گی۔ بس اس ناک اور برادری نے بیڑا غرق کر دیا ہے۔ اسی طرح وہ لوگ کفر و شرک کی رسموں میں مبتلا تھے۔ ان کے سامنے جب توحید و رسالت کا مسئلہ پیش کیا جاتا، قیامت کا مسئلہ پیش کیا جاتا تو ماحول کی وجہ سے ان کو سمجھ نہیں آتا تھا۔ پھر آپ ﷺ کے متعلق مختلف قسم کے شوشے چھوڑتے تھے۔ ان شوشوں میں سے یہ بھی تھے کہ یہ شاعر ہے، کاہن ہے، دیوانہ ہے، اس کے پھندے میں نہ آنا۔

رب تعالیٰ آپ ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرماتے ہیں فَذَكِّرْ پس آپ اے نبی کریم ﷺ! نصیحت کریں۔ آپ کا کام نصیحت کرنا ہے پس آپ نصیحت کرتے رہیں فَمَآ اَنْتَ بِنِعْمَتِ رَبِّكَ پس نہیں ہیں آپ اپنے رب کے فضل سے بِكَاهِنٍ فال نکالنے والے وَّلَا مَجْنُوْنٍ اور نہ دیوانے ہیں۔ ان کے کہنے سے نہ آپ کاہن ہو جائیں گے اور نہ دیوانے ہو جائیں گے۔

فال نکالنے اور نکلوانے کی ممانعت :

حدیث پاک میں آتا ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا جو شخص فال نکالنے والے کے پاس گیا فَقَدْ كَفَرَ بِمَآ اُنْزِلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ ﷺ "پس تحقیق اس نے انکار کر دیا اس چیز کا جو اتاری گئی ہے محمد ﷺ پر۔" ایسا شخص آنحضرت ﷺ کی شریعت کی رو سے اسلام سے خارج ہو گیا ہے، اس کا نکاح ٹوٹ گیا۔ یہ بیماری مردوں میں بھی ہے لیکن عورتوں میں بہت زیادہ ہے۔ پہلے اپنی چیز کو سنبھالتے نہیں گم ہونے کے بعد فال نکلواتے پھرتے ہیں۔ وہ چیز تو ضائع ہوئی ایمان بھی ضائع کر آئے۔

ترمذی شریف میں حدیث ہے مَنْ اَتٰی كَاهِنًا "جو آدمی کاہن کے پاس گیا فَصَدَّقَهٗ پھر اس کی تصدیق کی جو اس نے کہا فَقَدْ كَفَرَ بِمَآ اُنْزِلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ پس

اس نے اس شریعت کا انکار کر دیا جو آنحضرت ﷺ پر نازل ہوئی ہے۔'' وہ کافر ہے اس شریعت کا۔ بلکہ حدیث پاک میں آتا ہے کہ اگر کوئی آدمی کاہن کی تصدیق نہیں کرتا بلکہ دل لگی کے طور پر اس کو کہتا ہے کہ فال نکالو تو چالیس دن رات کی نمازوں کا اجر باطل ہو جاتا ہے۔ اگر تصدیق کرتا ہے ایمان کی دولت سے محروم ہو جاتا ہے۔ فال نکالنے والا غیب تو نہیں جانتا غیب کا علم تو صرف پروردگار کے پاس ہے۔

ضماد کا قبول اسلام :

مشرکین مکہ نے آپ ﷺ کے متعلق بڑا مشہور کیا کہ یہ کاہن ہے اور دیوانہ ہے۔ دور، دراز کے علاقوں تک یہ بات پہنچی کہ عبدالمطلب کا پوتا ہے ماں باپ اس کے فوت ہو گئے ہیں، غربت کی وجہ سے دیوانہ ہو گیا ہے۔ ازدشنوٗ قبیلے کا ایک آدمی تھا جس کا نام ضماد تھا۔ وہ پاگلوں اور دیوانوں کا علاج کرتا تھا۔ انسانی ہمدردی کے تحت وہ آنحضرت ﷺ کے پاس پہنچا۔ کہنے لگا کیا آپ ﷺ نے ازدشنوٗ قبیلے کا نام سنا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں میں نے سنا ہے۔ کوئی ضماد نامی آدمی بھی سنا ہے جو دیوانوں کو دم کرتا ہے اور رب تعالیٰ شفا دیتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں سنا ہے۔ کہنے لگا وہ فقیر میں ہوں آپ ﷺ کے پاس محض انسانی ہمدردی کے تحت آیا ہوں کوئی فیس نہیں لینی میں آپ کو دم کر دوں گا لَعَلَّ اللّٰهُ يَشْفِيْكَ عَلٰى يَدِیْ مسلم شریف کی روایت ہے کہ ''شاید اللہ تعالیٰ آپ کو شفا دے دے میرے ہاتھ پر۔'' آنحضرت ﷺ اس کی بات سن کر مسکرائے اور فرمایا دیکھو! ان لوگوں نے کتنا زبردست پروپیگنڈہ کیا ہے کہ دور دراز تک میرے دیوانے ہونے کی تشہیر ہو رہی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے میں دیوانہ نہیں ہوں۔ اس نے کہا پھر آپ ﷺ کیا کہتے ہیں جس کی وجہ سے لوگ آپ ﷺ کو دیوانہ کہتے

ہیں۔آنحضرت ﷺ نے خطبہ پڑھا جو آپ حضرات جمعہ میں سنتے ہیں الحمد للّٰہ نحمدہ و نستعینہ ونستغفرہ اس کے بعد سورہ والسماء والطارق پڑھی۔اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔عربی اس کی مادری زبان تھی۔جیسے جیسے آپ ﷺ پڑھتے جاتے تھے وہ روتا جاتا تھا۔کہتا تھا یہ بندوں کا کلام نہیں ہے۔میں خود شاعر ہوں، مقرر ہوں، میں سمجھتا ہوں یہ بندوں کا کلام نہیں ہے۔ضماد آیا تھا تو کافر تھا گیا تو رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہو کر، صحابی بن کر گیا۔

تو فرمایا آپ اپنے رب کے فضل سے فال نکالنے والے نہیں ہیں اور نہ آپ دیوانے ہیں۔فرمایا اَمْ يَقُوْلُوْنَ شَاعِرٌ کیا یہ لوگ کہتے ہیں کہ یہ شاعر ہے نَّتَرَبَّصُ بِهٖ رَيْبَ الْمَنُوْنِ۔ ریب کا معنٰی ہے گردش اور منون کا معنٰی زمانہ بھی ہے اور موت بھی ہے۔معنٰی ہوگا ہم انتظار کرتے ہیں اس کے بارے میں زمانے کی گردش کا یا موت کی گردش کا۔دونوں معنٰی صحیح ہیں کہ مر جائے گا ہمارا پیچھا چھوٹ جائے گا یا زمانے کی گردش کا انتظار کرتے ہیں کہ زمانے کے ساتھ یہ پلٹ جائے اور اس طرح کے حالات نہ رہیں۔تو آپ ﷺ کو شاعر بھی کہتے تھے۔سورہ یٰسین میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَ مَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْۢبَغِيْ لَهٗ ''اور نہیں ہم نے سکھائی پیغمبر کو شعر وشاعری اور نہ ہی ان کے لائق تھی۔'' کیوں؟ سورہ شعراء میں آتا ہے وَاَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ مَا لَا يَفْعَلُوْنَ [آیت:۲۲۶] ''اور بے شک وہ کہتے ہیں جو کرتے نہیں۔'' ہمارے دور کے بہت بڑے شاعر علامہ اقبال مرحوم ہیں۔ایسے شاعر کہیں صدیوں کے بعد پیدا ہوتے ہیں۔وہ خود اقرار کرتے ہیں:

گفتار کا یہ غازی تو بنا کردار کا غازی بن نہ سکا

گفتار کیسی تھی اور کردار کیسا تھا؟ اللہ تعالیٰ سب کو معافی دے۔ اور اللہ تعالیٰ کے پیغمبر کی شان یہ ہے کہ جو دل میں ہوتا ہے وہ زبان پر ہے۔ اور جو زبان پر ہے وہ عمل میں ہے۔ یہاں دورنگی نہیں ہے۔ اسی لیے رب تعالیٰ نے فرمایا لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ [الاحزاب:۲۱] ''البتہ تحقیق تمہارے لیے اللہ تعالیٰ کے رسول میں اچھا نمونہ ہے۔'' نماز میں، روزے میں، چلنے پھرنے میں، کھانے پینے میں، ہر ہر فعل اور ہر ہر حرکت میں تمہارے لیے مجسم نمونہ ہے۔

تو فرمایا کیا یہ کہتے ہیں شاعر ہے ہم انتظار کر رہے ہیں زمانے کی گردش کا قُلْ آپ کہہ دیں تَرَبَّصُوْا تم انتظار کرو فَاِنِّيْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُتَرَبِّصِيْنَ پس بے شک میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والوں میں سے ہوں۔ دیکھیں گے کون کامیاب ہوتا ہے۔ یہ سورت مکی ہے تھوڑے ہی عرصے کے بعد بدر کا معرکہ پیش آیا جس نے کافروں کی کمر توڑ کے رکھ دی۔ ستر مارے گئے، ستر گرفتار ہوئے اور جو میدان چھوڑ کر بھاگے وہ شرمندگی کی وجہ سے کئی کئی ماہ اپنے گھروں میں داخل نہیں ہوئے۔ جب گھروں کو گئے تو عورتیں شرم (عار) دلاتی تھیں اور کہتی تھیں اس ذلت سے تو بہتر تھا کہ تم بھی مر جاتے۔

تو فرمایا انتظار کرو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والا ہوں اَمْ تَاْمُرُهُمْ اَحْلَامُهُمْ بِهٰذَآ کیا حکم کرتی ہیں ان کو ان کی عقلیں ایسی باتیں کرنے کی۔ کبھی شاعر کہتے ہیں، کبھی کاہن کہتے ہیں، کبھی دیوانہ کہتے ہیں اَمْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُوْنَ یا یہ قوم سرکشی کرنے والی ہے۔ سرکشی کی بنیاد پر ایسی باتیں ان کے ذہن میں آتی ہیں اَمْ يَقُوْلُوْنَ تَقَوَّلَهٗ یا یہ کہتے ہیں کہ یہ نبی قرآن خود گھڑ کے لایا ہے بَلْ لَّا يُؤْمِنُوْنَ بلکہ وہ ایمان نہیں لاتے فَلْيَاْتُوْا بِحَدِيْثٍ مِّثْلِهٖٓ پس چاہیے کہ وہ لائیں کوئی بات قرآن پاک جیسی اِنْ كَانُوْا

صٰدِقِیْنَ اگر ہیں وہ سچے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے متعلق ان کو تین قسم کے چیلنج کیے ہیں۔

قرآن پاک کا چیلنج :

پہلا چیلنج پندرہویں پارے میں مذکور ہے قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓی اَنْ یَّاْتُوْا بِمِثْلِ ھٰذَا الْقُرْاٰنِ ''آپ فرما دیں اگر اکٹھے ہو جائیں انسان اور جنات سارے اس بات پر کہ وہ لائیں اس قرآن کے مثل لَا یَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ کَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِیْرًا [سورہ بنی اسرائیل: ۸۸] نہیں لاسکیں گے اس کے مثل اگرچہ بعض ان کے بعض کے مددگار ہوں۔'' اگر ایک آدمی بقول ان کے قرآن بنا سکتا ہے تو تمام انسان اور جنات مل کر کیوں نہیں بنا سکتے۔ اس موقع پر ان کو یہ چیلنج قبول کر کے کہنا چاہیے تھا کہ ہم لے آتے ہیں۔ کئی سال اس چیلنج کو گزر گئے چیلنج قبول نہ کر سکے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے چیلنج میں کچھ چھوٹ (رعایت) دے دی۔ فرمایا فَاْتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهٖ مُفْتَرَیٰتٍ [ہود: ۱۳] ''لاؤ اس جیسی دس سورتیں گھڑی ہوئیں۔'' یعنی ایک سو چودہ سورتوں میں سے ایک سو چار سورتیں تمھیں معاف ہیں صرف دس سورتیں بنا لاؤ۔'' پہلے چیلنج میں انسانوں اور جنوں کا ذکر تھا اس میں مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ کا لفظ ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات کو چھوڑ کر جنوں، انسانوں، فرشتوں کو بھی ساتھ ملا لو۔ یہ چیلنج قبول کرنے کی بھی کسی نے ہمت نہ کی۔

آخر میں رب تعالیٰ نے فرمایا وَاِنْ کُنْتُمْ فِیْ رَیْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰی عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا شُهَدَآءَکُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ [البقرہ: ۲۳] ''اور اگر ہو تم شک میں اس چیز کے بارے میں جو ہم نے نازل کی ہے اپنے بندے پر یعنی محمد ﷺ پر پس لاؤ تم ایک سورت اس جیسی اور بلاؤ تم اپنے مددگاروں

کو اللہ تعالیٰ کے سوا اگر ہو تم سچے۔'' اللہ تعالیٰ کے سوا ساری کائنات اکٹھی ہو جائے قرآن کریم جیسی ایک چھوٹی سی سورت ہی لے آؤ۔ قرآن کریم کی سورتوں میں سے تین سورتیں سب سے چھوٹی ہیں۔ سورۃ العصر، سورۃ النصر اور سورۃ الکوثر۔ ان تین آیات والی سورتوں جتنی کوئی چھوٹی سی سورت ہی لے آؤ۔ اور ساتھ ہی فرما دیا وَلَنْ تَفْعَلُوْا ''اور تم ہرگز نہیں لا سکو گے۔'' آج تک صدیاں گزر گئی ہیں کوئی چھوٹی سی سورت نہیں لا سکا اور نہ لا سکے گا قیامت تک۔ لیکن شوشے چھوڑنے سے کوئی باز نہیں آتا۔ جھوٹے سے جھوٹا آدمی بھی خاموش ہو جائے اس کا کبھی تصور بھی نہ کرنا۔ بلکہ جھوٹا زیادہ باتیں کرتا ہے۔ ہار ماننے کے لیے کوئی تیار نہیں ہوتا۔ مشہور کہاوت ہے ''کیا پدی، کیا پدی کا شوربا۔''

یہ پدی روڑی (کوڑا کرکٹ کے ڈھیر) پر پھر رہی تھی وہاں دھاگے تھے ان میں اس کے پاؤں پھنس گئے۔ اڑتی ہے پھڑ پھڑا کر گر جاتی ہے۔ کوے نے دیکھا خالہ پھنس ہوئی ہے اس کو چھڑا دوں۔ آ کر اس نے پوچھا کیا ہوا ہے؟ کہنے لگی زمین تول رہی ہوں۔ پدی زمین کو تول رہی ہے۔ اندازہ لگاؤ! خاموش تو پدی بھی نہ رہی۔ تو دنیا میں خاموش کوئی نہیں رہتا۔ باطل سے باطل فرقے والا بھی کبھی خاموش نہیں رہے گا۔ مگر سمجھ دار لوگ باتوں سے اندازہ لگا لیتے ہیں کہ سچا کون ہے اور جھوٹا کون ہے۔

تو فرمایا پس چاہیے کہ لائیں وہ کوئی بات اس قرآن جیسی اگر وہ سچے ہیں اَمْ خُلِقُوْا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ یہاں شی کا لفظ خالق پر بولا گیا ہے۔ کیا وہ پیدا کیے گئے ہیں خالق کے بغیر۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو پیدا نہیں کیا اَمْ هُمُ الْخٰلِقُوْنَ یا وہ خود پیدا کرنے والے ہیں۔ خود خالق بنتے پھرتے ہیں اَمْ خَلَقُوا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ یا انھوں نے پیدا کیا آسمانوں کو اور زمین کو بَلْ لَّا يُوْقِنُوْنَ بلکہ وہ یقین نہیں رکھتے کسی چیز کا۔ نہ

ایمان کا، نہ توحید کا، نہ رسالت کا، نہ قیامت کا۔ الٹا کہتے تھے لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ [زخرف:۳۱] "کیوں نہیں اتارا گیا یہ قرآن کسی بڑے آدمی پر دو بستیوں میں سے۔" مکہ مکرمہ میں ولید بن مغیرہ بڑا مال دار آدمی ہے اس پر کیوں نہیں نازل کیا گیا؟ طائف میں عروہ بن مسعود ثقفی بڑا سردار تھا اس پر کیوں نہیں اتارا گیا۔ قرآن کے لیے یہ یتیم ہی رہ گیا تھا۔ رب کو یہ یتیم ہی ملا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب دیا اَمْ عِنْدَهُمْ خَزَآئِنُ رَبِّكَ کیا ان کے پاس ہیں آپ کے رب کے خزانے کہ وہ جس کو چاہیں نبوت دیں اور جس پر چاہیں قرآن نازل کریں اَمْ هُمُ الْمُصَيْطِرُوْنَ یا وہ داروغے لگے ہوئے ہیں کہ اس طرح کی تنقید کرتے ہیں اَمْ لَهُمْ سُلَّمٌ۔ سُلَّمٌ کا معنی ہے سیڑھی۔ یا ان کے پاس سیڑھی ہے يَّسْتَمِعُوْنَ فِيْهِ جس پر چڑھ کر سنتے ہیں رب تعالیٰ کی باتیں کہ ان کو پیغمبر کی ضرورت نہیں ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ اور مخلوق کے درمیان واسطہ پیغمبر ہیں۔ رب تعالیٰ پیغمبر کو احکام دیتے ہیں وہ مخلوق تک پہنچاتا ہے۔ اگر ایسی بات ہے کہ ان کے پاس سیڑھی ہے کہ جس پر چڑھ کر خود سنتے ہیں فَلْيَاْتِ مُسْتَمِعُهُمْ پس چاہیے کہ لائے ان کا سننے والا بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ کوئی کھلی دلیل۔ اس بات پر واضح دلیل پیش کرے کہ دیکھو! یہ سیڑھی میرے پاس ہے اس پر چڑھ کر میں عرش تک جاتا ہوں اور رب تعالیٰ کے حکم میں خود سنتا ہوں، فرشتوں کو دیکھتا ہوں۔ محض شوشے چھوڑنے سے کچھ نہیں بنتا۔

پھر بہت سی قومیں تھیں جن میں عرب کے مشرک بھی تھے جو کہتے تھے کہ فرشتے رب تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں اسی لیے پردے میں رہتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اَمْ لَهُ الْبَنٰتُ وَلَكُمُ الْبَنُوْنَ کیا رب تعالیٰ کے لیے بیٹیاں ہیں اور تمہارے لیے بیٹے ہیں۔

کیسی تقسیم ہے کہ جو چیز اپنے لیے پسند نہیں کرتے وہ اللہ تعالیٰ کے لیے پسند کرتے ہیں۔
سورۃ النحل آیت نمبر ۵۸ میں ہے وَ اِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِالْاُنْثٰی ''اور جب خوش خبری دی جاتی ہے ان میں سے کسی کو بیٹی کی ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِيْمٌ ہو جاتا ہے اس کا چہرہ سیاہ اور اس کا دل گھٹنے لگ جاتا ہے۔'' بلکہ بعض ایسے تھے جو گھر سے بھاگ جاتے تھے کہ لڑکی پیدا ہوگئی ہے۔

ایک تاریخی واقعہ :

تاریخی واقعہ ہے کہ ابوحمزہ ایک چودھری تھا جو بڑا مال دار اور خوب صورت جوان تھا۔ ڈیرا اس کا ہر وقت آباد رہتا تھا، مجلس لگی رہتی تھی۔ لوگوں کو شراب کباب کھلاتا پلاتا رہتا تھا۔ چنانچہ ایک دن مجلس لگی ہوئی تھی کہ لونڈی نے آکر کان میں کہا آپ کے ہاں لڑکی ہوئی ہے۔ جب اس نے یہ سنا تو اس کا چہرہ سیاہ ہو گیا مجلس سے اٹھ کر چلا گیا اور پھر واپس گھر نہیں آیا۔ اس کی بیوی نے قصیدہ پڑھا جس کا ایک شعر یہ ہے:

مالی حمزۃ لَا يَاتِيْنَا غضبانًا ان لا نكدا لينن

تاللہ ما ذاك فی ايدينا نحن كزرع لزارعين

نبتت فيما تزرعونا

''میرے خاوند کو کیا ہو گیا ہے میرا کیا قصور ہے۔ ہمارے اختیار میں کیا ہے؟ لڑکی پیدا ہوئی ہے تو رب تعالیٰ نے پیدا کی ہے یا میں نے پیدا کی ہے؟ ہم تو ایسے ہی ہیں جیسے کھیتی ہوتی ہے کھیتی کرنے والوں کے لیے۔ ہم تو وہی کچھ اگائیں گی جو بیج ہمارے اندر ڈالا جائے گا۔''

او ظالمو! اپنے لیے لڑکے پسند کرتے ہو اور رب تعالیٰ کے لیے لڑکیاں۔ اللہ تعالیٰ

کے پیغمبر کی بات تمہاری سمجھ میں کیوں نہیں آتی۔ یہ آپ کی بات کیوں نہیں سنتے اور سمجھتے؟ اَمْ تَسْئَلُهُمْ اَجْرًا کیا آپ ان سے سوال کرتے ہیں کسی معاوضے کا کہ ان کو خطرہ ہو کہ ہمارے اوپر بوجھ ڈالے گا ہم سے چندہ مانگے گا کیا اس لیے بھاگتے ہیں؟ فَهُمْ مِّنْ مَّغْرَمٍ مُّثْقَلُوْنَ پس وہ اس تاوان کی وجہ سے بوجھ کے نیچے ڈالے ہوئے ہیں، بوجھ کے نیچے آئے ہوئے ہیں۔ حالانکہ ان باتوں میں سے کوئی بھی نہیں ہے محض ضدی لوگ ہیں۔ اللہ تعالیٰ حق کے ساتھ ضد سے بچائے اور محفوظ رکھے۔ حق سمجھنے اور حق پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اَمْ عِنْدَهُمُ الْغَیْبُ فَهُمْ یَكْتُبُوْنَ ﴿٤١﴾
اَمْ یُرِیْدُوْنَ كَیْدًا ؕ فَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا هُمُ الْمَكِیْدُوْنَ ﴿٤٢﴾ اَمْ لَهُمْ اِلٰهٌ غَیْرُ اللّٰهِ ؕ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا یُشْرِكُوْنَ ﴿٤٣﴾ وَ اِنْ یَّرَوْا كِسْفًا مِّنَ السَّمَآءِ سَاقِطًا یَّقُوْلُوْا سَحَابٌ مَّرْكُوْمٌ ﴿٤٤﴾ فَذَرْهُمْ حَتّٰى یُلٰقُوْا یَوْمَهُمُ الَّذِیْ فِیْهِ یُصْعَقُوْنَ ﴿٤٥﴾ یَوْمَ لَا یُغْنِیْ عَنْهُمْ كَیْدُهُمْ شَیْـًٔا وَّ لَا هُمْ یُنْصَرُوْنَ ﴿٤٦﴾ وَ اِنَّ لِلَّذِیْنَ ظَلَمُوْا عَذَابًا دُوْنَ ذٰلِكَ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿٤٧﴾ وَ اصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ فَاِنَّكَ بِاَعْیُنِنَا وَ سَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ حِیْنَ تَقُوْمُ ﴿٤٨﴾ وَ مِنَ الَّیْلِ فَسَبِّحْهُ وَ اِدْبَارَ النُّجُوْمِ ﴿٤٩﴾ ع

اَمْ عِنْدَهُمُ الْغَیْبُ کیا ان کے پاس غیب ہے فَهُمْ یَكْتُبُوْنَ پس وہ اس کو لکھتے ہیں اَمْ یُرِیْدُوْنَ كَیْدًا کیا وہ ارادہ کرتے ہیں تدبیر کا فَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا پس وہ لوگ جو کافر ہیں هُمُ الْمَكِیْدُوْنَ وہی آتے ہیں تدبیر میں اَمْ لَهُمْ اِلٰهٌ کیا ان کے لیے کوئی الہ ہے غَیْرُ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے سوا سُبْحٰنَ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ہے عَمَّا ان چیزوں سے یُشْرِكُوْنَ جن کو یہ لوگ شریک بناتے ہیں وَ اِنْ یَّرَوْا كِسْفًا اور اگر یہ دیکھیں کوئی ٹکڑا مِّنَ السَّمَآءِ آسمان کی طرف سے سَاقِطًا گرتا ہوا یَّقُوْلُوْا کہیں گے سَحَابٌ یہ بادل ہے مَّرْكُوْمٌ گہرا فَذَرْهُمْ پس آپ چھوڑ دیں ان کو حَتّٰى یُلٰقُوْا یہاں تک کہ ملیں یَوْمَهُمُ الَّذِیْ

اپنے اس دن سے فِيْهِ يُصْعَقُوْنَ جس میں وہ بے ہوش کر دیئے جائیں گے يَوْمَ جس دن لَا يُغْنِيْ عَنْهُمْ نہیں کفایت کرے گی كَيْدُهُمْ ان کی تدبیر شَيْئًا کچھ بھی وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ اور نہ ان کی مدد کی جائے گی وَاِنَّ لِلَّذِيْنَ اور بے شک ان لوگوں کے لیے ظَلَمُوْا جو ظالم ہیں عَذَابًا عذاب ہے دُوْنَ ذٰلِكَ اس سے پہلے وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لیکن اکثر ان کے لَا يَعْلَمُوْنَ نہیں جانتے وَاصْبِرْ اور آپ صبر کریں لِحُكْمِ رَبِّكَ اپنے رب کے حکم سے فَاِنَّكَ بِاَعْيُنِنَا پس بے شک آپ ہماری آنکھوں کے سامنے ہیں وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ اور تسبیح بیان کریں اپنے رب کی حمد کی حِيْنَ تَقُوْمُ جس وقت آپ اٹھتے ہیں وَمِنَ الَّيْلِ اور رات کو فَسَبِّحْهُ پس اس کی تسبیح بیان کریں وَاِدْبَارَ النُّجُوْمِ اور ستاروں کے پشت پھیرنے کے بعد تسبیح بیان کریں۔

عالم الغیب اور انباء الغیب کا فرق :

اللہ تعالیٰ کی ایک صفت ہے عالم الغیب والشہادۃ۔ آسمانوں اور زمینوں کا ایک ذرہ بھی اس کے علم سے باہر نہیں ہے۔ یہ صفت صرف پروردگار کی ہے۔ سورۃ نحل آیت نمبر ۷۷ میں ہے لِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ''اور اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے غیب آسمانوں کا اور زمین کا۔'' اس صفت میں اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ اور ایک ہیں غیب کی خبریں۔ غیب کی خبریں اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبروں کو بتلائی ہیں کسی کو کم اور کسی کو زیادہ۔ سب سے زیادہ خبریں اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو بتلائی

ہیں۔ کیونکہ آپ ﷺ تمام صفات میں تمام مخلوق سے بڑھ کر ہیں۔ چنانچہ آل عمران آیت نمبر ۴۴ میں ہے ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ "یہ غیب کی خبروں میں سے ہے ہم آپ کی طرف وحی کرتے ہیں۔" اور سورۃ ہود آیت نمبر ۴۹ میں ہے تِلْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهَآ اِلَيْكَ "یہ باتیں غیب کی خبروں میں سے ہیں ہم وحی کرتے ہیں آپ کی طرف۔"

انبیائے کرام علیہم السلام نے جو کچھ بیان کیا ہے وہ غائب کی خبریں ہیں غیب نہیں ہے۔ آنحضرت ﷺ نے اپنے سے پہلے کے واقعات بھی بیان فرمائے اور اپنے بعد قیامت تک آنے والے اہم اہم واقعات بیان فرمائے۔ فرمایا یاجوج ماجوج چھوڑے جائیں گے، دجال نکلے گا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ظہور کا ہوگا، مہدی آئیں گے۔ بے شمار زلزلے آئیں گے۔ اسی طرح آپ ﷺ نے ہمیں بتایا کہ قبر میں نیک آدمی کے ساتھ کیا ہوتا ہے، بُرے کے ساتھ کیا ہوتا ہے، میدان محشر میں کیا ہوگا؟ اللہ تعالیٰ کی عدالت لگے گی، پل صراط سے گزرنا ہے، جنت میں کیا ہوگا، دوزخ میں کیا ہوگا۔ ہمیں تو کسی چیز کا علم نہیں تھا یہ ساری باتیں اجمالی طور پر آپ ﷺ نے ہمیں بتلائی ہیں۔ یہ سب کی سب غیب کی خبریں ہیں جو پیغمبروں ہی نے بتلائی ہیں۔ ان چیزوں میں مخلوق عالم اسباب میں پیغمبر کی محتاج ہے۔ پیغمبر ہی بتلائے گا۔

رب تعالیٰ فرماتے ہیں اَمْ عِنْدَهُمُ الْغَيْبُ کیا ان کے پاس غیب ہے۔ جو لوگ آپ ﷺ کی نبوت کا انکار کرتے ہیں کیا ان کے پاس غیب ہے فَهُمْ يَكْتُبُوْنَ پس وہ اس کو لکھتے ہیں وہاں سے دیکھ کر کہ پہلے کیا ہوا اور آئندہ کیا ہوگا، قبر، حشر میں کیا ہوگا، جنت، دوزخ کے حالات کیا ہیں۔ یہ چیزیں انھوں نے از خود حاصل کر لی ہیں۔

ظاہر بات ہے کہ ساری چیزیں پیغمبروں نے بتلائی ہیں اور ان چیزوں میں ہم ان کے محتاج ہیں۔ یہ ضرورت نبوت کی دلیل ہے۔ پیغمبر کے بغیر مسئلہ حل نہیں ہوسکتا کوئی نہیں سمجھ سکتا کہ رب تعالیٰ کس چیز سے راضی ہے اور کس چیز سے ناراض ہے۔ یہ حلال ہے، یہ حرام ہے، یہ نیکی ہے، یہ بدی ہے۔ اس جہان کی باتیں، اگلے جہان کی باتیں، یہ سب غیب کی خبریں ہیں اور پیغمبروں نے بتلائی ہیں۔ ان کے پاس کون سا غیب ہے کہ وہاں سے دیکھ کر ان کو ان چیزوں کا علم ہوگیا ہے اَمْ يُرِيْدُوْنَ كَيْدًا کیا یہ ارادہ کرتے ہیں کسی تدبیر کا فَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا هُمُ الْمَكِيْدُوْنَ پس وہ لوگ جو کافر ہیں وہی اپنی تدبیر میں پھنسیں گے۔

دارالندوہ میں ایک اہم میٹنگ :

اس سے مراد وہ تدبیر ہے جو ہجرت سے پہلے انھوں نے آنحضرت ﷺ کے متعلق دارالندوہ میں کی تھی۔ یہ ایک بہت بڑا دارا تھا جہاں بیٹھ کر یہ لوگ گپیں مارتے تھے۔ یہ مسجد حرام کے قریب ہی تھا مگر اب وہ مسجد حرام میں شامل ہوگیا ہے۔ کیونکہ مسجد حرام کی توسیع کر لی گئی ہے۔ اس وقت چند خاندان تھے انھوں نے جو بھی بات کرنا ہوتی تھی دارالندوہ میں کرتے تھے۔

چنانچہ ابوجہل، عتبہ، اور ولید وغیرہ نے مشورہ کیا کہ محمد ﷺ کی تبلیغ روز بہ روز بڑھتی چلی جارہی ہے، ہم نے ان کو مارا بھی ہے ان کے ساتھی زخمی بھی کیے، شہید بھی کیے، تین سال تک نظر بند بھی کیا لیکن اس کے پروگرام میں کمی نہیں ہوئی۔ ہم نے اب آخری فیصلہ کرنا ہے۔ چنانچہ تمام خاندانوں کے سربراہوں کی میٹنگ بلائی گئی ۔ چوکیدار کو سرداروں کے نام لکھ کر دیئے کہ ان کے سوا اندر کوئی نہ آئے۔ جب سارے اکٹھے ہوگئے

ابھی گفتگو شروع نہیں ہوئی تھی کہ ایک بزرگ شخصیت آئی وہ مقامی نہیں تھا۔ چوکیدار نے اندر جا کر بتلایا کہ ایک بزرگ بڑی عمدہ شکل وصورت کا آیا ہے یہاں کا معلوم نہیں ہوتا اندر آنا چاہتا ہے اس کو آنے دوں یا نہیں؟ انھوں نے کہا کہ اس کو پوچھو تم کہاں سے آئے ہو۔ چوکیدار نے پوچھ کر بتلایا کہ وہ نجد سے آیا ہے نجد مکہ مکرمہ سے کافی دور ہے انھوں نے کہا کہ اس کو اندر آنے دو۔ وہ بھی آ کر ممبر کی حیثیت سے بیٹھ گیا۔ یہ آنے والا ابلیس لعین تھا جو بزرگ کی شکل بنا کر آیا تھا۔ ایجنڈے کے مطابق گفتگو شروع ہوئی۔ کہنے لگے کہ ہم سب اپنا پورا زور لگا چکے ہیں لیکن اس کے مشن میں کمی نہیں آئی ہم سب اکتائے ہیں۔ آج ہم نے تم سب کو بلایا ہے کوئی فیصلہ کرنا ہے کہ ہم اس کو کس طرح ختم کر سکتے ہیں۔ ایک آدمی نے اٹھ کر کہا کہ اس کو نظر بند کر دو۔ نہ اُس کو کوئی ملے اور نہ وہ کسی کو۔ کچھ لوگوں نے اس کی تائید کی۔ ابوجہل نے اٹھ کر کہا مشہور مقولہ ہے :

مَنْ جَرَّبَ المجرَّبَ فقد حلت به الندامة

''جو آدمی تجربہ شدہ بات کا تجربہ کرتا ہے وہ شرمندہ ہوتا ہے۔'' ایک بات کا دوبارہ تجربہ نہیں کرنا چاہیے۔ سوا تین سال تک ہم نے ان کو شعب ابی طالب میں قید کیا ہر طرح سے پہرہ دیا رات کو بھی اور دن کو بھی۔ لیکن ان دنوں میں بھی لوگ مسلمان ہوئے ہیں۔ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ جیسی شخصیت انہی دنوں میں مسلمان ہوئی۔ لہٰذا ایک چیز کا بار بار تجربہ نہیں کرنا چاہیے۔ محرک نے کہا کہ میں اپنی تجویز واپس لیتا ہوں۔

دوسرا اٹھا اس نے کہا اس کو جلاوطن کر دو نہ تم اس کو دیکھو اور نہ وہ تم کو دیکھے۔ ایک دو نے اس کی بھی تائید کی۔ ابوجہل نے کھڑے ہو کر کہا تمہاری تجویز بھی صحیح نہیں ہے اس لیے کہ تم جانتے ہو اس کی زبان اَحْلٰی مِنَ الْعَسَلِ ''شہد سے بھی زیادہ میٹھی ہے۔''

تیرہ سال ہم نے اس کا ڈٹ کر مقابلہ کیا ہے مگر روک نہیں سکے۔ وہ جس علاقے میں بھی جائے گا ہماری طرح کا مقابلہ بھی کوئی نہیں کرے گا وہ لوگوں کو اپنا گرویدہ بنا کر جماعت تیار کر لے گا اور تم پر حملہ کر کے تمھیں کچل دے گا اور تمہارے مظالم کا جواب دے گا۔ تو اس تجویز کے محرک نے کہا کہ میں اپنی تجویز واپس لیتا ہوں۔

اب تیسرا اٹھا اس نے کہا پھر ایک ہی صورت باقی بچی ہے کہ اس کو قتل کر دو۔ وہ نجد سے جو بزرگ مہمان آیا تھا اس نے کہا کہ مجھے بھی یہی رائے مناسب لگتی ہے۔ سب نے اس رائے کی تائید کی اور قتل کے لیے آدمی منتخب کر لیے گئے۔ رات بھی مقرر ہو گئی، وقت بھی مقرر ہو گیا۔ ان لوگوں نے جب آپ ﷺ کے گھر کا محاصرہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے سب پر نیند مسلط کر دی۔ سیرت ابن ہشام میں ہے کہ آنحضرت ﷺ ان کے سروں پر مٹی ڈال کر تشریف لے گئے۔ جس کو رب رکھے اس کو کون چکھے۔ بلکہ تھوڑے سے عرصہ کے بعد یہ سب مشورہ کرنے والے بدر کے میدان میں ذلت کی موت مرے۔ اس کے متعلق رب تعالیٰ فرماتے ہیں کہ کیا یہ ارادہ کرتے ہیں تدبیر کا کہ آنحضرت ﷺ کو شہید کر دیا جائے اور دین اس طرح مٹ جائے۔ پس وہ لوگ جو کافر ہیں وہی آتے ہیں تدبیر میں۔ وہ خود تدبیر کا شکار ہوں گے۔

فرمایا اَمْ لَهُمْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ کیا ان کے لیے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور الٰہ ہے، معبود ہے، نذر و نیاز کے لائق ہے، مشکل کشا اور حاجت روا ہے؟ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ہے ان چیزوں سے جن کو یہ لوگ شریک بناتے ہیں۔

حلال وحرام کا اختیار صرف رب تعالیٰ کو ہے :

خدائی اختیارات اللہ تعالیٰ نے کسی کو نہیں دیئے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کسی نے کہا کہ علی رضی اللہ عنہ ابوجہل کی لڑکی جویریہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کرنا چاہتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلا کر فرمایا کہ میں نے سنا ہے کہ تم جویریہ کے ساتھ نکاح کرنا چاہتے ہو۔ کہنے لگے ہاں حضرت! ارادہ تو ہے۔ فرمایا سن لو! لَسْتُ مُحَرِّمًا حَلَالًا وَلَا اُحِلُّ حَرَامًا "میں حرام کو حلال اور حلال کو حرام نہیں کر سکتا۔" میں اس کا مجاز نہیں ہوں یہ رب تعالیٰ کا کام ہے۔ اس کے ساتھ نکاح کرنا تمہارے لیے حلال ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے رسول کی بیٹی اور اللہ تعالیٰ کے دشمن کی بیٹی اکٹھی نہیں ہو سکتیں۔ میری بیٹی کا مزاج اور ہے اور اس کی بیٹی کا مزاج اور ہے۔ میری بیٹی اس کے ساتھ گزارا نہیں کر سکتی۔ مطلب یہ ہے کہ اگر تم اس کے ساتھ نکاح کرنا چاہتے ہو تو میری بیٹی کو طلاق دے دو۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی زندگی میں اور کوئی نکاح نہیں کیا۔ ان کے بعد متعدد عورتوں سے نکاح کیے۔ اکیس لڑکے اور انیس لڑکیاں ہوئیں۔ حرام، حلال کا اختیار صرف رب تعالیٰ کو ہے۔ کون اس سے پوچھ سکتا ہے کہ چھوٹا سا بٹیر حلال کیا ہے جو ایک لقمہ بنتا ہے اور اتنا بڑا ہاتھی حرام کیا ہے جس کو پورا قصبہ کھا سکتا ہے؟

تو اللہ تعالیٰ پاک ہے شریکوں سے۔ اس کے سوا نہ کوئی حاجت روا ہے، نہ مشکل کشا ہے، نہ کوئی قانون ساز ہے مگر یہ مشرک اتنے ضدی ہیں وَاِنْ يَّرَوْا كِسْفًا مِّنَ السَّمَآءِ سَاقِطًا اور اگر یہ دیکھیں کوئی ٹکڑا آسمان کی طرف سے گرتا ہوا۔ اگر ان پر عذاب کا کوئی ٹکڑا آسمان کی طرف سے گرے اور ان سے کہا جائے کہ یہ عذاب تم پر آ رہا ہے تو يَّقُوْلُوْا کہیں گے سَحَابٌ مَّرْكُوْمٌ یہ بادل ہے گہرا۔ اتنے ضدی ہیں کہ ماننے

کے قریب نہیں آتے فَذَرْهُمْ پس آپ چھوڑ دیں ان کو حَتّٰى يُلٰقُوْا يَوْمَهُمُ الَّذِيْ فِيْهِ يُصْعَقُوْنَ یہاں تک کہ ملاقات کریں اپنے اس دن سے جس دن میں یہ بے ہوش کیے جائیں گے، قیامت کے دن فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَاءَ اللّٰهُ [الزمر:٦٨] ''پس بے ہوش ہو جائے گا جو ہے آسمانوں میں اور جو ہے زمین میں مگر وہ جس کو اللہ چاہے۔'' سب پر بے ہوشی طاری ہوگی سوائے موسیٰ علیہ السلام کے۔

بخاری شریف میں روایت ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے جب ہوش آئے گا تو میں دیکھوں گا کہ موسیٰ علیہ السلام عرش کا پایہ پکڑ کر کھڑے ہیں۔ مجھے نہیں معلوم کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو بے ہوشی سے مستثنیٰ کیا ہے یا طور کے اوپر ان کو جو بے ہوشی ہوئی تھی اس کے بدلے میں بے ہوش نہیں ہوئے۔ فرمایا اس دن کا انتظار کریں يَوْمَ لَا يُغْنِيْ عَنْهُمْ كَيْدُهُمْ شَيْـًٔا جس دن ان کو کفایت نہیں کرے گی ان کی کید ان کو کچھ بھی۔ کتنی بھی تدبیریں کریں وہ وقت نہیں ٹلے گا وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ اور نہ ان کی مدد کی جائے گی وَاِنَّ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا عَذَابًا دُوْنَ ذٰلِكَ اور بے شک ان لوگوں کے لیے جو ظالم ہیں عذاب ہے اس عذاب سے پہلے۔ کبھی شکست، کبھی قحط سالی، کبھی بیماری، کبھی کسی طرح کا عذاب، کبھی کسی طرح کا عذاب وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ لیکن اکثر ان کے نہیں جانتے وَاصْبِرْ اور آپ صبر کریں اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم! ان کی حرکتوں پر، ان کی باتوں پر لِحُكْمِ رَبِّكَ اپنے رب کے حکم کی خاطر فَاِنَّكَ بِاَعْيُنِنَا پس بے شک آپ ہماری آنکھوں کے سامنے ہیں، ہماری نگرانی میں ہیں یہ آپ کا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتے وَ سَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ اور تسبیح بیان کریں اپنے رب کی حمد کی۔ سبحان اللہ وبحمدہ پڑھیں حِيْنَ تَقُوْمُ جس وقت آپ اٹھتے ہیں۔

بعض مفسرین کرام رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ اٹھتے ہیں نیند سے۔ تو اس وقت پڑھیں الحمد للہ الَّذِیْ اَحْیَانَا بَعْدَ مَا اَمَاتَنَا وَاِلَیْہِ النُّشُور سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ پڑھیں۔ اور بعض حضرات فرماتے ہیں کہ جس وقت آپ تبلیغ کے لیے کھڑے ہوتے ہیں تو پہلے خطبہ پڑھیں الحمد للہ نحمدہ و نستعینہ۔ بعض فرماتے ہیں کہ جس وقت مجلس سے اٹھیں تو اس وقت پڑھیں سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ وَ بِحَمْدِکَ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ اَسْتَغْفِرُکَ وَاَتُوْبُ اِلَیْکَ ۔ میں کہتا ہوں ساری باتیں صحیح ہیں۔ وَمِنَ الَّیْلِ اور رات کو بھی فَسَبِّحْهُ پس تسبیح بیان کریں رب تعالیٰ کی سبحان اللہ وبحمدہ۔

حدیث پاک میں آتا ہے۔ مسلم شریف کی روایت ہے اَحَبُّ الْکَلَامِ اِلَی اللّٰہِ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَ بِحَمْدِہٖ "اللہ تعالیٰ کو یہ کلام بہت پیارا ہے۔" اور بخاری شریف میں روایت ہے چار کلمے اللہ تعالیٰ کو بڑے پیارے ہیں سبحان اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہ واللہ اکبر۔ تیسرے کلمے کا ورد ہر وقت رکھو یا کم از کم دو سو مرتبہ روزانہ پڑھو اور دو سو مرتبہ استغفار پڑھو اور دو سو مرتبہ درود شریف پڑھو۔ اس کے لیے وضو کی بھی شرط نہیں ہے۔ عورتیں جن دنوں میں نماز نہیں پڑھ سکتیں ان دنوں میں بھی پڑھیں کوئی پابندی نہیں ہے۔ اٹھتے بیٹھتے پڑھو، گھر میں پڑھو، دکان اور دفتر میں پڑھو وَ اِدْبَارَ النُّجُوْمِ اور ستاروں کے پشت پھیرنے کے بعد۔ صبح کے وقت طلوع آفتاب سے پہلے ستارے نظر نہیں آتے اس وقت اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کی بڑی فضیلت ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے جو صبح کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھے اور طلوع آفتاب تک ذکر واذکار میں رہے اس کو مکمل حج وعمرے کا ثواب ملتا ہے بغیر کسی کمی کے۔

مثال کے طور پر نماز باجماعت پڑھ کر درس سنو۔ اس کے مقابلے میں تم چوبیس

گھنٹے عبادت کرو تو اس درس کا ثواب زیادہ ہے۔ بعض لوگ درس کے دوران میں تسبیح پھیرتے رہتے ہیں۔ یہ بڑی غلطی اور نادانی کی بات ہے۔ درس بالکل خاموشی کے ساتھ سنو۔ یہ بہت بڑی عبادت ہے۔ تو فرمایا ستاروں کے پشت پھیرنے کے وقت تسبیح کرو۔ سورج کے طلوع ہونے سے پہلے اور غروب ہونے سے پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کثرت سے کرنی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ سب کو توفیق عطا فرمائے۔

(امین)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تفسیر
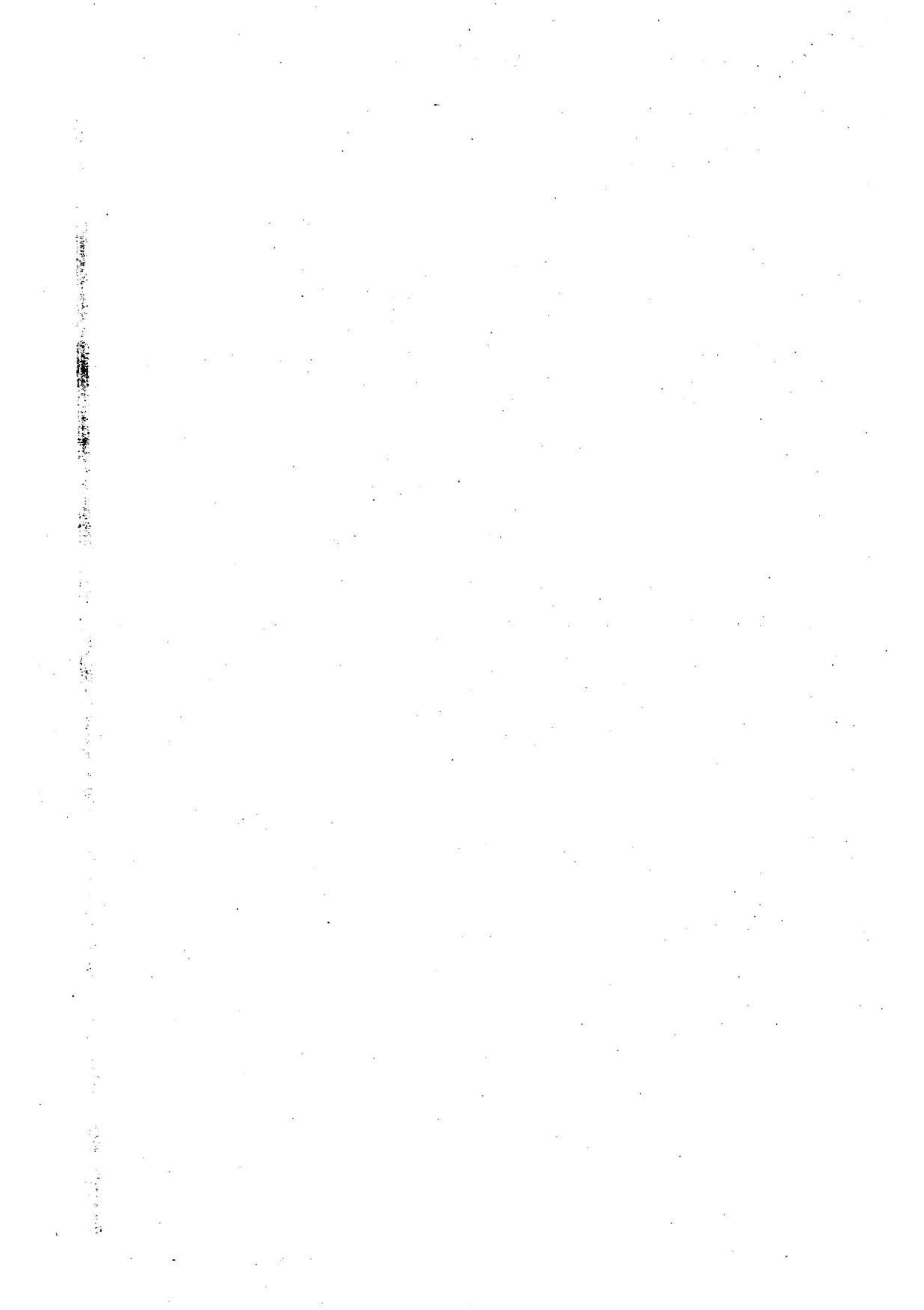
سورۃ النجم

(مکمل)

جلد.........۱۹

اٰیاتھا ۶۲ ۵۳ سُوْرَةُ النَّجْمِ مَكِّيَّةٌ ۲۳ رکوعاتھا ۳

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى ۝۱ مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى ۝۲ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝۳ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۝۴ عَلَّمَهٗ شَدِيْدُ الْقُوٰى ۝۵ ذُوْ مِرَّةٍ فَاسْتَوٰى ۝۶ وَهُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰى ۝۷ ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى ۝۸ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى ۝۹ فَاَوْحٰى اِلٰى عَبْدِهٖ مَا اَوْحٰى ۝۱۰ مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى ۝۱۱ اَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰى مَا يَرٰى ۝۱۲ وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى ۝۱۳ عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى ۝۱۴ عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَاْوٰى ۝۱۵ اِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشٰى ۝۱۶ مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى ۝۱۷ لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰيٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى ۝۱۸

وَالنَّجْمِ اور قسم ہے ستارے کی اِذَا هَوٰى جب وہ گرا مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ نہیں بہکا تمہارا ساتھی وَمَا غَوٰى اور نہ وہ بے راہ ہوا وَمَا يَنْطِقُ اور نہیں بولتا وہ عَنِ الْهَوٰى اپنی خواہش سے اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ نہیں ہے وہ مگر وحی يُّوْحٰى جو وحی کی جاتی ہے عَلَّمَهٗ تعلیم دی اس کو شَدِيْدُ الْقُوٰى سخت قوتوں والے نے ذُوْ مِرَّةٍ جو طاقت والا ہے فَاسْتَوٰى پس وہ سیدھا ہوا وَهُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰى اور وہ بلند کنارے پر تھا

ثُمَّ دَنَا پھر وہ قریب ہوا فَتَدَلّٰی پس اور قریب ہوا فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ پس ہوا اندازہ دو کمانوں کا اَوْ اَدْنٰی یا اس سے بھی زیادہ قریب فَاَوْحٰۤی اِلٰی عَبْدِهٖ پس اس نے وحی کی اپنے بندے کی طرف مَاۤ اَوْحٰی جو وحی کی مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ نہیں جھٹلایا دل نے مَا رَاٰی جو کچھ اس نے دیکھا اَفَتُمٰرُوْنَهٗ کیا پس تم اس کے ساتھ جھگڑا کرتے ہو عَلٰی مَا يَرٰی ان چیزوں پر جو اس نے دیکھی ہیں وَلَقَدْ رَاٰهُ اور البتہ تحقیق پیغمبر نے دیکھا اس کو نَزْلَةً اُخْرٰی ایک اور دفعہ بھی عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰی سدرۃ المنتہیٰ کے پاس عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَاْوٰی اس کے پاس جنت الماویٰ ہے اِذْ يَغْشَی السِّدْرَةَ جس وقت ڈھانپ لیا بیری کے درخت کو مَا يَغْشٰی جس چیز نے ڈھانپ لیا مَا زَاغَ الْبَصَرُ نہیں ٹیڑھی ہوئی نگاہ وَمَا طَغٰی اور نہ آگے بڑھی لَقَدْ رَاٰی البتہ تحقیق دیکھی اس نے مِنْ اٰيٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰی اپنے رب کی بڑی نشانیاں۔

تعارفِ سورت :

اس سورت کا نام نجم ہے اور نجم کا لفظ پہلی آیت کریمہ ہی میں موجود ہے۔ یہ سورۃ مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی۔ اس سے پہلے بائیس سورتیں نازل ہو چکی تھیں اس کا تیئیسواں نمبر ہے۔ اس کے تین رکوع اور باسٹھ آیتیں ہیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ قسم اٹھاتے ہیں وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰی اور قسم ہے ستارے کی جب وہ گر گیا۔ مراد ہے غروب ہو گیا۔ ہمارے تمہارے لیے قانون یہ ہے کہ ہم غیر اللہ کی

قسم نہیں اٹھا سکتے۔حدیث پاک میں آتا ہے مَنْ حَلَفَ بِغَیْرِ اللّٰہِ فَقَدْ اَشْرَکَ بِاللّٰہِ جس نے غیر اللہ کی قسم اٹھائی اس نے شرک کیا۔ہم نہ ستارے کی قسم اٹھا سکتے ہیں، نہ چاند کی، نہ سورج کی، نہ نبی کی، نہ ولی کی، نہ کعبے کی، جو بھی غیر اللہ ہے اس کی قسم اٹھانا ہمارے لیے جائز نہیں ہے۔ یہ قانون مخلوق کے لیے ہے خالق کے لیے نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ پر مخلوق والا قانون لاگو نہیں ہوتا۔ہم کسی چیز کو حلال، حرام نہیں کر سکتے۔ اللہ تعالیٰ نے بے شمار چیزیں حلال اور بے شمار چیزیں حرام کی ہیں۔ہم اپنے بچوں کو نہیں مار سکتے رب تعالیٰ روزانہ ہزاروں کو مارتا ہے اسے کوئی نہیں پوچھ سکتا۔لہٰذا رب تعالیٰ کی ذات کو اپنے اوپر اور اپنے آپ کو رب تعالیٰ کی ذات پر قیاس نہ کرو۔تو فرمایا قسم ہے ستارے کی۔ یہ کون سا ستارہ ہے؟ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہکشاں مراد ہے۔ یہ اکٹھے ستارے ہوتے ہیں جس کو ثریا کہتے ہیں۔حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کُلُّ نَجمٍ فِی السَّمَآءِ ''آسمان میں جتنے بھی ستارے ہیں سب کی قسم ہے۔''

بعض مفسرین کرام رحمۃ اللہ علیہم فرماتے ہیں چاند مراد ہے کہ چاند کی روشنی بہ نسبت دوسرے ستاروں کے زیادہ ہوتی ہے۔امام اخفش رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں نجم سے زمین کے پودے مراد ہیں۔رب تعالیٰ فرماتے ہیں قسم ہے ستارے کی جب وہ چلتے چلتے غروب ہو جائے مَا ضَلَّ صَاحِبُکُمْ نہیں بہکا تمہارا ساتھی غلطی سے۔ساتھی سے مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں وَمَا غَوٰی اور نہ وہ بے راہ ہوا۔دیدہ ودانستہ غلط راستے پر چلنے کی دو ہی صورتیں ہوتی ہیں۔ایک یہ کہ آدمی غلط فہمی کا شکار ہو کر غلط راستے پر چل پڑے۔ دوسرا یہ کہ قصداً غلط راستے پر چلے۔تو اللہ تعالیٰ نے دونوں کی نفی فرمائی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہ تو غلط فہمی کا شکار ہو کر غلط راستے پر چلے ہیں اور نہ دیدہ ودانستہ طور پر۔جو راستہ رب تعالیٰ

نے متعین کیا ہے اس پر چلے ہیں۔

اس بات کے ساتھ ستارے کی کیا مناسبت ہے کہ رب تعالیٰ نے ستارے کی قسم اٹھا کر یہ بات بیان فرمائی ہے؟ مفسرین کرام رحمۃ اللہ علیہم فرماتے ہیں کہ جس طرح ستارہ طلوع ہونے سے لے کر غروب ہونے تک لائن نہیں چھوڑتا اسی طرح آنحضرت ﷺ سیدھے راستے پر ہیں دائیں بائیں نہیں ہوتے۔ اور یہ بات بھی سمجھ لیں کہ ستارے دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک ثوابت، جو اپنی جگہ ٹکے رہتے ہیں، اپنی جگہ سے ہلتے نہیں ہیں۔ اور دوسرے سیارات ہیں جو چلتے ہیں اور بے شمار ایسے ستارے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ کی قدرت ہے کہ کسی کا راستہ مشرق سے مغرب کی طرف ہے اور کسی کا مغرب سے مشرق کی طرف ہے۔ کسی کا شمال سے جنوب اور کسی کا جنوب سے شمال کی طرف ہے۔ اور ان کی تیز رفتاری ہمارے تصور میں بھی نہیں آسکتی۔ لیکن آج تک کسی نے نہیں سنا کہ تارہ، ستارے کے ساتھ ٹکرایا ہو۔ جبکہ ہوائی جہاز اور بحری جہاز ٹکراتے رہتے ہیں، گاڑیاں ٹکراتی ہیں، بندے ٹکراتے ہیں مگر وہ رب تعالیٰ کا نظام ہے۔ تو جس طرح ستارہ اپنی لائن نہیں چھوڑتا اسی طرح حضرت محمد رسول اللہ ﷺ سیدھے راستے سے نہیں ہٹتے وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اور وہ نہیں بولتا اپنی خواہش سے۔ یعنی جو بات زبان سے نکلتی ہے اس میں خواہش نفسانی کا دخل نہیں ہوتا۔ ہاں! اگر کبھی اجتہادی غلطی ہو جائے تو اللہ تعالیٰ تنبیہ فرما دیتے ہیں اس سے اصلاح ہو جاتی ہے۔ تو رائے میں غلطی لگ سکتی ہے۔

واقعہ تابیر نخل :

چنانچہ آنحضرت ﷺ جب ہجرت کر کے مدینہ طیبہ تشریف لے گئے تو وہاں کے لوگ زراعت پیشہ تھے۔ ایک دن آنحضرت ﷺ نے ان کو دیکھا کہ نر کھجوروں کا بور مادہ

کھجور پر ڈال رہے ہیں۔ اس کو وہ تابیر نخل کہتے تھے اور اس سے پھل زیادہ ہوتا تھا۔ کھجوروں میں نر بھی ہوتے ہیں مادہ بھی ہوتے ہیں۔ اور علم نباتات والوں نے ثابت کیا ہے کہ ہر پودے میں نر مادہ ہوتے ہیں۔

تو خیر آنحضرت ﷺ نے ان سے پوچھا کہ کیا کر رہے ہو؟ تو ساتھیوں نے بتلایا کہ تابیر نخل کر رہے ہیں۔ نر کھجور کا پھل لے کر مادہ کھجور پر چھڑک دیتے ہیں۔ اس طرح اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے فصل بڑی اچھی ہوتی ہے۔ فرمایا اس کو چھوڑ دو۔ اللہ تعالیٰ اس کے بغیر بھی دے سکتا ہے۔ آپ ﷺ کا حکم تھا انھوں نے چھوڑ دیا۔ اللہ تعالیٰ کی شان کہ اس سال فصلیں بہت کم ہوئیں۔ مثلاً: اگر کسی کی بیس من کھجوریں ہوتی تھیں تو اس کو چار من ملیں۔ آنحضرت ﷺ کو بتلایا کہ حضرت ہم نے آپ ﷺ کے حکم پر تابیر نخل چھوڑ دی تھی فصلیں کم ہوئی ہیں۔ اس موقع پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ اُخْطِئُ وَ اُصِیْبُ "میں بھی تمہاری طرح بشر ہوں میری رائے غلط بھی ہو سکتی ہے اور صحیح بھی ہو سکتی ہے اِذَا اَمَرْتُکُمْ شَیْءٌ مِنْ دِیْنِکُمْ فَخُذُوْہُ جب میں تمھیں کوئی دین کی بات بتلاؤں تو اس کو ضرور لے لیا کرو کیونکہ وہ رب تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہے اور جب میں تمھیں کوئی دنیا کی بات کہوں تو (انتم اعلم بامور دنیاکم) دنیا کے معاملات تم بہتر سمجھتے ہو۔" یعنی جب میں اپنی رائے سے کوئی بات کہوں تو اس میں غلطی بھی ہو سکتی ہے۔ مگر آپ ﷺ نے جو رائے دی تھی اس میں کوئی نفس کی خواہش نہیں تھی بلکہ ہمدردی تھی کہ کیا ضرورت ہے اس مشقت کی کہ ایک درخت پر چڑھو، اُترو پھر دوسرے پر چڑھو، اُترو۔

اسی طرح بدر کے قیدیوں کے بارے میں جو آپ ﷺ کی رائے تھی وہ ان کے حق میں مفید تھی اس میں نفس کی خواہش نہیں تھی۔ تو اللہ تعالیٰ کا پیغمبر اپنی خواہش نفسانی

سے نہیں بولتا اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی نہیں ہوتی وہ بات مگر وحی جو وحی کی جاتی ہے
عَلَّمَهٗ شَدِیْدُ الْقُوٰی تعلیم دی تمہارے اس ساتھی محمد ﷺ کو سخت قوتوں والے نے
ذُوْ مِرَّةٍ جو بڑی طاقت والا ہے۔ اس سے مراد جبرائیل علیہ السلام ہیں۔ حضرت جبرائیل
علیہ السلام کی قوت کا اندازہ اس سے لگاؤ کہ جب اللہ تعالیٰ نے حکم دیا حضرت لوط علیہ السلام کی
بستیوں کو الٹنے کا تو انھوں نے ایک پَر پر اٹھا کر الٹ کر پھینک دیں۔ جو بستیاں میلوں پر
پھیلی ہوئی تھیں اور جبرائیل علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے چھ سو پر عطا فرمائے ہیں۔ تو وہ کتنی طاقت
والا ہے؟

تو فرمایا تعلیم دی اس کو سخت قوت والے نے ذُوْ مِرَّةٍ جو طاقت والا ہے
فَاسْتَوٰی پس وہ سیدھا ہوا وَهُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰی اور وہ بلند کنارے پر تھا ثُمَّ دَنَا
پھر وہ قریب ہوا فَتَدَلّٰی پس اور قریب ہوا فَكَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ پس اندازہ تھا دو
کمانوں کا اَوْ اَدْنٰی یا اس سے بھی زیادہ قریب۔ آنحضرت ﷺ نے جبرائیل علیہ السلام کو
اصلی شکل میں ساری زندگی میں دو مرتبہ دیکھا ہے۔ ایک مرتبہ جب کہ آپ ﷺ غارِ حرا
میں تھے جو جبل نور پر ہے، جبرائیل علیہ السلام نے آسمان کے سارے کنارے کو گھیرا ہوا تھا۔
دوسری مرتبہ معراج والی رات سدرۃ المنتہیٰ کے پاس جبرائیل علیہ السلام کو اپنی اصل شکل میں
دیکھا ہے۔ اس کے علاوہ جتنی دفعہ تشریف لائے ہیں یا تو اندر ہی اندر دل پر گھنٹی کی طرح
آواز ہوتی تھی نظر نہیں آتے تھے یا کسی دیہاتی کی شکل میں۔ اکثر حضرت دحیہ بن خلیفہ
کلبی رضی اللہ عنہ کی شکل میں آتے تھے۔ دوسرے لوگ بھی دیکھتے تھے اور آپ ﷺ بھی دیکھتے
تھے۔

معراج کی رات آنحضرت ﷺ کی اللہ تعالیٰ سے ملاقات :

قریب ہونے کو آپ اس تناظر میں سمجھیں کہ زمانہ جاہلیت میں لڑائی کے ہتھیار تیر، کمان، تلوار یا نیزہ ہوتے تھے۔ اگر دشمن دور ہوتا تو تیر سے وار کرتے تھے، دو چار قدم پر ہوتا تو نیزہ استعمال ہوتا اور دست بہ دست لڑائی تلوار سے ہوتی تھی۔ اگر دو آدمی آپس میں دوستی کا حلف لیتے تو دونوں اپنی کمانوں کو برابر رکھ کر جوڑتے تھے کہ میں تمہارا دوست ہوں اور تم میرے دوست ہو۔ اگر تمہارے ساتھ کوئی لڑا تو میں تمہارے ساتھ ہوں گا اور میرے ساتھ کوئی لڑا تو تم میری طرف سے لڑو گے۔ تو فرمایا جبرائیل علیہ السلام آنحضرت ﷺ کے اتنے قریب ہوئے جیسے دو کمانوں کا فاصلہ ہوتا ہے۔ پھر اور زیادہ اس سے قریب ہوئے فَأَوْحَىٰ إِلَىٰ عَبْدِهِ مَا أَوْحَىٰ پس اس نے وحی کی اپنے بندے کی طرف جو وحی کی۔

مفسرین کرام رحمہم اللہ کا ایک گروہ یہ مطلب بیان کرتا ہے کہ وحی کی اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے جبرائیل علیہ السلام کی طرف جو انھوں نے وحی کی آنحضرت ﷺ کی طرف۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے جبرائیل علیہ السلام کو حکم دیا اور انھوں نے آنحضرت ﷺ کو حکم دیا۔ جبکہ دوسرے حضرات فرماتے ہیں کہ یہاں اللہ تعالیٰ کا قرب مراد ہے۔ معراج کی رات آنحضرت ﷺ کو اللہ تعالیٰ کا قرب نصیب ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف وحی کی جو وحی کی۔ یہ وحی جبرائیل علیہ السلام کی وساطت کے بغیر تھی۔ آپ ﷺ نے خود اللہ تعالیٰ کا کلام سنا اور تین چیزیں خصوصیت کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو عطا فرمائیں۔

① ...... پچاس نمازیں جو بعد میں پانچ رہ گئیں۔

②...... سورۃ بقرہ کی آخری آیات اٰمن الرسول سے لے کر آخر تک۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ جو شخص رات کو یہ آیتیں پڑھے یہ آیات اس کے لیے کافی ہیں۔ اس کا ایک مطلب یہ بھی بیان فرماتے ہیں کہ اگر عادت ہے تہجد کی مگر کسی دن نہیں اٹھ سکا۔ اگر یہ آیتیں پڑھ کر سویا ہے تو اس کو اللہ تعالیٰ تہجد کا ثواب عطا فرماتے ہیں۔ اور یہ مطلب بھی بیان فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس کو چور، ڈاکو، دشمن اور شیطان سے محفوظ رکھے گا۔

③...... تیسری یہ بشارت ملی کہ تمہاری امت میں سے اس شخص کی مغفرت کر دوں گا جو اس حالت میں مرا کہ اس نے میرے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرایا۔

تو فرمایا پس وحی کی اپنے بندے کی طرف جو وحی کی مَا کَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰی نہیں جھٹلایا دل نے اس چیز کو جس کو دیکھا یعنی نہیں غلطی کھائی آنحضرت ﷺ کے دل نے جو کچھ اس نے دیکھا۔ معراج کی رات جو کچھ دیکھا اس میں کوئی غلطی نہیں ہوئی۔ پہلا آسمان، دوسرا آسمان، تیسرا آسمان، چوتھا آسمان، پانچواں، چھٹا، ساتواں آسمان، عرش بھی دیکھا، جنت بھی دیکھی، دوزخ بھی دیکھا، جو کچھ بھی دیکھا صحیح طور پر دیکھا غلطی نہیں کھائی اَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰی مَا یَرٰی کیا پس تم اس کے ساتھ جھگڑا کرتے ہو ان چیزوں پر جو اس نے دیکھی ہیں۔

جب آنحضرت ﷺ معراج سے واپس تشریف لائے تو سب سے پہلے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ملے۔ پوچھا حضرت! اِلْتَمَسْتُکَ عَلٰی فِرَاشِکَ فَلَمْ اَجِدْکَ "حضرت! آپ ﷺ کے دروازے کی کنڈی نہیں لگی ہوئی تھی ویسے دروازہ بند تھا میں نے دروازہ کھول کر چارپائی پر دیکھا تو آپ ﷺ نہیں تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ مجھے معراج پر لے گیا تھا۔ پھر سارا واقعہ سنایا۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے بغیر کسی

قیل وقال کے کہا اٰمَنْتُ وَصَدَّقْتُ ”مشرکین کو جب خبر پہنچی تو ان کے لیے یہ بات بڑی انوکھی اور نرالی تھی۔“ کہنے لگے یہ کیسے ہوسکتا ہے ہم یہاں سے اونٹوں پر چلتے ہیں دو، دو مہینے لگ جاتے ہیں مسجد اقصیٰ پہنچنے میں اور یہ کہتا ہے کہ میں رات کو وہاں بھی گیا پھر آسمانوں پر گیا۔ اوپر جانے والی بات چھوڑ دو ہمیں مسجد اقصیٰ کی چیزوں کے متعلق بتلائے۔ ان لوگوں کے حافظے بڑے تیز ہوتے تھے۔ علامتیں انھوں نے یاد کر رکھی تھیں۔ امتحان لینے کے لیے آگئے۔ کہنے لگے اے محمد (ﷺ) آپ کہتے ہیں میں مسجد اقصیٰ گیا ہوں ہمیں بتلاؤ کہ مسجد اقصیٰ کے بڑے مینار کتنے ہیں اور چھوٹے مینار کتنے ہیں؟ سنگ یشب کے ستون کتنے ہیں اور سنگ مرمر کے کتنے ہیں، سنگ عقیق کے کتنے ہیں۔ فرمایا وہ نشانیاں پوچھیں جو مجھے یاد نہیں تھیں (اور نہ ہی آپ ﷺ یہ نشانیاں یاد کرنے کے لیے گئے تھے۔ مرتب)

مثلاً: دیکھو! اس مسجد کا سنگ بنیاد میں نے اپنے گنہگار ہاتھوں سے رکھا ہے اور سالہا سال سے میں اس میں آ جا رہا ہوں۔ اگر تم مجھ سے پوچھو کہ اس کی کھڑکیاں کتنی ہیں، روشن دان کتنے ہیں تو میں نہیں بتلا سکتا۔ کیونکہ مسجد میں آنے کا مقصد کھڑکیاں گننا نہیں ہے۔

کافر کہنے لگے ابو بکر کو تو منا سکتا ہے ہمیں منوائے تو بات ہے۔ ان کے لیے تماشا بن گیا۔ دو آرہے ہیں، چار جا رہے ہیں کہ بتلائیں جی! فلاں چیز کتنی ہے۔ ایک دن کافی اکٹھے ہو کر آئے۔ بخاری شریف کی روایت ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس میرے سامنے کر دیا۔ وہ پوچھتے جاتے تھے اور میں بتلاتا جاتا تھا لیکن ان ضدی لوگوں میں سے ایک بھی ایمان نہ لایا۔ بس دعا کرو اللہ تعالیٰ حق کے خلاف کسی میں

ضد نہ رکھے۔ضد کا کوئی علاج نہیں ہے۔

تو فرمایا کیا پس جھگڑا کرتے ہو اس کے ساتھ ان چیزوں کے بارے میں جو اس نے دیکھی ہیں وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى اور البتہ تحقیق آنحضرت ﷺ نے دیکھا جبرائیل علیہ السلام کو مرۃ اخرٰی دوسری مرتبہ اصل شکل میں عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى سدرۃ المنتہٰی کے پاس۔ساتویں آسمان پر بیری کا درخت ہے بہت بڑا۔آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اس کے پتے ہاتھی کے کانوں کی طرح بڑے بڑے ہیں اور اس کے بیر اتنے موٹے ہیں جیسے ہجر قبیلے کے مٹکے۔اُن کے مٹکے بڑے بڑے ہوتے تھے اور عجیب قسم کے پروانے اور پتنگے اور چڑیاں اس درخت پر آتے جاتے ہیں۔عجیب منظر تھا۔سدرۃ المنتہٰی ہیڈ کوارٹر ہے۔نیچے اور اوپر والے فرشتوں کا، وہاں جمع ہوتے ہیں۔

فرمایا عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَاْوٰى سدرۃ المنتہٰی کے پاس جنت ہے جو مومنوں کا ٹھکانا ہے اِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشٰى جس وقت ڈھانپ لیا بیری کے درخت کو جس چیز نے ڈھانپ لیا، پروانے، پتنگے، چڑیاں مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى نہیں ٹیڑھی ہوئی نگاہ اور نہ آگے بڑھی۔نہ دائیں بائیں ہوئی اور نہ حد سے آگے بڑھی۔رب تعالٰی نے آپ ﷺ کو ہر چیز اچھی طرح، واضح انداز میں دکھائی لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰيٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى البتہ تحقیق دیکھی اس نے اپنے رب کی بڑی نشانیاں۔آسمان، عرش، کرسی، جنت، دوزخ، بہت کچھ دیکھا۔یہ معراج کے دوسرے حصے کا ذکر ہے۔

اَفَرَءَیْتُمُ اللّٰتَ وَ الْعُزّٰی ﴿۱۹﴾ وَمَنٰوۃَ الثَّالِثَۃَ الْاُخْرٰی ﴿۲۰﴾ اَلَکُمُ الذَّکَرُ وَ لَہُ الْاُنْثٰی ﴿۲۱﴾ تِلْکَ اِذًا قِسْمَۃٌ ضِیْزٰی ﴿۲۲﴾ اِنْ ہِیَ اِلَّآ اَسْمَآءٌ سَمَّیْتُمُوْہَآ اَنْتُمْ وَ اٰبَآؤُکُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰہُ بِہَا مِنْ سُلْطٰنٍ ؕ اِنْ یَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَمَا تَہْوَی الْاَنْفُسُ ۚ وَلَقَدْ جَآءَہُمْ مِّنْ رَّبِّہِمُ الْہُدٰی ﴿۲۳﴾ اَمْ لِلْاِنْسَانِ مَا تَمَنّٰی ﴿۲۴﴾ فَلِلّٰہِ الْاٰخِرَۃُ وَ الْاُوْلٰی ﴿۲۵﴾ وَکَمْ مِّنْ مَّلَکٍ فِی السَّمٰوٰتِ لَا تُغْنِیْ شَفَاعَتُہُمْ شَیْئًا اِلَّا مِنْ بَعْدِ اَنْ یَّاْذَنَ اللّٰہُ لِمَنْ یَّشَآءُ وَ یَرْضٰی ﴿۲۶﴾ اِنَّ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَۃِ لَیُسَمُّوْنَ الْمَلٰٓئِکَۃَ تَسْمِیَۃَ الْاُنْثٰی ﴿۲۷﴾

اَفَرَءَیْتُمْ کیا پس تم نے دیکھا ہے اللّٰتَ لات کو وَالْعُزّٰی اور عزّیٰ کو وَمَنٰوۃَ اور منات کو الثَّالِثَۃَ جو تیسرا ہے الْاُخْرٰی پیچھے ہے اَلَکُمُ الذَّکَرُ کیا تمہارے لیے بیٹے ہیں وَلَہُ الْاُنْثٰی اور اس کے لیے بیٹیاں ہیں تِلْکَ یہ اِذًا اس وقت قِسْمَۃٌ تقسیم ہے ضِیْزٰی بھونڈی اِنْ ہِیَ نہیں ہیں یہ اِلَّآ اَسْمَآءٌ مگر نام سَمَّیْتُمُوْہَآ جو تم نے رکھ لیے ہیں اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُکُمْ تم نے اور تمہارے باپ دادا نے مَّآ اَنْزَلَ اللّٰہُ بِہَا نہیں نازل کی اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں مِنْ سُلْطٰنٍ کوئی دلیل اِنْ یَّتَّبِعُوْنَ نہیں پیروی کرتے وہ اِلَّا الظَّنَّ مگر گمان کی وَمَا تَہْوَی الْاَنْفُسُ اور اس چیز کی جو نفس چاہتے ہیں وَلَقَدْ جَآءَہُمْ اور

البتہ تحقیق آچکی ان کے پاس مِّنۡ رَّبِّهِمُ ان کے رب کی طرف سے
الۡهُدٰى ہدایت اَمۡ لِلۡاِنۡسَانِ مَا تَمَنّٰى کیا انسان کے لیے ہے وہ جو چاہے
فَلِلّٰهِ الۡاٰخِرَةُ پس اللہ تعالیٰ کے لیے ہے آخرت وَالۡاُوۡلٰى اور دنیا وَكَمۡ
مِّنۡ مَّلَكٍ اور کتنے فرشتے ہیں فِى السَّمٰوٰتِ آسمانوں میں لَا تُغۡنِىۡ
شَفَاعَتُهُمۡ نہیں کفایت کرتی ان کی سفارش شَيۡـئًا کچھ بھی اِلَّا مِنۡۢ بَعۡدِ
مگر بعد اس کے اَنۡ يَّاۡذَنَ اللّٰهُ کہ اجازت دے اللہ تعالیٰ لِمَنۡ يَّشَآءُ
جس کے لیے چاہے وَيَرۡضٰى اور پسند کرے اِنَّ الَّذِيۡنَ بے شک وہ
لوگ لَا يُؤۡمِنُوۡنَ بِالۡاٰخِرَةِ نہیں ایمان رکھتے آخرت پر لَيُسَمُّوۡنَ
الۡمَلٰٓئِكَةَ البتہ وہ نام رکھتے ہیں فرشتوں کے تَسۡمِيَةَ الۡاُنۡثٰى عورتوں جیسے
نام۔

مشرکین مکہ کے بتوں کی تفصیل :

اہل مکہ نے تین سو ساٹھ بت کعبۃ اللہ کی بیرونی دیواروں پر نصب کیے ہوئے تھے۔ جن میں ابراہیم علیہ السلام کا مجسمہ بھی تھا، اسماعیل علیہ السلام کا مجسمہ بھی تھا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت مریم علیہا السلام کا مجسمہ بھی تھا۔ عرب میں رہنے والے سب لوگوں کو جوڑنے کے لیے انھوں نے یہ ڈھونگ رچایا ہوا تھا کہ یہودی بھی آئیں، عیسائی بھی آئیں۔ ان کے نزدیک ان بتوں میں سب سے بڑا بت ہبل تھا۔ کہتے تھے اَعۡظَمُ عِنۡدَ اللّٰهِ هُبَلُ ۔ یہ حضرت آدم علیہ السلام کے بیٹے ہابیل رحمۃ اللہ علیہ کا مجسمہ تھا جس کو بھائی قابیل نے شہید کیا تھا۔ مشرکین جنگوں میں اسی کا نعرہ مارتے تھے اُعۡلُ هُبَلُ ''ہبل زندہ باد'' ان کا خیال تھا کہ

وہ مظلوم شہید ہوا ہے اس مظلوم شہید کی مدد ہمارے ساتھ ہے۔

دوسرا بڑا بت عزّٰی تھا اور تیسرا منات تھا۔ بعض مفسرین کرام رحمۃ اللہ علیہم فرماتے ہیں کہ لات لفظ اللہ کی مونث ہے اور عزّٰی عزیز کی مونث ہے اور منات منّان کی مونث ہے۔ بخاری شریف میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ لات ایک آدمی کا نام تھا جو طائف کا رہنے والا تھا اور بڑا سخی آدمی تھا یَلُتُّ السَّوِیْقَ لِلْحُجَّاجِ ''حج کے دنوں میں یہ حاجیوں کو ستو گھول گھول کر پلاتا تھا مفت۔'' یہ جب فوت ہوا تو طائف میں اس کی قبر بنائی گئی اور قبر پر میلہ اور عرس شروع کر دیا گیا۔ جیسے آج کل بزرگوں کی قبروں پر عرس اور میلے ہوتے ہیں۔ یہ تمام خرافات ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مرض الموت میں جو وصیتیں فرمائی تھیں ان میں سے ایک یہ بھی تھی اور دعا کی اَللّٰھُمَّ لَا تَجْعَلْ قَبْرِیْ وَثَنًا یُعْبَدُ ''اے اللہ میری قبر کو بت نہ بنانا کہ اس کی عبادت کی جائے۔'' لوگ یہاں آکر پوجا کریں۔ اللہ تعالیٰ نے وہاں کے جو محافظ بنائے ہیں وہ ایسے خشک مزاج ہیں کہ کسی کو قریب نہیں آنے دیتے۔ میرے خیال میں یہ تکوینی طور پر حفاظت ہے۔ رب تعالیٰ نے انتظام کیا ہے۔ بڑے خشک قسم کے نجدی لوگ ہیں۔ اگر کوئی قریب آئے تو پھڑکا دیتے ہیں کیونکہ عقیدت میں لوگ بڑا کچھ کرتے ہیں چاہے صحیح العقیدہ بھی ہوں۔

تو لات کی قبر انھوں نے طائف میں بنائی ہوئی تھی۔ حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ قبر پر میلہ اور عرس بھی کرتے تھے اور اس کا ایک مجسمہ مکے والوں نے بھی نصب کیا ہوا تھا۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ''بدور بازغہ'' میں فرماتے ہیں کہ وَکَانُوْا یَسْتَغِیْثُوْنَ بِهِنَّ مِنَ الشَّدَائِدِ ''سختیوں اور مصیبتوں میں

ان سے مدد مانگتے تھے۔'' کہتے تھے یَا لَاتَ اَغِثْنِیْ یَا مَنَاتَ اَغِثْنِیْ ''اے لات میری مدد کر۔ اے منات میری مدد کر، اے عزّٰی میری مدد کر۔'' جیسے یہاں کے اہل بدعت کو تم نے دیکھا اور سنا ہوگا سیدنا عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ سے مدد مانگتے ہیں اور کھل کر کہتے ہیں:

ے امداد کن امداد کن از بند غم آزاد کن
دردین و دنیا شاد کن یاغوث اعظم دست گیر

اگر یہ چیزیں شرک نہیں ہیں تو شرک دنیا میں کس بلا کا نام ہے؟ عزّٰی کے بارے میں نسائی شریف میں روایت ہے کہ ۸ ھ میں جب مکہ مکرمہ فتح ہوا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی ڈیوٹی لگائی کہ جا کر عزّٰی کو ختم کرو (مکہ مکرمہ کے قریب چند میل کے فاصلے پر عزّٰی کا ڈیرا تھا، کچھ مکان اور کچھ درخت تھے۔ ملنگوں نے وہاں ڈیرا لگایا ہوا تھا۔ کوئی مرغا چڑھاوا چڑھا جاتا اور کوئی بکرا چھوڑ جاتا، کوئی دودھ اور ستو دے جاتا۔ یہ چڑھاوے ملنگ کھاتے پیتے تھے۔) حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ چند ساتھیوں کو لے کر وہاں پہنچے۔ مکان گرادیئے، درخت اکھیڑ دیئے اور ملنگوں کو بھگا دیا۔ جب واپس آئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تم نے عزّٰی کے ساتھ کیا کیا؟ کہنے لگے حضرت! وہاں تو کچھ بھی نہیں تھا۔ فرمایا تم نے کچھ بھی نہیں کیا۔ جاؤ عزّٰی کو ختم کر کے آؤ۔ دوبارہ گئے تو وہاں دیکھا اِمْرَءَةٌ نَاشِزَةٌ ایک عورت ہے اس نے سر کے بال بکھیرے ہوئے ہیں اور سر پر خاک ڈال رہی ہے اور کہہ رہی ہے عُزّٰی کُفْرَانَکَ ''عزّٰی تیرا تو گھر تباہ کر دیا گیا ہے، تیری ناشکری کی گئی ہے'' واویلا کر رہی تھی۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے تلوار سے اس کا سر قلم کر دیا۔ اصل میں وہ ایک پری تھی کبھی ظاہر ہوتی تھی اور کبھی چھپ

جاتی تھی۔ جب واپس آکر بتلایا کہ وہاں ایک عورت تھی سر کے بال اس نے بکھیرے ہو ئے تھے اور واویلا کر رہی تھی میں نے اس کا سر قلم کر دیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا تِلْكَ الْعُزّٰى وَ لَمْ تُعْبَد بعد اليوم ''ہاں یہ عزّیٰ تھی آج کے بعد اس کی عبادت نہیں ہو گی۔''

اور منات ایک نیک آدمی تھا۔ اتنا پارسا تھا کہ لوگ اس کی نیکی کی مثالیں بیان کرتے تھے۔ اس کے فوت ہونے کے بعد لوگوں نے اس کا مجسمہ بنا کر اس کی پوجا شروع کر دی۔ عزّیٰ چند میل کے فاصلے پر تھا، لات بھی قریب تھا اور منات طائف میں۔ جو مکہ مکرمہ سے پچھتر (۷۵) میل کے فاصلے پر ہے۔ اس لیے اُخریٰ فرمایا کہ جوان سے ہٹا ہوا ہے۔ فرمایا لات، منات، عزّیٰ کے پاس کچھ نہیں ہے، خدائی اختیارات رب تعالیٰ نے کسی کو نہیں دیئے۔ نہ پیغمبروں کو دیئے ہیں، نہ ولیوں کو دیئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ سے اعلان کروایا قُلْ آپ کہہ دیں اِنِّیْ لَا اَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا رَشَدًا [سورۃ جن] ''بے شک میں مالک نہیں ہوں تمہارے لیے نفع ونقصان کا'' اور سورۃ الاعراف آیت نمبر ۱۸۸ میں ہے لَا اَمْلِكُ لِنَفْسِیْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا ''نہیں مالک میں اپنے لیے نفع ونقصان کا۔''

اگر نفع اور نقصان آپ ﷺ کے اختیار میں ہوتا تو احد کے مقام پر آپ ﷺ کا دانت مبارک شہید نہ ہوتا، آپ ﷺ کا چہرہ مبارک زخمی نہ ہوتا، یہ تکلیفیں پیش نہ آتیں۔ خدائی اختیارات صرف خدا کے پاس ہیں۔ ضعیف الاعتقاد لوگ سمجھتے ہیں کہ پیروں کے پاس خدائی اختیارات ہیں، ملنگ کو دیکھ کر کہیں گے خدا جانے اس کے پاس کیا ہے۔ بھائی! کسی کے پاس کچھ نہیں ہے۔

پچھلے دنوں گوجرانوالا سے ایک نوجوان نے آ کر کہا کہ میں آپ کا مرید ہونا چاہتا ہوں کیا نو گے؟ میں نے کہا میں لیتا دیتا کچھ نہیں ہوں چند باتیں بتلاؤں گا ان پر عمل کرنا ہے۔توحید وسنت پر قائم رہنا ہے،شرک و بدعت کے قریب نہیں جانا،نمازیں پڑھنی ہیں۔ قرآن پڑھا ہوا ہے تو اس کی تلاوت کرنی ہے، تیسرے کلمے کا ورد کرنا ہے، استغفار اور درود شریف پڑھنا ہے۔ جائز کام کرنے ہیں، ناجائز سے بچنا ہے۔ حلال طریقے سے روزی بھی کمانی ہے۔ کچھ دنوں کے بعد آیا اور کہنے لگا میں آپ کا مرید ہوا تھا مگر میرا کوئی کام بھی نہیں ہوا لہٰذا اب میں آپ کا مرید نہیں ہوں۔ میں نے کہا بہت اچھی بات ہے۔ اگر تو اس لیے مرید ہوا تھا کہ مرید ہونے کے بعد تجھے خزانے مل جائیں گے، تجھے بادشاہی مل جائے گی تو بھئی! میرے پاس تو کچھ نہیں ہے۔ اگر اس لیے ہوئے تھے تو یہ بالکل باطل بات ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے میرے ہزاروں مرید ہیں جو اللہ اللہ کرنے والے ہیں اگر میرے پاس کچھ ہوتا تو میں سب سے پہلے اپنے گھٹنوں کا درد ٹھیک کرتا۔

بھائی! ہمارا تو کام ہے سیدھا راستہ بتلانا۔ نماز پڑھو، روزہ رکھو، اللہ اللہ کرو، آخرت کی فکر کرو، جائز طریقے سے دنیا بھی کماؤ، میں تمھیں بادشاہی تو نہیں دے سکتا۔

تو فرمایا اَفَرَءَیْتُمُ کیا دیکھا ہے تم نے بتلاؤ اللّٰتَ وَالْعُزّٰی لات اور عزیٰ کو وَمَنٰوةَ الثَّالِثَةَ اور منات کو جو تیسرا ہے الْاُخْرٰی جو پیچھے ہٹا ہوا ہے اَلَکُمُ الذَّکَرُ کیا تمہارے لیے بیٹے ہیں وَلَهُ الْاُنْثٰی اور رب تعالیٰ کے لیے بیٹیاں ہیں۔سورۃ النحل آیت نمبر ۵۷ میں ہے وَیَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ الْبَنٰتِ ''اور بناتے ہیں اللہ تعالیٰ کے لیے بیٹیاں۔'' اور کہتے تھے کہ فرشتے رب تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں۔ او ظالمو! تمہارے لیے لڑکے اور رب تعالیٰ کے لیے لڑکیاں تِلْكَ اِذًا قِسْمَةٌ ضِیْزٰی

یہ تقسیم اس وقت بڑی بھونڈی ہے، ناقص ہے۔ اپنے لیے تو تم لڑکی کا تصور بھی ناجائز سمجھتے ہو۔ تمھیں جب کہا جائے کہ لڑکی ہوئی ہے تو تمہارا منہ کالا ہو جاتا ہے اور رب تعالیٰ کے لیے لڑکیاں تجویز کرتے ہو۔ آج بھی کئی لوگ ہیں کہ لڑکی ہو جائے تو کہتے ہیں ہائے ہائے کیا ہو گیا (بلکہ لڑکیاں ہونے کی وجہ سے طلاقیں ہوئی ہیں۔ مرتب)

لڑکی، لڑکا دینا اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے :

بھائی لڑکی، لڑکے کا ہونا بندوں کے اختیار میں نہیں ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔ چنانچہ سورۃ الشوریٰ میں ہے اللہ تعالیٰ کے لیے ہے بادشاہی آسمانوں کی اور زمین کی یَخْلُقُ مَا یَشَآءُ "پیدا کرتا ہے جو چاہے یَهَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ اِنَاثًا بخشتا ہے جس کو چاہے بیٹیاں وَ یَهَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ الذُّكُوْرُ اور بخشتا ہے جس کو چاہے بیٹے اَوْ یُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَّ اِنَاثًا یا جوڑا جوڑا دیتا ہے ان کو بیٹے اور بیٹیاں وَیَجْعَلُ مَنْ یَّشَآءُ عَقِیْمًا اور بناتا ہے جس کو چاہے بانجھ اِنَّهٗ عَلِیْمٌ قَدِیْرٌ بے شک وہ سب کچھ جاننے والا، قدرت رکھنے والا ہے۔" جو رب نے دینا ہے وہی ہونا ہے۔ رب تعالیٰ نہ دے تو بے شک ساری عمر ڈاکٹروں کے پاس پھرتے رہیں، حکیموں کے پاس جائیں، تعویذ کرائیں، کالی مرچیں اور اجوائن دم کرا کر کھائیں، کچھ بھی نہیں ہوگا۔ جب رب تعالیٰ ہی نے نہیں دینا تو پھر کون دے گا؟

(جو لوگ پیروں کے پاس اور درباروں پر جاتے ہیں اور منتیں مانگتے ہیں اور بچہ، بچی ہو جاتے ہیں اور وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ہمیں بابے نے دیا ہے۔ ان کو بھی رب ہی دیتا ہے۔ اس کو آپ یوں سمجھیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہر کام کا ایک وقت مقرر کیا ہے، ہر شے کا ایک وقت مقرر کیا ہے قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَیْءٍ قَدْرًا کل امر مُّسْتَقَرٌّ ۔ ہوتا اس طرح ہے

کہ شادی کے بعد جانبین سے یہ خواہش ہوتی ہے کہ امید ہو جائے۔لیکن رب تعالیٰ نے ان کے لیے تین سال بعد، پانچ سال بعد یا دس سال بعد بچی، بچے کا ہونا لکھا ہے۔ایک سال تو انتظار کرتے ہیں۔پھر کہنے لگ جاتے ہیں کہ بچی بیمار مل گئی ہے ٹیسٹ اور علاج شروع ہو جاتے ہیں۔ٹیسٹ سارے صحیح آتے ہیں۔تو پھر کہتے ہیں کہ کسی نے بندش کرائی ہے۔تعویذ گنڈے والوں کے پاس جانے لگتے ہیں۔اِدھر وقت گزرتا جارہا ہے اور تقدیر جارہی ہے۔تعویذ دھاگے والے بھی زور لگا کر بس کر جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ بندش بہت سخت ہے۔ڈاکٹروں، حکیموں اور عاملوں نے جواب دے دیا۔زندوں کی بس ہوگئی تو مردوں کے پاس چل پڑے۔کبھی کسی دربار پر دھکے کھا رہے ہیں اور کبھی کسی دربار پر دھکے کھا رہے ہیں۔چلتے چلاتے اللہ تعالیٰ کا مقرر کردہ وقت قریب آگیا اور یہ کسی دربار پر دامن پھیلا کے بیٹھا تھا۔امید ہوگئی، رب نے دے دیا اور اس نے سمجھا کہ بابے نے دیا ہے۔تو اللہ تعالیٰ سب کو دیتا ہے اور جن کو اس نے نہیں دینا وہ سب درباروں کی خاک چھان مارتے ہیں اور کچھ نہیں حاصل ہوتا اور لاولد دنیا سے چلے جاتے ہیں۔محمد نواز بلوچ، مرتب)

تو فرمایا تمہارے لیے بیٹے اور اللہ تعالیٰ کے لیے بیٹیاں اس وقت یہ تقسیم بھونڈی اور ناقص ہے اِنْ هِيَ اِلَّآ اَسْمَآءٌ نہیں ہیں یہ مگر نام سَمَّيْتُمُوْهَآ جو تم نے رکھ لیے ہیں اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ تم نے اور تمہارے باپ دادا نے رکھ لیے ہیں مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ نہیں نازل کی اللہ تعالیٰ نے اس کے بارے میں کوئی دلیل اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ نہیں پیروی کرتے وہ مگر گمان کی وَمَا اور اس چیز کی تَهْوَى الْاَنْفُسُ جس کو پسند کرتے ہیں ان کے نفس وَلَقَدْ جَآءَهُمْ مِّنْ رَّبِّهِمُ الْهُدٰى اور

البتہ تحقیق آچکی ان کے پاس ان کے رب کی طرف سے ہدایت قرآن کریم کی صورت میں۔ یہ قرآن پاک نری ہدایت ہے هُدًى لِلنَّاسِ ہے۔ میں بارہا کہہ چکا ہوں جو آدمی قرآن پاک کالفظی ترجمہ ہی پڑھ لے گا سمجھ کر تشریح چاہے نہ ہو اس کو اسلام سمجھ آجائے گا۔ شرک وبدعت کے قریب نہیں جائے گا لیکن ہم نے تو قرآن صرف تیجے، ساتے کے لیے رکھا ہوا ہے یا قسموں کے لیے رکھا ہوا ہے یا جانوروں کو نیچے سے گزارنے کے لیے رکھا ہوا ہے۔ بھائی قرآن کو پڑھو، سمجھو، اہل خانہ کو پڑھاؤ، سمجھاؤ۔ یہ تمہارا فرض ہے۔ قیامت والے دن سوال ہوگا وَلَا تَلَيْتَ وَلَا دَرَيْتَ "تو نے قرآن نہ پڑھا نہ سمجھا" یہ صرف مولویوں اور طالب علموں کے لیے نہیں ہے بلکہ سب کے لیے ہیں۔

تو فرمایا رب تعالیٰ کی طرف سے ہدایت آچکی ہے اَمْ لِلْاِنْسَانِ مَا تَمَنّٰى کیا انسان کے لیے ہے وہ جو چاہے۔ فَلِلّٰهِ الْاٰخِرَةُ وَالْاُوْلٰى پس اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے آخرت اور دنیا۔ آخرت بھی اس کی اور دنیا بھی اسی کی۔ دنیا بھی اسی سے طلب کرو اور آخرت بھی اسی سے طلب کرو۔ فرمایا وَكَمْ مِّنْ مَّلَكٍ فِي السَّمٰوٰتِ اور کتنے فرشتے ہیں آسمانوں میں لَا تُغْنِيْ شَفَاعَتُهُمْ شَيْـًٔا نہیں کفایت کرتی ان کی سفارش کچھ بھی۔ نہیں کام دیتی ان کی سفارش کچھ بھی اِلَّا مِنْ بَعْدِ اَنْ يَّاْذَنَ اللّٰهُ مگر بعد اس کے کہ اجازت دے اللہ تعالیٰ لِمَنْ يَّشَآءُ جس کے لیے چاہے وَيَرْضٰى اور پسند کرے جس کے لیے راضی ہو۔ وہ لوگ فرشتوں کی پوجا اس لیے کرتے تھے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی پیاری بیٹیاں ہیں وہ اپنی بیٹیوں کی بات رد نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میرے حکم کے بغیر کوئی سفارش نہیں کر سکتا۔

فرشتوں کا حال تو یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ جبرائیل کو کوئی حکم دینا چاہتے ہیں تو باقی

فرشتوں کے ہوش وحواس خطا ہو جاتے ہیں۔ دوسروں سے پوچھتے ہیں مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ [سبا:۲۳] ''کیا فرمایا ہے تمہارے رب نے۔'' رب تعالیٰ کی عظمت وکبرائی کی وجہ سے ان کے اوسان خطا ہو جاتے ہیں۔ وہ رب تعالیٰ سے جبری طور پر کیا منوا سکتے ہیں۔

تو فرمایا کتنے فرشتے ہیں آسمانوں میں کہ نہیں کام دیتی ان کی سفارش کچھ بھی مگر بعد اس کے کہ اللہ تعالیٰ اجازت دے جس کے لیے وہ راضی ہو اِنَّ الَّذِيْنَ بے شک وہ لوگ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ جو ایمان نہیں رکھتے آخرت پر لَيُسَمُّوْنَ الْمَلٰٓئِكَةَ نام رکھتے ہیں فرشتوں کے تَسْمِيَةَ الْاُنْثٰى عورتوں جیسے نام کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں۔ یہ بالکل غلط کہتے ہیں آگے اس کی تردید آئے گی۔ فرشتے اللہ تعالیٰ کی نوری مخلوق ہے۔ مخلوق نور سے پیدا ہوئے ہیں اور معصوم ہیں، نہ کھاتے ہیں، نہ پیتے ہیں، نہ ان میں جنسی خواہشات ہیں، نہ سوتے ہیں اور نہ تھکتے ہیں۔ ہر ہر آدمی کے ساتھ اعمال لکھنے والے فرشتے بھی ہیں اور جان کی حفاظت کرنے والے بھی ہیں۔ پاک کلمات پہنچانے والے اور درود شریف پہنچانے والے علیحدہ ہیں وہ نظر نہیں آتے۔

وَمَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ ؕ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ ۚ وَاِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِيْ مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا ۚ﴿۲۸﴾ فَاَعْرِضْ عَنْ مَّنْ تَوَلّٰى ۙ عَنْ ذِكْرِنَا وَلَمْ يُرِدْ اِلَّا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ﴿۲۹﴾ ؕ ذٰلِكَ مَبْلَغُهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ ؕ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ وَهُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اهْتَدٰى ﴿۳۰﴾ وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۙ لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَسَآءُوْا بِمَا عَمِلُوْا وَيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا بِالْحُسْنٰى ﴿۳۱﴾ ۚ اَلَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ اِلَّا اللَّمَمَ ؕ اِنَّ رَبَّكَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ ؕ هُوَ اَعْلَمُ بِكُمْ اِذْ اَنْشَاَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَاِذْ اَنْتُمْ اَجِنَّةٌ فِيْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ ۚ فَلَا تُزَكُّوْٓا اَنْفُسَكُمْ ؕ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰى ﴿۳۲﴾ ع

وَمَا لَهُمْ بِهٖ اور نہیں ہے ان کے لیے اس بارے مِنْ عِلْمٍ کچھ علم اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ نہیں پیروی کرتے مگر گمان کی وَاِنَّ الظَّنَّ اور بے شک گمان لَا يُغْنِيْ مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا نہیں کفایت کرتا حق کے سامنے کچھ بھی فَاَعْرِضْ پس آپ اعراض کریں عَنْ مَّنْ تَوَلّٰى اس سے جس نے منہ موڑ لیا عَنْ ذِكْرِنَا ہمارے ذکر سے وَلَمْ يُرِدْ اِلَّا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا اور نہیں ارادہ کیا اس نے مگر دنیا کی زندگی کا ذٰلِكَ مَبْلَغُهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ یہی پہنچ ہے ان کے علم کی اِنَّ رَبَّكَ بے شک آپ کا رب هُوَ اَعْلَمُ وہ خوب جانتا ہے بِمَنْ ضَلَّ اس کو جو گمراہ ہوا عَنْ سَبِيْلِهٖ اس کے راستے سے وَهُوَ

اَعْلَمُ بِمَنِ اهْتَدٰى اور وہ خوب جانتا ہے اس کو جس نے ہدایت پائی وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ اور اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے جو کچھ ہے آسمانوں میں وَمَا فِي الْاَرْضِ اور جو کچھ ہے زمین میں لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَسَآءُوْا بِمَا عَمِلُوْا تاکہ بدلہ دے ان لوگوں کو جنھوں نے برائی کی اس کا جو انھوں نے عمل کیا وَيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا بِالْحُسْنٰى اور تاکہ بدلہ دے ان لوگوں کو جنھوں نے اچھائی کی اچھا بدلہ اَلَّذِيْنَ اور وہ لوگ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وہ بچتے ہیں بڑے گناہوں سے وَالْفَوَاحِشَ اور بے حیائی کی باتوں سے اِلَّا اللَّمَمَ مگر صغیرہ گناہ اِنَّ رَبَّكَ بے شک آپ کا رب وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ وسیع مغفرت والا ہے هُوَ اَعْلَمُ بِكُمْ وہ خوب جانتا ہے تم کو اِذْ اَنْشَاَكُمْ جس وقت اس نے پیدا کیا تم کو مِّنَ الْاَرْضِ زمین سے وَاِذْ اَنْتُمْ اَجِنَّةٌ اور جس وقت تم بچے تھے فِيْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ اپنی ماؤں کے پیٹوں میں فَلَا تُزَكُّوْٓا اَنْفُسَكُمْ پس صفائی نہ پیش کرو اپنی جانوں کی هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰى وہ خوب جانتا ہے اس کو جو متقی ہے۔

ربطِ آیات :

کل کے درس میں یہ بات گزری تھی کہ لَيُسَمُّوْنَ الْمَلٰٓئِكَةَ تَسْمِيَةَ الْاُنْثٰى ”البتہ وہ نام رکھتے ہیں فرشتوں کے عورتوں جیسے نام۔“ فرشتوں کو رب تعالیٰ کی بیٹیاں بناتے ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اس کا رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں وَمَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ اور نہیں ہے ان کے لیے اس بارے میں کچھ علم کہ فرشتے رب تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں، عورتیں

ہیں اس کے متعلق ان کو کوئی علم نہیں ہے۔ اور آپ حضرات کئی دفعہ سن چکے ہو کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا خُلِقَتِ الْمَلٰئِكَةُ مِنْ نُوْرٍ ”کہ فرشتے نور سے پیدا کیے گئے ہیں۔“ اللہ تعالیٰ نے خاک بھی پیدا کی ہے نور بھی پیدا کیا ہے، آگ بھی پیدا کی ہے، پانی بھی پیدا کیا ہے۔ جو نور مخلوق ہے یہ فرشتوں کا مادہ ہے۔ وہ نور نہیں ہے جو رب تعالیٰ کی صفت ہے۔ اور نہ ہی اس نور سے کوئی شے پیدا ہوئی ہے۔ تو فرشتوں کو اللہ تعالیٰ نے مخلوق نور سے پیدا کیا ہے اور جنات کو آگ سے پیدا کیا ہے وَالْجَآنَّ خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ مِنْ نَّارِ السَّمُوْمِ [الحجر: ۲۷] ”اور جنوں کو ہم نے پیدا کیا اس سے پہلے آگ کی لو سے۔“ اور یہ کہتے ہیں کہ فرشتے عورتیں ہیں ان کو کچھ بھی علم نہیں ہے۔ رب تعالیٰ نے جو فرمایا ہے وہی حق ہے اور اللہ تعالیٰ کے پیغمبر کی زبان مبارک سے جو نکلا ہے وہ حق ہے۔ فرشتے نوری مخلوق ہیں نہ مرد ہیں نہ عورتیں، نہ لڑکے ہیں نہ لڑکیاں ہیں اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ نہیں پیروی کرتے وہ مگر گمان کی۔ من گھڑت باتیں ان کی چل رہی ہیں وَاِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِىْ مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا اور بے شک گمان کفایت نہیں کرتا حق کے مقابلے میں کچھ بھی۔ حق کو تو علم کے ساتھ ہی پایا جا سکتا ہے۔ اور کوئی عقیدہ قطعی دلیل کے بغیر ثابت نہیں ہوتا۔

مذکورہ آیت کریمہ سے منکرین حدیث کا باطل استدلال:

اس آیت کریمہ سے منکرین حدیث یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ احادیث کی کوئی حیثیت نہیں ہے (معاذ اللہ تعالیٰ) کیونکہ احادیث ظنی ہیں اور اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتے ہیں وَاِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِىْ مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا ”اور بے شک ظن کفایت نہیں کرتا حق کے مقابلے میں کچھ بھی۔“ اس طرح یہ عوام کو دھوکا دیتے ہیں۔ یاد رکھنا! ساری احادیث ظنی

نہیں ہیں۔ جو احادیث متواتر ہیں وہ اسی طرح قطعی ہیں جس طرح قرآن کریم قطعی ہے۔ متواتر اسے کہتے ہیں کہ جس کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی کافی تعداد نے بیان کیا ہو۔ پھر تابعین اور تبع تابعین نے بھی کثرت کے ساتھ نقل کیا ہو۔ جیسے نماز منقول ہوتی چلی آرہی ہے، کلمہ نقل ہوتا چلا آرہا ہے، قرآن کریم نقل ہوتا چلا آرہا ہے۔ تو ان کا یہ کہنا کہ ساری احادیث ظنی ہیں یہ بالکل صریح جھوٹ ہے۔ (مزید سمجھنے اور تفصیل کے لیے حضرت کی کتاب انکار حدیث کے نتائج اور شوق حدیث کا مطالعہ کریں۔ مرتب) تو فرمایا اور بے شک گمان کام نہیں دیتا حق کے مقابلے میں کچھ بھی فَاَعْرِضْ عَنْ مَّنْ تَوَلّٰی عَنْ ذِكْرِنَا پس آپ اعراض کریں اس سے جس نے منہ موڑ لیا ہمارے ذکر سے، قرآن سے۔ قرآن کریم کا ایک نام ذکر بھی ہے اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ [سورۃ الحجر] "بے شک ہم نے نازل کیا ذکر کو یعنی نصیحت والی کتاب کو اور بے شک ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔" تو فرمایا آپ ان سے اعراض کریں جو قرآن سے اعراض کرتے ہیں، نہیں مانتے وَلَمْ يُرِدْ اِلَّا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا اور نہیں ارادہ کیا اس نے مگر دنیا کی زندگی کا۔ یعنی صرف دنیا کو مقصود بنالیا۔ ورنہ دنیا میں رہ کر دنیا کمانا ناجائز نہیں ہے صرف دنیا کو مقصود بنانا ناجائز ہے کہ نہ نماز، نہ روزہ، نہ حج، نہ زکوٰۃ، نہ حلال وحرام کی تمیز، یہ بُری چیز ہے۔ باقی یہ بات تم کئی دفعہ سن چکے ہو کہ اسلام پسند نہیں کرتا کہ انسان فارغ رہے۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس نوجوان کو پسند نہیں کرتا جو تندرست ہو کر فارغ رہے، لوفر بنے۔ اس کے ساتھ رب تعالیٰ کی سخت ناراضگی ہے۔ کوئی نہ کوئی کام کرے جو جائز ہو۔ تو فرمایا نہیں ارادہ کیا اس نے مگر دنیا کی زندگی کا ذٰلِكَ مَبْلَغُهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ یہی اس کے علم کا مبلغ ہے، یہی پہنچ ہے اس کے علم کی۔ اس کا علم دنیا ہی تک پہنچتا

ہے آخرت کی کوئی فکر نہیں ہے۔ حالانکہ دنیا میں آنے کا اصل مقصد آخرت کی تیاری کرنا ہے۔ دنیا کمائے جائز طریقے سے اور اس سے بھی آخرت تلاش کرے۔ دنیا کمانا بُری چیز نہیں ہے۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ جب ہجرت کر کے مدینہ طیبہ تشریف لائے تو ان کی حالت یہ تھی کہ ان کے پاس کھانے پینے کے لیے کچھ نہیں تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ کو ان کا بھائی بنایا کہ جب تک یہ اپنے پاؤں پر کھڑا نہیں ہوتا تم نے ان کو کھلانا پلانا ہے۔ وہ ان کے گھر سے کھاتے پیتے تھے۔ مگر وہ باغیرت تھے تھوڑے دن گزرے تو تجارت شروع کر دی کیونکہ تاجر پیشہ تھے۔ اللہ تعالیٰ نے تجارت میں برکت دی، شادی بھی کر لی اور مرتے وقت چار بیویاں تھیں۔ وراثت کا آٹھواں حصہ جب عورتوں پر تقسیم ہوا تو ایک ایک بیوی کو اسّی اسّی ہزار درہم ملے۔ حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ بھی عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ مرتے وقت ان کی بھی چار بیویاں تھیں۔ چھ کروڑ کی جائیداد چھوڑی۔ ہر ہر بیوی کو اڑتالیس لاکھ روپیہ ملا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو تو اللہ تعالیٰ نے اتنا دیا تھا کہ وہ غنی کہلاتے تھے۔ بات کرنے کا مقصد یہ ہے کہ شریعت یہ نہیں کہتی کہ نہ کماؤ۔ کماؤ مگر جائز طریقے سے۔ خرچ کرو جائز طریقے سے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے اس کو ضائع نہ کرو۔

تو فرمایا ان کا مبلغ علم صرف دنیا تک ہے اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بے شک آپ کا رب خوب جانتا ہے بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ جو گمراہ ہوا اس کے راستے سے وَهُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اهْتَدٰى اور وہ خوب جانتا ہے اس کو جس نے ہدایت حاصل کی۔ گمراہوں کو بھی جانتا ہے اور ہدایت یافتہ لوگوں کو بھی جانتا ہے۔ فرمایا وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي

الْاَرْضِ اور اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے جو کچھ ہے آسمانوں میں اور جو کچھ ہے زمین میں۔ آسمانوں میں جو کچھ ہے اس کا بھی خالق وہی ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اس کا بھی خالق وہی ہے، مالک وہی ہے، متصرف بھی وہی ہے، حکم بھی اسی کا چلتا ہے، اختیارات بھی سارے اسی کے پاس ہیں۔ اس نے خدائی اختیارات کسی کو نہیں دیئے۔ پھر ایک وقت آئے گا لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ تاکہ بدلہ دے ان لوگوں کو اَسَآءُوْا جنھوں نے برائی کی بِمَا عَمِلُوْا اس کا جو انھوں نے عمل کیا۔ قیامت والے دن ظالم کے سامنے ظلم کے انبار لگے ہوں گے وہ دیکھ کر گھبرائے گا اور واویلا کرے گا، اپنے ہاتھ کاٹے گا اور کہے گا فَارْجِعْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا اِنَّا مُوْقِنُوْنَ [السجدہ: ۱۲] ''پس لوٹا دے ہمیں تاکہ ہم اچھے عمل کریں بے شک ہم یقین کرنے والے ہیں۔'' لیکن:

اب پچھتائے کیا ہوت

جب چڑیاں چگ گئیں کھیت

اب تو بدلے کا دن ہے۔ اگر کسی نے رتی برابر بھی ظلم کیا ہوگا تو اس کا بدلہ پائے گا۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ اگر کوئی کسی جانور کو کند چھری کے ساتھ ذبح کرتا ہے تو یہ بھی ظلم ہے۔ کند چھری سے ذبح کرنے والا بھی حساب دے گا۔

فرمایا وَيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا بِالْحُسْنٰى اور تاکہ بدلہ دے اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جنھوں نے اچھے کام کیے اچھا بدلہ۔ جنت سے بہتر بدلہ کیا ہوگا؟ اگر کسی نے رتی برابر بھی نیکی کی ہے اس کا بھی بدلہ ملے گا۔ نیک لوگ کون ہیں؟ فرمایا اَلَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ جو لوگ بچتے ہیں بڑے گناہوں سے وَالْفَوَاحِشَ اور بے حیائی کی باتوں سے۔ كَبٰئِرُ كَبِيْرَة کی جمع ہے، بڑا گناہ۔ فَوَاحِش فَاحِشَةٌ کی جمع ہے، بے

حیائی۔ گناہ تو سارے ہی گناہ ہوتے ہیں مگر سات گناہ بہت بڑے ہیں۔

سات بڑے گناہ:

آنحضرت ﷺ نے فرمایا اِجْتَنِبُوْا السبع الموبقات ''بچو تم سات ہلاک کرنے والے گناہوں سے۔'' ان میں سے پہلا: الاشراك بالله ''اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا۔'' اس سے بڑا گناہ اللہ تعالیٰ کے قانون میں اور کوئی نہیں ہے۔

دوسرا: عقوق والدین ''ماں باپ کی دل آزاری سے بچو۔'' یہ بھی بڑا گناہ ہے۔ وہ دل آزاری چاہے قولاً ہو یا فعلاً ہو۔ بات ایسی کرے جس سے والدین کو تکلیف ہو یا کام ایسا کرے جس سے والدین کو تکلیف ہو۔ یہ بڑا گناہ ہے۔

تیسرا: آکل مال یتیم، ''یتیم کا مال کھانا۔'' جو سارے کھاتے ہیں تیجے پر، ساتویں پر، دسویں پر، چالیسویں پر۔ ناک کو سنبھالتے پھرتے ہیں کہ برادری ناراض نہ ہو۔ رب ناراض ہوتا ہے تو کوئی پروا نہیں ہے۔ تو یتیم کا مال کھانا بڑا گناہ ہے۔

چوتھا: وقذف المحصنات المومنت: ''پاک دامن عورتوں پر تہمت لگانا۔'' اسی طرح پاک دامن مردوں پر تہمت لگانا بھی بڑا گناہ ہے۔ اور مسئلہ یاد رکھنا! اگر کسی نے اپنی آنکھوں سے کسی کو زنا کرتے دیکھا ہے تو جب تک اس کے پاس چار گواہ نہ ہوں بیان نہ کرے۔ اگر تین گواہ، دو گواہ ہیں، ایک گواہ بیان کرے گا تو اسی کوڑے لگیں گے۔ ہاں چار شرعی گواہ ہوں پھر بیان کر سکتا ہے۔ یہ قرآن کا مسئلہ ہے۔ یہ آج کل گواہ تو کوئی نہیں ہوتا محض شہادت کی بنیاد پر کسی پر الزام لگانا بڑے گناہوں میں سے ہے۔

جادو کرنا بھی بڑے گناہوں میں سے ہے۔ آج ساری دنیا جادو کے پیچھے لگ گئی

ہے خدا کی پناہ! زیادہ یہ مرض عورتوں میں ہے۔ اور یاد رکھنا! ہر بیماری کی کڑی جادو کے ساتھ ملانا بھی اچھی بات نہیں ہے۔

بڑے گناہوں میں سے شراب پینا اور زنا کرنا ہے۔ اور بڑے گناہوں میں سے التولی یوم الزحف "میدان جنگ سے پشت پھیر کر بھاگنا بھی ہے۔" اور بہت سے بڑے گناہ ہیں جن گناہوں پر اللہ تعالیٰ نے حد مقرر کی ہے کوڑوں کی یا رجم کی۔ وہ بھی بڑے بڑے گناہ ہیں۔

اور بے حیائی سے بچتے ہیں۔ آج ان مغربی قوموں نے اتنی بے حیائی پھیلائی ہے کہ مسلمان کو مسلمان نہیں رہنے دیا۔ ہاں! اگر مسلمان صحیح معنٰی میں مسلمان ہوں اور ان چیزوں کے آگے بند باندھ دیں تو وہ کچھ بھی نہیں کر سکتے۔ جیسا کہ ضلع کرک کے لوگوں نے آج تک وہاں سینما نہیں بننے دیا۔ تمھیں یاد ہوگا کہ ہم نے بھی یہاں انیس سال تک سینما نہیں بننے دیا۔ پھر جس وقت یہاں فوجی چھاؤنی بنی تو ہم بے بس ہو گئے۔ ضلع کرک میں صرف دیوبندی مسلک کے لوگ ہیں دوسرا کوئی مسلک وہاں نہیں ہے۔ انھوں نے برائی کا مقابلہ کیا ہے اور ہمارے علاقے میں تو چھوٹے چھوٹے بچوں کے ذہن بگاڑ دیے گئے ہیں، ایسی ایسی عجیب باتیں کرتے ہیں کہ ہم جیسے بوڑھوں کو بھی ان کا علم نہیں ہے۔ بندہ سن سن کے حیران ہو جاتا ہے۔ تو فرمایا وہ بے حیائی سے بچتے ہیں اِلَّا اللَّمَمَ مگر صغیرہ گناہ۔ صغیرہ گناہوں کی معافی کے لیے اللہ تعالیٰ نے انتظام کیا ہے۔ مسجد کی طرف آؤ گے ایک ایک قدم کے بدلے دس دس نیکیاں بھی ملیں گی اور ایک ایک صغیرہ گناہ بھی خود بخود جھڑتا جائے گا۔ وضو سے، نماز سے صغیرہ گناہ جھڑ جاتے ہیں اِنَّ الْحَسَنٰتِ یُذْهِبْنَ السَّیِّاٰتِ "بے شک نیکیاں برائیوں کو ختم کر دیتی ہیں۔" صغیرہ گناہ نیکیوں کی

برکت سے ختم ہو جاتے ہیں۔

فرمایا اِنَّ رَبَّكَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ بے شک آپ کا رب وسیع مغفرت والا ہے۔ اس کی مغفرت اتنی وسیع ہے کہ چاہے تو ساری دنیا کو بخش دے هُوَ اَعْلَمُ بِكُمْ وہ خوب جانتا ہے تم کو اِذْ اَنْشَاَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ جس وقت اس نے پیدا کیا تم کو زمین سے خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ [آل عمران:۵۹] ''آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے مٹی سے پیدا کیا پھر اس نے فرمایا اس کو ہو جا پس وہ ہو گیا۔'' تم آدم کی اولاد ہو۔ وَاِذْ اَنْتُمْ اَجِنَّةٌ فِيْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ۔ اَجِنَّة جمع ہے جنین کی۔ جنین اس بچے کو کہتے ہیں جو ماں کے پیٹ میں ہو۔ اور جس وقت تم اپنی ماؤں کے پیٹوں میں بچے تھے اس وقت بھی جانتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے کوئی چیز مخفی نہیں ہے اس کا علم ازلی، ابدی ہے۔ جس وقت کوئی چیز موجود نہیں تھی اس وقت بھی وہ ہر چیز کو جانتا تھا فَلَا تُزَكُّوْٓا اَنْفُسَكُمْ پس اپنی صفائیاں مت بیان کرو کہ میں ایسا ہوں رب تعالیٰ سب کو جانتا ہے۔

دیکھو! لوگ رسمی طور پر الفاظ لکھتے ہیں۔ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ بعض لکھتے ہیں کمترین خلائق خدا کی مخلوق میں سب سے گھٹیا۔ لیکن اگر اس کو کہو کہ تم چوڑے ہو تو لڑ پڑے گا۔ اس کو کہو کہ تم گدھے ہو تو لڑ پڑے گا۔ بھئی! تم نے خود مانا ہے کہ میں کمترین خلائق ہوں اب لڑتے کیوں ہو۔ یہ رسمی باتیں ہوتی ہیں حقیقت تو کسی کی نہیں ہوتی۔ لکھتے ہیں فدوی یعنی قربان۔ لیکن بات کرو تو لڑنے لگ جاتا ہے تو فدوی کیسے ہو گیا؟

تو فرمایا اپنی صفائیاں مت بیان کرو هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰى وہ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے اس کو جو متقی ہے۔ تمھیں بتانے کی ضرورت نہیں ہے۔ دعا کرو اللہ تعالیٰ ہمیں صحیح معنیٰ میں متقی بنائے اور ظاہر داری سے بچائے۔

اَفَرَءَیْتَ الَّذِیْ تَوَلّٰیۙ﴿۳۳﴾ وَ اَعْطٰی قَلِیْلًا وَّ اَكْدٰی﴿۳۴﴾ اَعِنْدَهٗ عِلْمُ الْغَیْبِ فَهُوَ یَرٰی﴿۳۵﴾ اَمْ لَمْ یُنَبَّاْ بِمَا فِیْ صُحُفِ مُوْسٰیۙ﴿۳۶﴾ وَ اِبْرٰهِیْمَ الَّذِیْ وَفّٰۤیۙ﴿۳۷﴾ اَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰیۙ﴿۳۸﴾ وَ اَنْ لَّیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰیۙ﴿۳۹﴾ وَ اَنَّ سَعْیَهٗ سَوْفَ یُرٰی﴿۴۰﴾ ثُمَّ یُجْزٰىهُ الْجَزَآءَ الْاَوْفٰیۙ﴿۴۱﴾ وَ اَنَّ اِلٰی رَبِّكَ الْمُنْتَهٰیۙ﴿۴۲﴾ وَ اَنَّهٗ هُوَ اَضْحَكَ وَ اَبْكٰیۙ﴿۴۳﴾ وَ اَنَّهٗ هُوَ اَمَاتَ وَ اَحْیَاۙ﴿۴۴﴾ وَ اَنَّهٗ خَلَقَ الزَّوْجَیْنِ الذَّكَرَ وَ الْاُنْثٰیۙ﴿۴۵﴾ مِنْ نُّطْفَةٍ اِذَا تُمْنٰی﴿۴۶﴾ وَ اَنَّ عَلَیْهِ النَّشْاَةَ الْاُخْرٰیۙ﴿۴۷﴾ وَ اَنَّهٗ هُوَ اَغْنٰی وَ اَقْنٰیۙ﴿۴۸﴾ وَ اَنَّهٗ هُوَ رَبُّ الشِّعْرٰیۙ﴿۴۹﴾ وَ اَنَّهٗۤ اَهْلَكَ عَادَا ﰳ الْاُوْلٰیۙ﴿۵۰﴾

اَفَرَءَیْتَ الَّذِیْ کیا پس آپ نے دیکھا ہے اس شخص کو تَوَلّٰی جس نے اعراض کیا وَ اَعْطٰی قَلِیْلًا اور اس نے دیا تھوڑا سا وَّ اَكْدٰی، اور بہت سخت نکلا اَعِنْدَهٗ عِلْمُ الْغَیْبِ کیا اس کے پاس علم غیب ہے فَهُوَ یَرٰی پس وہ اس کو دیکھتا ہے اَمْ لَمْ یُنَبَّاْ کیا اس کو نہیں پہنچی وہ خبر بِمَا فِیْ صُحُفِ مُوْسٰی جو موسیٰ علیہ السلام کی کتابوں میں ہے وَ اِبْرٰهِیْمَ اور ابراہیم علیہ السلام کی کتابوں میں ہے الَّذِیْ وَفّٰی جنھوں نے اپنا وعدہ پورا کیا اَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ کہ نہیں اٹھائے گا کوئی بوجھ اٹھانے والا وِّزْرَ اُخْرٰی دوسرے کا بوجھ وَ اَنْ لَّیْسَ لِلْاِنْسَانِ اور یہ کہ نہیں ہے انسان کے لیے اِلَّا مَا سَعٰی مگر وہ جو اس نے محنت کی وَ اَنَّ سَعْیَهٗ اور بے شک اس کی کوشش سَوْفَ

یُرٰی عن قریب اس کو دکھائی جائے گی ثُمَّ یُجْزٰىهُ پھر اس کو بدلہ دیا جائے گا الْجَزَآءَ الْاَوْفٰى بدلہ پورا وَاَنَّ اِلٰى رَبِّكَ الْمُنْتَهٰى اور بے شک آپ کے رب کی طرف انتہاء ہے وَاَنَّهٗ هُوَ اَضْحَكَ اور بے شک وہی ہے جو ہنساتا ہے وَاَبْكٰى اور رُلاتا ہے وَاَنَّهٗ هُوَ اَمَاتَ اور بے شک وہی مارتا ہے وَاَحْيَا اور زندہ کرتا ہے وَاَنَّهٗ خَلَقَ الزَّوْجَيْنِ اور بے شک اسی نے پیدا کیا جوڑا الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى نر اور مادہ مِنْ نُّطْفَةٍ نطفے سے اِذَا تُمْنٰى جب ٹپکایا جاتا ہے وَاَنَّ عَلَيْهِ النَّشْاَةَ الْاُخْرٰى اور بے شک اس کے ذمہ ہے دوسری مرتبہ اٹھانا وَاَنَّهٗ هُوَ اَغْنٰى اور بے شک وہی جس نے غنی کر دیا وَاَقْنٰى اور محتاج بنایا وَاَنَّهٗ هُوَ اور بے شک وہی ہے رَبُّ الشِّعْرٰى شعریٰ کا رب وَاَنَّهٗ اَهْلَكَ اور بے شک وہی ہے جس نے ہلاک کیا عَادَا الْاُوْلٰى عادِ اولیٰ کو۔

آنحضرت ﷺ کا ولید بن مغیرہ کو اسلام کی دعوت دینا :

مکہ مکرمہ کا ایک سردار تھا ولید بن مغیرہ۔ مشہور صحابی حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا والد تھا۔ اس کے بڑے ہڑیل (کڑیل) جوان تیرہ بیٹے تھے۔ تیرہ بیٹوں میں سے تین مسلمان ہوئے۔ خالد بن ولید، ولید بن ولید، سعد بن ولید رضی اللہ عنہم۔ درجنوں کے حساب سے اس کے غلام تھے، کئی دکانیں تھیں، بڑا وسیع کاروبار تھا۔ اس لیے اس میں کافی تکبر تھا۔

ایک موقع پر آنحضرت ﷺ نے اس کو تنہائی میں بلا کر سمجھایا کہ آپ اچھے خاصے

سمجھ دار آدمی ہیں رب تعالیٰ نے آپ کو دولت سے نوازا ہے، بیٹے دیئے ہیں، نوکر چاکر دیئے ہیں، سارے لوگ آپ کی عزت کرتے ہیں، میں یہ کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہی خالق اور مالک ہے۔ اس بات کو تم بھی مانتے ہو۔ اس رب تعالیٰ نے مجھے پیغمبر بنا کر بھیجا ہے۔ میری چالیس سالہ زندگی نبوت سے پہلے آپ کے سامنے گزری ہے۔ اس میں مجھ سے کوئی خطا ہوئی ہے تو بتاؤ۔ اس زندگی میں مَیں نے اگر کوئی خلاف واقع بات کی ہے تو بتاؤ؟ اور قرآن پاک کی کچھ آیات پڑھ کر سنائیں۔ ان لوگوں کی زبان عربی تھی، سمجھتے تھے۔ آپ ﷺ کی گفتگو سے اسلام کی طرف کچھ مائل ہوا۔ باتیں اچھی ہوں تو دل کو اپیل کرتی ہیں۔ اس بات کا ابو جہل کو علم ہوا کیونکہ کوئی بات چھپی نہیں رہتی۔ ابو جہل بڑا پریشان ہوا کہ اگر یہ مسلمان ہو گیا تو ظاہر بات ہے اس کے بیٹے بھی مسلمان ہو جائیں گے اور اس کے نوکر چاکر بھی مسلمان ہو جائیں گے۔ اس کا حلقہ احباب بھی وسیع ہے لہٰذا ہمارے لیے مشکلات پیدا ہو جائیں گی۔

ابو جہل رات کو ولید بن مغیرہ کے گھر پہنچا اپنے چند ساتھی لے کر پریشر اور دباؤ ڈالنے کے لیے۔ کہنے لگا میں نے سنا ہے کہ ولید بن مغیرہ مسلمان ہونا چاہتا ہے۔ ولید بن مغیرہ نے کہا کہ محمد (ﷺ) جو باتیں کرتا ہے میرے خیال میں وہ صحیح ہیں۔ اس لیے میرا دل چاہتا ہے کہ میں مسلمان ہو جاؤں تاکہ آخرت کے عذاب سے بچ جاؤں۔ اگر میں نے باتیں نہ مانیں تو مجھے ڈر ہے کہ مجھے سزا ہو گی۔ ابو جہل گفتگو کا بڑا ماہر تھا۔ کہنے لگا تیرے جیسے آدمی باپ دادا کا دین چھوڑ دیں، دھڑا چھوڑ دیں تو عورتیں کیا کہیں گی، مرد کیا کہیں گے کہ غدار ہے، بے وفا ہے۔ اس کی باتوں میں نہ آنا، اس کی باتیں نہ مان، لوگ تیری بوٹی بوٹی کر دیں گے۔ رہی بات عذاب سے ڈرنے کی تو آپ مجھے پیسے دے

دیں تیرا عذاب میں برداشت کرلوں گا۔ چونکہ مال دار آدمی تھا اس نے ابوجہل کے حوالے کچھ رقم کردی اور کہا کہ کچھ پھر دے دوں گا کہ یہ میرا عذاب اُٹھالے گا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انتظار میں تھے کہ ولید بن مغیرہ اپنی کیا رائے قائم کرتا ہے؟ اس نے آ کر کہا کہ میں نے آپ کی گفتگو سنی۔ باتیں آپ کی مجھے صحیح معلوم ہوتی ہیں مگر میں دھڑا چھوڑنے کے لیے تیار نہیں ہوں۔ اور جو بقیہ رقم ابوجہل کو دینی تھی وہ بھی نہ دی۔ اس کا ذکر ہے اَفَرَءَيْتَ الَّذِىْ تَوَلّٰى کیا پس آپ نے دیکھا ہے اس شخص کو جس نے منہ پھیرلیا، اعراض کیا، ولید بن مغیرہ نے وَاَعْطٰى قَلِيْلًا اور اس نے دیا تھوڑا سا مال وعدے کے مطابق وَّاَكْدٰى اور بہت سخت نکلا باقی نہ دیا اکدیہ کا معنٰی ہوتا ہے چٹان، سخت پتھر، جس کا توڑنا مشکل ہوتا ہے۔ اس کا لازمی معنٰی کرتے ہیں بڑا سخت نکلا اور آگے رک گیا اَعِنْدَهٗ عِلْمُ الْغَيْبِ کیا اس کے پاس غیب کا علم ہے فَهُوَ يَرٰى پس وہ اس کو دیکھتا ہے کہ تیرا بوجھ دوسرا آدمی اٹھالے گا اور قبر، حشر اور دوزخ کے عذاب سے بچ جائے گا اَمْ لَمْ يُنَبَّاْ بِمَا فِىْ صُحُفِ مُوْسٰى کیا اس کو نہیں پہنچی وہ خبر جو موسیٰ علیہ السلام کی کتابوں میں ہے، صحیفوں میں ہے وَاِبْرٰهِيْمَ الَّذِىْ وَفّٰٓى اور ابراہیم علیہ السلام کے صحیفوں میں ہے جس نے اپنا وعدہ پورا کیا۔

سورہ بقرہ آیت نمبر ۱۲۴ میں ہے وَاِذِ ابْتَلٰٓى اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ ”اور اس وقت کو دھیان میں لاؤ جب امتحان لیا ابراہیم علیہ السلام کا اس کے رب نے چند باتوں میں پس انھوں نے ان باتوں کو پورا کردیا۔“ ان میں سے ایک بات یہ بھی تھی کہ خواب میں اللہ تعالیٰ نے مطالبہ کیا کہ اپنے بیٹے کو ذبح کردو۔ ابراہیم علیہ السلام نے وہ مطالبہ بھی پورا کردیا۔ ان دو بزرگوں کا نام اس لیے لیا کہ عرب میں اکثریت انھی دو بزرگوں کو

ماننے والوں کی تھی۔ مردم شماری میں پہلا نمبر مشرکوں کا تھا اور دوسرا نمبر یہودیوں کا تھا۔

ان میں کیا خبر ہے؟ اس کی دو شقیں ہیں۔ ایک: اَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی ۔ وازرۃ نفس کی صفت ہے اور اُخْرٰی بھی نفس کی صفت ہے۔ معنیٰ ہوگا کہ نہیں اٹھائے گا کوئی بوجھ اٹھانے والا نفس دوسرے نفس کا بوجھ۔ وزر کا معنیٰ ہے بوجھ۔ وزیر کا لفظی معنیٰ ہے بوجھ اٹھانے والا۔ وزیر اسے کہتے ہیں جو قوم کی خدمت کا بوجھ اٹھاتا ہے۔ مگر آج کل کے وزیر لوگوں کا مال اٹھا کر لے جاتے ہیں اور کوٹھیاں بنا لیتے ہیں۔ تو کوئی نفس کسی نفس کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔ اور سورہ لقمان آیت نمبر ۳۳ میں ہے لَا یَجْزِیْ وَالِدٌ عَنْ وَّلَدِهٖ وَلَا مَوْلُوْدٌ هُوَ جَازٍ عَنْ وَّالِدِهٖ شَیْئًا ''نہیں کام آئے گا باپ بیٹے کی طرف سے اور نہ بیٹا باپ کی طرف سے کچھ بھی۔'' اس میں عیسائیت اور یہودیت کا بھی رد ہے۔ عیسائی کہتے ہیں کہ ہمارے گناہوں کا کفارہ عیسیٰ علیہ السلام ہو گئے ہیں۔ ہم جو گناہ کرتے ہیں اس کے بدلے میں ہمارے پیغمبر عیسیٰ علیہ السلام کو سولی پر چڑھا دیا گیا ہے۔

سوال یہ ہے کہ تم گناہ اور بدمعاشیاں کرو دو ہزار سال بعد اور وہ سولی پر لٹکا دیئے جائیں دو ہزار سال پہلے؟ کوئی عقل کی بات تو کرو۔ اور یہود کہتے ہیں نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَاَحِبَّآؤُهٗ [سورہ مائدہ] ''ہم اللہ تعالیٰ کے بیٹے اور محبوب ہیں'' پیغمبروں کی اولاد ہیں ہمیں سزا نہیں ہوگی۔ بے شک یہ ابراہیم علیہ السلام، اسحاق علیہ السلام، یعقوب علیہ السلام اور دیگر پیغمبروں کی اولاد ہیں مگر رب تعالیٰ نے ضابطہ بتا دیا کہ کوئی نفس کسی دوسرے نفس کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔ نہ باپ بیٹے کے کام آئے گا اور نہ بیٹا باپ کے کام آئے گا۔

اور دوسری شق یہ ہے وَاَنْ لَّیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی اور یہ کہ نہیں ہے انسان کے لیے مگر وہ جو اس نے محنت کی وَاَنَّ سَعْیَهٗ سَوْفَ یُرٰی اور بے شک اس کی کوشش

عن قریب اس کو دکھائی جائے گی۔

منکرین ایصال ثواب کارد :

ایک فرقہ ہے جس کی تعداد کراچی میں کافی ہے اور دوسرے علاقوں میں بھی موجود ہیں جو کہتے ہیں کہ ایصال ثواب درست نہیں ہے اور اس آیت سے استدلال کرتے ہیں۔ اور اس پر انھوں نے کافی کتابیں اور رسالے بھی لکھے ہیں اور مفت تقسیم کرتے ہیں۔ یہ ایصال ثواب کے منکر ہیں۔ کہتے ہیں کہ قرآن پاک میں ہے وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى اور یہ کہ نہیں ہے انسان کے لیے مگر وہ جو اس نے کوشش کی تو دوسروں کی دعاؤں کا کیا فائدہ ہوگا؟ عوام بڑے سطحی ہوتے ہیں وہ مغالطے کا شکار ہو جاتے ہیں۔ پہلی بات تو یہ سمجھو کہ اگر دوسرے کی دعا کا فائدہ نہیں ہے تو اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں نوح علیہ السلام اور ابراہیم علیہ السلام کی دعا کا ذکر کیوں کیا ہے؟ سورہ نوح میں ہے رَبِّ اغْفِرْ لِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَ لِمَنْ دَخَلَ بَیْتِیَ مُؤْمِنًا وَّلِلْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ''اے میرے رب مجھے بخش دے اور میرے والدین کو بخش دے اور جو میرے گھر میں مومن بن کر داخل ہو اس کو بخش دے اور مومن مردوں اور مومن عورتوں کو بخش دے۔''

اور سورہ ابراہیم میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کا ذکر ہے رَبَّنَا اغْفِرْلِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَ یَقُوْمُ الْحِسَابُ ''اے ہمارے رب بخش دے مجھے اور میرے والدین کو اور مومنوں کو جس دن حساب قائم ہوگا۔'' اگر دعا کا فائدہ نہیں ہوتا تو اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں یہ مہمل طریقے کیوں بیان فرمائے ہیں اور بتلائے ہیں۔ اور سورہ حشر پارہ ۲۸ میں ہے کہ بعد میں آنے والے مومن کہتے ہیں رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِیْمَانِ ''اے ہمارے رب بخش دے ہمیں اور ہمارے

ان بھائیوں کو جو ہم سے سبقت لے گئے ایمان میں۔'' اور جنازے میں دعا کرتے ہیں اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِحَیِّنَا وَمَیِّتِنَا ...... وغیرہ دوسری دعائیں کرتے ہیں۔ اگر ان کا فائدہ نہیں ہے تو شریعت نے یہ مہمل سبق کیوں دیا ہے؟ اگر دوسرے کی دعا نہیں پہنچتی تو جنازہ پڑھنا بھی چھوڑ دو۔ خدا پناہ! کتنا غلط نظریہ ہے۔

اس آیت کریمہ سے ان کا استدلال کرنا بھی غلط ہے۔ بلکہ یہ آیت کریمہ تو ان لوگوں کی دلیل ہے جو کہتے ہیں ثواب پہنچتا ہے۔ دیکھو! ایک آدمی نے شادی کی اللہ تعالیٰ نے اولاد دی، اس نے اولاد کی تربیت کی، ان کو تعلیم دی۔ اس کے فوت ہو جانے کے بعد اولاد دعا کرے گی تو کیا یہ اس کی کوشش کا نتیجہ نہیں ہے؟ اسی طرح استاد نے شاگردوں پر محنت کی۔ یہ شاگرد استاد کے لیے دعا کریں گے تو استاد کی محنت کا نتیجہ ہوگا کہ اس نے محنت کی، مغز کھپایا، تعلیم دی۔ اس کا اچھا اخلاق تھا، دوست احباب کے ساتھ تعاون کیا، اچھے طریقے سے پیش آیا، غریبوں کی خدمت کی۔ اب وہ دعا کریں گے تو یہ اس کی کوشش کا نتیجہ اور ثمرہ ہے۔

لہٰذا اس آیت کریمہ سے عدم ایصال ثواب کا استدلال کرنا غلط ہے۔ جائز طریقے سے صدقات، خیرات سب صحیح ہیں اور دعائیں بھی صحیح ہیں۔ البتہ بدعات سے بچو کہ ان سے ثواب نہیں ہوگا بلکہ عذاب نازل ہوگا۔ یہ تیجہ، ساتا، دسواں، چالیسواں سے، برسی سے عذاب لازم ہے ثواب کچھ بھی نہیں ہے۔ ایصال ثواب کے لیے دیگیں کھڑکانے کی ضرورت نہیں ہے۔ دائیں ہاتھ سے دو بائیں کو علم بھی نہ ہو۔ معاملہ رب تعالیٰ کے ساتھ ہے ڈھنڈورا پیٹنے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔

یہ مدرسہ چل رہا ہے اس میں بچے بھی پڑھتے ہیں، بچیاں بھی پڑھتی ہیں۔ ان کے

لیے لنگر چل رہا ہے خاموشی کے ساتھ آ کر دے دو۔ جس نیت کے ساتھ دو گے ثواب پہنچ جائے گا۔

تو فرمایا اور یہ کہ نہیں انسان کے لیے مگر وہ جو اس نے کوشش کی اور اس کی کوشش عن قریب اس کو دکھائی جائے گی ثُمَّ یُجْزٰىهُ الْجَزَآءَ الْاَوْفٰى پھر اس کو بدلہ دیا جائے گا پورا بدلہ وَاَنَّ اِلٰى رَبِّكَ الْمُنْتَهٰى اور بے شک آپ کے رب کی طرف انتہاء ہے۔ اے بندے تو نے رب تعالیٰ کی طرف جانا ہے اس بات کو نہ بھول وَاَنَّهٗ هُوَ اَضْحَكَ وَاَبْكٰى اور بے شک وہی اللہ تعالیٰ ہی ہنساتا ہے اور رُلاتا ہے۔ دنیا دے کر ہنساتا ہے، غم دے کر رُلاتا ہے وَاَنَّهٗ هُوَ اَمَاتَ وَاَحْيَا اور بے شک وہی ہے مارتا اور زندہ کرتا۔ زندہ کرنا اور مارنا بھی اسی کا کام ہے وَاَنَّهٗ خَلَقَ الزَّوْجَيْنِ اور بے شک اسی نے پیدا کیا جوڑا الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى نر اور مادہ مِنْ نُّطْفَةٍ اِذَا تُمْنٰى نطفے سے جب ٹپکایا جاتا ہے۔ اس پانی کے قطرے سے اللہ تعالیٰ کی قدرت سے لڑکا بھی پیدا ہوتا ہے اور لڑکی بھی پیدا ہوتی ہے وَاَنَّ عَلَيْهِ النَّشْاَةَ الْاُخْرٰى اور بے شک اسی کے ذمہ ہے دوسری دفعہ اٹھانا اگلے جہان میں وَاَنَّهٗ هُوَ اَغْنٰى وَاَقْنٰى اور بے شک وہی ہے جس نے غنی کر دیا اور محتاج بنایا۔ اَقْنٰى کا ایک معنیٰ تو کرتے ہیں فقیر بنایا اور بعض مفسرین کرام اَقْنٰى قِنْيَه سے لیتے ہیں قاف کے کسرے کے ساتھ۔ قِنْيَه کا معنیٰ ہوتا ہے ڈھیر مال۔ تو اس لحاظ سے معنیٰ ہوگا کہ رب نے غنی کر دیا اور ڈھیر مال دیا وَاَنَّهٗ هُوَ رَبُّ الشِّعْرٰى اور بے شک وہی ہے شعریٰ کا رب۔ یہ قطب ستارے کے پاس ایک ستارہ ہے۔ ریاضی والے اس کو غبور بھی کہتے ہیں اور جوزا بھی کہتے ہیں۔ عرب کے کچھ لوگ شعریٰ ستارے کی پوجا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں شعریٰ ستارے کی پوجا کرتے

ہو اور شعریٰ کے رب کی پوجا نہیں کرتے۔

جس طرح آج کل بعض جاہل قسم کے لوگ کہتے ہیں قطب ستارے کی طرف ٹانگیں نہ کرو۔ بھائی! یہ تمھیں کس نے بتلایا ہے؟ پھر بعض کہتے ہیں کہ فلاں کی قبر کی طرف پاؤں نہ کرو۔ بھائی! بزرگوں کی قبر سے کون سا علاقہ خالی ہے۔ یہ جہالت کی باتیں ہیں۔ فرمایا وَاَنَّهٗۤ اَهْلَكَ عَادَاۨ الْاُوْلٰى اور بے شک وہی ہے جس نے ہلاک کیا عادِ اولیٰ کو۔ جو ہود علیہ السلام کی قوم تھی۔ باقی مجرموں کا ذکر ان شاء اللہ آگے آئے گا۔

وَثَمُوْدَاۡ فَمَاۤ اَبْقٰىۙ﴿۵۱﴾ وَقَوْمَ
نُوْحٍ مِّنْ قَبْلُؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا هُمْ اَظْلَمَ وَاَطْغٰىؕ﴿۵۲﴾ وَالْمُؤْتَفِكَةَ
اَهْوٰىۙ﴿۵۳﴾ فَغَشّٰىهَا مَا غَشّٰىۚ﴿۵۴﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكَ تَتَمَارٰى﴿۵۵﴾ هٰذَا
نَذِیْرٌ مِّنَ النُّذُرِ الْاُوْلٰى﴿۵۶﴾ اَزِفَتِ الْاٰزِفَةُۚ﴿۵۷﴾ لَیْسَ لَهَا مِنْ دُوْنِ
اللّٰهِ كَاشِفَةٌؕ﴿۵۸﴾ اَفَمِنْ هٰذَا الْحَدِیْثِ تَعْجَبُوْنَۙ﴿۵۹﴾ وَتَضْحَكُوْنَ وَ
لَا تَبْكُوْنَۙ﴿۶۰﴾ وَاَنْتُمْ سٰمِدُوْنَ﴿۶۱﴾ فَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ وَاعْبُدُوْا۠﴿۶۲﴾

وَثَمُوْدَاۡ اور ثمود قوم کو ہلاک کیا فَمَاۤ اَبْقٰى پس کسی کو باقی نہ چھوڑا
وَقَوْمَ نُوْحٍ اور نوح علیہ السلام کی قوم کو ہلاک کیا مِّنْ قَبْلُ اس سے پہلے اِنَّهُمْ
كَانُوْا بے شک تھے وہ هُمْ اَظْلَمَ وَاَطْغٰى وہ بڑے ظالم اور بڑے
سرکش وَالْمُؤْتَفِكَةَ اَهْوٰى اور الٹی بستی والوں کو پٹخ دیا فَغَشّٰىهَا مَا غَشّٰى
اور ڈھانپ لیا اس کو اس چیز نے جس نے ڈھانپ لیا فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكَ پس تم
اپنے رب کی کس کس نعمت میں تَتَمَارٰى شک کرو گے هٰذَا نَذِیْرٌ یہ
ڈرانے والا ہے مِّنَ النُّذُرِ الْاُوْلٰى پہلے ڈرانے والوں میں سے
اَزِفَتِ الْاٰزِفَةُ قریب آ گئی قریب آنے والی لَیْسَ لَهَا نہیں ہے اس
کے لیے مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے سوا كَاشِفَةٌ کوئی کھولنے والا
اَفَمِنْ هٰذَا الْحَدِیْثِ کیا پس اس بات سے تَعْجَبُوْنَ تم تعجب کرتے ہو
وَتَضْحَكُوْنَ اور ہنستے ہو وَلَا تَبْكُوْنَ اور روتے نہیں وَاَنْتُمْ سٰمِدُوْنَ

اور تم غفلت میں پڑے ہوئے ہو فَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ پس سجدہ کرو تم اللہ تعالیٰ کو وَاعْبُدُوْا اور عبادت کرو اسی کی۔

قوم عاد کی ہلاکت :

کل کے سبق کی آخری آیت میں تھا وَاَنَّهٗٓ اَهْلَكَ عَادَا الْاُوْلٰى ''اور بے شک وہی ہے جس نے ہلاک کیا عادِ اولیٰ کو'' ان کی طرف اللہ تعالیٰ نے ہود علیہ السلام کو بھیجا۔ ان کے علاقے کا نام احقاف تھا جو یمن اور حضر موت، عمان کے درمیان اور نجران کے قریب تھا۔ عرصہ دراز تک ہود علیہ السلام ان کو تبلیغ کرتے رہے لیکن بد بخت قوم نے نبی کی بات نہیں مانی۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر بارش روک دی، خشک سالی ہوگئی۔ چشمے بھی خشک ہو گئے، درخت سوکھ گئے، فصلیں پیدا نہ ہوئیں۔ کئی لوگوں نے وہاں سے نقل مکانی کر لی۔ حضرت ہود علیہ السلام نے فرمایا میری بات مان لو اللہ تعالیٰ تم پر خوب بارش برسائے گا اور تم پر رحمت بھی نازل کرے گا۔ کہنے لگے ہمیں موت منظور ہے مگر تیری وجہ سے بارش آئے تو ہمیں اس بارش کے ایک قطرے کی بھی ضرورت نہیں ہے۔ ضد کی بھی کوئی حد ہوتی ہے۔ کم وبیش تین سال تک بارش نہ ہوئی۔ بارانی علاقہ ہو اور تین سال تک بارش نہ ہو تو اندازہ لگالو ان کا کیا حال ہوا ہوگا۔ مگر وہ اپنی ضد پر اڑے رہے۔

ایک دن بادل کا ایک ٹکڑا ان کے علاقے کی طرف آیا تو بھنگڑا ڈالنا شروع کر دیا۔ کہنے لگے هٰذَا عَارِضٌ مُّمْطِرُنَا [سورۃ الاحقاف، پارہ:۲۶] ''یہ بادل ہے ہم پر بارش برسائے گا۔'' ہم آسودہ حال ہو جائیں گے۔ بادل بالکل ان کے سروں کے قریب آ گیا اور اس سے آواز آئی:

؎ رِمَادًا رِمَادًا لَا تَذَرْ مِنْ عَادٍ اَحَدًا

''ان کو راکھ کر دے عاد قوم کے کسی فرد کو نہ چھوڑ۔'' پھر اس بادل سے ایسی تیز ہوا نکلی کہ اس نے ان کو اٹھا اٹھا کر زمین پے مارا اور ہلاک کر دیا۔

اب ثمود کا ذکر ہے جس کو عاد ثانی کہا جاتا ہے۔ فرمایا وَثَمُوْدَاْ اور ہلاک کیا قوم ثمود کو رب تعالیٰ نے فَمَآ اَبْقٰى پس نہ باقی چھوڑا ان میں سے کسی ایک کو وَقَوْمَ نُوْحٍ مِّنْ قَبْلُ اور نوح علیہ السلام کی قوم کو ہلاک کیا اس سے پہلے۔ نوح علیہ السلام کا زمانہ ہود علیہ السلام اور صالح علیہ السلام سے پہلے کا ہے۔ ہود علیہ السلام اور صالح علیہ السلام نوح علیہ السلام سے بعد تشریف لائے ہیں۔ قرآن پاک کے ارشاد کے مطابق نوح علیہ السلام نے ساڑھے نو سو سال قوم کو تبلیغ کی ہے اور تبلیغ بھی اس انداز سے اَنِّىْ دَعَوْتُ قَوْمِىْ لَيْلًا وَّنَهَارًا ''میں نے اپنی قوم کو دن رات دعوت دی ثُمَّ اِنِّىْٓ اَعْلَنْتُ لَهُمْ وَاَسْرَرْتُ لَهُمْ اِسْرَارًا [سورة نوح، پارہ:۲۹] پھر میں نے ان کو علی الاعلان دعوت دی اور میں نے ان کو پوشیدہ طور پر بھی دعوت دی۔''

حضرت نوح علیہ السلام کا اندازِ تبلیغ :

حضرت نوح علیہ السلام کے واقعات پڑھ کر آدمی حیران ہو جاتا ہے کہ قوم پر کیسی محنت کی۔ اگر کوئی آدمی کلہاڑی لے کر جنگل کی طرف لکڑیاں کاٹنے کے لیے جا رہا ہے تو حضرت نوح علیہ السلام ساتھ ساتھ چل رہے ہیں اور فرما رہے ہیں کہ بھائی لا الٰہ الا اللہ پڑھو۔ اللہ تعالیٰ کے سوا عبادت کے کوئی لائق نہیں ہے۔ اگر کوئی کھیتی باڑی کر رہا ہے، بیل چلا رہا ہے تو اس کے ساتھ ساتھ چل رہے ہیں اور دعوت دے رہے ہیں يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ۔ اگر شادی کے موقع پر لوگ اکٹھے ہوئے ہیں تو اس موقع کو غنیمت سمجھتے ہوئے وہاں پہنچ کر دعوت دے رہے ہیں يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ

مِّنْ اِلٰـهٍ غَيْرُهٗ ۔ اگر جنازہ اٹھا کر جارہے ہیں تو یہ بھی ساتھ ساتھ چل رہے ہیں اور دعوت دے رہے ہیں یٰـقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ۔ بازار میں کوئی آدمی شے خرید رہا ہے، کوئی بیچ رہا ہے، اس کو سمجھا رہے ہیں۔ جس انداز سے انھوں نے قوم کو سمجھایا ہے آج ہم اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔ اتنا طویل عرصہ قوم کو اللہ تعالیٰ کی توحید کا سبق دیا۔ مگر بارھویں پارے میں آتا ہے وَمَآ اٰمَنَ مَعَهٗٓ اِلَّا قَلِيْلٌ [ہود: ۴۰] ''پس نہیں ایمان لائے اس کے ساتھ مگر بہت تھوڑے۔'' حتی کہ ایک بیٹا اور بیوی بھی مسلمان نہ ہوئی۔ ایمان لانے والے کسی نے اسّی لکھے ہیں، کسی نے چوراسی لکھے ہیں، کسی نے نوے۔ سو کو نہیں پہنچتے۔ اس سے اندازہ لگاؤ کہ حق قبول کرنا کتنا مشکل ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ کشتی تیار کرو۔ جیسے ہمارے ہاں شیشم کی لکڑی بڑی پکی ہوتی ہے، سرحد میں اخروٹ کی اور ہندوستان میں ساگوان کی لکڑی بڑی پکی اور مضبوط ہوتی ہے۔ شام کے علاقے میں گوکھر کی لکڑی ہوتی ہے اس سے کشتی بنائی پچاس (۵۰) فٹ چوڑی اور اکانوے (۹۱) فٹ آٹھ انچ اونچی تھی۔ تین اس کے درجے تھے۔ نیچے والا درجہ سامان کا، درمیان والا جانوروں کا اور اوپر والا انسانوں کا۔ جب اللہ تعالیٰ نے طوفان بھیجا حضرت نوح علیہ السلام نے بیٹے سے کہا يٰبُنَيَّ ارْكَبْ مَّعَنَا ۔ يٰبُنَيَّ تصغیر ہے۔ ''اے میری بچڑی! ہمارے ساتھ سوار ہو جاؤ'' ظالم قوم کے ساتھ نہ رہو۔ بیٹے نے کہا کہ یہ پانی میرا کیا بگاڑے گا سَاٰوِيْٓ اِلٰى جَبَلٍ يَّعْصِمُنِيْ مِنَ الْمَآءِ [ہود: ۴۳] ''میں پناہ پکڑوں گا اس پہاڑ کی، اس کی چوٹی پر چڑھ جاؤں گا جو مجھے بچالے گا پانی میں ڈوبنے سے۔'' فرمایا بیٹے! لَا عَاصِمَ الْيَوْمَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ رَبِّيْ ''نہیں ہے کوئی آج کے دن بچانے والا اللہ تعالیٰ کے حکم سے مگر وہ جس پر رحم کیا اس نے۔'' جو میری کشتی

پر سوار ہوگا وہی بچے گا۔ یہ سیلاب سارے جہان میں آیا تھا۔ سات مہینے سترہ دن ان کی کشتی پانی پر چلتی رہی پھر رب تعالیٰ کے حکم سے بارش رکی اور زمین نے پانی کو جذب کیا۔ کشتی جودی پہاڑ پر جا رکی۔ آج کل کے جغرافیے میں اس کا نام ارارات ہے۔ یہ عراق کے صوبہ موصل کے جزیرے میں ہے۔ سترہ ہزار فٹ سے زیادہ اس کی بلندی ہے۔

بخاری شریف کی روایت کے مطابق اس امت کے پہلے لوگوں نے اس کا ڈھانچا دیکھا ہے اَدْرَكَتْهَا اَوَائِلُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ۔

تو فرمایا اس سے پہلے نوح علیہ السلام کی قوم کو ہلاک کیا اِنَّهُمْ كَانُوْا هُمْ اَظْلَمَ وَاَطْغٰى بے شک وہ بڑے ظالم اور سرکش تھے۔ دونوں اسم تفضیل کے صیغے ہیں۔ اور کس کو تباہ کیا؟ وَالْمُؤْتَفِكَةَ اَهْوٰى اور الٹی بستی والوں کو پٹخ دیا۔ اَهْوٰى کا معنیٰ ہے الٹا کر دینا۔ یہ بستی سدوم کی بات ہے جن کی طرف حضرت لوط علیہ السلام کو پیغمبر بنا کر بھیجا گیا۔

اصل میں تو لوط علیہ السلام عراق کے رہنے والے تھے ابراہیم علیہ السلام کے سگے بھتیجے تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھائی کا نام فاران بھی لکھا ہے اور ہاران بھی لکھا ہے لاہوری ھا کے ساتھ، ہاران بن آزر۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب عراق سے ہجرت کی تو ان کے ساتھ ان کی بیوی سارہ علیہا السلام جو ان کے چچے کی لڑکی تھی اور بھتیجا لوط علیہ السلام بھی ساتھ تھا۔ ملک شام میں دمشق کے علاقے میں جب پہنچے تو لوط علیہ السلام کو بستی سدوم جو بہت بڑا شہر تھا کی طرف بھیجا گیا۔ جب یہ وہاں پہنچے تو ان لوگوں نے ان کی وضع قطع، شکل وصورت دیکھ ان کو رشتہ بھی دے دیا لیکن اہلیہ نے کلمہ نہیں پڑھا۔ تین لڑکیاں ہوئیں انھوں نے والد کا ساتھ دیا۔ جب عذاب آنے والا تھا لوط علیہ السلام نے اپنی بیٹیوں سے فرمایا کہ یہاں سے نکل چلو۔ بیٹیوں نے ماں کی بڑی منت سماجت کی کہ امی! ہمارے ساتھ چلو۔ تو وہ دور سے

ہی ہاتھ ہلا کر کہتی تھی دفع ہو جاؤ میں نے کلمہ نہیں پڑھنا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان پر چار قسم کے عذاب نازل ہوئے۔ چاروں کا قرآن پاک میں ذکر ہے فَطَمَسْنَا اَعْيُنَهُمْ ''اللہ تعالیٰ نے ان کی آنکھوں کی بینائی ختم کر دی۔''

دوسرا عذاب: صیحہ کا تھا کہ ڈراؤنی آواز آئی جس سے ان کے کلیجے پھٹ گئے۔

تیسرا عذاب: کہ ان پر پتھر برسائے گئے۔

چوتھا عذاب: فَغَشّٰهَا مَا غَشّٰى ''پس چھا گیا اس بستی پر وہ عذاب جو چھا گیا۔ آنکھیں چھیننے کے بعد پتھروں کی بارش کر دی گئی، چیخ کے ذریعے کلیجے پھاڑ دیئے گئے۔ پھر اٹھا کر الٹا کر کے پھینک دیا گیا فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكَ تَتَمَارٰى - الا اَلْيٌ یا اِلْيٌ کی جمع ہے۔ اس کا معنیٰ ہے نعمت۔ اٰلَآءِ جمع ہے۔ آگے خطاب ہے انسان کو۔ پس اپنے رب کی کون سی نعمتوں کے بارے میں شک کرو گے۔ وجود نعمت ہے اس میں ہاتھ نعمت، پاؤں نعمت، آنکھیں نعمت، کان نعمت، زبان نعمت، دل و دماغ نعمت، جگر گردے نعمت، مال، خوراک، لباس نعمت۔ ہم نعمتوں کو شمار نہیں کر سکتے۔ فرمایا مکے والو! هٰذَا نَذِيْرٌ مِّنَ النُّذُرِ الْاُوْلٰى - هٰذَا کا اشارہ آنحضرت ﷺ کی طرف ہے کہ یہ ڈرانے والا ہے رب تعالیٰ کے عذاب سے پہلے ڈرانے والوں میں سے۔ اسی جماعت سے ہے جو پہلے ڈرانے والے تھے۔ نوح علیہ السلام، صالح علیہ السلام، ہود علیہ السلام، لوط علیہ السلام، ابراہیم علیہ السلام۔ اگر تم اِس کی بات نہیں مانو گے تو جو حشر اُن کے مخالفوں کا ہوا تمہارا بھی وہی حشر ہوگا۔

بدر سے پہلے بڑے اچھلتے کودتے تھے۔ بدر کی ذلت ناک شکست کے بعد کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہ رہے۔ فرمایا اَزِفَتِ الْاٰزِفَةُ قریب آگئی قریب آنے والی۔ مراد قیامت ہے کہ قیامت کا نام الساعہ بھی ہے، الحاقہ بھی ہے، القارعہ بھی ہے اور ازفہ بھی

ہے۔ یہ سب نام قرآن میں موجود ہیں۔

آنحضرت ﷺ کے آنے سے پہلے کے لوگ کہتے تھے کہ جب تک نبی آخر الزماں نہیں آئے گا قیامت نہیں آئے گی اور جب تک چاند دو ٹکڑے نہیں ہو گا قیامت نہیں آئے گی۔ اب وہ نشانیاں ظاہر ہو چکی ہیں۔ چند نشانیوں کے سوا قیامت کی نشانیاں پوری ہو چکی ہیں۔ اب تو قیامت ہمارے سر پر کھڑی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا قیامت کی نِشانیوں کے بارے میں کہ قتل کثرت کے ساتھ ہوں گے، نہ مارنے والے کو علم ہوگا کہ اس کو کیوں مارا ہے اور نہ مرنے والے کو علم ہوگا کہ مجھے کیوں مارا گیا ہے۔

آج حادثاتی دور ہے۔ میں کہتا ہوں کہ جو آدمی گھر سے جائے اور رات کو خیریت سے واپس آجائے تو اسے دو نفل پڑھنے چاہئیں کہ ربا تیرا شکر ہے میں خیریت سے گھر آگیا ہوں۔

تو فرمایا قریب آگئی ہے قریب آنے والی لَيْسَ لَهَا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ كَاشِفَةٌ نہیں ہے کوئی اللہ تعالیٰ کے سوا اس کو کھولنے والا۔ سورۃ الاعراف آیت نمبر ۱۸۷ پارہ ۹ میں ہے لَا يُجَلِّيْهَا لِوَقْتِهَا اِلَّا هُوَ "نہیں ظاہر کرے گا اس کو وقت پر مگر وہی۔" اَفَمِنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ تَعْجَبُوْنَ کیا پس اس بات سے تم تعجب کرتے ہو کہ قیامت آئے گی وَتَضْحَكُوْنَ اور ہنستے ہو وَلَا تَبْكُوْنَ اور روتے نہیں ہو۔ اگر تمھیں قیامت کی ہولنا کیوں کا احساس ہو تو بہت روؤ وَاَنْتُمْ سٰمِدُوْنَ ۔ سٰمِدُوْنَ کا معنیٰ غافلون کرتے ہیں اور تم غفلت میں پڑے ہوئے ہو۔ اور اس کا معنیٰ متکبرون بھی کرتے ہیں کہ تم تکبر کرتے ہو۔ اور منکرون بھی کرتے ہیں کہ تم انکار کرتے ہو۔ سب معانی

صحیح ہیں۔ فَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ پس تم سجدہ کرو اللہ تعالیٰ کو وَاعْبُدُوْا اور اس کی عبادت کرو۔ یہ آیت کریمہ سجدے والی ہے۔ میں نے پڑھی ہے اور جس جس نے بھی سنی ہے تمام مرد عورتوں پر سجدہ لازم ہے نہ کرنے والا گناہ گار ہوگا۔ اس کے لیے تمام وہی شرطیں ہیں جو نماز کے لیے ہیں۔ باوضو ہو، جگہ پاک ہو، کپڑے پاک ہوں۔ سورج کے طلوع اور غروب اور زوال کے وقت نہیں کر سکتے۔ اگر سورج کے طلوع ہونے سے پہلے وقت ہے تو کر لو ورنہ بعد میں کر لینا۔ گھروں میں بھی جا کر کر سکتے ہیں، دفتروں میں بھی کر سکتے ہیں۔ یہاں بیٹھے رہنا ضروری نہیں ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تفسیر

سورۃ القمر

(مکمل)

جلد............١٩

آیاتها ۵۵ — ۵۴ سُوْرَةُ الْقَمَرِ مَكِّيَّةٌ ۳۷ — رکوعاتها ۳

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ ۝۱ وَاِنْ يَّرَوْا اٰيَةً يُّعْرِضُوْا وَيَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ ۝۲ وَكَذَّبُوْا وَاتَّبَعُوْٓا اَهْوَآءَهُمْ وَكُلُّ اَمْرٍ مُّسْتَقِرٌّ ۝۳ وَلَقَدْ جَآءَهُمْ مِّنَ الْاَنْۢبَآءِ مَا فِيْهِ مُزْدَجَرٌ ۝۴ حِكْمَةٌۢ بَالِغَةٌ فَمَا تُغْنِ النُّذُرُ ۝۵ فَتَوَلَّ عَنْهُمْ يَوْمَ يَدْعُ الدَّاعِ اِلٰى شَيْءٍ نُّكُرٍ ۝۶ خُشَّعًا اَبْصَارُهُمْ يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ كَاَنَّهُمْ جَرَادٌ مُّنْتَشِرٌ ۝۷ مُّهْطِعِيْنَ اِلَى الدَّاعِ يَقُوْلُ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا يَوْمٌ عَسِرٌ ۝۸ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ فَكَذَّبُوْا عَبْدَنَا وَقَالُوْا مَجْنُوْنٌ وَّازْدُجِرَ ۝۹ فَدَعَا رَبَّهٗٓ اَنِّيْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ ۝۱۰ فَفَتَحْنَآ اَبْوَابَ السَّمَآءِ بِمَآءٍ مُّنْهَمِرٍ ۝۱۱ وَّفَجَّرْنَا الْاَرْضَ عُيُوْنًا فَالْتَقَى الْمَآءُ عَلٰٓى اَمْرٍ قَدْ قُدِرَ ۝۱۲ وَحَمَلْنٰهُ عَلٰى ذَاتِ اَلْوَاحٍ وَّدُسُرٍ ۝۱۳ تَجْرِيْ بِاَعْيُنِنَا جَزَآءً لِّمَنْ كَانَ كُفِرَ ۝۱۴ وَلَقَدْ تَّرَكْنٰهَآ اٰيَةً فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ۝۱۵ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِيْ وَنُذُرِ ۝۱۶ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ۝۱۷

اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ قریب آ گئی قیامت وَانْشَقَّ اور پھٹ گیا
الْقَمَرُ چاند وَاِنْ يَّرَوْا اور اگر دیکھیں یہ لوگ اٰيَةً کوئی نشانی

يُعْرِضُوْا اعراض کرتے ہیں وَيَقُوْلُوْا اور کہتے ہیں سِحْرٌ جادو ہے
مُّسْتَمِرٌّ طاقت ور وَكَذَّبُوْا اور جھٹلایا انھوں نے وَاتَّبَعُوْٓا اور پیروی
کی انھوں نے اَهْوَآءَهُمْ اپنی خواہشات کی وَكُلُّ اَمْرٍ اور ہر معاملہ
مُّسْتَقِرٌّ ٹھہرا ہوا ہے (اپنے وقت پر) وَلَقَدْ جَآءَهُمْ اور البتہ تحقیق آ چکی
ہیں ان کے پاس مِّنَ الْاَنْۢبَآءِ خبروں میں سے مَا فِيْهِ وہ جن میں
مُزْدَجَرٌ ڈانٹ ہے حِكْمَةٌۢ بَالِغَةٌ حکمت ہے انتہاء کو پہنچنے والی فَمَا
تُغْنِ النُّذُرُ پس نہیں فائدہ دیتے ڈرسنانے والے فَتَوَلَّ عَنْهُمْ پس
آپ اعراض کریں ان سے يَوْمَ يَدْعُ الدَّاعِ جس دن پکارے گا پکارنے والا
اِلٰى شَيْءٍ نُّكُرٍ ناگوار چیز کی طرف خُشَّعًا اَبْصَارُهُمْ جھکی ہوئی ہوں گی
آنکھیں ان کی يَخْرُجُوْنَ نکلیں گے مِنَ الْاَجْدَاثِ قبروں سے
كَاَنَّهُمْ گویا کہ وہ جَرَادٌ ٹڈیاں ہیں مُّنْتَشِرٌ بکھری ہوئیں
مُّهْطِعِيْنَ تیزی سے چل رہے ہوں گے اِلَى الدَّاعِ پکارنے والے کی
طرف يَقُوْلُ الْكٰفِرُوْنَ کہیں گے کافر لوگ هٰذَا يَوْمٌ عَسِرٌ یہ دن
بہت سخت ہے كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ جھٹلایا ان سے پہلے قَوْمُ نُوْحٍ نوح علیہ السلام
کی قوم نے فَكَذَّبُوْا عَبْدَنَا پس جھٹلایا انھوں نے ہمارے بندے کو وَ
قَالُوْا اور کہا انھوں نے مَجْنُوْنٌ دیوانہ ہے وَّازْدُجِرَ جھڑکا ہوا ہے
فَدَعَا رَبَّهٗٓ پس پکارا اس نے اپنے رب کو اَنِّيْ مَغْلُوْبٌ بے شک میں عاجز

ہوں فَانْتَصِرْ پس آپ انتقام لیں فَفَتَحْنَآ پس کھول دیا ہم نے

اَبْوَابَ السَّمَآءِ آسمان کے دروازوں کو بِمَآءٍ پانی کے ساتھ مُّنْهَمِرٍ

جو زور سے بہنے والا تھا وَّفَجَّرْنَا الْاَرْضَ اور چلا دیئے ہم نے زمین میں

عُيُوْنًا چشمے فَالْتَقَى الْمَآءُ پس مل گیا پانی عَلٰٓى اَمْرٍ ایک معاملے پر

قَدْ قُدِرَ جو طے کر دیا گیا تھا وَحَمَلْنٰهُ اور ہم نے سوار کیا اس کو عَلٰى ذَاتِ

اَلْوَاحٍ تختوں والی پر وَّدُسُرٍ اور کیلوں والی پر تَجْرِيْ بِاَعْيُنِنَا جو چلتی

تھی ہماری آنکھوں کے سامنے جَزَآءً بدلہ تھا لِّمَنْ اس کا كَانَ كُفِرَ

جس کی ناقدری کی گئی وَلَقَدْ تَّرَكْنٰهَآ اور البتہ تحقیق چھوڑا ہم نے اس کو

اٰيَةً نشانی فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ پس کیا ہے کوئی نصیحت حاصل کرنے والا

فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِيْ وَنُذُرِ پس کیسا تھا میرا عذاب اور میرا ڈرانا وَلَقَدْ يَسَّرْنَا

الْقُرْاٰنَ اور البتہ تحقیق ہم نے آسان کر دیا قرآن کو لِلذِّكْرِ نصیحت کے

لیے فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ پس کیا ہے کوئی نصیحت حاصل کرنے والا۔

وجہ تسمیہ وشان نزول :

اس سورت کا نام سورۃ القمر ہے۔ قمر کا معنٰی ہے چاند۔ قمر کا لفظ پہلی ہی آیت کریمہ میں موجود ہے جس کی نسبت سے اس سورت کا نام قمر رکھا ہے۔ اس سورت کا شان نزول اس طرح بتاتے ہیں کہ صنادید قریش کا ٹولا، ابو جہل، ولید بن مغیرہ، حارث بن ہشام، اسود بن مطلب، عقبہ بن ابی معیط وغیرہ جو اکٹھے اٹھتے بیٹھتے تھے اور ان سب کا مزاج ایک جیسا تھا۔ چاند کی چودھویں تاریخ کی رات کا سماں تھا اکٹھے بیٹھے تھے کہ آنحضرت ﷺ کو

دیکھا کہ اکیلے بیٹھے ہیں صرف ایک آدمی ان کے ساتھ ہے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ۔ کہنے لگے آج اس کو ستائیں، تنگ کریں۔ ایسا سوال کریں کہ وہ نہ کر سکے اور پھر اس کا مذاق اڑائیں۔ کسی نے کہا یہ نشانی مانگو، کسی نے کہا یہ نشانی مانگو، کسی نے کہا یہ نشانی مانگو۔ پھر کہنے لگے کہ اس کو کہتے ہیں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ہیں چاند دو ٹکڑے کر دیں۔ کیونکہ تیرا رب اس پر قادر ہے۔ چنانچہ ایک ایک ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اکٹھے ہو گئے۔ کہنے لگے یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! آپ کہتے ہیں کہ میں اللہ تعالیٰ کا پیغمبر ہوں اور رب تعالیٰ ہماری دعائیں قبول کرتا ہے۔ لہٰذا اپنے رب سے کہیں کہ چاند کو دو ٹکڑے کر دے کہ اس کے لیے تو کوئی مشکل نہیں ہے۔ ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آئیں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دیکھو اگر ایسا ہو جائے تو مان لو گے؟ سوچ سمجھ کر بات کرو۔ کہنے لگے مان لیں گے۔

سیرت کی کتابوں میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چاند کی طرف اشارہ کیا۔ چاند دو ٹکڑے ہو گیا۔ ایک ٹکڑا جبل ابوقبیس پر جو کعبۃ اللہ سے مشرق کی طرف ہے اور دوسرا ٹکڑا جبل قُیقُعَان پر جو بیت اللہ سے مغرب کی طرف ہے۔ سب نے دیکھا ایک دوسرے سے پوچھتے کہ واقعی تجھے بھی دو ٹکڑے نظر آ رہے ہیں۔ وہ کہتا دو ہی نظر آ رہے ہیں۔ وہاں سے چند قدم دور جا کے دیکھا پھر بھی دو ٹکڑے نظر آ رہے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم نے وعدہ کیا تھا ایمان لانے کا۔ کہنے لگے تیرا جادو بڑا طاقت ور ہے اور ہم کیوں جادو کو مانیں؟

شق القمر کا واقعہ تاریخ فرشتہ میں :

تاریخ کی مشہور کتاب ہے "تاریخ فرشتہ" ملا احمد احمد نگری نے لکھی ہے ہندوستان کے حالات پر۔ فارسی زبان میں تھی اردو ترجمہ بھی ہو گیا ہے۔ پہلے نایاب تھی

ایک نسخہ میرے پاس تھا ایک نسخہ پنجاب یونیورسٹی میں تھا۔ شاید ایک آدھ کسی اور کے پاس ہو۔ اب اس کو اکوڑہ خٹک والوں نے طبع کر دیا ہے۔ اس میں بڑی تفصیل کے ساتھ یہ واقعہ لکھا ہے کہ بمبئی کے پاس ایک ریاست ہے جس کا نام مالا بار اور ملیبار بھی کہتے ہیں۔ وہاں کے ہندو راجے کھلے میدان میں بیٹھے تھے ان کی رانیاں بھی موجود تھیں اور خدمت گار عملہ بھی موجود تھا کہ انھوں نے دیکھا کہ چاند دو ٹکڑے ہو گیا ہے۔ پڑھے لکھے لوگ تھے۔ اپنی ڈائری طلب کر کے اس میں تاریخ اور وقت لکھا کہ ہم نے اس رات چاند کو دو ٹکڑے ہوتے دیکھا ہے۔ یہ لوگ تو تحقیق کرتے دنیا سے رخصت ہو گئے۔

ان کی اولاد تحقیق میں لگی رہی یہاں تک کہ ۹۶ھ میں مالک بن دینار اور ان کے چند ساتھی رحمۃ اللہ علیہم تاجروں کی شکل میں ریاست مالا بار میں پہنچے۔ اُن راجوں کے ڈیروں پر جانے کا اتفاق ہوا۔ وہاں یہی گفتگو ہو رہی تھی کہ فلاں رات کو چاند دو ٹکڑے ہوا تھا یہ ڈائریوں میں ہمارے بڑوں نے اپنے دستخطوں کے ساتھ لکھا ہے اور ہمیں تاکید بھی کی تھی کہ اس کی تحقیق کرنا کہ کیا قصہ ہوا ہے؟ تو عرب سے آئے ہوئے بول پڑے جن کی تعداد چھ بھی لکھی ہے اور سات بھی لکھی ہے کہ ہمیں معلوم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایک پیغمبر بھیجا جس کا نام محمد ﷺ ہے۔ اس کے والد صاحب کا نام عبداللہ اور والدہ کا نام آمنہ ہے۔ نبوت سے پہلے سارے لوگ اس کو اچھا جانتے تھے نبوت کے بعد مخالف ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھ پر عجیب و غریب کرشمے ظاہر فرمائے۔ ان کا ایک معجزہ یہ بھی تھا کہ اللہ تعالیٰ نے چودھویں رات کے چاند کو دو ٹکڑے کر دیا اور پھر تمام قصہ سنایا قریش مکہ کے مطالبے کا۔

جب راجوں نے یہ قصہ سنا تو سارے ان کے ہاتھ پر مسلمان ہو گئے۔ دیکھو! جن

کی قسمت میں ایمان تھا مدینہ منورہ سے ہزاروں میل دور ہوتے ہوئے بھی مسلمان ہو گئے۔اور بدقسمت تھے وہ جو قریب ہوتے ہوئے بھی محروم رہے۔

تو فرمایا اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ قریب آ گئی قیامت وَانْشَقَّ الْقَمَرُ اور پھٹ گیا چاند، دو ٹکڑے ہو گیا وَاِنْ یَّرَوْا اٰیَةً اور اگر دیکھیں یہ لوگ کوئی نشانی یُّعْرِضُوْا تو اعراض کرتے ہیں وَیَقُوْلُوْا اور کہتے ہیں سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ۔ مُّسْتَمِرٌّ اگر مرّہ سے لیں جیسا کہ تم نے پچھلی سورت میں پڑھا ہے ذُوْمِرَّةٍ قوت والا۔یہ جبرائیل علیہ السلام کی صفت ہے۔تو معنٰی ہوگا طاقت ور جادو۔

بعض حضرات نے اس کا مجرد مرود سے لیا ہے۔بولتے ہیں مرور زمانہ، زمانے کا گزرنا۔تو پھر معنٰی ہوگا ختم ہونے والا جادو۔یعنی دو تین دن رہے گا پھر ختم ہو جائے گا اور بعضوں نے اِسْتِمْرَار سے لیا ہے۔دوام کا معنٰی ہوگا کہ یہ جادو مسلسل چلتا آ رہا ہے پہلے پیغمبر بھی کرتے آئے ہیں اور یہ بھی کر رہا ہے وَكَذَّبُوْا اور انھوں نے جھٹلا دیا وَاتَّبَعُوْٓا اَهْوَآءَهُمْ اور انھوں نے پیروی کی اپنی خواہشات کی۔منہ مانگا معجزہ ظاہر ہوا لیکن تسلیم نہ کیا۔فرمایا وَكُلُّ اَمْرٍ مُّسْتَقِرٌّ ۔ مُسْتَقِرٌّ کا لازمی کا معنٰی بھی کرتے ہیں اور متعدی کا معنٰی بھی کرتے ہیں۔لازمی کا باب بنائیں تو پھر معنٰی ہوگا ہر معاملہ اپنی جگہ ٹکا ہوا ہے۔یعنی جس چیز کے لیے اللہ تعالیٰ نے جو وقت مقرر فرمایا ہے وہ چیز اس وقت پر آئے گی۔اور متعدی کا معنٰی کریں تو پھر معنٰی ہوگا ہر معاملہ ٹکانے والا ہے۔نیکی کا معاملہ ہوا تو جنت میں ٹکا دے گا۔بدی کا ہوگا تو دوزخ میں ٹکا دے گا۔

وَلَقَدْ جَآءَهُمْ اور البتہ تحقیق آ چکی ہیں ان کے پاس مِّنَ الْاَنْبَآءِ خبروں میں سے مَا وہ فِیْهِ مُزْدَجَرٌ جن میں ڈانٹ ہے، توبیخ ہے، عبرت ہے۔یعنی

صرف چاند کا دو ٹکڑے ہونا ہی نہیں بلکہ اور بھی کئی چیزیں یہ دیکھ چکے ہیں۔

آنحضرت ﷺ کے کچھ معجزات :

مسلم شریف میں روایت ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا اِنِّیْ لَاَعْلَمُ حَجَرًا "بے شک میں اس پتھر کی شناخت کر سکتا ہوں کہ جب میں نبوت ملنے سے پہلے اس کے پاس سے گزرتا تھا تو وہ مجھے سلام کرتا تھا اور سننے والے سنتے تھے۔"

ایک موقع پر آنحضرت ﷺ کو قضائے حاجت کی ضرورت پیش آئی۔ کھلا میدان تھا پردے والی جگہ نہیں تھی۔ اس میدان میں دو طرف درخت تھے۔ آنحضرت ﷺ نے ایک درخت کو اشارہ کیا تو وہ زمین کو چیرتا ہوا آپ ﷺ کے پاس آ گیا پھر دوسرے درخت کو اشارہ فرمایا تو وہ بھی زمین کو چیرتے ہوئے آپ ﷺ کے پاس آ گیا۔ پھر آپ ﷺ نے ٹہنیوں کو جڑنے کا اشارہ کیا تو وہ جڑ گئیں اور پردہ بن گیا۔ قضائے حاجت سے فارغ ہونے کے بعد آپ ﷺ نے ان درختوں کو اشارہ کیا کہ اپنی اپنی جگہ چلے جاؤ۔ وہ درخت اپنی جگہ چلے گئے۔

(یہ جگہ بیت اللہ سے مشرق اور شمال کے کونے میں تھوڑے سے فاصلے پر ہے اور دونوں درختوں کی جگہ پر انھوں نے مسجدیں بنادی ہیں۔ ایک مسجد سڑکوں کے ایک طرف ہے اور دوسری مسجد سڑکوں کے دوسری طرف ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے دونوں مسجدیں دیکھنے کا شرف بخشا ہے اور وہاں کے ساتھی بتاتے ہیں کہ یہ درختوں والی جگہ پر بنائی گئیں ہیں۔ مرتب محمد نواز بلوچ)

ایک سفر کی بات ہے کہ پانی تھوڑا تھا ساتھی زیادہ تھے۔ آنحضرت ﷺ نے اس برتن میں اپنا ہاتھ ڈالا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے انگلیوں سے ایسے پانی چل رہا تھا جیسے

نہریں چل رہی ہوں۔ کوئی ایک معجزہ تو نہیں ہے بے شمار معجزے ہیں۔

ایک موقع پر آنحضرت ﷺ انصارِ مدینہ کے ایک باغ میں تشریف فرما تھے ایک آدمی نے آکر کہا کہ میں نے سنا ہے کہ آپ کہتے ہیں میں نبی ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں فقط کہتا نہیں ہوں بلکہ واقعتاً اللہ تعالیٰ کا نبی ہوں۔ کہنے لگا میری تسلی کے لیے کچھ کر دو تا کہ میں بھی مان لوں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا دیکھ کھجور پر خوشے لگے ہوئے ہیں اگر اس کا خوشہ (گچھا) میری گود میں آجائے تو مان لو گے۔ کہنے لگا مان لوں گا۔ آنحضرت ﷺ نے اشارہ فرمایا ترمذی شریف کی روایت ہے گچھا آپ ﷺ کی گود میں آگیا۔ اس نے فوراً کلمہ پڑھ لیا۔ پھر آپ ﷺ نے اس گچھے کو اشارہ کیا تو وہ اپنی جگہ پر درخت کے ساتھ جڑ گیا۔ اور اس طرح کے بے شمار معجزے آپ ﷺ کے ہاتھ پر ظاہر ہوئے مگر جنھوں نے نہیں ماننا تھا وہ نہیں مانے۔

تو فرمایا البتہ تحقیق آچکی ان کے پاس وہ خبریں جن میں ڈانٹ ہے، زجر ہے، توبیخ ہے، سبق ہے، عبرت ہے حِكْمَةٌۢ بَالِغَةٌ حکمت ہے انتہاء کو پہنچنے والی۔ یہ قرآن پاک انتہاء کو پہنچنے والی حکمت ہے فَمَا تُغْنِ النُّذُرُ پس نہیں فائدہ دیتے ڈرسنانے والے۔ نُذُرٌ نَذِیر کی جمع ہے ڈرسنانے والے۔ کیونکہ ضدی آدمی کا کوئی علاج نہیں ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام نے ساڑھے نو سو سال وعظ و تبلیغ کی مگر قوم نے نہیں مانا۔ دیگر پیغمبروں نے بھی پیغام رسالت کا حق ادا کیا مگر قوم نے نہیں مانا۔ پیغمبر بے چارے کیا کرتے پیغمبروں کا کام تو اتنا ہی ہے کہ وہ حق کو واضح کر دیں۔ منوانا تو ان کے فرائض میں داخل نہیں ہے فَتَوَلَّ عَنْهُمْ پس آپ ان سے اعراض کریں۔ ان کے پیچھے پڑنے کی ضرورت نہیں ہے۔ منہ مانگا معجزہ انھوں نے دیکھ لیا ہے نہیں مانتے تو آپ پریشان نہ

ہوں ان کو اس دن تک کے لیے چھوڑ دیں یَوْمَ یَدْعُ الدَّاعِ اِلٰی شَیْءٍ نُّکُرٍ جس دن پکارے گا پکارنے والا ناگوار چیز کی طرف۔ اجنبی اور نرالی چیز کی طرف۔ داعی سے مراد اسرافیل علیہ السلام ہیں۔ جب وہ دوبارہ ایسے بگل میں پھونک ماریں گے (حضرت نے سپیکر میں پھونک مار کر بھی دکھائی) جب وہ دوبارہ پھونک ماریں گے تو مشرق، مغرب، شمال، جنوب والے سب اکٹھے ہو جائیں گے خُشَّعًا اَبْصَارُهُمْ۔ خُشَّعًا خَاشِعَةٌ کی جمع ہے۔ آنکھیں ان کی جھکی ہوئی ہوں گی۔ کیونکہ ساری حقیقت تو برزخ میں دیکھ چکے ہوں گے اور یہ بھی علم ہے کہ اب اور پٹائی ہونی ہے تو اپنے اعمال پر شرمندہ ہوں گے یَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ۔ اجداث جدث کی جمع ہے۔ جدث کا معنٰی ہے قبر۔ نکلیں گے قبروں سے کَاَنَّهُمْ جَرَادٌ مُّنْتَشِرٌ۔ جَرَاد جَرَادَةٌ کی جمع ہے بمعنٰی مکڑی، ٹڈی۔ گویا کہ وہ مکڑیاں ہیں، ٹڈیاں ہیں بکھری ہوئیں۔ جس طرح مکڑیاں بے ہنگم ہوتی ہیں اسی طرح قبروں سے نکلیں گے تو کوئی ترتیب نہیں ہوگی۔ قبر کا ذکر اس لیے فرمایا کہ عرب کے مشرک مردوں کو دفن کرتے تھے جلاتے نہیں تھے۔ یہودی اور عیسائی بھی دفن کرتے تھے۔ لیکن جس کو جلایا گیا یا اس کو درندے، پرندے کھا گئے، مچھلیاں کھا گئیں، بندے کھا گئے، سب اللہ تعالیٰ کی قدرت سے آکر کھڑے ہوں گے۔

رب تعالیٰ کے لیے کوئی کام مشکل نہیں :

بخاری شریف اور مسلم شریف میں روایت ہے ایک آدمی بڑا گناہ گار تھا۔ مرتے وقت اس نے اپنے بیٹوں سے کہا کہ میں تمہارا کس طرح کا باپ ہوں؟ بیٹوں نے کہا کہ آپ ہمارے حق میں بڑے اچھے ہیں۔ کہنے لگا کہ قسم اٹھاؤ میں نے تمھیں ایک کام کہنا ہے وہ کرو گے۔ بیٹوں نے کہا ابا جی! بات بتلاؤ پہلے قسم نہ اٹھوائیں۔ کہنے لگا نہیں پہلے قسم

اٹھاؤ۔ پہلے سب سے قسمیں اٹھوائیں پھر کہا کہ میں جب مر جاؤں تو مجھے جلا کر راکھ کر دینا۔ ہڈیاں جل جائیں تو ان کو پیس لینا۔ میری راکھ میں سے کچھ تو سمندر میں پھینک دینا اور کچھ ہوا میں اڑا دینا۔ بیٹوں نے باپ کی وصیت پر عمل کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ہوا کو حکم دیا اور پانی کو حکم دیا اس کا ایک ذرہ بھی ضائع نہ ہوا۔ سارے ذرات کو اکٹھا کر کے بندہ بنا کر کھڑا کر دیا جیسا کہ مرنے سے پہلے تھا۔ رب تعالیٰ کو تو علم تھا کہ اس نے ایسا کیوں کیا ہے مگر ضابطے کے مطابق فرمایا اے بندے! بتا تو نے یہ حرکت کیوں کی ہے؟ اس نے کہا اے پروردگار! تیرے ڈر کی وجہ سے کی ہے کہ آپ نے مجھے مال دیا، اولاد دی اور بہت کچھ دیا مگر میں نے بندوں والا کوئی کام نہیں کیا۔ میں نے سوچا کہ رب تعالیٰ کے سامنے راکھ ہو کر پیش ہوں شاید کہ وہ مجھے معاف کر دے۔ رب تعالیٰ نے فرمایا جا میں نے تجھے معاف کر دیا۔ یہ خلاصہ ہے بخاری اور مسلم شریف کی روایت کا۔ تو اللہ تعالیٰ کے سامنے کوئی شے مشکل نہیں ہے۔

تو فرمایا نکلیں گے قبروں سے گویا مکڑیاں ہیں بکھری ہوئیں مُّهْطِعِيْنَ اِلَى الدَّاعِ تیزی سے چل رہے ہوں گے مُسْرِعِيْنَ پکارنے والے کی طرف۔ جس طرف سے بگل کی آواز آرہی ہوگی اس طرف دوڑتے ہوئے جائیں گے يَقُوْلُ الْكٰفِرُوْنَ کہیں گے کافر هٰذَا يَوْمٌ عَسِرٌ یہ دن بہت سخت ہے، بڑا مشکل ہے۔

قریش مکہ نے منہ مانگا معجزہ دیکھ لیا کہ چاند دو ٹکڑے ہو گیا پھر بھی نہ مانا تو اس سے آنحضرت ﷺ کو کافی دکھ اور صدمہ ہوا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے چند واقعات بیان فرمائے کہ آپ پریشان نہ ہوں اگر انھوں نے آپ کو جھٹلایا ہے تو پہلے پیغمبروں کو بھی ان کی قوموں نے جھٹلایا ہے۔ اس لیے آپ تسلی رکھیں۔ فرمایا كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ

جھٹلایا ان سے پہلے نوح علیہ السلام کی قوم نے اللہ تعالیٰ کے پیغمبر کو فَكَذَّبُوا عَبْدَنَا پس جھٹلایا انھوں نے ہمارے بندے نوح علیہ السلام کو وَقَالُوا اور کہا انھوں نے مَجْنُونٌ یہ دیوانہ ہے۔ نوح علیہ السلام کے بارے میں قوم نے کہا کہ یہ پاگل ہے' وَازْدُجِرَ اور جھڑکا ہوا ہے۔

حضرت نوح علیہ السلام جب چند آدمیوں کو اکٹھا بیٹھا ہوا دیکھتے تو غنیمت سمجھتے ہوئے کہ اکٹھے مل گئے ہیں ان کو حق سناؤں قریب جاتے، بیان شروع کرتے تو وہ ان کو دھکے مار کر باہر نکال دیتے تھے کہ پاگل آگیا ہے۔ تو آپ علیہ السلام سے پہلے پیغمبروں کو بھی جھٹلایا گیا ہے اور دیوانہ کہا گیا ہے۔ تو فرمایا، کہا انھوں نے دیوانہ ہے جھڑکا ہوا ہے فَدَعَا رَبَّهٗ پس پکارا نوح علیہ السلام نے اپنے رب کو اَنِّىْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ اے پروردگار! میں مغلوب ہوگیا ہوں، عاجز ہوگیا پس آپ انتقام لیں ان سے۔ ان پر اب میرا بس نہیں چلتا میں حق پہنچا چکا ہوں۔ پھر کیا ہوا؟ فَفَتَحْنَآ اَبْوَابَ السَّمَآءِ پس ہم نے کھول دیئے آسمان کے دروازے بِمَآءٍ ایسے پانی کے ساتھ مُّنْهَمِرٍ جو زور سے بہنے والا تھا۔ موسلا دھار بارش ان پر برسائی۔ اوپر سے بارش شروع ہوئی وَفَجَّرْنَا الْاَرْضَ عُيُوْنًا اور چلا دیئے ہم نے زمین میں چشمے۔ یہ زمین کا پانی اور آسمان کا پانی فَالْتَقَى الْمَآءُ عَلٰٓى اَمْرٍ پس مل گیا پانی ایک معاملے پر، ایک کام پر قَدْ قُدِرَ جو طے ہو چکا تھا۔ تمام مجرم اس میں غرق کر دیئے گئے وَحَمَلْنٰهُ اور ہم نے سوار کیا نوح علیہ السلام کو عَلٰى ذَاتِ اَلْوَاحٍ ۔ الواح لوح کی جمع ہے تختی۔ تختوں والی پر وَّدُسُرٍ ۔ دُسُر کا معنی ہے میخ۔ میخوں والی پر۔ چونکہ کشتی کی تختیوں کو میخوں سے مضبوط کیا جاتا ہے۔ وہ کشتی تَجْرِىْ بِاَعْيُنِنَا چلتی تھی ہماری آنکھوں کے سامنے، ہماری حفاظت میں جَزَآءً لِّمَنْ

كَانَ كُفِرَ یہ بدلہ ہوا اس کا جس کی ناشکری کی گئی۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی انھوں نے ناشکری کی اللہ تعالیٰ نے ان سب کو ڈبو دیا۔

اور یہ معنٰی بھی کرتے ہیں یہ بدلہ تھا اس کا جس کی ناقدری کی گئی وَلَقَدْ تَّرَكْنٰهَآ اٰيَةً اور البتہ تحقیق چھوڑا ہم نے اس کشتی کو نشانی۔ بخاری شریف کی روایت ہے اَدْرَكَتْهَا اَوَائِلُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ ''اس امت کے پہلے لوگوں نے اپنی آنکھوں سے اس کشتی کا ڈھانچا دیکھا ہے جبل ارارات پر فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ پس ہے کوئی نصیحت حاصل کرنے والا جو نصیحت حاصل کرے فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِيْ وَنُذُرِ پس کیسا تھا میرا عذاب اور میرا ڈرانا۔ میرا ڈرانا کیسا ثابت ہوا؟ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ اور البتہ تحقیق ہم نے آسان کر دیا قرآن نصیحت کے لیے فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ پس کیا ہے کوئی نصیحت حاصل کرنے والا۔ قرآن پاک پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ مجھے پڑھو، سمجھو، عمل کرو، رب تعالیٰ کو راضی کرو، آخرت بناؤ، رب تعالیٰ کے عذاب سے بچو۔

كَذَّبَتْ عَادٌ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِي وَنُذُرِ ﴿١٨﴾ إِنَّا أَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحًا صَرْصَرًا فِي يَوْمِ نَحْسٍ مُّسْتَمِرٍّ ﴿١٩﴾ تَنْزِعُ النَّاسَ كَأَنَّهُمْ أَعْجَازُ نَخْلٍ مُّنْقَعِرٍ ﴿٢٠﴾ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِي وَنُذُرِ ﴿٢١﴾ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴿٢٢﴾ كَذَّبَتْ ثَمُودُ بِالنُّذُرِ ﴿٢٣﴾ فَقَالُوا أَبَشَرًا مِّنَّا وَاحِدًا نَّتَّبِعُهُ إِنَّا إِذًا لَّفِي ضَلَالٍ وَسُعُرٍ ﴿٢٤﴾ أَأُلْقِيَ الذِّكْرُ عَلَيْهِ مِنْ بَيْنِنَا بَلْ هُوَ كَذَّابٌ أَشِرٌ ﴿٢٥﴾ سَيَعْلَمُونَ غَدًا مَّنِ الْكَذَّابُ الْأَشِرُ ﴿٢٦﴾ إِنَّا مُرْسِلُو النَّاقَةِ فِتْنَةً لَّهُمْ فَارْتَقِبْهُمْ وَاصْطَبِرْ ﴿٢٧﴾ وَنَبِّئْهُمْ أَنَّ الْمَاءَ قِسْمَةٌ بَيْنَهُمْ كُلُّ شِرْبٍ مُّحْتَضَرٌ ﴿٢٨﴾ فَنَادَوْا صَاحِبَهُمْ فَتَعَاطَىٰ فَعَقَرَ ﴿٢٩﴾ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِي وَنُذُرِ ﴿٣٠﴾ إِنَّا أَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ صَيْحَةً وَاحِدَةً فَكَانُوا كَهَشِيمِ الْمُحْتَظِرِ ﴿٣١﴾ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴿٣٢﴾

كَذَّبَتْ جھٹلایا عَادٌ قوم عاد نے فَكَيْفَ كَانَ پس کیسا تھا عَذَابِي میرا عذاب وَنُذُرِ اور میرا ڈرانا إِنَّا أَرْسَلْنَا بے شک بھیجی ہم نے عَلَيْهِمْ ان پر رِيحًا ہوا صَرْصَرًا تندو تیز فِي يَوْمِ نَحْسٍ منحوس دن میں مُّسْتَمِرٍّ لگاتار ہوا تَنْزِعُ النَّاسَ اکھاڑتی تھی وہ ہوا لوگوں کو كَأَنَّهُمْ گویا کہ وہ أَعْجَازُ نَخْلٍ کھجور کے تنے ہیں مُّنْقَعِرٍ اکھڑے ہوئے فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِي پس کیسا تھا میرا عذاب وَنُذُرِ اور

میرا ڈرانا وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ اور البتہ تحقیق ہم نے آسان کر دیا قرآن
لِلذِّكْرِ سمجھنے کے لیے فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ پس ہے کوئی نصیحت حاصل کرنے
والا كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ جھٹلایا ثمود قوم نے بِالنُّذُرِ ڈرانے والوں کو
فَقَالُوْٓا پس کہا انھوں نے اَبَشَرًا مِّنَّا وَاحِدًا کیا ایک بشر جو ہم میں سے
ہے اکیلا نَّتَّبِعُهٗٓ ہم اس کی پیروی کریں اِنَّآ اِذًا بے شک ہم اس وقت
لَّفِيْ ضَلٰلٍ البتہ گمراہی میں ہوں گے وَّسُعُرٍ اور پاگل پن میں ہوں گے
ءَاُلْقِيَ الذِّكْرُ عَلَيْهِ کیا ڈالا گیا ہے ذکر وحی اس پر مِنْۢ بَيْنِنَا ہمارے
درمیان بَلْ هُوَ كَذَّابٌ بلکہ وہ بڑا جھوٹا ہے اَشِرٌ اور بڑا شریر ہے
سَيَعْلَمُوْنَ غَدًا عن قریب وہ جان لیں گے کل مَّنِ الْكَذَّابُ الْاَشِرُ
کون ہے بڑا جھوٹا بڑا متکبر اِنَّا مُرْسِلُوا النَّاقَةِ بے شک ہم بھیجنے والے ہیں
اونٹنی کو فِتْنَةً لَّهُمْ آزمائش ان کے لیے فَارْتَقِبْهُمْ پس آپ انتظار
کریں ان کا وَاصْطَبِرْ اور صبر کریں وَنَبِّئْهُمْ اور خبر دے دیں ان کو
اَنَّ الْمَآءَ بے شک پانی قِسْمَةٌۢ تقسیم ہو چکا ہے بَيْنَهُمْ ان کے
درمیان كُلُّ شِرْبٍ ہر ایک کو اس کی باری پر مُّحْتَضَرٌ پہنچنا ہے
فَنَادَوْا پس بلایا انھوں نے صَاحِبَهُمْ اپنے ساتھی کو فَتَعَاطٰى پس
اس نے ہاتھ آگے بڑھایا فَعَقَرَ پس اونٹنی کی ٹانگیں کاٹ دیں فَكَيْفَ
كَانَ عَذَابِيْ پس کیسا تھا میرا عذاب وَنُذُرِ اور میرا ڈرانا اِنَّآ اَرْسَلْنَا

عَلَيْهِمْ بے شک بھیجی ہم نے ان پر صَيْحَةً وَّاحِدَةً ایک آواز فَكَانُوْا پس ہو گئے كَهَشِيْمِ الْمُحْتَظِرِ جیسے روندی ہوئی ہو باڑ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ اور البتہ تحقیق ہم نے آسان کر دیا قرآن کو لِلذِّكْرِ نصیحت کے لیے فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ پس کیا ہے کوئی نصیحت حاصل کرنے والا۔

یہ بات تفصیل کے ساتھ بیان ہو چکی ہے کہ مشرکوں نے کہا چاند دو ٹکڑے ہو جائے تو ہم ایمان لے آئیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی تائید میں چاند کو دو ٹکڑے کر دیا۔ سب نے دیکھا مگر ایمان کوئی نہ لایا اور کہا کہ یہ جادو ہے بڑا طاقت ور۔ اس پر آپ ﷺ کو طبعی طور پر صدمہ ہوا اور ہونا بھی چاہیے تھا کہ منہ مانگا معجزہ ملنے کے بعد بھی انھوں نے جھٹلا دیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی تسلی کے لیے پہلے پیغمبروں کے واقعات بیان فرمائے۔ حضرت نوح علیہ السلام کا واقعہ جو کل بیان ہوا تھا۔ اب ہود علیہ السلام کی قوم کا ذکر فرماتے ہیں۔

كَذَّبَتْ عَادٌ جھٹلایا قوم عاد نے ہود علیہ السلام کو۔ یہ قوم نوح علیہ السلام کے بعد تھی۔ ان کے علاقے کا نام احقاف تھا جو نجران کے قریب تھا۔ رب تعالیٰ فرماتے ہیں فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِىْ وَنُذُرِ پس کیسا تھا میرا عذاب اور میرا ڈرانا۔ میں نے ان کو پہلے آگاہ کیا تھا کہ اگر تم اسی طرح منکر رہے تو تم پر میرا عذاب آئے گا۔ آگے اس کی تھوڑی سی تفصیل بتاتے ہیں۔ فرمایا اِنَّآ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا بے شک بھیجی ہم نے ان پر ہوا صَرْصَرًا تند و تیز۔ کم و بیش تین سال تک بارش نہ ہوئی۔ پھر ایک بادل کا ٹکڑا آیا اس کو دیکھ کر کہنے لگے هٰذَا عَارِضٌ مُّمْطِرُنَا [الاحقاف: ۲۴] ''یہ بادل ہے ہم پر بارش برسائے گا۔'' فرمایا بَلْ هُوَ مَا اسْتَعْجَلْتُمْ بِهٖ ''نہیں بلکہ وہ چیز ہے جس کو تم جلدی

طلب کرتے تھے رِیۡحٌ فِیۡهَا عَذَابٌ اَلِیۡمٌ ''یہ ہوا ہے جس میں دردناک عذاب ہے۔'' جب وہ ان کے سروں کے قریب آیا تو اس سے آواز آئی جو انھوں نے سنی:

رِمَادًا رِمَادًا لَا تَذَرْ مِنْ عَادٍ اَحَدًا

''ان کو راکھ اور خاک کردے کسی ایک کو نہ چھوڑنا۔'' یہ لوگ بڑے قدآور اور طاقت ور تھے للکارتے ہوئے کہتے تھے مَنْ اَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً [حم سجدہ:۱۵] ''کون ہے ہم سے زیادہ طاقت ور۔'' اور یہ نہ سوچا کہ جس ذات نے ان کو پیدا کیا ہے وہ زیادہ طاقت ور ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر تیز وتند ہوا بھیجی جس نے ان کو پٹخ پٹخ کر مارا۔ فرمایا ہم نے بھیجی ان پر ہوا تند وتیز فِیۡ یَوۡمِ نَحۡسٍ مُّسۡتَمِرٍّ منحوس دن میں لگاتار ہوا تَنۡزِعُ النَّاسَ اکھاڑتی تھی وہ لوگوں کو، اٹھا کر پھینکتی تھی کَاَنَّهُمۡ اَعۡجَازُ نَخۡلٍ مُّنۡقَعِرٍ۔ اعجاز عَجُزٌ کی جمع ہے مُڈھ، تنا، کھجور کا درخت۔ منقعر اکھڑے ہوئے۔ گویا کہ وہ کھجور کے تنے ہیں اکھڑے ہوئے۔

کوئی دن منحوس نہیں :

بعض لوگوں نے یوم نحس سے یہ بات ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ دن بھی منحوس ہوتے ہیں لیکن ان کا یہ استدلال صحیح نہیں ہے۔ اس لیے کہ سورہ حم سجدہ آیت نمبر ۱۶ میں ہے فَاَرۡسَلۡنَا عَلَيۡهِمۡ رِيۡحًا صَرۡصَرًا فِيۡۤ اَيَّامٍ نَّحِسَاتٍ ''پس بھیجی ہم نے ان پر ہوا تند وتیز منحوس دنوں میں۔'' تو یہاں جمع کا لفظ ہے کئی دن۔ وہ کئی دن کتنے تھے؟ اس کا ذکر سورۃ الحاقہ میں ہے سَخَّرَهَا عَلَيۡهِمۡ سَبۡعَ لَيَالٍ وَّثَمٰنِيَةَ اَيَّامٍ ''ہوا کو ان پر مسلط کردیا جو سات راتیں اور آٹھ دن مسلسل ان پر چلتی رہی۔'' اب اس کا تو مطلب یہ بنے گا کہ ہفتے کے سارے دن ہی منحوس ہیں سعد دن تو ایک بھی نہ رہا۔ پھر اگر دنوں میں ذاتی

نحوست ہوتی تو ہود علیہ السلام اور ان کے ساتھی کس طرح بچتے ؟ ان دنوں میں ان کا تو ایک بال بھی ٹیڑھا نہ ہوا۔ تو معلوم ہوا کہ دنوں میں ذاتی طور پر نحوست نہیں ہے نحوست ان کے کفر شرک کی وجہ سے تھی، ان کی بداعمالی کی وجہ سے تھی۔ جو بداعمال تھے ان کے حق میں منحوس تھے اور جو اچھے اعمال والے تھے ان کے حق میں سعد تھے کہ ان کا کوئی نقصان نہیں ہوا۔ دنوں میں کوئی نحس اور سعد نہیں ہے۔ سب رب تعالیٰ کے بنائے ہوئے ہیں۔ ہاں جن دنوں کی آنحضرت ﷺ نے فضیلت بیان فرمائی ہے وہ صحیح ہیں۔ فرمایا جمعہ کا دن سید الایام ہے تمام دنوں کا سردار ہے۔ لیلۃ القدر کی فضیلت ہے، چھوٹی بڑی عید کی فضیلت ہے، عرفہ کے دن کی فضیلت ہے۔ تو ان دنوں کی شریعت نے فضیلت بیان فرمائی ہے ورنہ ذاتی طور پر دنوں میں کوئی نحوست نہیں ہے۔

تو فرمایا اس ہوا نے اکھاڑ پھینکا لوگوں کو گویا کہ اکھڑی ہوئی کھجوروں کے تنے ہیں فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِىْ وَنُذُرِ پس کیسا تھا میرا عذاب اور میرا ڈرانا وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ اور البتہ تحقیق ہم نے آسان کر دیا قرآن کو سمجھنے کے لیے فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ پس ہے کوئی نصیحت حاصل کرنے والا۔

تیسرا واقعہ: كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ بِالنُّذُرِ ۔ نُذُر ۔ نذیر کی جمع ہے۔ جھٹلایا ثمود قوم نے ڈرانے والوں کو۔ اور سورۃ الشعراء آیت نمبر ۱۴۱ میں ہے كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ الْمُرْسَلِيْنَ " جھٹلایا ثمود قوم نے اللہ تعالیٰ کے رسولوں کو۔" یہاں بھی جمع کا صیغہ ہے حالانکہ ڈرانے والا ایک ہی تھا حضرت صالح علیہ السلام۔ اس کے جواب میں مفسرین کرام رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ ایک پیغمبر کو جھٹلانا تمام پیغمبروں کو جھٹلانا ہے۔ کیوں؟ اس لیے کہ دین سب پیغمبروں کا ایک ہے۔ توحید، رسالت اور قیامت کے مسئلے میں سب پیغمبر متفق ہیں۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ پیغمبروں کی مثال تم اس طرح سمجھو کہ ایک آدمی کی مختلف بیویوں سے اولاد ہے تو ان کی مائیں الگ الگ ہوں گی اور باپ ایک ہی ہوگا۔ اسی طرح پیغمبروں کی شریعتیں علیحدہ علیحدہ ہیں اور اصول میں سب متفق ہیں۔ تو ایک پیغمبر کو جھٹلانا سب پیغمبروں کو جھٹلانا ہوا۔

تو فرمایا جھٹلایا ثمود قوم نے ڈرانے والوں کو فَقَالُوْٓا پس کہا انھوں نے اَبَشَرًا مِّنَّا کیا ایک بشر جو ہم میں سے ہے وَاحِدًا اکیلا نَّتَّبِعُهٗٓ ہم اس کی پیروی کریں۔ حضرت نوح علیہ السلام کے دور سے لے کر آنحضرت ﷺ کے زمانے تک مشرکوں کا یہ نظریہ بھی چلتا رہا ہے کہ پیغمبر بشر نہیں ہونا چاہیے۔ اس سے پہلے ہود علیہ السلام کی قوم نے بھی کہا مَا هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يَاْكُلُ مِمَّا تَاْكُلُوْنَ مِنْهُ وَ يَشْرَبُ مِمَّا تَشْرَبُوْنَ [المومنون:۳۳] ''نہیں ہے یہ مگر ایک انسان تمہارے جیسا کھاتا ہے ان چیزوں میں سے جن سے تم کھاتے ہو اور پیتا ہے اس میں سے جو تم پیتے ہو۔'' یہ کیسے نبی بن گیا؟ اور انھوں نے کیا کہا ایک بشر ہم میں سے ہے اکیلا اس کا ہم اتباع کریں اِنَّآ اِذًا بے شک اس وقت ہم لَّفِيْ ضَلٰلٍ وَّسُعُرٍ البتہ ہم گمراہی میں ہوں گے اور پاگل پن میں ہوں گے۔ پھر تو ہم پاگل ہوئے نا جو بشر کی بات مان لیں۔ اور کہنے لگے ءَاُلْقِيَ الذِّكْرُ عَلَيْهِ مِنْۢ بَيْنِنَا کیا ڈالا گیا ہے ذکر یعنی وحی اس پر ہمارے درمیان۔ اس کو نبوت ملی ہے ہم اللہ تعالیٰ کو نظر نہیں آئے تھے۔ یہی بات مشرکین مکہ نے کہی تھی لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ [الزخرف:۳۱] ''کیوں نہیں اتارا گیا یہ قرآن کسی بڑے آدمی پر دو بستیوں میں سے۔'' دو بستیوں سے مراد مکہ اور طائف ہے کیونکہ جدہ اس وقت نہیں تھا یہ شہر بعد میں آباد ہوا ہے۔

جدہ شہر کی وجہ تسمیہ :

میں جب حج کرنے کے لیے گیا تو ڈرائیور سے پوچھا جو بڑا خوش طبع قسم کا آدمی تھا کہ جدہ کو جدہ کیوں کہتے ہیں؟ تو کہنے لگا هِنَا جَدَّتُنَا حَوَّاء " یہاں ہماری دادی حوا علیہا السلام ہیں۔" عربی میں جدۃ دادی کو کہتے ہیں۔ میں نے اس کو کہا کہ براہِ مہربانی آپ مجھے ان کی قبر دکھا دیں۔ کہنے لگا ٹھیک ہے۔ وہ مجھے ایک قبرستان لے گیا اس نے مجھے ایک قبر دکھائی جو بہت زیادہ لمبی نہیں تھی عام قبروں سے ایک آدھ بالشت لمبی ہوگی۔ کہنے لگا هٰذَا قَبر جَدَّتُنَا حَوَّا " یہ ہماری دادی حوا علیہا السلام کی قبر ہے۔" اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے تاریخی طور پر ہم کچھ نہیں کہہ سکتے۔ (اب وہ قبر بھی مٹا کے برابر کر دی گئی ہے۔ اب کوئی نشان باقی نہیں ہے۔ مرتب)

مکہ مکرمہ میں ولید بن مغیرہ بڑا مال دار آدمی تھا جس کے ایک بیٹے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ ہیں۔ اور طائف میں عروہ بن مسعود ثقفی تھا جو طائف کا سردار تھا۔ کہنے لگے کہ قرآن ان دو آدمیوں میں سے کسی ایک پر کیوں نہیں اترا؟ رب کو نبوت کے لیے یتیم ہی ملا تھا۔ یہی بات صالح علیہ السلام کی قوم نے کہی کہ کیا ڈالی گئی نصیحت اس پر ہمارے درمیان سے ہماری موجودگی میں بَلْ هُوَ كَذَّابٌ أَشِرٌ۔ كَذَّاب مبالغے کا صیغہ ہے، بڑا جھوٹا۔ اور أَشِر کا معنیٰ متکبر بھی ہے اور شریر کا بھی کرتے ہیں۔ صالح علیہ السلام کو کہنے لگے بلکہ وہ بڑا جھوٹا ہے بڑا متکبر اور بڑا شریر ہے العیاذ باللہ تعالیٰ۔ اللہ تعالیٰ نے جواب دیا سَيَعْلَمُونَ غَدًا عن قریب کل یہ جان لیں گے مَنِ الْكَذَّابُ الْأَشِرُ کون ہے بڑا جھوٹا، کون ہے بڑا متکبر، کون ہے بڑا شرارتی۔ ان کو علم ہو جائے گا۔

اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے مطالبے پر چٹان سے اونٹنی نکال دی۔ فرمایا إِنَّا

مُرۡسِلُوا النَّاقَةِ بے شک ہم بھیجنے والے ہیں اونٹنی کو فِتۡنَةً لَّهُمۡ ان کی آزمائش کے لیے فَارۡتَقِبۡهُمۡ پس آپ انتظار کریں ان کا وَاصۡطَبِرۡ اور صبر کریں۔ ڈٹ کر رہیں اپنے مشن میں۔ پانی کا ایک چشمہ تھا پینے کی باری مقرر ہوگئی کہ ایک دن یہ اونٹنی پیئے گی اور ایک دن تمہارے جانور پیئں گے اس کا ذکر ہے۔

فرمایا وَنَبِّئۡهُمۡ اور آپ ان کو خبر دے دیں اَنَّ الۡمَآءَ قِسۡمَةٌۢ بَیۡنَهُمۡ بے شک پانی تقسیم ہو چکا ہے ان کے درمیان۔ ایک دن اونٹنی کی باری ہوگی اور ایک دن تمہارے جانوروں کی کُلُّ شِرۡبٍ مُّحۡتَضَرٌ ہر ایک کو اس کی باری پر پہنچنا ہے۔ تمہارے جانور اپنی باری پر حاضر ہوں اور اونٹنی اپنی باری پر حاضر ہو۔ وہاں ایک عورت تھی جس کا نام تھا عُنیزہ بنت غنم۔ خاوند اس کا فوت ہوگیا تھا اس کی جوان سالہ لڑکیاں تھیں جانور اس کے بہت زیادہ تھے، بھیڑ بکریاں، گائیں، بھینسیں، اونٹ، جب ان کے جانوروں کے پینے کی باری ہوتی تھی اس کے کچھ جانور پیاسے رہ جاتے تھے کیونکہ زیادہ تھے۔ اس شہر میں نو غنڈے بدمعاش تھے۔ سورۃ النمل آیت نمبر ۴۸ پارہ ۱۹ میں ہے وَكَانَ فِي الۡمَدِيۡنَةِ تِسۡعَةُ رَهۡطٍ يُّفۡسِدُوۡنَ فِي الۡاَرۡضِ وَلَا يُصۡلِحُوۡنَ۔ بڑے غنڈے کا نام قیدار بن صالح تھا۔ بعض قِدار بھی لکھ دیتے ہیں۔ اس عورت نے اس کے ساتھ ساز باز کی اور کہا کہ میری جواں سال لڑکیاں ہیں جو لڑکی تم کہو گے میں تمھیں دے دوں گی شرط یہ ہے کہ صالح علیہ السلام کی اونٹنی سے میری جان چھڑاؤ۔ کیونکہ اس کی وجہ سے میرے جانور پیاسے رہ جاتے ہیں۔ قیدار جس کا قد چھوٹا، آنکھیں نیلی اور مجسم شیطان تھا۔ اس نے اپنے یاروں سے مشورہ کیا۔ پہلے تو انھوں نے کہا کہ پہلے صالح علیہ السلام اور ان کے گھر والوں کو ہلاک کریں پھر اونٹنی کو ماریں۔ پھر کہنے لگے نہیں پہلے اونٹنی کا کام تمام

کرتے ہیں۔ چنانچہ قیدار نے اونٹنی کی ٹانگیں کاٹ دیں۔ اونٹنی نے عجیب قسم کی آواز نکالی، بڑبڑائی۔ حضرت صالح علیہ السلام روتے ہوئے قوم کے پاس پہنچے کہ قوم کی تباہی کا وقت آگیا ہے۔ قوم سے فرمایا دیکھو! آج جمعرات ہے اللہ تعالیٰ تمھیں تین دن کی مزید مہلت دیتا ہے ثَلٰثَةَ اَیَّامٍ ذٰلِكَ وَعْدٌ غَیْرُ مَكْذُوْبٍ [ہود: ۶۵] کل تم اٹھوگے تو تمہارے چہرے سبز ہوں گے، پرسوں اٹھوگے تو سرخ ہوں گے، چوتھ اٹھوگے تو چہرے سیاہ ہوں گے۔ باز آجاؤ توبہ کرلو اب بھی اللہ تعالیٰ مہربان ہوسکتا ہے۔ لیکن وہ سخت دل تھے انھوں نے توبہ نہیں کی۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر عذاب بھیجا۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَنَادَوْا صَاحِبَهُمْ پس انھوں نے پکارا اپنے ساتھی کو فَتَعَاطٰى پس اس نے ہاتھ آگے بڑھایا تلوار لے کر فَعَقَرَ پس اس نے اونٹنی کی ٹانگیں کاٹ دیں فَكَیْفَ كَانَ عَذَابِیْ وَنُذُرِ پس کس طرح تھا میرا عذاب اور میرا ڈرانا۔ کیا گزری ان پر؟ اِنَّآ اَرْسَلْنَا عَلَیْهِمْ صَیْحَةً وَّاحِدَةً بے شک بھیجی ہم نے ان پر ایک آواز۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے ایک ڈراونی آواز نکالی فَكَانُوْا پس ہو گئے وہ كَهَشِیْمِ الْمُحْتَظِرِ جیسے روندی ہوئی ہوباڑ۔ هَشِیْم کا معنٰی چورا۔ رب تعالیٰ نے ان کا چورا چورا کردیا جس طرح باڑ کو جانور روند کر چورا چورا کردیتے ہیں اس طرح چورا چورا کردیا وَلَقَدْ یَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ اور البتہ تحقیق ہم نے آسان کردیا قرآن کو نصیحت کے لیے فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ پس ہے کوئی نصیحت حاصل کرنے والا۔ قرآن پکار پکار کر کہہ رہا ہے قرآن پڑھو، سمجھو اور نصیحت حاصل کرو، عمل کرو۔ رب تعالیٰ توفیق عطا فرمائے۔ (امین)

كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوْطٍۭ بِالنُّذُرِ ﴿٣٣﴾ اِنَّاۤ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ حَاصِبًا اِلَّاۤ اٰلَ لُوْطٍ ؕ نَجَّيْنٰهُمْ بِسَحَرٍ ﴿٣٤﴾ نِّعْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا ؕ كَذٰلِكَ نَجْزِيْ مَنْ شَكَرَ ﴿٣٥﴾ وَلَقَدْ اَنْذَرَهُمْ بَطْشَتَنَا فَتَمَارَوْا بِالنُّذُرِ ﴿٣٦﴾ وَلَقَدْ رَاوَدُوْهُ عَنْ ضَيْفِهٖ فَطَمَسْنَاۤ اَعْيُنَهُمْ فَذُوْقُوْا عَذَابِيْ وَنُذُرِ ﴿٣٧﴾ وَلَقَدْ صَبَّحَهُمْ بُكْرَةً عَذَابٌ مُّسْتَقِرٌّ ﴿٣٨﴾ فَذُوْقُوْا عَذَابِيْ وَنُذُرِ ﴿٣٩﴾ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴿٤٠﴾ ع وَلَقَدْ جَآءَ اٰلَ فِرْعَوْنَ النُّذُرُ ﴿٤١﴾ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا كُلِّهَا فَاَخَذْنٰهُمْ اَخْذَ عَزِيْزٍ مُّقْتَدِرٍ ﴿٤٢﴾ اَكُفَّارُكُمْ خَيْرٌ مِّنْ اُولٰٓئِكُمْ اَمْ لَكُمْ بَرَآءَةٌ فِي الزُّبُرِ ﴿٤٣﴾

كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوْطٍ جھٹلایا لوط علیہ السلام کی قوم نے بِالنُّذُرِ ڈرانے والوں کو اِنَّاۤ اَرْسَلْنَا بے شک ہم نے بھیجے عَلَيْهِمْ ان پر حَاصِبًا سنگریزے اِلَّاۤ اٰلَ لُوْطٍ مگر لوط علیہ السلام کے گھرانے والے نَجَّيْنٰهُمْ ہم نے نجات دی ان کو بِسَحَرٍ سحری کے وقت نِّعْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا یہ نعمت تھی ہماری طرف سے كَذٰلِكَ نَجْزِيْ اسی طرح ہم بدلہ دیتے ہیں مَنْ شَكَرَ جو شکر ادا کرے وَلَقَدْ اَنْذَرَهُمْ اور البتہ تحقیق ڈرایا اس نے ان کو بَطْشَتَنَا ہماری پکڑ سے فَتَمَارَوْا پس انھوں نے شک کیا بِالنُّذُرِ ڈرانے والوں کی بات میں وَلَقَدْ رَاوَدُوْهُ اور البتہ تحقیق انھوں نے مطالبہ کیا لوط علیہ السلام سے عَنْ ضَيْفِهٖ ان کے مہمانوں کے بارے میں

فَطَمَسْنَآ اَعْيُنَهُمْ پس ہم نے مٹا دیں ان کی آنکھیں فَذُوْقُوْا عَذَابِیْ پس چکھوتم میرا عذاب وَنُذُرِ اور میرا ڈرانا وَلَقَدْ صَبَّحَهُمْ بُكْرَةً اور البتہ تحقیق صبح سویرے آیا ان پر عَذَابٌ عذاب مُّسْتَقِرٌّ ٹکنے والا فَذُوْقُوْا عَذَابِیْ وَنُذُرِ پس چکھوتم میرا عذاب اور میرا ڈرانا وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ اور البتہ تحقیق ہم نے آسان کر دیا قرآن نصیحت کے لیے فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ پس ہے کوئی نصیحت حاصل کرنے والا وَلَقَدْ جَآءَ اٰلَ فِرْعَوْنَ اور البتہ تحقیق آئے فرعونیوں کے پاس النُّذُرُ ڈرانے والے كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا جھٹلایا انھوں نے ہماری نشانیوں کو كُلِّهَا سب کو فَاَخَذْنٰهُمْ پس ہم نے پکڑا ان کو اَخْذَ عَزِيْزٍ مُّقْتَدِرٍ زبردست قدرت والے کا پکڑنا اَكُفَّارُكُمْ کیا تمہارے کافر خَيْرٌ بہتر ہیں مِّنْ اُولٰٓئِكُمْ ان سے اَمْ لَكُمْ یا تمہارے لیے ہے بَرَآءَةٌ فِی الزُّبُرِ برأت کتابوں میں۔

تفصیل پہلے بیان ہو چکی ہے کہ مکے کے سرداروں نے آنحضرت ﷺ سے منہ مانگا معجزہ طلب کیا کہ اگر چاند دو ٹکڑے ہو جائے تو ہم ایمان لے آئیں گے۔ تفصیلی روایات میں آتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا اِنَّمَا الْاٰيٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ ''معجزے اللہ تعالیٰ کے قبضۂ قدرت میں ہیں لیکن اگر رب تعالیٰ میری تصدیق کے لیے ایسا کر دے تو مان لوگے۔'' کہنے لگے ہاں! مان لیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے چاند کو دو ٹکڑے کر دیا انھوں نے آنکھوں سے دیکھا لیکن یقین جانو! ایک شخص بھی ایمان نہ لایا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ کہہ کر جھٹلا دیا۔ آنحضرت ﷺ کو طبعی طور پر صدمہ پہنچا تو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی تسلی

کے لیے انبیائے کرام علیہم السلام کے واقعات بیان فرمائے۔ نوح علیہ السلام کا، ہود قوم کا ذکر فرمایا پھر ثمود قوم کا کہ انھوں نے صالح علیہ السلام کو جھٹلایا ان کا کیا حشر ہوا۔ اب چوتھے نمبر پر قوم لوط کا ذکر ہے۔

واقعہ قوم لوط علیہ السلام :

فرمایا كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوطٍ بِالنُّذُرِ جھٹلایا قوم لوط نے ڈرانے والوں کو۔ لوط علیہ السلام، ابراہیم علیہ السلام کے بھتیجے تھے حاران بن آزر کے بیٹے ح حلوے والی۔ بعض لاہوری ھا کے ساتھ بھی لکھ دیتے ہیں اور بعض فاران، ف کے ساتھ بھی لکھ دیتے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب عراق سے شام کے لیے ہجرت کی تو یہ ساتھ تھے۔ شام دمشق، فلسطین کا علاقہ تو ابراہیم علیہ السلام کے سپرد ہوا کہ ان کو آپ نے تبلیغ کرنی ہے اور شہر سدوم جس کے اردگرد اور بھی بستیاں تھیں یہ لوط علیہ السلام کے حوالے کیا کہ ان کی تبلیغ تمہارے ذمہ ہے۔ لیکن ان لوگوں نے لوط علیہ السلام کی تکذیب کی۔ چونکہ ایک پیغمبر کو جھٹلانا سب کو جھٹلانا ہے اس لیے جمع کا صیغہ لائے۔ فرمایا اِنَّآ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ حَاصِبًا بے شک بھیجے ہم نے ان پر سنگریزے اِلَّآ اٰلَ لُوطٍ مگر لوط علیہ السلام کے گھرانے والے۔

اس قوم پر اللہ تعالیٰ نے چار قسم کے عذاب نازل فرمائے۔ دو کا ذکر یہاں ہے۔ پتھر برسائے جو نشان لگے ہوئے تھے [سورہ ہود] اور دوسرا ان کی آنکھیں مٹادیں۔ تیسرے عذاب کا ذکر سورۃ الحجر پارہ ۱۴ میں ہے فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ "پس پکڑا ان کو چیخ نے۔" اور چوتھا عذاب فَجَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا "پس کردیا ہم نے ان بستیوں کے اوپر والے حصے کو نیچے۔" حضرت جبرائیل علیہ السلام نے ان کے علاقے کو پَر پر اٹھا کر الٹا کر کے گرادیا۔ تو اس کا ذکر ہے کہ پھینکے ہم نے ان پر سنگ ریزے مگر لوط علیہ السلام کے گھر

والوں کو ہم نے بچالیا۔ وہ لوط علیہ السلام کی دو، تین بیٹیاں تھیں اور چند ساتھی اور تھے جو ایک ہی حویلی میں رہتے تھے نَجَّيْنٰهُمْ ہم نے ان کو نجات دی بِسَحَرٍ سحری کے وقت۔ یہ نجات دینا نِّعْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا نعمت تھی ہماری طرف سے۔ ہمارا فضل و کرم اور مہربانی تھی جس طرح ہم نے ان کو نجات دی كَذٰلِكَ نَجْزِيْ مَنْ شَكَرَ اسی طرح ہم بدلہ دیتے ہیں اس کو جو شکر ادا کرتا ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے اللہ تعالیٰ اس کو نجات دیں گے یہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے اور اللہ تعالیٰ سے سچا وعدہ کس کا ہو سکتا ہے؟ وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيْلًا [سورۃ النساء]

فرمایا وَلَقَدْ اَنْذَرَهُمْ اور البتہ تحقیق ڈرایا ان کو لوط علیہ السلام نے بَطْشَتَنَا ہماری پکڑ سے، ہماری گرفت سے کہ اگر تم اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے باز نہیں آؤ گے تو اللہ تعالیٰ کی گرفت میں آجاؤ گے لیکن فَتَمَارَوْا بِالنُّذُرِ پس انھوں نے شک کیا ڈرانے والوں کی باتوں میں۔ کہنے لگے ویسے ہی باتیں کرتے ہیں۔

فرشتے پہلے ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئے معزز مہمانوں کی شکل میں بڑی عمر میں۔ حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں ایک جبرائیل علیہ السلام تھے، ایک میکائیل علیہ السلام تھے، ایک اسرافیل علیہ السلام تھے۔ چھ بھی لکھتے ہیں، دس اور بارہ بھی لکھتے ہیں۔ اور جب حضرت لوط علیہ السلام کے پاس آئے تو چھوٹی عمروں میں۔ تیرہ سال، چودہ سال، پندرہ سال کی عمر میں۔ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو یہ قدرت دی ہے کہ وہ جو شکل چاہیں اختیار کر سکتے ہیں۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام کئی دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حضرت دحیہ بن خلیفہ کلبی رضی اللہ عنہ کی شکل میں آئے اور کبھی کسی دیہاتی کی شکل میں آتے۔

تو جب یہ فرشتے آئے قوم کو علم ہوا قوم بڑی بدمعاش تھی جنسی خواہشات عورتوں

کے بجائے مردوں سے پوری کرتی تھی۔ دوڑتے ہوئے لوط علیہ السلام کے پاس آ گئے لوط علیہ السلام بڑے پریشان ہوئے۔ فرمایا هٰؤُلَاءِ بَنَاتِیْ هُنَّ اَطْهَرُ لَكُمْ [سورہ ہود] "یہ میری بیٹیاں ہیں یہ تمہارے لیے پاک ہیں۔" یعنی میری بیٹیوں کا رشتہ لے لو اور مہمانوں کے بارے میں مجھے رسوا نہ کرو۔

مستدرک حاکم میں اس کی ایک تفسیر یہ بیان کی گئی ہے کہ اپنی لڑکیوں کا رشتہ کیا کہ تم میں سے جو سردار ہیں اثر و رسوخ والے آدمی ہیں میں ان کو اپنی بیٹیوں کا رشتہ دیتا ہوں تاکہ وہ اپنی قوم پر دباؤ ڈالیں کہ یہ لوگ میرے مہمانوں کو پریشان نہ کریں۔ بڑی قربانی ہے۔

جب کہ جمہور مفسرین کرام رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ هٰؤُلَاءِ بَنَاتِیْ سے قوم کی بیٹیاں مراد ہیں۔ کیونکہ پیغمبر قوم کا روحانی باپ ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کو مومنوں کی مائیں فرمایا ہے وَاَزْوَاجُهٗ اُمَّهٰتُهُمْ [سورۃ الاحزاب] "نبی کی بیویاں مومنوں کی مائیں ہیں۔" اور ماں فرع ہے باپ کی۔ مائیں تب ہیں کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم روحانی باپ ہیں۔

پیغمبر بہ منزلہ باپ کے ہوتا ہے:

ایک موقع پر یہودیوں نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کو گھیر لیا۔ کہنے لگے تمہارا نبی بھی بڑا عمدہ ہے يُعَلِّمُ كُلَّ شَيْءٍ حَتَّى الْخِرَاءَةَ "وہ تمہیں ہر شے بتاتا ہے یہاں تک کہ پیشاب پاخانہ کرنے کا طریقہ بھی بتاتا ہے۔" حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ بڑے تجربہ کار تھے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں فتح الباری میں کہ ان کی عمر اڑھائی سو سال تھی اور اس پر تمام مورخین کا اتفاق ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بڑی صحت عطا فرمائی تھی

ایسے محسوس ہوتا تھا جیسے ساٹھ ستر سال کے ہیں۔ یہودیوں سے کہا ہاں! ہمارے پیغمبر ہمیں پیشاب، پاخانے کا طریقہ بھی بتاتے ہیں۔ ہمیں فرمایا ہے کہ پیشاب کرتے وقت نہ قبلے کی طرف منہ کرو نہ پشت کرو۔ یہ کون سا بُرا کام ہے؟ انھوں نے ہمیں بتایا ہے کہ دائیں ہاتھ سے استنجا نہ کرو، ہڈی کے ساتھ صفائی نہ کرو۔ اچھی باتیں بتلائی ہیں۔ اس کے بعد آنحضرت ﷺ کے پاس پہنچے تو کہا کہ حضرت! آج مجھے یہودیوں نے گھیر لیا تھا انھوں نے مجھ سے یہ سوال کیا۔ میں نے یہ جواب دیا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا اِنَّمَا اَنَا لَکُمْ مِثْلُ الْوَالِدِ لِوَلَدِہٖ ''میں تمھارے لیے ایسے ہی ہوں جیسے باپ اولاد کے لیے ہوتا ہے۔'' تم سب میری اولاد ہو۔ باپ اپنی اولاد کو چھوٹی چھوٹی باتیں بھی سکھاتا ہے۔ مثلاً: بیٹا ناک بائیں ہاتھ سے صاف کرنی ہے دائیں ہاتھ سے نہیں کرنی، جوتا بائیں ہاتھ سے پکڑنا ہے وغیرہ۔

تو خیر لوط علیہ السلام نے قوم سے فرمایا اَلَیْسَ مِنْکُمْ رَجُلٌ رَّشِیْدٌ [سورہ ہود] ''کیا تم میں کوئی سمجھ دار آدمی نہیں ہے۔'' جو میری بات کو سمجھے۔ فرشتے ایک طرف بیٹھے ہیں دیکھ رہے ہیں کہ یہ لوگ کیا کر رہے ہیں جب دیکھا کہ لوط علیہ السلام بہت پریشان ہو گئے ہیں تو بول پڑے حضرت! پریشان نہ ہوں میں جبرائیل علیہ السلام ہوں، یہ میکائیل علیہ السلام ہے، یہ فلاں ہے، یہ فلاں ہے، ہم تو ان کے لیے عذاب لے کر آئے ہیں بس یہاں سے نکل جاؤ تمھارے نکلنے کے برابر ان کو مہلت ہے۔ پھر دیکھو ہم ان کا کیا حشر کرتے ہیں۔ اس کا ذکر ہے۔

وَلَقَدْ رَاوَدُوْہُ عَنْ ضَیْفِہٖ اور البتہ تحقیق انھوں نے مطالبہ کیا لوط علیہ السلام سے ان کے مہمانوں کے بارے میں۔ ان کے ساتھ بدکاری کرنے کا فَطَمَسْنَآ اَعْیُنَھُمْ

پس مٹادیں ہم نے ان کی آنکھیں، انھیں اندھا کر دیا۔ اب دیکھو کیا دیکھتے ہو فَذُوۡقُوۡا عَذَابِیۡ وَنُذُرِ پس چکھو تم میرا عذاب اور میرا ڈرانا۔ میرا پیغمبر تمھیں ڈراتا تھا اور تم مانتے نہیں تھے اب اس کا مزہ چکھو وَلَقَدۡ صَبَّحَهُمۡ بُكۡرَةً اور البتہ تحقیق آ گیا ان پر صبح سویرے ہی عَذَابٌ مُّسۡتَقِرٌّ عذاب ٹکنے والا۔ ایسا ٹکا کہ ختم نہ ہوا وَلَقَدۡ يَسَّرۡنَا الۡقُرۡاٰنَ لِلذِّكۡرِ اور البتہ تحقیق ہم نے آسان کر دیا قرآن سمجھنے کے لیے فَهَلۡ مِنۡ مُّدَّكِرٍ پس ہے کوئی نصیحت حاصل کرنے والا۔ قرآن پاک سمجھنے کی دعوت دے رہا ہے یہ صرف مولویوں اور طالب علموں کے لیے نہیں ہے یہ ھدی للناس ہے تمام مردوں اور عورتوں کے لیے ہے۔ جس نے قرآن کریم کو پڑھا اور سمجھا وہ بہت سی برائیوں اور خرابیوں سے بچ جائے گا۔

پانچواں واقعہ: فرمایا وَلَقَدۡ جَآءَ اٰلَ فِرۡعَوۡنَ النُّذُرُ اور البتہ تحقیق آئے فرعونیوں کے پاس ڈرانے والے۔ فرعون مصر کے بادشاہ کا لقب ہوتا تھا جیسے ایران کے بادشاہ کا لقب کسریٰ اور روم کے بادشاہ کا نام قیصر اور یمن کے بادشاہ کا نام تبع ہوتا تھا۔ موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں جو فرعون تھا اس کا نام ولید بن مصعب بن ریان تھا۔ بڑا شاطر اور چالاک تھا جیسے آج کل کے ہمارے لیڈر ہیں۔ یہ سب اس کے شاگرد ہیں۔ بڑا ظالم اور جابر تھا۔ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام اور ان کے بڑے بھائی ہارون علیہ السلام کو اس کے پاس بھیجا۔ انھوں نے اس کو اور اس کی قوم کو ڈرایا نو نشانیاں بھی دکھائیں كَذَّبُوۡا بِاٰيٰتِنَا كُلِّهَا جھٹلا دیا انھوں نے ہماری ساری نشانیوں کو سب معجزے جھٹلا دیئے فَاَخَذۡنٰهُمۡ پس ہم نے پکڑا ان کو اَخۡذَ عَزِيۡزٍ مُّقۡتَدِرٍ قدرت والے غالب کا پکڑنا۔ وہی فرعون جو اپنے آپ کو رب الاعلیٰ کہتا تھا اور جس نے کہا تھا مَا عَلِمۡتُ لَكُمۡ مِّنۡ اِلٰهٍ غَيۡرِیۡ

[القصص:۳۸] ''میں نہیں جانتا تمہارے لیے کوئی الٰہ اپنے سوا۔'' جب بحر قلزم کی موجوں نے گھیرا تو کہنے لگا اٰمَنْتُ ''ایمان لایا میں اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِیْۤ بے شک نہیں ہے کوئی الٰہ مگر وہی اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْۤا اِسْرَآءِیْلَ [یونس:۹۰] جس پر ایمان لائے ہیں بنی اسرائیل۔'' جبرائیل نے فرمایا کہ بڑا عجیب منظر تھا بڑا واویلا کر رہا تھا۔ میں نے کالے قسم کا گارا اٹھا کر فرعون کے منہ میں ٹھونسا کہ کہیں اس پر رب رحم نہ کھا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے فرعون کے جسم کو کنارے پر پھینک دیا تاکہ لوگوں کے لیے عبرت ہو کہ یہ تھا جو اپنے آپ کو رب الاعلیٰ کہتا تھا، لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ آج بھی اس کی لاش مصر کے عجائب گھر میں محفوظ پڑی ہے۔

تو فرمایا ہم نے ان کو پکڑا قدرت والے غالب کا پکڑنا۔ یہ واقعات ذکر کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اے مکے کے کافرو! اَكُفَّارُكُمْ خَيْرٌ مِّنْ اُولٰٓئِكُمْ کیا تمہارے کافر بہتر ہیں ان سے مال کے لحاظ سے، تعداد کے لحاظ سے، بادشاہی اور فوج کے لحاظ سے کہ وہ تباہ ہو گئے اور تم بچ جاؤ گے۔ تم باز نہ آئے تو انھی کی طرح تباہ ہو گے اَمْ لَكُمْ بَرَآءَةٌ فِي الزُّبُرِ۔ زبر زبور کی جمع ہے، صحیفہ، کتاب۔ یا تمہارے لیے برأت لکھی ہوئی ہے صحیفوں میں کہ تم جو چاہو کرتے پھرو تمھیں کوئی نہیں پکڑے گا۔ یہ واقعات بیان کر کے اللہ تعالیٰ نے سمجھایا ہے کہ پیغمبروں کی تکذیب کا نتیجہ اور انجام کیا ہے اور آنحضرت ﷺ کو تسلی دی ہے کہ انھوں نے آپ ﷺ کو جھٹلایا ہے تو پہلے پیغمبروں کو بھی جھٹلایا گیا ہے۔ پریشان نہ ہوں۔

اَمْ يَقُوْلُوْنَ نَحْنُ جَمِيْعٌ مُّنْتَصِرٌ ﴿۴۴﴾ سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ ﴿۴۵﴾ بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ اَدْهٰى وَاَمَرُّ ﴿۴۶﴾ اِنَّ الْمُجْرِمِيْنَ فِيْ ضَلٰلٍ وَّسُعُرٍ ﴿۴۷﴾ يَوْمَ يُسْحَبُوْنَ فِي النَّارِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ ؕ ذُوْقُوْا مَسَّ سَقَرَ ﴿۴۸﴾ اِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنٰهُ بِقَدَرٍ ﴿۴۹﴾ وَمَا اَمْرُنَا اِلَّا وَاحِدَةٌ كَلَمْحٍ بِالْبَصَرِ ﴿۵۰﴾ وَلَقَدْ اَهْلَكْنَا اَشْيَاعَكُمْ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴿۵۱﴾ وَكُلُّ شَيْءٍ فَعَلُوْهُ فِي الزُّبُرِ ﴿۵۲﴾ وَكُلُّ صَغِيْرٍ وَّكَبِيْرٍ مُّسْتَطَرٌ ﴿۵۳﴾ اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّنَهَرٍ ﴿۵۴﴾ فِيْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيْكٍ مُّقْتَدِرٍ ﴿۵۵﴾

اَمْ يَقُوْلُوْنَ کیا وہ کہتے ہیں نَحْنُ ہم جَمِيْعٌ سب اکٹھے ہیں مُّنْتَصِرٌ انتقام لینے والے سَيُهْزَمُ عن قریب شکست دی جائے گی الْجَمْعُ اس مجمع کو وَيُوَلُّوْنَ اور پھیریں گے الدُّبُرَ پشتوں کو بَلِ السَّاعَةُ بلکہ قیامت مَوْعِدُهُمْ ان کے وعدے کا وقت ہے وَالسَّاعَةُ اور قیامت اَدْهٰى بڑی دہشت والی ہے وَاَمَرُّ اور بڑی کڑوی ہے اِنَّ الْمُجْرِمِيْنَ بے شک مجرم فِيْ ضَلٰلٍ گمراہی میں ہیں وَّسُعُرٍ اور جنون میں ہیں يَوْمَ يُسْحَبُوْنَ جس دن گھسیٹے جائیں گے فِي النَّارِ آگ میں عَلٰى وُجُوْهِهِمْ چہروں کے بل ذُوْقُوْا مَسَّ سَقَرَ چکھو دوزخ کی آگ کا مزہ اِنَّا كُلَّ شَيْءٍ بے شک ہم نے ہر چیز کو خَلَقْنٰهُ

پیدا کیا ہے بِقَدَرٍ اندازے سے وَمَآ اَمْرُنَآ اور نہیں ہے ہمارا حکم اِلَّا وَاحِدَةٌ مگر ایک ہی دفعہ كَلَمْحٍ بِالْبَصَرِ آنکھ کے جھپکنے کی طرح وَلَقَدْ اَهْلَكْنَآ اور البتہ تحقیق ہم نے ہلاک کی ہیں اَشْيَاعَكُمْ تمہاری جیسی جماعتیں فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ پس ہے کوئی نصیحت حاصل کرنے والا وَكُلُّ شَيْءٍ اور ہر وہ چیز فَعَلُوْهُ جو انھوں نے کی ہے فِي الزُّبُرِ کتابوں میں لکھی ہوئی ہے وَكُلُّ صَغِيْرٍ اور ہر چھوٹی چیز وَّكَبِيْرٍ اور بڑی چیز مُّسْتَطَرٌ لکھی ہوئی ہے اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ بے شک پرہیزگار فِي جَنّٰتٍ باغوں میں ہوں گے وَّنَهَرٍ اور نہروں میں ہوں گے فِي مَقْعَدِ صِدْقٍ سچی بیٹھک میں عِنْدَ مَلِيْكٍ مُّقْتَدِرٍ بڑی قدرت رکھنے والے بادشاہ کے پاس۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس سورت میں پہلی نافرمان قوموں کی تباہی کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا اے مکے والو! کیا تمہارے کافران کافروں سے بہتر ہیں قوت میں، طاقت میں، مال میں، تعداد میں کہ تم جو کچھ کرتے پھرو تم کو کوئی نہیں پوچھے گا یا تمہارے لیے برأت لکھی ہوئی ہے پہلے صحیفوں میں کہ تمہاری گرفت نہیں ہوگی۔ آگے اس کا جواب ہے کہ گرفت ہوگی۔ تو ان کو جب عذاب کی گرفت کی دھمکی دی جاتی تھی تو وہ یہ سمجھتے تھے کہ یہ تھوڑے سے مسلمان ہمیں تکلیف پہنچائیں گے، ہم پر حملہ کریں گے تو ظاہری طور پر تو اس کا کوئی معنیٰ نہیں تھا۔ کیونکہ مسلمانوں کی تعداد بھی تھوڑی تھی، اسلحہ بھی تھوڑا تھا۔ اس کے مقابلے میں کافر ہر لحاظ سے بہت زیادہ تھے تو وہ کہتے تھے۔ فرمایا اَمْ يَقُوْلُوْنَ کیا یہ

کہتے ہیں نَحۡنُ جَمِیۡعٌ ہم سب اکٹھے ہیں، زیادہ ہیں مُّنۡتَصِرٌ بدلہ لیں گے۔ مکہ مکرمہ میں یا خالص مسلمان تھے یا خالص کافر تھے منافق کوئی نہیں تھا۔ یہ منافقت کا فتنہ مدینہ طیبہ میں پیدا ہوا ہے کہ وہاں یہودیوں کا غلبہ تھا۔ انھوں نے جب یہ سمجھا کہ ہم ان کے ساتھ ظاہری ٹکر نہیں لے سکتے تو انھوں نے یہ راستہ اختیار کیا کہ ظاہری طور پر کلمہ پڑھ کر اندر سے اپنا کام کرو۔ یہی وجہ ہے کہ منافقین کی اکثریت یہودیوں میں سے تھی۔ مکے کے لوگ بڑے کھرے تھے یا اِدھر یا اُدھر، درمیانہ طبقہ نہیں تھا۔ مسلمانوں کی تعداد بہت تھوڑی تھی لیکن جتنے بھی تھے، تھے بڑے پکے۔

تو کافروں نے کہا کہ اگر تم نے ہم پر حملہ کیا تو ہم بدلہ لیں گے کہ ہم زیادہ ہیں، اکٹھے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا سَیُہۡزَمُ الۡجَمۡعُ عنقریب ان کی جماعت شکست کھا جائے گی وَیُوَلُّوۡنَ الدُّبُرَ اور پھیریں گے پشتوں کو۔ پشتیں پھیر کر بھاگیں گے۔

واقعہ غزوہ بدر :

بخاری شریف میں روایت ہے آنحضرت ﷺ تین سو بارہ ساتھیوں کو لے کر مدینہ طیبہ سے چلے تیرھویں آپ ﷺ خود تھے۔ عرب کا علاقہ پتھریلا ہے وہاں پتھر ہی پتھر ہیں۔ اس زمانے میں سڑکیں بھی نہیں تھی اور ایسے ساتھی بھی تھے جن کے پاؤں میں جوتا نہیں تھا۔ وہاں ننگے پاؤں چلنا کوئی کھیل نہیں تھا اور ایسے بھی تھے کہ جن کے سر پر ٹوپی پگڑی نہیں تھی۔ ایسے بھی تھے جن کے پاس کھانے پینے کے لیے کچھ نہیں تھا۔ آٹھ تلواریں، چھ زرہیں، دو گھوڑے، ستر اونٹ ہیں۔ یہ کل اثاثہ ہے۔ مدینہ طیبہ سے بدر پرانے اسّی میل کی مسافت پر تھا۔ آنحضرت ﷺ، حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ابولبابہ بن عبد المنذر انصاری رضی اللہ عنہ کے پاس ایک اونٹنی تھی باری باری اس پر سوار ہوتے تھے۔ ایک میل ایک سوار ہوتا۔

کیوں کہ اونٹنی تینوں کو برداشت نہیں کر سکتی تھی۔ جب آنحضرت ﷺ کے پیدل چلنے کی باری آتی تو یہ دونوں بزرگ کہتے حضرت! نَحْنُ نَمْشِیْ عَنْكَ ''ہم آپ کی طرف سے پیدل چلیں گے آپ سوار رہیں۔'' آنحضرت ﷺ فرماتے رب تعالیٰ نے مجھے طاقت دی ہے میں بھی چلوں گا کہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں میرے پاؤں پر بھی گردوغبار پڑے۔ اپنی باری پر سوار ہوں گا اور اپنی باری پر چلوں گا۔ جس وقت بدر کے مقام پر پہنچے تو پانی کے کنوئیں پر کافر قبضہ کر چکے تھے۔ دوسری طرف ریت کا ٹیلا تھا جہاں مسلمانوں کو جگہ ملی۔ شیطان نے دلوں میں وسوسہ ڈالا کہ ہم حق پر ہیں اور ہمیں پانی نہیں ملا۔ اللہ تعالیٰ نے یہ وسوسہ دور فرمایا کہ بارش نازل فرمائی جس سے ریت جم گئی۔ پانی کا انتظام بھی ہو گیا مسلمانوں نے مشکیں بھر لیں، برتن بھر لیے اور جہاں کافر کھڑے تھے وہاں پر پانی جمع ہو گیا، کیچڑ ہو گئی، ان کا چلنا پھرنا مشکل ہو گیا۔

آنحضرت ﷺ عشاء کی نماز پڑھا کر سرخ رنگ کے چمڑے کے خیمے میں تشریف لے گئے اور گڑگڑا کر دعا کی اے پروردگار! یہ میری پندرہ سال کی کمائی ہے جو میں یہاں لے کر آیا ہوں اے پروردگار! اگر یہ ہلاک ہو گئے تو آپ کی خالص توحید کا نام لینے والا کوئی نہیں رہے گا۔ اے پروردگار! یہ بے سہارا ہیں ان کا سہارا آپ ہیں۔ اے پروردگار! ان کی خوراک کا انتظام فرما یہ بھوکے ہیں، اے پروردگار! ان کی مدد فرما۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ خیمے سے باہر تھے جب انھوں نے یہ منظر دیکھا کہ آپ ﷺ دعا کر رہے ہیں اور رو رہے ہیں اور آپ ﷺ پر رقت طاری ہے تو اندر چلے گئے۔ کہنے لگے حضرت! بس کریں لَقَدْ اَلْحَحْتَ عَلٰی رَبِّكَ ''آپ ﷺ نے بڑی آہ و زاری کی ہے اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کی دعا کو رد نہیں کرے گا۔'' آپ ﷺ خیمہ سے باہر تشریف

لائے۔ بخاری شریف کی روایت ہے اور آپ ﷺ کی زبان مبارک پر یہ الفاظ جاری تھے
سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ ”عن قریب ان کی جماعت کو شکست ہوگی اور یہ
پشتیں پھیر کر بھاگیں گے۔“ مسلمانوں کی فتح کا کوئی تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔ اس لیے کہ
مقابلے میں ایک ہزار آدمی ہے اور ہر ایک کے پاس تلوار، نیزہ، تیر کمان ہے۔ اِدھر تین سو
تیرہ، آٹھ تلواریں، چھ زرہیں، دو گھوڑے اور ستر اونٹ ہیں۔ ظاہری طور پر کیا مقابلہ ہے؟
صبح ہوئی تو کافروں نے للکارا آؤ جو تم میں سے بہادر ہیں باہر نکلیں بہادر۔ کافروں کی
طرف سے عتبہ، شیبہ، ربیعہ میدان میں آئے کہ یہ اپنے آپ کو بڑا بہادر سمجھتے تھے۔
اس (دوسری) طرف سے انصار مدینہ کے چند نوجوان سامنے آئے۔ عتبہ نے آواز دی تم
کون ہو، کیا نام ہیں۔ انھوں نے بتلایا کہ ہم انصار ہیں یہ ہمارے نام ہیں۔ کہنے لگے تم
واپس چلے جاؤ تم ہماری ٹکر کے آدمی نہیں ہو۔ تمہارے ساتھ لڑنے کو ہم اپنی توہین سمجھتے
ہیں۔ ہمارے بھائیوں قریشیوں کو نکالو۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا قم یا حمزۃ، قم یا
علی قم یا ابا عبیدۃ رضی اللہ عنہم۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ
میدان میں آئے۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ شہید ہوئے اور کافر تینوں مارے گئے۔ اس کے
بعد پھر عام لڑائی شروع ہوئی۔

سورہ انفال میں ذکر ہے اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے ساتھ مسلمانوں کی مدد فرمائی۔
حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کی میرے قریب ایک
آدمی گھوڑے پر سوار ہے جس کی ٹوپی، پگڑی اور لباس سفید ہے اور اعلی عمدہ گھوڑا ہے۔
میں نے اس بندے کو نہ پہلے کبھی دیکھا نہ بعد میں۔ وہ اپنے گھوڑے کو کہہ رہا ہے اَقْدِمْ
هَيْزُوْم ”ہیزوم آگے بڑھو“ وہ جس کافر کو چابک مارتا تھا وہ اسی وقت مر کر نیچے گر جاتا

تھا۔ میں حیران ہوا کہ یہ بندہ کون ہے؟ اسی طرح میں نے ایک اور گھڑ سوار کو بھی دیکھا۔ جنگ کے اختتام پر میں نے آنحضرت ﷺ کے سامنے ذکر کیا۔ آپ ﷺ مسکرائے اور فرمایا حیزوم اس گھوڑے کا نام ہے جس پر حضرت جبرائیل علیہ السلام سوار تھے۔

تو اللہ تعالیٰ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کی نصرت فرمائی فرشتوں کے ساتھ۔ آج بھی اگر ہم ان کے نقش قدم پر چلیں تو اللہ تعالیٰ ہماری نصرت ضرور فرمائیں گے۔ مولانا ظفر علی خاں مرحوم نے کیا خوب کہا ہے:

؎ فضائے بدر پیدا کر فرشتے تیری نصرت کو
اتر سکتے ہیں گردوں سے قطار اندر قطار اب بھی

اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ وَ يُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ ''اگر تم اللہ تعالیٰ کے دین کی مدد کرو گے یعنی دین پر قائم رہو گے تو اللہ تعالیٰ تمہاری مدد کریں گے اور تمھیں ثابت قدم رکھیں گے۔'' کمی ہوئی ہے تو ہماری طرف سے ہوئی ہے اس لیے ہم رب تعالیٰ کی رحمتوں سے محروم ہو گئے ہیں۔

کافروں کے تین سرداروں کے سوا باقی سب مارے گئے اور یہ تین بھی اس لیے بچے کہ ان کا مسلمان ہونا رب تعالیٰ کے علم میں تھا۔ ابوسفیان، عکرمہ اور صفوان بن امیہ۔ یہ تینوں ۸ھ میں مسلمان ہو گئے تھے۔ رب تعالیٰ کی حکمت تھی۔

کافر جب مکہ مکرمہ سے چلے تھے تاریخ نے ان کی عجیب منظر کشی کی ہے۔ وہ اپنے ساتھ ضرورت سے زاید اونٹ لے کر چلے، سریلی آواز نور جہاں جیسی، گانے والیاں ساتھ لے کر چلے، شراب کے بھرے ہوئے مٹکے اور بوتلیں ساتھ لے کر چلے کہ فتح ہونے کے بعد آس پاس کے قبیلوں کی دعوت کریں گے، عورتیں ہماری جیت کے گیت گائیں گی،

شراب چلے گی، بھنگڑے ڈالیں گے۔ رب تعالیٰ کی قدرت سے ستر بڑے بڑے مارے گئے اور ستر گرفتار ہوئے، باقیوں کو بھاگنے کا راستہ نہ ملا کہ کدھر جانا ہے۔ اونٹ مسلمانوں کے لیے غنیمت بنے۔ شراب کی بوتلیں پینا تو نصیب نہ ہوئیں ان غریبوں کے ہاتھ موت کے پیالے بھر بھر کے پیے۔ عورتوں نے گیت گانے کی بجائے تعزیت کے مرثیے پڑھے۔ ہمارا دادا مر گیا، ہمارا نانا مر گیا، ہمارا خاوند مر گیا، ہمارا بھتیجا مر گیا۔ اور جو بھاگ گئے تھے وہ چھ چھ مہینے، سال سال گھروں میں داخل نہیں ہوئے کہ کیا منہ دکھائیں گے۔

تو فرمایا عن قریب اس مجمع کو شکست دی جائے گی اور یہ پشت پھیر کر بھاگیں گے۔ اگلا عذاب: بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ بلکہ قیامت ان کے وعدے کا وقت ہے وَالسَّاعَةُ اَدْهٰى اور قیامت بڑی دہشت والی ہے۔ آج دنیا کی عدالتوں میں کوئی جب پیش ہوتا ہے تو اس کا بدن کانپ جاتا ہے اور وہ تو رب تعالیٰ کی سچی عدالت ہوگی جہاں دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے گا اور وہاں کسی قسم کا کوئی داؤ نہیں چل سکے گا وَ اَمَرُّ۔ اس کا مادہ ہے مرٌّ اور مرٌّ کا معنیٰ ہے کڑوا۔

اَلْحَقُّ مُرٌّ وَلَوْ كَانَ فِيْهِ دُرٌّ

''حق کڑوا ہوتا ہے اگرچہ اس میں موتی ہوں۔'' معنیٰ ہوگا قیامت بڑی کڑوی ہے اِنَّ الْمُجْرِمِيْنَ بے شک مجرم فِيْ ضَلٰلٍ وَّسُعُرٍ گمراہی میں ہیں اور جنون میں ہیں۔ حق کی بات ان کو سمجھ نہیں آتی۔ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر کے متعلق جو ان کے لیے سراپا خیر خواہ ہے کذّاب اور ساحر کے لفظ بولتے ہیں۔

اس کیا حالت ہوگی؟ يَوْمَ يُسْحَبُوْنَ جس دن یہ گھسیٹے جائیں گے فِي النَّارِ آگ میں عَلٰى وُجُوْهِهِمْ اپنے چہروں کے بل۔ بڑی لمبی لمبی زنجیروں میں جکڑے

ہوئے ہوں گے۔ فرشتے ان کو پکڑ کر الٹے منہ آگ میں ڈالیں گے اور رب تعالیٰ کی طرف سے ارشاد ہوگا ذُوْقُوْا مَسَّ سَقَرَ۔ سقر کا معنیٰ ہے آگ کے شعلے۔ آگ کے شعلوں کا مزہ چکھو۔ دنیا میں تم نے حق کا مقابلہ کیا، پیغمبر کی مخالفت کی، قرآن کو جھٹلایا آج آگ کا مزہ چکھو اِنَّا کُلَّ شَیْءٍ خَلَقْنٰهُ بِقَدَرٍ بے شک ہم نے ہر چیز کو پیدا کیا ہے اندازے کے ساتھ۔ مرد، عورتیں، کالے، گورے، سالم، ناقص، پتلے، موٹے، سب اندازے کے ساتھ پیدا فرمائے ہیں اور حکمت کے ساتھ پیدا فرمائے ہیں۔ وہ اپنی حکمتوں کو خوب جانتا ہے۔

فرمایا وَمَآ اَمْرُنَآ اِلَّا وَاحِدَةٌ ای مَرَّةً وَاحِدَةً اور نہیں ہے ہمارا حکم مگر ایک ہی دفعہ كَلَمْحٍۢ بِالْبَصَرِ آنکھ کے جھپکنے کی طرح یعنی جس طرح تم آنکھ جھپکتے ہو اور پتا نہیں چلتا کہ آنکھ بند کی ہے یا نہیں اسی طرح ہم پلک کے جھپکنے میں قیامت برپا کر دیں گے۔ حدیث پاک میں آتا ہے آدمی دکان پر بیٹھے ہوں گے دکان دار کپڑا نکال کر دکھائے گا، گاہک لینے کے لیے بھاؤ طے کر رہے ہوں گے کہ قیامت برپا ہو جائے گی۔ فرمایا وَلَقَدْ اَهْلَكْنَآ اَشْيَاعَكُمْ۔ اشیاع شِیْعَةٌ کی جمع ہے۔ اور البتہ تحقیق ہم نے ہلاک کی ہیں تمہاری جیسی جماعتیں۔ تمہارے جیسے مجرموں کے گروہ ہم نے پہلے بھی ہلاک کیے ہیں جن کا ذکر تم پہلے پڑھ چکے ہو۔ اگر باز نہیں آؤ گے تو تمہارا بھی انھی جیسا حشر ہوگا فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ پس ہے کوئی نصیحت حاصل کرنے والا۔ یہ قرآن بڑی نصیحت آموز کتاب ہے اس میں بڑی نصیحتیں ہیں اگر دل پتھر ہو جائیں تو اثر قبول نہیں کرتے۔

فرمایا وَكُلُّ شَيْءٍ فَعَلُوْهُ فِي الزُّبُرِ اور ہر وہ چیز جو انھوں نے کی ہے وہ کتابوں میں لکھی ہوئی ہے۔ ہر ایک کے عمل لکھے ہوئے ہیں وَكُلُّ صَغِيْرٍ وَّكَبِيْرٍ

مُّسْتَطَرٌ　اور ہر چھوٹی چیز اور بڑی چیز لکھی ہوئی ہے۔ اگر کسی نے زبان سے کچھ نہیں بولا اچھائی یا برائی کا آنکھ سے اشارہ کیا ہے تو وہ بھی لکھا ہوا ہے۔ اگر کسی کو آنکھ سے گھور کر دیکھا ہے تو وہ بھی لکھا ہوا ہے۔ قیامت والے دن بندہ جب اپنا نامہ اعمال پڑھے گا تو کہے گا　مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّآ اَحْصٰهَا　[الکہف:۴۹] ''کیا ہو گیا ہے میرے اس اعمال نامے کو نہیں چھوڑتا یہ کسی چھوٹی چیز کو اور نہ بڑی چیز کو مگر اس نے اسے سنبھال رکھا ہے۔'' لہٰذا قیامت کی تیاری ہر وقت ہونی چاہیے زندگی ایک وہمی چیز ہے اور موت یقینی ہے۔ اسی لیے رب تعالیٰ نے فرمایا ہے　وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ　سورۃ الحجر کی آخری آیت ہے، پارہ ۱۴۔ ''اور عبادت کر اپنے رب کی یہاں تک کہ تجھے موت آجائے۔'' یقین کا معنیٰ موت ہے۔ رب تعالیٰ نے موت کا نام یقین رکھا ہے۔

پہلے مجرموں کا حشر سنا ہے اب متقیوں کے متعلق سن لو۔ فرمایا　اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّنَهَرٍ　بے شک پرہیزگار باغوں میں ہوں گے اور نہروں میں ہوں گے۔ عرب کے علاقے میں سبزے اور پانی کی بڑی قلت تھی اس لیے ان کے سامنے باغ اور نہر کا ذکر انتہائی اہم تھا　فِيْ مَقْعَدِ صِدْقٍ۔ مقعد کا معنیٰ ہے بیٹھنے کی جگہ۔ صدق کا معنیٰ سچائی۔ معنیٰ ہوگا سچی بیٹھک میں۔ ایسی سچائی کی بیٹھک ہوگی کہ اس سے بہتر اور کوئی نہیں ہوگی۔ پھر یہ چیزیں ہوں گی کہاں؟　عِنْدَ مَلِيْكٍ مُّقْتَدِرٍ　قدرت والے بادشاہ کے پاس۔ اللہ تعالیٰ تمام مومنین، مومنات کو، مسلمین اور مسلمات کو یہ مقام نصیب فرمائے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تفسیر

سورۃ الرحمٰن

(مکمل)

جلد............۱۹

اٰیاتہا ۷۸ ۵۵ سُوْرَۃُ الرَّحْمٰنِ مَدَنِیَّۃٌ ۹۷ رکوعاتہا ۳

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

اَلرَّحْمٰنُ ۝۱ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ۝۲ خَلَقَ الْاِنْسَانَ ۝۳ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ ۝۴ اَلشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ ۝۵ وَّالنَّجْمُ وَالشَّجَرُ يَسْجُدٰنِ ۝۶ وَالسَّمَآءَ رَفَعَهَا وَوَضَعَ الْمِيْزَانَ ۝۷ اَلَّا تَطْغَوْا فِي الْمِيْزَانِ ۝۸ وَاَقِيْمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِيْزَانَ ۝۹ وَالْاَرْضَ وَضَعَهَا لِلْاَنَامِ ۝۱۰ فِيْهَا فَاكِهَةٌ ۙ وَّالنَّخْلُ ذَاتُ الْاَكْمَامِ ۝۱۱ وَالْحَبُّ ذُو الْعَصْفِ وَالرَّيْحَانُ ۝۱۲ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝۱۳ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ ۝۱۴ وَخَلَقَ الْجَآنَّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ ۝۱۵ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝۱۶ رَبُّ الْمَشْرِقَيْنِ وَرَبُّ الْمَغْرِبَيْنِ ۝۱۷ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝۱۸ مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيٰنِ ۝۱۹ بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيٰنِ ۝۲۰ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝۲۱ يَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ ۝۲۲ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝۲۳ وَلَهُ الْجَوَارِ الْمُنْشَئٰتُ فِي الْبَحْرِ كَالْاَعْلَامِ ۝۲۴ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝۲۵ ع

اَلرَّحْمٰنُ رحمان وہ ہے عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ جس نے تعلیم دی قرآن کی
خَلَقَ الْاِنْسَانَ اس نے پیدا کیا انسان کو عَلَّمَهُ الْبَيَانَ سکھایا اس کو بولنا

اَلشَّمۡسُ سورج وَالۡقَمَرُ اورچاند بِحُسۡبَانٍ ایک حساب سے چل رہے ہیں وَّالنَّجۡمُ ستارے وَالشَّجَرُ اوردرخت یَسۡجُدٰنِ سجدہ کرتے ہیں وَالسَّمَآءَ رَفَعَهَا اورآسمان کواس نے بلند کیا وَوَضَعَ الۡمِيۡزَانَ اوررکھااس نے ترازو اَلَّا تَطۡغَوۡا کہ زیادتی نہ کرو فِى الۡمِيۡزَانِ ترازو میں وَاَقِيۡمُوا الۡوَزۡنَ اورقائم کروترازوکو بِالۡقِسۡطِ انصاف کے ساتھ وَلَا تُخۡسِرُوا الۡمِيۡزَانَ اورنہ کمی کروتولنے میں وَالۡاَرۡضَ وَضَعَهَا اور زمین کورکھااس نے لِلۡاَنَامِ مخلوق کے لیے فِيۡهَا فَاكِهَةٌ اس میں پھل ہیں وَّالنَّخۡلُ اورکھجوریں ہیں ذَاتُ الۡاَكۡمَامِ غلاف چڑھی ہوئی وَالۡحَبُّ اوردانے ذُو الۡعَصۡفِ بھوسے والے وَالرَّيۡحَانُ اورخوشبو دارپودے ہیں فَبِاَىِّ اٰلَاۤءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کوجھٹلاؤگے خَلَقَ الۡاِنۡسَانَ پیدا کیااس نے انسان کو مِنۡ صَلۡصَالٍ بجنے والی مٹی سے كَالۡفَخَّارِ جیسے ٹھیکری ہوتی ہے وَخَلَقَ الۡجَآنَّ اوراس نے پیدا کیاجنوں کو مِنۡ مَّارِجٍ مِّنۡ نَّارٍ آگ کے شعلے سے فَبِاَىِّ اٰلَاۤءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کوجھٹلاؤ گے رَبُّ الۡمَشۡرِقَيۡنِ وہ دونوں مشرقوں کارب ہے وَرَبُّ الۡمَغۡرِبَيۡنِ اوردونوں مغربوں کارب ہے فَبِاَىِّ اٰلَاۤءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کوجھٹلاؤگے مَرَجَ الۡبَحۡرَيۡنِ چلائے اس نے دودریا

یَلۡتَقِیٰنِ جو آپس میں مل کر چلتے ہیں بَیۡنَہُمَا بَرۡزَخٌ ان دونوں کے درمیان پردہ ہے لَّا یَبۡغِیٰنِ ایک دوسرے پر زیادتی نہیں کرتے فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے یَخۡرُجُ مِنۡہُمَا نکلتے ہیں دونوں دریاؤں سے اللُّؤۡلُؤُ موتی وَالۡمَرۡجَانُ اور مونگے فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے وَلَہٗ اور اسی کے لیے ہیں الۡجَوَارِ کشتیاں الۡمُنۡشَئٰتُ جو چلتی ہیں فِی الۡبَحۡرِ سمندر میں کَالۡاَعۡلَامِ پہاڑوں کی طرح فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے۔

آنحضرت ﷺ کے بڑے معجزوں میں سے ایک چاند کا دو ٹکڑے ہونا ہے جس کا ذکر پہلے سورۃ میں گزر چکا ہے۔ دوسرا بڑا معجزہ قرآن کریم ہے جو قیامت تک محفوظ رہے گا۔ پڑھنے والے پڑھتے رہیں گے اور عمل کرتے رہیں گے۔ اس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے کافروں کو چیلنج کیا کہ تم سارے مل کر ایسی کتاب نہیں لا سکتے۔ دس سورتیں ہی اس جیسی لے آؤ۔ آخر میں فرمایا ایک چھوٹی سی سورۃ ہی لے آؤ اور ساتھ ہی فرما دیا کہ تم نہیں لا سکتے۔ تو قرآن بہت بڑا معجزہ ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اَلرَّحۡمٰنُ عَلَّمَ الۡقُرۡاٰنَ رحمان نے تعلیم دی قرآن کی۔ پہلے آنحضرت ﷺ کو تعلیم دی اللہ تعالیٰ نے پھر آپ ﷺ نے تعلیم دی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے تعلیم دی تابعین کو، انھوں نے تبع تابعین کو رحمۃ اللہ علیہم۔ اور آج

تک اس کی تعلیم دی جارہی ہے اور قیامت تک دی جاتی رہے گی۔

قرآن کریم بہت بڑی نعمت اور دولت ہے۔ بخاری شریف اور مسلم شریف کی حدیث تم کئی دفعہ سن چکے ہو خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَهٗ ''تم میں سے سب سے بہتر آدمی وہ ہے جو قرآن کریم سیکھتا ہے اور سکھاتا ہے۔قاریوں کو خوش ہونا چاہیے کہ اے اللہ! تیرا شکر ہے کہ تو نے ہمیں پڑھانے کا موقع دیا ہے اور پڑھنے والوں کو خوش ہونا چاہیے کہ تیرا شکر ہے پروردگار! تو نے ہمیں پڑھنے کی توفیق عطا فرمائی ہے۔ اصل اس کی قدر تو آنکھیں بند ہونے کے بعد ہوگی ابھی تو ڈالروں اور نوٹوں کی قدر نظر آتی ہے۔

تو فرمایا رحمان نے تعلیم دی قرآن کی خَلَقَ الْإِنْسَانَ رحمان نے پیدا کیا انسان کو عَلَّمَهُ الْبَيَانَ سکھایا اس کو بولنا۔اور بھی تو جانور ہیں مگر بول نہیں سکتے۔طوطے پر بڑی محنت کرو گے تو دو چار لفظ رٹ لے گا۔ باقی جانوروں کو اللہ تعالیٰ نے بڑی لمبی لمبی زبانیں دی ہیں مگر بولنے کی طاقت نہیں دی۔ یہ اللہ تعالیٰ کا بڑا احسان ہے کہ اس نے ہمیں بولنا سکھایا ہے۔ بولنے کی قدر گونگے سے پوچھو اشاروں کے ساتھ سمجھانے کی کوشش کرتے ہیں جب نہیں سمجھا سکتے یا نہیں سمجھ سکتے تو وہ بڑے پریشان ہوتے ہیں کہ اس نے ہماری بات کیوں نہیں سمجھی، گلے بناتے ہیں۔

تو فرمایا رحمان نے سکھایا ہے اس کو بولنا اَلشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ سورج اور چاند ایک حساب سے چلتے ہیں۔ان کی جو رفتار رب تعالیٰ نے مقرر فرمائی ہے مجال ہے کہ اس میں کمی بیشی کرسکیں۔اپنے حساب سے چلتے ہیں وَالنَّجْمُ۔ نجم کا معنی ستارے بھی کرتے ہیں اور پودے بھی کرتے ہیں جو زمین میں ہوتے ہیں جن کے تنے نہیں ہوتے وَالشَّجَرُ اور درخت يَسْجُدٰنِ سجدہ کرتے ہیں۔ یہ چیزیں جس

طریقے سے سجدہ کرتی ہیں یا اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کرتی ہیں اس کو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے یا خود یہ چیزیں جانتی ہیں، ان کا عمل ہے۔ مثال کے طور پر صبح کو جب سورج طلوع ہوتا ہے ان چیزوں کا سایہ لمبا ہوتا ہے پھر جوں جوں سورج اوپر چڑھتا ہے ان کا سایہ کم ہوتا جاتا ہے یہی ان کا سجدہ ہے۔ اسی طرح ستارے اور پودے بھی سجدہ کرتے ہیں، درخت سجدہ کرتے ہیں لیکن انسان اور جن مکلف ہو کر بھی اللہ تعالیٰ کے باغی ہیں کہ ابھی تک سوئے ہوئے ہیں وَالسَّمَآءَ رَفَعَهَا اور آسمان کو اس نے بلند کیا وَوَضَعَ الْمِيزَانَ اور رکھا اس نے ترازو۔ اکثر مفسرین کرام رحمہم اللہ علیہم تو ترازو سے مراد یہی ترازو لیتے ہیں جس سے ہم چیزیں تولتے ہیں لیکن امام رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میزان سے مراد عقل ہے کہ عقل کے ذریعے کھوٹی کھری چیزوں میں انسان تمیز کر سکتا ہے۔ یہ مطلب بھی صحیح ہے۔

فرمایا أَلَّا تَطْغَوْا فِي الْمِيزَانِ یہ کہ زیادتی نہ کرو ترازو میں یعنی تولنے میں۔ اور اگر عقل مراد ہو تو مطلب ہوگا عقل کے ساتھ چیزوں کو تولو اس کی خلاف ورزی نہ کرو جو چیز عقل کے مطابق ہے وہ کرو اور جو چیز عقل کے مطابق نہیں ہے وہ نہ کرو وَأَقِيمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ اور قائم رکھو ترازو کو، درست رکھو ترازو کو انصاف کے ساتھ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِيزَانَ اور نہ کمی کرو تولنے میں۔ یہ حقوق العباد کا مسئلہ ہے اور حقوق العباد بڑا سخت مسئلہ ہے۔

مسئلہ حقوق العباد اور غنیۃ الطالبین کا ایک واقعہ :

کئی دفعہ سن چکے ہو کہ شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے غنیۃ الطالبین میں واقعہ نقل کیا ہے کہ ایک آدمی بڑا نیک اور پرہیزگار تھا۔ فوت ہونے کے بعد خواب میں کسی دوست کو ملا۔ اُس نے حال پوچھا کہ کیا بنا۔ اِس نے کہا کہ مجھے سزا تو نہیں ہوئی لیکن فرشتے جنت

میں داخل نہیں ہونے دے رہے۔ کہتے ہیں کہ تو نے پڑوسی سے سوئی مانگی تھی لیکن واپس نہیں کر کے آئے۔ جب تک تیرے وارث سوئی واپس نہیں کریں گے تو جنت میں داخل نہیں ہو سکے گا۔ یہاں کارخانے لوگ کھا جاتے ہیں، مکان اور دکانیں کھا جاتے ہیں پروا ہی نہیں ہے۔ حقوق العباد کو کسی نے سمجھا ہی نہیں ہے خاص طور پر ہمارے اس دور میں۔ یہاں ہر کوئی دوسرے کو کھانے پر لگا ہوا ہے، ناپ تول میں کمی عام ہے۔ دکان دار پیسے کلو کے لے گا لیکن چیز چودہ چھٹانک ہوگی دو چھٹانک گاہک کا حق کھا گیا۔ بھئی! جب تو نے سیر (کلو) کے پیسے لیے ہیں تو پورا کلو دے اس کا حق کیوں مارتا ہے؟

تو فرمایا نہ کمی کرو تولنے میں وَالْاَرْضَ وَضَعَهَا لِلْاَنَامِ ۔ اَنَـام کا معنٰی ہے مخلوق۔ اور زمین کو رکھا اس نے مخلوق کے لیے۔ اس میں انسان بھی رہتے ہیں، جنات اور حیوان بھی رہتے ہیں فِیْهَا فَاكِهَةٌ اس میں پھل ہیں مختلف وَالنَّخْلُ ذَاتُ الْاَكْمَامِ۔ اَكْمَام كِمٌّ کی جمع ہے۔ اس کا معنٰی ہے چھلکا۔ کیلے کا چھلکا، اخروٹ کا چھلکا، پستہ، مغز، بادام کا چھلکا اور کھجوریں ہیں غلاف چڑھی ہوئی وَالْحَبُّ۔ یہ حَبَّةٌ کی جمع ہے جس کا معنٰی ہے دانہ ذُو الْعَصْفِ اور دانے ہیں بھوسے والے۔ رب تعالیٰ نے دانے پیدا کیے ہیں گندم، مکئی، باجرہ، چاول وغیرہ۔ ان کے ساتھ توڑی (بھوسا) بھی ہوتی ہے جو رب تعالیٰ نے جانوروں کی خوراک بنائی ہے اور مغز تمہارے لیے وَالرَّیْحَانُ۔ مفسرین کرام رحمہم اللہ ریحان کے تین معنٰی کرتے ہیں۔ امام بخاری رحمہ اللہ رزق کا معنٰی کرتے ہیں کہ رب تعالیٰ نے رزق پیدا کیا ہے۔ لغت کے اعتبار سے یہ معنٰی بھی صحیح ہے۔ ریحـان کا معنٰی پتے کا بھی کرتے ہیں یہ جو درختوں کے پتے ہوتے ہیں، جانوروں کی خوراک بھی بنتے ہیں اور انسان بھی ان سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ اور ریحـان کا معنٰی

خوش بودار چیزیں بھی کرتے ہیں جیسے نیاز بو وغیرہ بے شمار پھول ہیں جن کی خوش بو سے لوگ فائدہ اٹھاتے ہیں۔ یہ بھی رب تعالیٰ نے پیدا کیے ہیں فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ پس تم دونوں رب تعالیٰ کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے۔ دونوں سے مراد انسان اور جن ہیں جن کا ذکر آگے آرہا ہے۔ یہ جملہ سورہ رحمٰن میں اکتیس مرتبہ آیا ہے۔

آنحضرت ﷺ نے جب یہ آیت کریمہ پڑھی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے خاموشی کے ساتھ سنی۔ آنحضرت ﷺ نے کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد فرمایا میں نے جب جنات کے سامنے یہ سورۃ پڑھی تھی تو جنات نے جواب میں یہ الفاظ کہے تھے لَا بِشَیْءٍ مِّنْ نِعَمِتِكَ رَبَّنَا نُكَذِّبُ وَلَكَ الْحَمْدُ ''اے ہمارے رب ہم آپ کی کسی نعمت کو نہیں جھٹلاتے اور تعریف آپ ہی کی ہے۔''

آنحضرت ﷺ کا جنات کو تبلیغ کرنا اور مسجد جن :

ایک موقع پر جنات آنحضرت ﷺ کے پاس آئے۔ کہنے لگے حضرت! ہم نے کافی تعداد میں جنات کو اکٹھا کیا ہے آپ ﷺ آکر ان کو تبلیغ کریں۔ یہ دعوت دینے والے مومن جنات تھے۔ آنحضرت ﷺ تشریف لے گئے آپ ﷺ کے ساتھ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ تھے۔ جب جلسہ گاہ کے قریب پہنچے تو بعض جنات نے آپ ﷺ کے کان مبارک میں کہا کہ حضرت! آپ اکیلے تشریف لائیں ان کو ساتھ نہ لے کر آئیں۔ ہماری شکلیں علیحدہ ہیں، لباس علیحدہ ہے، بود و باش علیحدہ ہے۔ ترمذی شریف میں روایت ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ارد گرد ایک دائرہ کھینچا اور فرمایا تم نے اس کے اندر رہنا ہے جب تک میں نہ آؤں۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اندر وہ نہیں آسکتے تھے باہر میں نہیں جا سکتا تھا مگر عجیب عجیب

ان کے نمونے تھے، عجیب عجیب ان کی حرکتیں تھیں۔تو آنحضرت ﷺ نے ان کو تبلیغ کی۔ آپ ﷺ کی تبلیغ سے متاثر ہو کر کافی جنات مسلمان ہو گئے۔اس جگہ یادگار کے طور پر مسجد تعمیر کی گئی ہے جس کا نام مسجد جن ہے، مکہ مکرمہ میں۔اب وہ شہر کے اندر آ گئی ہے۔

اللہ تعالیٰ آپ کو حج کی توفیق عطا فرمائے تو دیکھنا۔احادیث کے مطابق آنحضرت ﷺ چھ مرتبہ جنات کی کانفرنسوں میں تشریف لے گئے ہیں۔تو جب آپ ﷺ نے یہ آیت کریمہ پڑھی تو جنات نے کہا لَا بِشَیْءٍ مِّنْ نِعْمَتِكَ رَبَّنَا نُكَذِّبُ وَلَكَ الْحَمْدُ ''ہم آپ کی کسی نعمت کو نہیں جھٹلاتے اے ہمارے پروردگار! اور تعریف تیرے لیے ہی ہے۔'' ہمیں بھی یہی کہنا چاہیے جب یہ آیت کریمہ سنیں۔

فرمایا خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ پیدا کیا اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسان کو بجنے والی مٹی سے كَالْفَخَّارِ جیسے ٹھیکری ہوتی ہے۔اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے زمین کے چہرے سے مٹی جمع کی پھر اپنی قدرت کے ہاتھوں سے اس کو گوندھا پھر وہ خشک ہو کر بجنے لگی اس سے انسان کو پیدا فرمایا وَخَلَقَ الْجَآنَّ اور جنات کو پیدا کیا مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ آگ کے شعلے سے۔انسان خاکی ہے جنات ناری ہیں فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ پس تم دونوں رب تعالیٰ کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے رَبُّ الْمَشْرِقَيْنِ وَرَبُّ الْمَغْرِبَيْنِ اللہ تبارک وتعالیٰ دونوں مشرقوں کا رب ہے اور دونوں مغربوں کا رب ہے۔مشرقین سے مراد مشرق الصیف اور مشرق الشتاء ہے۔ گرمیوں میں سورج اس طرف چلا جاتا ہے اور سردیوں میں واپس آ جاتا ہے۔اسی طرح غروب بھی تو گرمیوں کی مشرق اور مغرب مراد ہے اور سردیوں کی مشرق اور مغرب مراد ہے۔اور مشارق کا لفظ بھی آتا ہے تو پھر اس سے مراد روزانہ کا طلوع ہونا ہے۔آج یہاں

سے چڑھا کل وہاں سے چڑھا، درمیان میں کروڑوں میل کا فاصلہ ہوتا ہے لیکن ہم سے چونکہ دور ہے ہم فرق نہیں کر سکتے فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے مَرَجَ الْبَحْرَیْنِ یَلْتَقِیٰنِ چلائے اس نے دو دریا جو آپس میں مل کر چلتے ہیں بَیْنَهُمَا بَرْزَخٌ ان دونوں کے درمیان پردہ ہے، آڑ ہے لَّا یَبْغِیٰنِ ایک دوسرے پر زیادتی نہیں کرتے۔ بہت سارے علاقے ہیں جہاں دو دریا ایک میٹھا اور دوسرا کڑوا اکٹھے چلتے ہیں۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ بیان القرآن میں اور مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ فوائد عثمانیہ میں لکھتے ہیں چاٹگام سے ارکان تک دو ندیاں چلتی ہیں ایک کا پانی میٹھا اور دوسری کا کڑوا۔ لیکن آپس میں رلتے ملتے نہیں ہیں۔ حالانکہ پانی سیال ہے لیکن رب تعالیٰ کی قدرت ہے فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے یَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ نکلتے ہیں دونوں دریاؤں سے موتی اور مونگے۔ دونوں قیمتی چیزیں ہیں لوگ ان کے ہار بھی بناتے ہیں اور دوائیاں بھی بناتے ہیں فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے وَلَهُ الْجَوَارِ۔ جوار جاریة کی جمع ہے۔ جاریة کا معنی ہے کشتی، جوار کشتیاں۔ اور اسی کے لیے ہیں کشتیاں الْمُنْشَئٰتُ جو چلتی ہیں اسی کے حکم سے فِی الْبَحْرِ سمندر میں کَالْاَعْلَامِ۔ اعلام عَلَمٌ کی جمع ہے پہاڑ، گھاٹی۔ اگر تم نے کبھی سمندر کا سفر کیا ہے تو دور سے کشتیاں گھاٹیاں نظر آتی ہیں جوں جوں قریب آتی ہیں تو تعیین ہوتی ہے کہ کشتی ہے، جہاز ہے۔ معنٰی ہوگا پہاڑوں کی طرح فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے۔

كُلُّ مَنْ

عَلَيْهَا فَانٍ ﴿٢٦﴾ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ﴿٢٧﴾ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٢٨﴾ يَسْـَٔلُهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِيْ شَاْنٍ ﴿٢٩﴾ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٣٠﴾ سَنَفْرُغُ لَكُمْ اَيُّهَ الثَّقَلٰنِ ﴿٣١﴾ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٣٢﴾ يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ فَانْفُذُوْا ۭ لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطٰنٍ ﴿٣٣﴾ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٣٤﴾ يُرْسَلُ عَلَيْكُمَا شُوَاظٌ مِّنْ نَّارٍ ڏ وَّنُحَاسٌ فَلَا تَنْتَصِرٰنِ ﴿٣٥﴾ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٣٦﴾ فَاِذَا انْشَقَّتِ السَّمَاۗءُ فَكَانَتْ وَرْدَةً كَالدِّهَانِ ﴿٣٧﴾ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٣٨﴾ فَيَوْمَىِٕذٍ لَّا يُسْـَٔلُ عَنْ ذَنْۢبِهٖٓ اِنْسٌ وَّلَا جَاۗنٌّ ﴿٣٩﴾ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٤٠﴾ يُعْرَفُ الْمُجْرِمُوْنَ بِسِيْمٰهُمْ فَيُؤْخَذُ بِالنَّوَاصِيْ وَالْاَقْدَامِ ﴿٤١﴾ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٤٢﴾ هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِيْ يُكَذِّبُ بِهَا الْمُجْرِمُوْنَ ﴿٤٣﴾ يَطُوْفُوْنَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ حَمِيْمٍ اٰنٍ ﴿٤٤﴾ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٤٥﴾ ع ۱۲

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا جو کوئی بھی ہے زمین پر فَانٍ فنا ہونے والا ہے وَ يَبْقٰى اور باقی رہے گی وَجْهُ رَبِّكَ تیرے رب کی ذات ذُو الْجَلٰلِ جو عظمت والی ہے وَالْاِكْرَامِ اور عزت والی ہے فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ پس تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے يَسْـَٔلُهٗ

سوال کرتا ہے اس سے مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ جو آسمانوں میں ہے وَالْاَرْضِ
اور زمین میں ہے کُلَّ یَوْمٍ ہر دن ھُوَ فِیْ شَاْنٍ وہ ایک شان میں ہے
فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ
گے سَنَفْرُغُ لَکُمْ عن قریب ہم فارغ ہوں گے تمہارے لیے اَیُّهَ
الثَّقَلٰنِ اے دو بھاری قافلو فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ پس تم دونوں
اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے یٰمَعْشَرَ الْجِنِّ اے جنوں کے گروہ
وَالْاِنْسِ اور انسانوں کے گروہ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اگر تم طاقت رکھتے ہو اَنْ
تَنْفُذُوْا نکل جاؤ مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ آسمانوں کے کناروں سے
وَالْاَرْضِ اور زمین کے کناروں سے فَانْفُذُوْا پس نکل جاؤ لَا تَنْفُذُوْنَ
اِلَّا بِسُلْطٰنٍ نہیں نکل سکتے مگر غلبے کے ساتھ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ
پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے یُرْسَلُ چھوڑے
جائیں گے عَلَیْکُمَا تمہارے اوپر شُوَاظٌ شعلے مِّنْ نَّارٍ آگ کے
وَّنُحَاسٌ اور دھواں فَلَا تَنْتَصِرٰنِ پس تم بدلہ نہیں لے سکو گے فَبِاَیِّ اٰلَآءِ
رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے فَاِذَا
انْشَقَّتِ السَّمَآءُ پس جب پھٹ جائے گا آسمان فَکَانَتْ وَرْدَةً پس ہو
جائے گا گلابی کَالدِّهَانِ جیسے تلچھٹ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ پس تم
دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے فَیَوْمَئِذٍ پس اس دن لَا

يُسْئَلُ عَنْ ذَنْبِهٖٓ نہیں سوال کیا جائے گا اس کے گناہ کے بارے میں اِنْسٌ وَّلَا جَآنٌّ کسی انسان سے اور نہ کسی جن سے فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے يُعْرَفُ الْمُجْرِمُوْنَ پہچانے جائیں گے مجرم بِسِيْمٰهُمْ اپنی نشانیوں سے فَيُؤْخَذُ پس پکڑا جائے گا ان کو بِالنَّوَاصِيْ پیشانیوں سے وَالْاَقْدَامِ اور قدموں سے فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِيْ یہ ہے وہ جہنم يُكَذِّبُ بِهَا الْمُجْرِمُوْنَ جس کو جھٹلاتے تھے مجرم يَطُوْفُوْنَ بَيْنَهَا چکر لگائیں گے جہنم کے درمیان وَبَيْنَ حَمِيْمٍ اٰنٍ اور کھولتے ہوئے پانی کے درمیان فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے۔

ذوالعقول مخلوقات :

عقل والی مخلوقات تین ہیں۔ پہلے نمبر پر فرشتے ہیں۔ فرشتوں کو اللہ تعالیٰ نے عقل مند بنایا ہے لیکن فرشتے مکلّف نہیں ہیں ان میں نافرمانی کا مادہ نہیں ہے وہ فطری طور پر فرماں بردار ہیں۔ جنات کو بھی اللہ تعالیٰ نے عقل دی ہے اور ان میں نیکی بدی کا مادہ ہے اور نیکی بدی کا انہیں اختیار دیا ہے مگر نیکی کرنے اور بدی سے بچنے کا حکم دیا ہے۔ تیسرے نمبر پر اللہ تعالیٰ نے انسان کو عقل مند بنایا ہے نیکی بدی کا اس میں مادہ رکھا ہے اور اس کو حکم دیا ہے کہ نیکی کرے اور بدی سے باز رہے۔ ان دونوں کو اس سورت میں بار بار خطاب کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ جو کوئی بھی ہے زمین پر فنا ہونے والا ہے۔ زمین پر انسان ہیں، جنات ہیں، حیوانات ہیں، نباتات ہیں، جمادات ہیں، سب ختم ہو جائیں گے۔ ان میں سے کوئی شے باقی نہیں رہے گی وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ۔ وَجْهُ کا معنٰی ذات بھی ہے اور چہرہ بھی ہے۔ اور باقی رہے گی تیسرے رب کی ذات ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ جو عظمت اور بزرگی والی ہے فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟ يَسْـَٔلُهٗ سوال کرتا ہے رب سے مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ جو آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں۔ آسمانوں میں فرشتے یا اور جو بھی مخلوق ہے سب کے سب رب سے سوال کرتے ہیں۔ زمین میں انسان ہیں، جنات ہیں اور جتنی مخلوقات ہے سب رب تعالیٰ سے سوال کرتی ہے۔ خوش ہو کر کرے یا ناخوش ہو کر۔

مستدرک حاکم اور مسند احمد میں روایت ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اعلان کیا کہ فلاں میدان میں کالی مٹی پر ہم نے نماز استسقاء پڑھنی ہے۔ دیکھا تو ایک چیونٹی نے آسمان کی طرف ٹانگیں کی ہوئی ہیں اور دعا کر رہی ہے اے پروردگار! ہم بھی تیری مخلوق ہیں بارش نہ ہونے کی وجہ سے تنگی میں ہیں۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے ساتھیوں سے فرمایا جلدی جلدی گھروں کو پہنچو اللہ تعالیٰ نے چیونٹی کی دعا قبول کر لی ہے ابھی بارش ہو گی۔

تو سب اللہ تعالیٰ سے مانگتے ہیں۔ اکبر الٰہ آبادی مرحوم نے کیا خوب کہا ہے:

اسی سے مانگ جو کچھ مانگنا ہے اے اکبر
یہی وہ در ہے جہاں ذلت نہیں سوال کے بعد

اور حدیث پاک میں آتا ہے مَنْ لَّمْ يَسْـَٔلِ اللّٰهَ يَغْضَبْ ''جو اللہ تعالیٰ سے نہیں

مانگنا اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہوتا ہے۔ اس کو تم اس طرح سمجھو کہ گھر کے افراد اپنے سر پرست سے نہ مانگیں اور محلے والوں سے مانگیں تو اس کو غصہ آئے گا کہ میں بڑا ہوں مجھ سے کیوں نہیں مانگتے محلے والوں سے کیوں مانگتے ہیں؟ بیوی خاوند کے بجائے کسی اور کو کہے کہ مجھے جوتا لے دے، مجھے پراندہ لے دے۔ تو اسے غصہ آئے گا کہ میری بیوی ہو کر دوسروں سے مانگتی ہے۔ اور وہ تو رب ہے اسے بھی غضب آتا ہے کہ میری مخلوق ہو کر مجھ سے کیوں نہیں مانگتی؟ تو فرمایا سوال کرتے ہیں اسی رب سے جو ہیں آسمانوں میں اور جو ہیں زمین میں کُلَّ یَوْمٍ ھُوَ فِیْ شَاْنٍ ہر دن وہ ایک شان میں ہے۔ کسی کو بادشاہ بناتا ہے کسی کو گدا بناتا ہے، کسی کو پیدا کرتا ہے کسی کو مارتا ہے، کسی کو صحت دیتا ہے کسی کو بیمار کرتا ہے، کسی کو عزت دیتا ہے کسی کو ذلیل کرتا ہے۔ ہر روز وہ ایک شان میں ہے فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟ سَنَفْرُغُ لَکُمْ اَیُّہَ الثَّقَلٰنِ عنقریب ہم فارغ ہوں گے تمہارے لیے اے دو بھاری قافلو! اے دو بھاری چیزو! امام باقر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ثقل کا معنیٰ ہوتا ہے بوجھ کہ انسان کا بوجھ بیل، بھینسے، ہاتھی سے زیادہ نہیں ہوتا اس کو بھاری کیوں کہا؟ جنات تو انسان سے بھی ہلکے ہوتے ہیں۔ امام باقر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ان پر جو احکام کا بوجھ ہے اس کی وجہ سے ثقلٰن فرمایا ہے۔

سورۃ الاحزاب آیت نمبر ۷۲ پارہ ۲۲ میں ہے اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ "بے شک ہم نے پیش کی امانت عَلَی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ آسمانوں اور زمین پر وَالْجِبَالِ اور پہاڑوں پر فَاَبَیْنَ پس انھوں نے انکار کیا اَنْ یَّحْمِلْنَہَا کہ اٹھائیں اس کو وَاَشْفَقْنَ مِنْہَا اور ڈر گئے اس سے وَحَمَلَہَا الْاِنْسَانُ اور اٹھالیا اس کو

انسان نے" وہ امانت کا بوجھ اور ذمہ داری ان پر ہے اس لیے ان کو ثَقَلٰن فرمایا۔ فارغ ہونے کے متعلق امام رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عرب کا مقولہ ہے کہ اس کو کوئی کام نہیں ہوتا تھا اور وہ کہتا تھا سَنفرغُ لَکَ اے اٰخِذُکَ "میں تجھے غفلت میں پکڑوں گا حالانکہ وہ اس وقت بھی مصروف نہیں ہے۔" تو مطلب بنے گا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میں تمھیں اچانک پکڑوں گا۔

دوسرے حضرات فرماتے ہیں کہ سَنَفْرُغُ کا معنٰی ہے سَنَقْصِدُ عن قریب ہم ارادہ کریں گے تمہارے بارے میں اور رتی رتی کا حساب لیں گے فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے یٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اے جنوں اور انسانوں کی جماعت اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اگر تم طاقت رکھتے ہو اَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کہ نکل جاؤ تم آسمانوں کے کناروں سے اور زمین کے کناروں سے فَانْفُذُوْا پس تم نکل جاؤ۔ اللہ تعالیٰ نے چیلنج کیا ہے کہ تم میری نافرمانی کر کے میری گرفت سے بچ نہیں سکتے کہ میری بادشاہت تو آسمانوں اور زمینوں میں ہے، میری سلطنت سے بھاگ کر دکھاؤ۔ پھر اللہ تعالیٰ نے خود ہی فرمایا لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطٰنٍ نہیں نکل سکتے مگر غلبے کے ساتھ۔ سلطان کا معنٰی غلبہ، سند، دلیل۔ یہ غلبہ تمہارے پاس موجود نہیں ہے لہٰذا تم اللہ تعالیٰ کی گرفت سے بچ نہیں سکتے۔

دنیا میں تو لوگ ایک ملک چھوڑ کر دوسرے ملک چلے جاتے ہیں جس کی وجہ سے گرفت سے بچ جاتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ کی سلطنت تو ہر جگہ ہے اس کے سوا کسی کی حکومت ہے ہی نہیں، جاؤ گے کہاں؟ کس کے آسمان کے نیچے جاؤ گے؟ کس کی زمین پر جاؤ گے؟ نہیں جا سکتے فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو

جھٹلاؤ گے یُرْسَلُ عَلَیْكُمَا شُوَاظٌ مِّنْ نَّارٍ چھوڑے جائیں گے تم پر آگ کے شعلے وَّنُحَاسٌ اور دھواں فَلَا تَنْتَصِرٰنِ پس تم بدلہ نہیں لے سکو گے فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟

دیانند سرسوتی کا اعتراض :

ایک بہت بڑا ہندو پنڈت آریہ سماج کا لیڈر تھا دیانند سرسوتی، بڑا منہ پھٹ آدمی تھا۔ اس کی کتاب ہے "ستیارتھ پرکاش" نایاب ہے مگر میرے پاس موجود ہے۔ اس کا چودھواں باب قرآن پاک پر اعتراضات کے بارے میں ہے۔ اس آیت کریمہ پر بھی اس نے اعتراض کیا ہے۔ نقل کفر کفر نہ باشد، العیاذ باللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ ایسا لگتا ہے کہ قرآن کا مصنف جاہل ہے، عقل سے محروم ہے اس کو یہ بھی معلوم نہیں ہے کہ نعمت کیا ہے غیر نعمت کیا ہے؟ کہتا ہے تم پر آگ کے شعلے پھینکیں جائیں گے اور دھواں چھوڑا جائے گا پھر تم انتقام نہیں لے سکو گے۔ تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟ آگ کے شعلے کون سی نعمت ہے اور دھواں کون سی نعمت ہے؟

اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے مفسرین کرام رحمۃ اللہ علیہم کو انھوں نے تمام اعتراضات کے جواب دیئے ہیں۔ قرآن پاک کے جو اردو ترجمے ہیں ان میں بہترین ترجمہ شاہ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ صاحب کا ہے جو انھوں نے پورے چالیس سال میں لکھا۔ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ایسے معلوم ہوتا ہے کہ یہ الہامی ترجمہ ہے۔ امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ اگر قرآن پاک ہندوستان میں نازل ہوتا تو شاہ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ کی زبان میں نازل ہوتا۔ ترجمے کے بعد اس پر مختصر سا حاشیہ بھی لکھا ہے۔ بڑا کھرا اور صاف۔ جب فارغ ہوئے تو انھوں نے اللہ تعالیٰ کا

شکرادا کیا اور یہ شعر پڑھا:

ے روز قیامت ہر کسے در زیر بغل نامہ عمل

من نیز حاضر می شوم تفسیر قرآں در بغل

"قیامت والے دن ہر ایک کی بغل میں نامہ اعمال ہوگا میں بھی حاضر ہوں گا اور میری بغل میں قرآن کریم کی تفسیر ہوگی۔"

وہ اس اعتراض کا جواب دیتے ہوئے بڑے اختصار کے ساتھ فرماتے ہیں کہ کسی چیز کی خبر دینا کہ آفت ہے اس سے بچ جاؤ یہ بھی نعمت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ اگر تم نافرمانی کروگے تو آگ کے شعلے پڑیں گے دھواں چھوڑا جائے گا۔ تو یہ خبر دینا بھی نعمت ہے۔

فرمایا فَاِذَا انْشَقَّتِ السَّمَآءُ پس جب پھٹ جائے گا آسمان فَكَانَتْ وَرْدَةً پس ہو جائے گا گلابی رنگ۔ اب نیلے رنگ کا ہے اس وقت گلابی رنگ میں ہوگا كَالدِّهَانِ جیسے تلچھٹ۔ تیل کے نیچے جو میل کچیل ہوتا ہے اس کو تلچھٹ کہتے ہیں۔ اور دھان کا معنیٰ سرخ چمڑے کا بھی کرتے ہیں۔ پھر معنیٰ ہوگا کہ یہ آسمان سرخ رنگ کے چمڑے کی طرح ہو جائے گا۔ یہ ساری چیزیں ہم تمھیں وقت سے پہلے بتلا رہے ہیں فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟

دفع تعارض بین الآیتین :

فَيَوْمَئِذٍ لَّا يُسْئَلُ عَنْ ذَنْۢبِهٖٓ پس اس دن نہیں پوچھا جائے گا اس کے گناہ کے بارے میں اِنْسٌ وَّلَا جَآنٌّ نہ کسی انسان سے اور نہ کسی جن کے بارے میں۔ بہ ظاہر اس آیت کریمہ کا سورہ حجر کی آیت نمبر ۹۲ سے تعارض معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ اس میں ہے

فَوَرَبِّكَ لَنَسْئَلَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ''پس تیرے رب کی قسم ہے ہم ان سے ضرور سوال کریں گے۔'' تو ایک میں نفی ہے اور ایک میں اثبات ہے۔

تو مفسرین کرام رحمۃ اللہ علیہم فرماتے ہیں کہ جہاں نفی ہے اس سے مراد یہ ہے کہ معلومات حاصل کرنے کے لیے سوال نہیں ہوگا کہ اس نے نیکی کی ہے یا نہیں، بدی کی ہے یا نہیں۔ وہ علیم بذات الصدور ہے اسے پوچھنے کی کیا ضرورت ہے۔ اور جہاں اثبات ہے تو اس سے مراد یہ ہے کہ سوال ہوگا کہ میں نے تمھیں فلاں کام سے منع کیا تھا تم نے کیوں کیا؟

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام اور حوا علیہا السلام کو منع فرمایا تھا لَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ ''اس درخت کے قریب نہ جانا۔'' جب ان سے لغزش ہوگئی تو فرمایا اَلَمْ اَنْهَكُمَا عَنْ تِلْكُمَا الشَّجَرَةِ [الاعراف:۲۲] ''کیا میں نے تم کو منع نہیں کیا تھا اس درخت سے۔'' تو اس طرح کا سوال ہوگا۔ لہٰذا آپس میں کوئی تعارض نہیں ہے۔ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے يُعْرَفُ الْمُجْرِمُوْنَ پہچانے جائیں گے مجرم بِسِيْمٰهُمْ اپنی نشانیوں سے۔ وہ نشانیاں کیا ہوں گی؟ چوتھے پارے میں ہے يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوْهٌ وَّتَسْوَدُّ وُجُوْهٌ [آل عمران:۱۰۶] ''جس دن کئی چہرے سفید ہوں گے اور کئی چہرے سیاہ ہوں گے۔'' اہل سنت والجماعت کے چہرے سفید ہوں گے اور اہل بدعت اور ھوا کے سیاہ ہوں گے۔ جیسا کہ اس کی تفسیر میں ابن عمر رضی اللہ عنہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہ مرفوع روایت نقل فرماتے ہیں۔

تو فرمایا نشانیوں سے پہچانے جائیں گے فَيُؤْخَذُ بِالنَّوَاصِيْ وَالْاَقْدَامِ پس پکڑا جائے گا اس کو پیشانیوں سے اور قدموں سے۔ جیسے دنبے کو قصائی گراتا ہے ایسے ہی پیشانی کے بالوں اور پاؤں سے پکڑ کر دوزخ میں گرایا جائے گا فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا

تُكَذِّبٰنِ پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟ رب تعالیٰ تمھیں ہر وقت آگاہ کر رہا ہے هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِيْ یہ ہے وہ جہنم يُكَذِّبُ بِهَا الْمُجْرِمُوْنَ جس کو مجرم جھٹلاتے تھے جس میں تم پہنچ چکے ہو يَطُوْفُوْنَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ حَمِيْمٍ اٰنٍ چکر لگائیں گے، پھریں گے دوزخ کے درمیان اور گرم پانی کے درمیان۔ اٰن کا معنیٰ ہے کھولتا ہوا، ابلتا ہوا پانی۔ کبھی گرم پانی میں ہوں گے اور کبھی آگ میں ہوں گے اور کبھی زمہریر جو ٹھنڈا طبقہ ہے اس میں پھینک دیئے جائیں گے۔ روئیں گے، چیخیں گے مگر عذاب سے چھٹکارا نہیں ہوگا۔ اے مجرمو! ہم تمھیں ابھی بتلا رہے ہیں فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے۔

وَلِمَنْ خَافَ

مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ ﴿۴۶﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۴۷﴾ ذَوَاتَاۤ اَفْنَانٍ ﴿۴۸﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۴۹﴾ فِیْهِمَا عَیْنٰنِ تَجْرِیٰنِ ﴿۵۰﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۵۱﴾ فِیْهِمَا مِنْ كُلِّ فَاكِهَةٍ زَوْجٰنِ ﴿۵۲﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۵۳﴾ مُتَّكِـٕیْنَ عَلٰى فُرُشٍۭ بَطَآىٕنُهَا مِنْ اِسْتَبْرَقٍؕ وَ جَنَا الْجَنَّتَیْنِ دَانٍ ﴿۵۴﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۵۵﴾ فِیْهِنَّ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِۙ لَمْ یَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَ لَا جَآنٌّ ﴿۵۶﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۵۷﴾ كَاَنَّهُنَّ الْیَاقُوْتُ وَ الْمَرْجَانُ ﴿۵۸﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۵۹﴾ هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ ﴿۶۰﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۶۱﴾

وَلِمَنْ اور اس شخص کے لیے خَافَ جو ڈرا مَقَامَ رَبِّهٖ اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے جَنَّتٰنِ دو باغ ہوں گے فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے ذَوَاتَاۤ اَفْنَانٍ دو باغ گھنی شاخوں والے ہوں گے فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے فِیْهِمَا عَیْنٰنِ ان دونوں باغوں میں دو چشمے ہوں گے تَجْرِیٰنِ جاری ہوں گے فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے

فِيْهِمَا ان دونوں باغوں میں مِنْ كُلِّ فَاكِهَةٍ ہر قسم کے پھل ہوں گے
زَوْجٰنِ جوڑے جوڑے فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ پس تم دونوں اپنے
رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے مُتَّكِـِٕيْنَ ٹیک لگائے ہوئے ہوں گے
عَلٰى فُرُشٍۭ بستروں پر بَطَآئِنُهَا جن کے استر مِنْ اِسْتَبْرَقٍ موٹے
ریشم کے ہوں گے وَجَنَا الْجَنَّتَيْنِ دَانٍ اور پھل دونوں باغوں کا قریب ہوگا
فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ
گے فِيْهِنَّ ان باغوں میں قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ نیچی نگاہ والی عورتیں ہوں
گی لَمْ يَطْمِثْهُنَّ نہیں ہاتھ لگایا ان کو اِنْسٌ قَبْلَهُمْ کسی انسان نے
ان سے پہلے وَلَا جَآنٌّ اور نہ کسی جن نے فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ
پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے كَاَنَّهُنَّ الْيَاقُوْتُ گویا
کہ وہ موتی ہیں وَالْمَرْجَانُ اور مرجان ہیں فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ
پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ
نہیں ہے بدلہ نیکی کا اِلَّا الْاِحْسَانُ مگر نیکی فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ
پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے۔

ربط آیات :

اس سے پہلے رکوع میں مجرموں کے بارے میں ذکر تھا کہ انہیں پیشانیوں اور قدموں سے پکڑ کر دوزخ میں پھینکا جائے گا اور کہا جائے گا کہ یہ وہ دوزخ ہے جس کو تم

جھٹلاتے تھے۔ اب اس کے مدمقابل نیکوں کا ذکر ہے کہ ان کی کیسی عزت ہوگی؟ فرمایا وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ اور اس شخص کے لیے جو ڈرا اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے دو باغ ہوں گے۔ جو شخص یقین رکھتا ہے کہ قیامت آئے گی، اللہ تعالیٰ کی سچی عدالت قائم ہوگی اور میں رب کے سامنے کھڑا ہوں گا اور رب تعالیٰ مجھ سے پوچھے گا۔ ظاہر بات ہے ایسا آدمی جو نیکی کرے گا اور برائی سے بچے گا، زندگی اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں گزارے گا۔ تو ایسے لوگوں کے لیے دو باغ ہوں گے۔ ان باغوں کی وسعت اور فراخی آج ہمارے تصور میں بھی نہیں آسکتی۔ اللہ تعالیٰ کا خوف جس آدمی کے دل میں ہوتا ہے وہ قدم بڑے احتیاط کے ساتھ رکھتا ہے۔

قصہ اصحاب الغار :

بخاری شریف کی ایک طویل حدیث کا خلاصہ عرض کرتا ہوں۔ تین آدمی سفر میں شریک تھے کہ زور کی بارش ہونے لگی تو ان تینوں نے بارش سے بچنے کے لیے ایک پہاڑ کے غار میں پناہ لی۔ بارش کی وجہ سے اوپر سے ایک چٹان گری جس سے غار کا منہ بند ہو گیا۔ چٹان اتنی وزنی تھی کہ یہ اس کو ہلا نہیں سکتے تھے۔ تینوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ عالم الاسباب میں ہماری کوئی مدد نہیں کرسکتا اس وقت رب تعالیٰ ہی نے مدد کرنی ہے۔ لہٰذا تم اپنے نیک اور خالص عملوں کے وسیلے سے اللہ تعالیٰ سے دعا کرو شاید رب تعالیٰ قبول کرلے اور اس چٹان کو ہٹا دے۔ کیونکہ اچھے کاموں کی برکت سے بھی اللہ تعالیٰ دعائیں قبول کرتا ہے۔

تو ان میں سے ایک نے کہا: اے پروردگار! میرے ماں باپ بہت بوڑھے ہو چکے تھے اور میرے بچے چھوٹے تھے، میں بکریاں چراتا تھا۔ جب ریوڑ واپس لے کر

آتا تو دودھ نکال کر پہلے اپنے ماں باپ کو پلاتا پھر اپنے بچے کو پلاتا۔ ایک دن مجھے درختوں کے پتے لینے کے لیے دور جانا پڑا اور میں اتنی دیر سے واپس آیا کہ ماں باپ سو چکے تھے۔ میں نے حسب دستور دودھ دوہا، والدین کے حصہ کا دودھ لے کر میں ان کے سرہانے کھڑا ہو گیا۔ تو وہ دونوں چوں کہ سو چکے تھے میں نے انہیں جگانا مناسب نہ سمجھا۔ اور یہ بھی مناسب نہ سمجھا کہ بغیر ان کے پلائے بچوں سے ابتدا کروں۔ میرے بچے میرے پاس آ کر (بلبلاتے رہے) دودھ مانگتے رہے مگر میں نے کہا کہ پہلے ماں باپ کو پلاؤں گا پھر تمھیں پلاؤں گا۔ میں ساری رات دودھ کا پیالہ ہاتھ میں لیے کھڑا رہا یہاں تک کہ جب وہ سحری کے وقت اٹھے تو میں نے ان کو دودھ پلایا پھر اپنے بچوں کو پلایا۔

اے پروردگار! میں نے یہ عمل، یہ کام صرف تیری رضا کے لیے کیا ہے۔ اگر میرا یہ عمل تیرے ہاں مقبول ہے تو اے پروردگار! اس چٹان کو ہٹا دے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے وہ چٹان تھوڑی سی ہٹا دی۔

اور دوسرے نے کہا: اے پروردگار! میری چچا زاد بہن بڑی خوب صورت تھی۔ میں اس سے بہت محبت کرتا تھا میں نے اس کو نفس کی خواہش کے لیے بلایا۔ اس نے کہا کہ سو دینار لاؤ پھر بات بنے گی۔ میں نے ایک سال میں ۱۰۰ دینار کمائے۔ ایک روایت میں ایک سو بیس دینار کا بھی ذکر آتا ہے۔ میں نے دینار لا کر اس کو دے دیے اس شرط پر کہ اپنے آپ کو میرے حوالے کر دے اور میری مراد پوری کر دے۔ ہم آمنے سامنے ہو گئے۔ عین برائی کا موقع تھا کہ اس نے کہا اتق اللہ اللہ تعالیٰ سے ڈر اور ناحق اس مہر کو مت توڑ یہ تیرے لیے حلال نہیں۔ میں اس سے ہٹ گیا اور دینار بھی واپس نہ لیے اور گناہ

سے باز آگیا۔ اچھا ہوا کہ تو نے بروقت سمجھا دیا۔ میری توبہ آج کا کوئی درندہ ہوتا تو کبھی معاف نہ کرتا اور کہتا کہ میں نے پورا سال مزدوری کر کے یہ پیسے کمائے ہیں اب عین موقع پر مجھے ٹرخاتی ہے۔ مگر اچھا زمانہ تھا وہ اللہ تعالیٰ سے ڈر گیا۔ اے پروردگار! تیرے ڈر اور خوف کی وجہ سے میں نے گناہ چھوڑ دیا تھا اگر آپ کے نزدیک میرا یہ عمل قبول ہے تو اس چٹان کو ہٹا دے۔ چنانچہ وہ چٹان تھوڑی سی اور ہٹ گئی لیکن نکلنے کے قابل ابھی راستہ نہ ہوسکا۔

تیسرے نے کہا اے پروردگار! میں نے مزدوری پر مزدور لگائے تھے باقی مزدوروں کو میں نے مزدوری دے دی لیکن ایک مزدور بگڑ گیا کہ مزدوری تھوڑی ہے۔ میں نے کہا جو میں نے تیرے ساتھ طے کیا تھا وہ تجھے دے رہا ہوں۔ کہنے لگا میں نے نہیں لینا اور اپنی مزدوری چھوڑ کر چلا گیا۔ میں نے اس کو جو چاول باجرا دینا تھا اپنے خادموں کو کہا کہ اس کو زمین میں کاشت کرو (اس کی مزدوری کو زراعت پر لگا دیا)۔ دو تین سال کی پیداوار سے کافی آمدنی ہوئی۔ میں نے اس سے جانور خریدے۔ کئی سالوں کے بعد وہ آیا اور اپنی مزدوری مانگی کہ میرا حق مجھے دے۔ میں نے اس سے کہا کہ یہ جتنے بیل، بکریاں اور اونٹ وغیرہ ہیں، یہ سب تیرے ہیں لے جا۔ اس نے کہا میرے ساتھ مذاق نہ کرو میری مزدوری تو دو چار سیر چاول، باجرا تھے۔ میں نے کہا اللہ تعالیٰ گواہ ہے میں نے تیری مزدوری کو فالتو زمین میں کاشت کیا اس سے جو آمدنی ہوئی اس سے یہ بیل، اونٹ، بکریاں خریدیں۔ یہ سب کچھ تیرا ہے۔ وہ سب کچھ لے گیا۔

اے پروردگار! اگر میں نے یہ آپ کی رضا کے لیے کیا تھا اور میرا یہ عمل تیرے ہاں مقبول ہے تو اس چٹان کو اور ہٹا دے تاکہ ہم نکل سکیں۔ بخاری شریف کی روایت ہے کہ

رب تعالیٰ نے چٹان ہٹا دی اور وہ سب باہر آ گئے ۔ آج کا زمانہ ہوتا تو کہتا نہیں لیتا تو نہ لے ۔ ہم خود استعمال کر لیں گے ۔ مگر خدا خوفی کا زمانہ تھا اس نے اس کے ساتھ نیکی کی ۔ جوں جوں قیامت قریب آئے گی خدا خوفی ختم ہوتی جائے گی اور ایسے حالات پیدا ہوں گے کہ قبر کے پاس سے گزرنے والا آدمی کہے گا کاش کہ میں مر چکا ہوتا اور یہ قبر میری ہوتی ۔ ان تکلیفوں سے میری جان چھوٹ جاتی ۔

تو فرمایا اور اس شخص کے لیے جو ڈرا اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے دو باغ ہوں گے ۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ ان باغوں میں جو مکان اور کوٹھیاں ہوں گی ان کی دیواریں ، دروازے ، کرسیاں ، برتن سب کچھ سونے کا ہوگا فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے ؟ ذَوَاتَآ اَفْنَانٍ دو باغ گھنی شاخوں والے ہوں گے ۔ افنان ، فَنَنٌ کی جمع ہے معنٰی ہے شاخ ، ٹہنی ، اور ذواتا تثنیہ ہے ذات کی ۔ بڑی ٹہنیوں اور شاخوں والے باغ ہوں گے ۔ کیونکہ جن درختوں کی ٹہنیاں نہ ہوں ان کی بھی رونق نہیں ہوتی فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے ؟ فِیْهِمَا عَیْنٰنِ تَجْرِیٰنِ ان دونوں باغوں میں دو چشمے جاری ہوں گے ۔ باغوں کی رونق پانی سے ہے فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے ؟ فِیْهِمَا مِنْ کُلِّ فَاکِهَةٍ زَوْجٰنِ ان دو باغوں میں ہر قسم کے پھل ہوں گے جوڑے جوڑے ۔ ذائقہ مختلف ، رنگ مختلف ۔ سفید بھی ، سرخ بھی ، تازہ بھی ، خشک بھی ۔ آم ، کنو وغیرہ تر اور پستہ ، مغز ، بادام ، چلغوزے وغیرہ خشک ہوتے ہیں ۔ پھر ہر قسم کی دو دو قسمیں ہوں گی ۔ پھر ان باغوں کی یہ خصوصیت ہوگی کہ نہ ختم ہوں گے نہ ممنوع ہوں گے جس طرح چاہو اور جہاں سے چاہو کھاؤ ۔

تو فرمایا ہر قسم کے پھل جوڑے جوڑے ہوں گے فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟ مُتَّكِـِٕیْنَ عَلٰى فُرُشٍۭ ٹیک لگائے ہوئے ہوں گے اپنے بستروں پر بَطَآىِٕنُهَا مِنْ اِسْتَبْرَقٍ- بطائن بِطَانَةٌ کی جمع ہے کوٹ کے استر کو کہتے ہیں، اندرونی حصہ۔ اور اِسْتَبْرَق اِسْتَبْرَقَةٌ کی جمع ہے۔ اس کا معنٰی ہے موٹا ریشم۔ استر ان کے موٹے ریشم کے ہوں گے وَجَنَا - جنا کا معنٰی پھل جو چنا جاتا ہے الْجَنَّتَيْنِ دَانٍ- دان کا معنٰی قریب دنو سے۔ دنیا کو بھی دنیا اسی لیے کہتے ہیں کہ یہ قریب ہی ختم ہونے والی ہے۔ اور پھل ان دونوں باغوں کے قریب ہوں گے۔ پھل توڑنے کے لیے اٹھنے کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ جب دل میں کسی پھل کے کھانے کی خواہش ہوگی وہ رب تعالیٰ کے حکم سے خود بہ خود اس کے قریب آجائے گا۔

حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مقام پر فرمایا ہے کہ جنت کیا ہوگی ایک چھوٹی خدائی ہوگی۔ جیسے رب کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو وہ فوراً ہو جاتی ہے ایسے ہی بندہ جو ارادہ کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو پورا فرمادیں گے فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے فِيْهِنَّ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ ان باغوں میں نیچی نگاہ والی عورتیں ہوں گی لَمْ يَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ نہیں چھوا ان کو کسی انسان نے نہیں ہاتھ لگایا ان کو کسی انسان نے قَبْلَهُمْ ان سے پہلے وَلَا جَآنٌّ اور نہ کسی جن نے ان کو ہاتھ لگایا ان سے پہلے۔ یہ جنت کی حوریں کستوری، عنبر، کافور اور زعفران سے پیدا کی گئی ہیں۔ ہر ہر جنتی کو اللہ تعالیٰ دو دو حوریں عطا فرمائے گا اور دنیا کی بیویاں الگ ہوں گی۔ اور یہ دنیا کی بیویاں حوروں کی سردار ہوں گی۔

مودودی صاحب کی تفسیری غلطیاں :

حوریں خا کی مخلوق نہیں ہیں۔ مودودی صاحب تفہیم القرآن میں لکھتے ہیں کہ ''حوریں کافروں کی، یہودیوں، عیسائیوں، ہندوؤں اور سکھوں کی وہ لڑکیاں ہیں جو بالغ ہونے سے پہلے مرگئیں۔'' ان کا یہ نظریہ بالکل غلط ہے۔ اور مودودی صاحب نے اور بھی بڑی غلطیاں کی ہیں۔ حالانکہ احادیث میں آتا ہے کہ حوریں کستوری سے پیدا ہوئی ہیں، کچھ زعفران سے کچھ کافور اور کچھ عنبر سے۔ تو مودودی صاحب کا نظریہ احادیث کے بالکل خلاف ہے۔ جب علماء حق نے تعاقب کیا تو کہنے لگا کہ یہ علماء میرے پیچھے پڑ گئے ہیں۔ علمائے حق ویسے ہی نہیں اس کے پیچھے پڑے ہوئے، غلطیاں کی ہیں تو پیچھے پڑے ہیں۔ تو حوریں خا کی مخلوق نہیں ہیں۔

کافروں کی نابالغ اولاد جو فوت ہوئی ہے وہ کدھر جائے گی؟ اس میں علماء کا اختلاف ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا موقف ہے وہ فرماتے ہیں رب تعالیٰ جہاں چاہے گا بھیج دے گا جنت میں یا دوزخ میں ہمیں کوئی علم نہیں ہے۔ اور وہ بخاری شریف کی روایت سے استدلال کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کافروں کے نابالغ بچوں کے بارے میں جو فوت ہوگئے ہیں کہاں جائیں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَللّٰہُ اَعْلَمُ بِمَا کَانُوْا عَامِلِیْنَ ''یہ اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے کہ انھوں نے بڑے ہوکر کیا کرنا تھا۔'' ایک گروہ کہتا ہے کہ جنت میں جائیں گے اور جنتیوں کے خادم ہوں گے اطفال المشرکین خدمُ اھل الجنۃ۔ اور علماء کا ایک گروہ کہتا ہے کہ دوزخ میں جائیں گے۔ اس میں علماء کا کافی اختلاف ہے۔ لیکن حوریں کافروں کی لڑکیاں یقیناً نہیں ہیں۔ مودودی صاحب سے جب پوچھا گیا کہ تم کہتے ہو کہ حوریں کافروں کی لڑکیاں ہیں اس پر تم کوئی روایت

پیش کر سکتے ہو جب کہ سلف صالحین کہتے ہیں کہ وہ وہاں کی مخلوق ہے؟ مودودی صاحب نے جواب دیا کہ سلف صالحین کا بھی قیاس ہے اور میرا بھی قیاس ہے۔ (حضرت نے ہنستے ہوئے فرمایا کہ) مودودی صاحب کا یہ جواب بالکل غلط ہے۔ کیونکہ سلف صالحین کا قیاس نہیں ہے بلکہ انھوں نے احادیث پیش کی ہیں۔

میرا ایک چھوٹا سا رسالہ ہے مودودی صاحب کے چند غلط فتوے۔ اس میں میں نے پوری تفصیل بیان کی ہے، وہ لے کر پڑھو۔ لیکن افسوس ہے کہ گکھڑ والوں کو پڑھنے کا شوق نہیں ہے۔

الغرض حوریں وہاں کی مخلوق ہیں فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟ نیچی نگاہ والیاں ہوں گی کا ایک مفہوم یہ بیان کرتے ہیں کہ شرم وحیا والیاں ہوں گی۔ اور یہ معنٰی بھی کرتے ہیں قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ عَلٰی اَزْوَاجِهِنَّ ان کی نگاہیں اپنے خاوندوں پر بند ہوں گی، ان پر نگاہیں ٹکی ہوں گی۔ اِدھر اُدھر نگاہ نہیں اٹھائیں گی کَاَنَّهُنَّ الْیَاقُوْتُ وَالْمَرْجَانُ گویا کہ وہ موتی اور مونگے ہیں۔ ان کی رنگتیں موتیوں اور مونگوں کی طرح صاف ہوں گی فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ نہیں ہے نیکی کا بدلہ مگر نیکی۔ انھوں نے دنیا میں نیکیاں کیں، نمازیں پڑھیں، روزے رکھے، قرآن شریف پڑھا، امر بالمعروف نہی عن المنکر کیا، اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا، صدقہ خیرات کیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس کا اچھا بدلہ دیا۔ اللہ تعالیٰ یہ خوشیاں سب کو نصیب فرمائے فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے اے انسانوں اور جنوں کے گروہ!

وَمِنْ دُوْنِهِمَا جَنَّتٰنِ ﴿۶۲﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۶۳﴾ مُدْهَآمَّتٰنِ ﴿۶۴﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۶۵﴾ فِيْهِمَا عَيْنٰنِ نَضَّاخَتٰنِ ﴿۶۶﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۶۷﴾ فِيْهِمَا فَاكِهَةٌ وَّنَخْلٌ وَّرُمَّانٌ ﴿۶۸﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۶۹﴾ فِيْهِنَّ خَيْرٰتٌ حِسَانٌ ﴿۷۰﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۷۱﴾ حُوْرٌ مَّقْصُوْرٰتٌ فِي الْخِيَامِ ﴿۷۲﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۷۳﴾ لَمْ يَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَآنٌّ ﴿۷۴﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۷۵﴾ مُتَّكِئِيْنَ عَلٰى رَفْرَفٍ خُضْرٍ وَّعَبْقَرِيٍّ حِسَانٍ ﴿۷۶﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۷۷﴾ تَبٰرَكَ اسْمُ رَبِّكَ ذِي الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ﴿۷۸﴾ ع ۳

وَمِنْ دُوْنِهِمَا اور ان دو باغوں کے علاوہ جَنَّتٰنِ دو باغ اور ہوں گے فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے مُدْهَآمَّتٰنِ وہ دو باغ گہرے سبز ہوں گے فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے فِيْهِمَا ان دو باغوں میں عَيْنٰنِ دو چشمے ہوں گے نَضَّاخَتٰنِ ابلتے ہوئے فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ۔ پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے فِيْهِمَا فَاكِهَةٌ ان دونوں باغوں میں پھل ہوں گے وَّنَخْلٌ کھجوریں ہوں گی وَّرُمَّانٌ اور انار ہوں گے فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ

پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے فِيهِنَّ خَيْرَاتٌ حِسَانٌ ان باغوں میں اچھی خصلت والی خوب صورت عورتیں ہوں گی فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے حُورٌ مَّقْصُورَاتٌ حوریں جو بند ہوں گی فِي الْخِيَامِ خیموں میں فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے لَمْ يَطْمِثْهُنَّ نہیں ہاتھ لگایا ان کو إِنسٌ قَبْلَهُمْ کسی انسان نے ان سے پہلے وَلَا جَانٌّ اور نہ کسی جن نے فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے مُتَّكِئِينَ ٹیک لگائے ہوئے ہوں گے عَلَىٰ رَفْرَفٍ گاؤ تکیے پر خُضْرٍ جو سبز رنگ کے ہوں گے وَعَبْقَرِيٍّ اور قالین ہوں گے حِسَانٍ بہت عمدہ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے تَبَارَكَ اسْمُ رَبِّكَ بڑی برکت والا ہے نام آپ کے رب کا ذِي الْجَلَالِ جو بزرگی والا ہے وَالْإِكْرَامِ اور عزت دینے والا ہے۔

پہلے بھی بیان ہو چکا ہے کہ عقل مند مخلوقات تین ہیں۔ ایک فرشتے، دوسرے جنات اور تیسرے انسان۔ فرشتے تو معصوم ہیں ان میں نیکی اور بدی کا مادہ نہیں ہے نہ وہ کھاتے ہیں نہ پیتے ہیں اور نہ ان میں جنسی خواہشات ہیں۔ جنات کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے آدم سے دو ہزار سال پہلے پیدا کیا اور زمین کی بادشاہی ان کے حوالے کی۔ انھوں نے وہ کچھ کیا جو کچھ آج انسان کر رہے ہیں۔ اس کے بیان کی ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ سب

کچھ تمہارے سامنے ہے اخبارات میں تم پڑھتے رہتے ہو۔ اس سے اندازہ لگاؤ کہ جنات کی حکومت کا کیا انجام ہوا ہوگا اور انھوں نے کتنا فتنہ وفساد برپا کیا ہوگا۔ کیونکہ ان میں شر کا مادہ انسان سے کہیں زیادہ ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے خلافت ارضی آدم علیہ السلام کو دی۔ انھوں نے ایک ہزار سال حکمرانی کی اور ان کی نسل در نسل میں حکمرانی چلتی آئی۔ آدم علیہ السلام کی موجودگی میں ان کے بیٹے قابیل نے ہابیل رحمہ اللہ تعالیٰ کو شہید کر دیا۔ تو فتنہ وفساد تو تھا مگر جنات سے کم تھا۔ اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے اکتیس (۳۱) مرتبہ خطاب کر کے فرمایا ہے کہ تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟ رب تعالیٰ نے تمہارے لیے زمین بنائی، آسمان بنایا، پھل میوے، اناج، تمہارے لیے پیدا فرمائے۔ ساتھ ہی جہنم کا نقشہ بھی سامنے رکھا کہ اگر ناشکری کرو گے تو دوزخ میں جلو گے، تھوہر کا درخت کھاؤ گے، زخموں کی پیپ پیو گے، آگ کے شعلے اور دھواں تمھیں اپنی لپیٹ میں لے گا اور جو آدمی اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈر گیا اس کے لیے دو باغ ہوں گے۔ ان باغوں کی وسعت کو ہم نہیں سمجھ سکتے۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ان باغوں میں جو محل ہوں گے ان کی دیواریں، چھتیں سونے کی ہوں گی۔ وہاں کرسیاں اور برتن بھی سونے کے ہوں گے۔ اگلی سورت میں آئے گا کہ تین گروہ ہوں گے۔ اصحاب الیمین اور اصحاب الشمال اور السابقون الاولون اُولٰٓئِكَ الْمُقَرَّبُوْنَ۔ مقربین کی اکثریت بغیر حساب وکتاب کے جنت میں جائے گی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت میں سے ستر ہزار بغیر حساب وکتاب کے جنت میں جائیں گے اور ان ستر ہزار میں سے ہر ایک کے ساتھ ایک ایک ہزار ہوگا۔ یہ بڑی تعداد بنتی ہے، جمع کر لو۔ ان شاء اللہ خیر

سلا ہے۔ اصحاب الیمین جن کو نامہ اعمال دائیں ہاتھ میں ملے گا ان کا ذکر ہے کہ ان کے لیے کیا ہوگا۔

فرمایا وَمِنْ دُوْنِهِمَا جَنَّتٰنِ اور ان دو باغوں کے علاوہ اور دو باغ ہیں فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے مُدْهَآمَّتٰنِ وہ دونوں باغ گہرے سبز ہوں گے۔ حضرت شاہ عبد القادر رحمۃ اللہ علیہ مُدْهَآمَّتٰنِ کا ترجمہ کرتے ہیں گہرے سبز جیسے سیاہ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟ فِیْهِمَا عَیْنٰنِ نَضَّاخَتٰنِ ان دو باغوں میں دو چشمے ہوں گے ابلتے ہوئے۔ جوش مار رہے ہوں گے، چشموں سے پانی جوش سے نکل رہا ہوگا فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟

پہلے یہ بات بیان ہو چکی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سامنے یہ سورت تلاوت کی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے خاموشی کے ساتھ سنی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جنات نے مجھے اپنی کانفرنس میں بلایا تھا ان کے سامنے میں نے یہ سورۃ پڑھی۔ جب میں نے یہ آیت پڑھی فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ تو جنات نے کہا لَا بِشَیْءٍ مِّنْ نِعْمَتِكَ رَبَّنَا نُكَذِّبُ وَلَكَ الْحَمْدُ "اے ہمارے پروردگار! ہم آپ کی کسی نعمت کو نہیں جھٹلاتے اور حمد تیرے ہی لیے ہے۔" فرمایا فِیْهِمَا فَاكِهَةٌ ان دونوں باغوں میں پھل ہوں گے وَّنَخْلٌ کھجوریں ہوں گی وَّرُمَّانٌ اور انار ہوں گے فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟ کھجوروں کی بے شمار قسمیں ہیں۔ مؤرخین کہتے ہیں کہ خیبر میں تقریباً دس ہزار قسم کی کھجوریں ہیں۔

آنحضرت ﷺ کے سامنے ایک صحابی نے خیبر کی لمبی لمبی کھجوریں پیش کیں تو آپ نے تعجب سے فرمایا اَکُلُّ تَمَرِ خَیْبَرَ هٰکَذَا ”کیا خیبر کی سب کھجوریں ایسی ہوتی ہیں۔“ کہنے لگا نہیں حضرت! یہ اعلیٰ قسم کی کھجور ہے اس میں گٹھلی برائے نام ہوتی ہے ہم جس کو تحفہ بھیجتے ہیں تو یہ کھجور بھیجتے ہیں۔ باوجود اس کے آنحضرت ﷺ عرب میں پیدا ہوئے مگر اس سے پہلے یہ کھجور نہیں دیکھی تھی۔ اور اناروں کی بھی بے شمار اقسام ہوں گی۔ اور یاد رکھنا! یہ کھجوریں اور انار وہاں نہیں ہیں تم نے یہاں سے ساتھ لے کر جانا ہے۔ یہ ہمارے اعمال ہی وہاں کے باغات ہیں، پھل اور میوے ہیں۔ ایک دفعہ الحمدللہ! پڑھنے سے ایک درخت لگ جاتا ہے، سبحان اللہ! کہا ایک درخت لگ گیا، اللہ اکبر! کہا ایک درخت لگ گیا۔

معراج والی رات آنحضرت ﷺ کی جہاں اور پیغمبروں کے ساتھ ملاقات ہوئی وہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ بھی ملاقات ہوئی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا اِقراء مِنّی اُمّتَکَ السَّلَامَ ”اے محمد! اپنی امت کو میری طرف سے سلام کہہ دینا علیه و علی نبینا و علی جمیع الانبیاء الصلوات والتسلیمات اور ان کو میرا یہ پیغام دے دینا کہ جنت کی زمین طَیِّبَۃٌ تربۃٌ بڑی عمدہ اور زرخیز زمین ہے وعذبۃ الماء اور پانی بڑا میٹھا ہے لیکن قیعان سفید میدان ہے۔ اس کے لیے درخت وہاں سے ساتھ لے کر آنے ہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب فرماتے ہیں کہ یہ قرآن کریم وہاں حوض کوثر کی شکل میں ہوگا۔ جو اس کو پڑھے گا اس پر عمل کرے گا اس کو حوض کوثر کا پانی پینا نصیب ہوگا۔ اور جس نے نہیں پڑھا اور نہیں سمجھا اسے فرشتے دھکے مار کر دور لے جائیں گے۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ کچھ لوگ حوض کوثر کی طرف آرہے ہوں گے فرشتے ان کو

دھکے مار کر پیچھے ہٹا رہے ہوں گے۔ میں کہوں گا اُصَیْحَابِی اُصَیْحَابِی میرے امتی معلوم ہوتے ہیں۔ پوچھا گیا حضرت کیسے پہچانو گے؟ فرمایا وضو والی جگہیں چمکیں گی سچوں کی چمک زیادہ ہوگی اور جھوٹوں کی چمک تھوڑی ہوگی میں اس چمک سے پہچان لوں گا فیقول الرب تبارك وتعالٰی بخاری شریف کی روایت ہے اللہ تعالیٰ فرمائیں گے اِنَّكَ لَا تَدْرِیْ مَا اَحْدَثُوْا بَعْدَكَ "آپ نہیں جانتے ان لوگوں نے آپ کے بعد کیا کیا بدعتیں گھڑی تھیں فَاَقُوْلُ سُحْقًا سُحْقًا میں فرشتوں کو کہوں گا دفع کرو ان کو میری نگاہوں سے دور کردو۔ اہل بدعت کو حوض کوثر سے پانی پینا نصیب نہیں ہوگا۔

فرمایا فِیْهِنَّ خَیْرٰتٌ حِسَانٌ ۔ خَیْرَات خِیْرَۃٌ کی جمع ہے اور حِسَان حَسِیْنَۃٌ کی جمع ہے۔ ان جنتوں میں اچھی خصلت والی خوب صورت عورتیں ہوں گی۔ شکل کے لحاظ سے بھی خوب صورت ہوں گی اور اخلاق کے اعتبار سے بھی خوب صورت ہوں گی۔ خوب صورت بھی ہوں گی اور خوب سیرت بھی ہوں گی فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟ حُوْرٌ مَّقْصُوْرٰتٌ فِی الْخِیَامِ ۔ خِیَام خَیْمَۃٌ کی جمع ہے۔ حوریں جو بند ہوں گی خیموں میں۔

بخاری شریف میں ہے خیمے موتیوں کے ہوں گے۔ موتی اندر سے کھوکھلے ہوں گے اور وہ مکان ساٹھ ساٹھ میل پر پھیلا ہوا ہوگا۔ اور جو کم از کم مکان ہوگا یعنی چھوٹے سے چھوٹا وہ تین فرسخ کا ہوگا۔ ایک فرسخ تین میل کا ہوتا ہے۔ گویا کہ چھوٹی کوٹھی نو میل کی ہوگی۔ ان میں کمرے ہوں گے اور ہر ہر کمرے میں ہر شے ہوگی۔ کسی شے کو کہیں اٹھا کر لے جانے کی ضرورت نہیں ہوگی۔ دنیا والی بیویاں بھی ساتھ ہوں گی اور یہ حوروں کی سردار ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ ان کو حسن بھی زیادہ دے گا۔ حوریں کہیں گی کہ ہم کستوری، عنبر،

کافور اور زعفران سے پیدا ہوئی ہیں لیکن تم خاکی ہو کر ہم سے درجہ لے گئی ہو؟ یہ کہیں گی کہ ہم نمازیں پڑھتی تھیں، روزے رکھتی تھیں، گرمی، سردی میں وضو کرتی تھیں اس وجہ سے ہمارا درجہ بلند ہوا ہے فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟ لَمْ یَطْمِثْھُنَّ اِنْسٌ قَبْلَھُمْ نہیں ہاتھ لگایا ان کو کسی انسان نے ان سے پہلے وَلَا جَآنٌّ اور نہ کسی جن نے ہاتھ لگایا ہے فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے مُتَّکِئِیْنَ عَلٰی رَفْرَفٍ۔ رفرف رَفْرَفَۃٌ کی جمع ہے بمعنٰی گاؤ تکیہ خُضْرٍ خضراء کی جمع ہے جس کا معنٰی ہے سبز۔ معنٰی ہوگا ٹیک لگائے ہوئے ہوں گے سبز رنگ کے تکیوں پر۔

عرب کا علاقہ خشک ہے عربیوں کو سبز رنگ بڑا مرغوب ہے (اس رنگ کو بڑا پسند کرتے ہیں) کیونکہ وہاں ہریالی بہت کم ہے۔ اسی لیے آنحضرت ﷺ کے روضہ اقدس کو بھی سبز رنگ کیا ہے۔ فرمایا وَّعَبْقَرِیٍّ حِسَانٍ اور قالین ہوں گے بہت عمدہ۔ عَبْقَرِیٌّ عَبْقَرِیَّۃٌ کی جمع ہے اس کا معنٰی ہے قالین۔ حسان کا معنٰی ہے عمدہ۔ دوسری جگہ سُرُرٌ کا لفظ بھی آتا ہے، آرام دہ کرسیوں پر ہوں گے۔ عَلَی الارائك کا لفظ بھی آتا ہے، آرام دہ کرسیاں۔ جس طرف گھماؤ گھوم جائیں فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟ تَبٰرَکَ اسْمُ رَبِّکَ ذِی الْجَلٰلِ بڑی برکت والا ہے نام آپ کے رب کا جو بزرگی والا ہے وَالْاِکْرَامِ اور عزت دینے والا ہے۔ صحیح معنوں میں جو مومن ہوں ان کو عزت دیتا ہے وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ یہ بھی رب تعالیٰ کی صفات ہیں کُلَّ یَوْمٍ ھُوَ فِیْ شَاْنٍ ہر روز وہ کسی نہ کسی معاملہ میں ہوتا ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

تفسیر

سورۃ الواقعہ

(مکمل)

جلد............۱۹

آیاتها ۹۶ ۵۶ سُوْرَةُ الْوَاقِعَةِ مَكِّيَّةٌ ۴۶ رکوعاتها ۳

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

اِذَا وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ ۝۱ لَيْسَ لِوَقْعَتِهَا كَاذِبَةٌ ۝۲ خَافِضَةٌ رَّافِعَةٌ ۝۳ اِذَا رُجَّتِ الْاَرْضُ رَجًّا ۝۴ وَّبُسَّتِ الْجِبَالُ بَسًّا ۝۵ فَكَانَتْ هَبَآءً مُّنْۢبَثًّا ۝۶ وَّكُنْتُمْ اَزْوَاجًا ثَلٰثَةً ۝۷ فَاَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ ۙ مَاۤ اَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ ۝۸ وَاَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ ۙ مَاۤ اَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ ۝۹ وَالسّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ ۝۱۰ اُولٰٓئِكَ الْمُقَرَّبُوْنَ ۝۱۱ فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ۝۱۲ ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ ۝۱۳ وَقَلِيْلٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ ۝۱۴ عَلٰى سُرُرٍ مَّوْضُوْنَةٍ ۝۱۵ مُّتَّكِئِيْنَ عَلَيْهَا مُتَقٰبِلِيْنَ ۝۱۶ يَطُوْفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ ۝۱۷ بِاَكْوَابٍ وَّاَبَارِيْقَ ۙ وَكَاْسٍ مِّنْ مَّعِيْنٍ ۝۱۸ لَّا يُصَدَّعُوْنَ عَنْهَا وَلَا يُنْزِفُوْنَ ۝۱۹

اِذَا وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ جس وقت واقع ہوگی واقع ہونے والی لَيْسَ لِوَقْعَتِهَا نہیں ہے اس کے واقع ہونے میں كَاذِبَةٌ جھوٹ خَافِضَةٌ پست کرنے والی ہے رَّافِعَةٌ بلند کرنے والی ہے اِذَا رُجَّتِ الْاَرْضُ جب ہلادی جائے گی زمین رَجًّا ہلایا جانا وَّبُسَّتِ الْجِبَالُ اور ریزہ ریزہ کردیئے جائیں گے پہاڑ بَسًّا ریزہ ریزہ کردینا فَكَانَتْ پس ہو جائیں گے پہاڑ هَبَآءً گردوغبار مُّنْۢبَثًّا اڑا ہوا وَّكُنْتُمْ اَزْوَاجًا ثَلٰثَةً

اور ہو جاؤ گے تم تین قسم پر فَاَصۡحٰبُ الۡمَیۡمَنَةِ پس دائیں ہاتھ والے مَاۤ اَصۡحٰبُ الۡمَیۡمَنَةِ کیا ہی اچھے ہیں دائیں ہاتھ والے وَاَصۡحٰبُ الۡمَشۡـَٔمَةِ اور بائیں ہاتھ والے مَاۤ اَصۡحٰبُ الۡمَشۡـَٔمَةِ کیا ہی بُرے ہیں بائیں ہاتھ والے وَالسّٰبِقُوۡنَ السّٰبِقُوۡنَ اور سبقت کرنے والے تو سبقت کرنے والے ہی ہیں اُولٰٓئِكَ الۡمُقَرَّبُوۡنَ یہی لوگ مقرب ہیں فِیۡ جَنّٰتِ النَّعِیۡمِ نعمتوں کے باغوں میں ہوں گے ثُلَّةٌ مِّنَ الۡاَوَّلِیۡنَ بڑی جماعت ہوگی پہلوں میں سے وَقَلِیۡلٌ مِّنَ الۡاٰخِرِیۡنَ اور تھوڑے ہوں گے پچھلوں میں سے عَلٰی سُرُرٍ ایسی کرسیوں پر ہوں گے مَّوۡضُوۡنَةٍ جو سونے کی تاروں سے بنی ہوئی ہوں گی مُّتَّكِـِٕیۡنَ عَلَیۡهَا ٹیک لگائے ہوئے ہوں گے ان کرسیوں پر مُتَقٰبِلِیۡنَ آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے یَطُوۡفُ عَلَیۡهِمۡ وِلۡدَانٌ پھریں گے ان پر بچے مُّخَلَّدُوۡنَ ہمیشہ رہنے والے بِاَكۡوَابٍ پیالے لے کر وَّاَبَارِیۡقَ اور جگ لے کر وَكَاۡسٍ اور پیالے مِّنۡ مَّعِیۡنٍ نتھری ہوئی صاف شراب کے لَّا یُصَدَّعُوۡنَ عَنۡهَا نہ سر درد میں مبتلا ہوں گے اس سے وَلَا یُنۡزِفُوۡنَ اور نہ وہ بدحواس ہوں گے۔

سورۃ کی وجہ تسمیہ اور قیامت کے متعدد نام :

اس سورت کا نام سورہ واقعہ ہے۔ لفظ واقعہ پہلی ہی آیت کریمہ میں موجود ہے۔ قیامت کے متعدد نام ہیں۔ ایک نام واقعہ بھی ہے، ایک نام رادفہ ہے، ایک نام الحاقہ

ہے، ایک نام القارعہ ہے۔ اس سورت میں قیامت کا ذکر ہے اور قیامت میں نیکوں اور بُروں کے ساتھ جو ہونا ہے اس کا ذکر ہے۔ احادیث میں آتا ہے کہ جو آدمی اس سورت کو رات کو پڑھے گا اس کے گھر میں فاقہ نہیں آئے گا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کوفے کے گورنر تھے مگر مالی حالت انتہائی کمزور تھی۔ اس وقت کے گورنر کو آج کل کے گورنروں پر قیاس نہ کرنا یہ تو سارا صوبہ لوٹ کر کھا جاتے ہیں۔ اُن کو ضرورت کے مطابق وظیفہ ملتا تھا، روزانہ کا آٹا اور دال وغیرہ۔ سال میں دو جوڑے کپڑوں کے ملتے تھے اور جوتا مل جاتا تھا۔ اگر بیمار ہوتے تو علاج کا خرچہ دیا جاتا تھا۔ بیت المال پر ان کا اتنا ہی حق ہوتا تھا۔ رشوت نہیں لیتے تھے اللہ تعالیٰ کے سچے بندے تھے۔ عام لوگوں سے افسروں کی دنیوی حالت کمزور ہوتی تھی۔ وہ اس حالت میں تجارت وغیرہ نہیں کر سکتے تھے حتی کہ اگر ان کے گھروں میں کوئی مہمان آجاتا تھا تو آپس میں مشورہ کرتے کہ ہم آج تھوڑا تھوڑا کھالیں گے کہ مہمان کا کھانا نکل آئے۔

سورۃ واقعہ کی فضیلت :

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیمار ہوئے تو حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ان کی تیمارداری کے لیے گئے۔ دیکھا کافی تکلیف ہے۔ فرمایا پریشان ہو؟ کہنے لگے حضرت اَخَافُ ذُنُوبِی اپنے گناہوں کی پریشانی ہے۔ فرمایا کس چیز کی امید رکھتے ہو؟ کہنے لگے اللہ تعالیٰ کی رحمت کی امید رکھتا ہوں۔ فرمایا اگر اجازت دیں تو میں آپ کی مالی امداد کر دوں۔ کہنے لگے حضرت! عوام بڑے سطحی ذہن کے ہوتے ہیں وہ سمجھیں گے کہ انھوں نے گورنری کی کسی مد سے پیسے لیے ہیں اگر میں گورنر نہ ہوتا تو آپ کا ہدیہ قبول کر لیتا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں آپ کی بچیوں کی خدمت کر دیتا ہوں (حضرت

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی لڑکیاں زیادہ تھیں بچہ ایک آدھ تھا) کہ آپ کے بعد بھوک سے نہ مریں۔ کہنے لگے حضرت! ان شاء اللہ تعالیٰ یہ بھوک سے نہیں مریں گی میں نے آنحضرت ﷺ سے سنا ہے کہ جو شخص رات کو سورۃ الواقعہ پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس کو بھوکا نہیں رکھے گا۔ اور میں نے اپنی بچیوں کو یہ سبق دیا ہے وہ یہ سورت پڑھتی ہیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں تمہارے لیے کوئی طبیب لے آؤں؟ کہنے لگے حضرت! طبیب ہی نے تو مجھے بیمار کیا ہوا ہے۔ کوئی پیش کش قبول نہ فرمائی۔ آنحضرت ﷺ کا فرمان حق ہے ان لوگوں کے عقائد بڑے پکے تھے، زبانیں صاف ہوتی تھیں ان کا پڑھنا کام آتا تھا۔ آج ہم سارا قرآن پڑھ جائیں تو کچھ اثر نہیں ہوتا اس لیے کہ ہماری زبانیں صاف نہیں ہیں ہماری خوراک صحیح نہیں ہے، عمل صحیح نہیں ہیں۔ دیکھو! ہر چیز کا ایک قاعدہ ہوتا ہے۔ قاعدے کے مطابق استعمال ہو تو نتیجہ سامنے آتا ہے۔ مثلاً: کارتوس ہے۔ اگر اس کو بندوق میں رکھ کر چلاؤ گے تو وہ اپنا اثر دکھائے گا اگر ویسے پھینک دو گے تو نہ پھٹے گا نہ کوئی اثر دکھائے گا۔ تو ہمارے اندر نقص اور کمزوریاں ہیں ورنہ قرآن کا اثر آج بھی وہی ہے۔

تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جو آدمی رات کو سورۃ واقعہ پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس کو فقر و فاقہ سے محفوظ فرمائے گا۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اِذَا وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ جس وقت واقع ہو گی واقع ہونے والی یعنی جب قیامت آئے گی لَيْسَ لِوَقْعَتِهَا كَاذِبَةٌ نہیں ہے اس کے واقع ہونے میں کوئی جھوٹ۔ کاذبۃ مصدر بھی آتا ہے اس کا معنیٰ ہے جھوٹ اور کاذبۃ اسم فاعل کا صیغہ بھی ہے۔ تو پھر معنیٰ ہو گا نفس کاذبۃ کوئی نفس جھٹلانے والا نہیں ہے، کوئی نفس اس کی تکذیب نہیں کر سکتا، قیامت حق ہے۔ خَافِضَةٌ وہ قیامت پست کرنے والی

ہے۔ مجرم لوگ جب قبروں سے نکلیں گے خَاشِعَةً اَبْصَارُهُم [المعارج: ۴۴] ''ان کی نگاہیں پست ہوں گی۔'' سر شرم کی وجہ سے جھکے ہوئے ہوں گے یَنْظُرُوْنَ مِنْ طَرْفٍ خَفِيٍّ [الشوریٰ: ۴۵] ''دیکھیں گے نیچی نگاہوں سے۔'' پھر دوزخ میں داخل ہوں گے۔ تو اس سے زیادہ پستی کیا ہوگی؟ رَّافِعَةٌ وہ قیامت بلند کرنے والی ہے۔ اس دن مومنوں کی گردنیں بلند ہوں گی، بلند نگاہوں سے دیکھ رہے ہوں گے اور جنت کا محل وقوع بھی بلندی پر ہے اور ان کی شان بھی بلند ہوگی۔ یہ کب ہوگا؟ اِذَا رُجَّتِ الْاَرْضُ رَجًّا جب ہلا دی جائے گی زمین ہلایا جانا۔ جس وقت زمین پر زلزلہ طاری کیا جائے گا ایسا زلزلہ کہ مکان تو مکان رہے وَّبُسَّتِ الْجِبَالُ بَسًّا اور ریزہ ریزہ کر دیئے جائیں گے پہاڑ ریزہ ریزہ کیا جانا۔ ہر شے برابر کر دی جائے گی کوئی اونچ نیچ نہیں رہے گی لَا تَرٰى فِيْهَا عِوَجًا وَّلَا اَمْتًا [طٰہٰ: ۱۰۷] ''نہیں دیکھے گا تو اس میں کوئی کجی اور نہ کوئی ٹیلا۔'' مشرق سے مغرب تک زمین کو ایسے ہموار کر دیا جائے گا کہ اگر کوئی مشرق سے انڈا لڑھکائے گا تو مغرب تک چلا جائے گا درمیان میں کوئی رکاوٹ نہیں ہوگی۔

تو فرمایا یہ پہاڑ ریزہ ریزہ کر دیئے جائیں گے فَكَانَتْ هَبَآءً مُّنْۢبَثًّا پس ہو جائیں گے پہاڑ گرد و غبار اڑایا ہوا۔ یہ بڑے بڑے مضبوط پہاڑ گرد و غبار کی طرح اڑتے پھریں گے۔ یہ نفخہ اولیٰ کے وقت ہوگا پھر چالیس سال کے بعد نفخہ ثانیہ ہوگا اسرافیل بگل پھونکیں گے وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَاِذَا هُمْ مِّنَ الْاَجْدَاثِ اِلٰى رَبِّهِمْ يَنْسِلُوْنَ [سورۃ یٰسین] ''پس پھونکا جائے گا صور میں پس وہ اچانک قبروں سے اٹھ کر اپنے پروردگار کی طرف دوڑیں گے۔'' اس وقت وَّكُنْتُمْ اَزْوَاجًا ثَلٰثَةً۔ ازواج زوج کی جمع ہے اور زوج کا معنٰی ہے قسم۔ اور ہو جاؤ گے تم تین قسم پر۔ اصولی طور پر آدمیوں کی تین قسمیں

ہوں گی فَاَصۡحٰبُ الۡمَیۡمَنَةِ پس دائیں ہاتھ والے۔ایک وہ ہوں گے جن کو نامہ اعمال دائیں ہاتھ میں ملے گا۔ان کی خوشی کی کوئی انتہا نہیں ہوگی۔لوگوں کو کہتے پھریں گے هَآؤُمُ اقۡرَءُوۡا كِتٰبِيَهۡ [الحاقہ:۱۹] ''میرا نامۂ اعمال پڑھ لو۔'' آج دنیا کے امتحان میں جو کامیاب ہو جاتا ہے وہ لڈو تقسیم کرتا ہے کہ میں کامیاب ہو گیا ہوں۔حالانکہ آخرت کے امتحان کے مقابلے میں اس کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔اللہ تعالیٰ تمام مومنوں کو آخرت کے امتحان میں کامیاب فرمائے۔

تو فرمایا فَاَصۡحٰبُ الۡمَیۡمَنَةِ پس دائیں ہاتھ والے مَاۤ اَصۡحٰبُ الۡمَیۡمَنَةِ کیا ہی اچھے ہیں دائیں ہاتھ والے۔ان کی تفصیل آگے آرہی ہے وَاَصۡحٰبُ الۡمَشۡـَٔمَةِ اور بائیں ہاتھ والے مَاۤ اَصۡحٰبُ الۡمَشۡـَٔمَةِ کیا ہی بُرے ہیں بائیں ہاتھ والے۔فرشتے پیچھے سے آکر بڑی بے پروائی سے بائیں ہاتھ میں نامہ اعمال پکڑائیں گے۔جب ان کو پرچہ ملے گا تو کہیں گے یٰلَیۡتَنِیۡ لَمۡ اُوۡتَ كِتٰبِيَهۡ [الحاقہ:۲۵] ''کاش کہ میرا اعمال نامہ مجھے نہ دیا جاتا یٰلَیۡتَهَا كَانَتِ الۡقَاضِيَةَ کاش کہ میں مر ہی جاتا۔'' مگر وہ تو موت نہیں ہے۔واویلا کریں گے،ٹکریں ماریں گے،کہیں گے اے پروردگار!ہمیں دنیا میں لوٹا دے تاکہ ہم نیک کام کریں۔مگر اس وقت کا چیخنا چلانا کسی کام نہیں آئے گا۔آج اللہ تعالیٰ نے ہر چیز سے آگاہ کر دیا ہے کہ نیکی کا کیا نتیجہ ہے اور بدی کا کیا نتیجہ ہے لہٰذا وقت سے فائدہ اٹھاؤ وقت ضائع نہ کرو۔باقی اگر کوئی نہ سمجھے تو وہ پاگل ہے یا اس غلط فہمی میں مبتلا ہے کہ ابھی تو میں جوان ہوں،تندرست ہوں،موت ابھی دور ہے،تو بے وقوف ہے۔موت ہر ایک کے لیے ہے۔بچوں کے لیے بھی ہے،جوانوں اور تندرستوں کے لیے بھی ہے ہر وقت موت کو پیش نظر رکھو۔

زیارتِ قبور :

اسی لیے حدیث پاک میں آتا ہے موت کو کثرت سے یاد کرو۔ آنحضرت ﷺ نے پہلے لوگوں کو قبرستان جانے سے **منع فرمایا تھا** کہ لوگ زمانہ جاہلیت میں کفر، شرک کرتے تھے جس طرح آج کل لوگ قبروں کا طواف کرتے ہیں، چڑھاوے چڑھاتے ہیں۔ کوئی چراغ جلاتا ہے، کوئی وہاں سے چیزیں اٹھا کر لاتا ہے برکت کے لیے۔ یہی خرافات اُس زمانے میں بھی تھیں تو آپ ﷺ نے قبرستان جانے سے منع فرمادیا تھا۔ جب لوگوں کے ذہن پختہ ہو گئے اور کفر، شرک کو سمجھ گئے، سنت، بدعت کا مفہوم سمجھ گئے تو آپ ﷺ نے فرمایا کُنْتُ نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ ''میں نے تمھیں قبروں کی زیارت سے منع کیا تھا اب میں تمھیں اجازت دیتا ہوں قبروں کے پاس جاؤ قبریں دیکھ کر تمھیں موت یاد آئے گی۔''

اور ایک روایت میں ہے کہ آخرت یاد آئے گی۔ لیکن آج ہمارے دل اتنے سخت ہو گئے ہیں کہ ہم قبرستان میں بیٹھ کر تاش کھیلتے ہیں اور خرافات کرتے ہیں موت یاد نہیں آتی، آخرت یاد نہیں آتی۔ یہ انتہائی خطرناک بات ہے ہمارے دل پتھروں سے بھی زیادہ سخت ہو گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ بچائے اور محفوظ رکھے۔

تو فرمایا بائیں ہاتھ والے کیا ہی بُرے ہیں بائیں ہاتھ والے۔ اب تیسرا گروہ:
وَالسّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ اور سبقت کرنے والے تو سبقت کرنے والے ہی ہیں۔ نیکیوں میں سبقت لے جانے والے تو نیکیوں میں سبقت ہی لے جانے والے ہیں أُولٰٓئِكَ الْمُقَرَّبُوْنَ یہی لوگ اللہ تعالیٰ کے ہاں مقرب ہیں۔ چونکہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے ہاں بڑے مقبول ہیں اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان کی خوبیاں پہلے بیان فرمائی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے

جومقرب بندے ہیں فِیْ جَنّٰتِ النَّعِیْمِ نعمتوں کے باغوں میں ہوں گے۔ یہ جو سابقون الاولون ہیں ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِیْنَ بڑی جماعت ہوگی پہلوں میں سے وَ قَلِیْلٌ مِّنَ الْاٰخِرِیْنَ اورتھوڑے ہیں پچھلوں میں سے۔ پہلے، پچھلوں سے کیامراد ہے؟

اوّلین اورآخرین کی تفسیر :

ایک تفسیر یہ کرتے ہیں کہ پہلے پیغمبروں کے صحابی مراد ہیں۔ صحابی کا درجہ بہت بلند ہے۔ وہ پہلی امتوں کے زیادہ ہوں گے آنحضرت ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم ان کی نسبت تھوڑے ہوں گے۔ آنحضرت ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی کل تعداد ڈیڑھ لاکھ پوری نہیں ہوتی مگر وہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ڈیڑھ لاکھ نہیں تھے ساری دنیا تھے (پوری دنیا پر حاوی ہونے کی صلاحیت رکھتے تھے)۔ انھوں نے جہاد کے ذریعے تعلیم اور تبلیغ کے ذریعے لوگوں کے دل پلٹ دیئے یعنی سبب بنے، پلٹنے والا تو اللہ تعالیٰ ہے۔

دوسری تفسیر یہ کرتے ہیں کہ اسی امت کے پہلے اور پچھلے مراد ہیں۔ حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ اسی کو ترجیح دیتے ہیں کہ اس امت کے پہلے دور کے لوگوں میں سابقین کی تعداد زیادہ ہے اور پچھلے دور کے لوگوں میں کم ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین اور تبع تابعین رحمۃ اللہ علیہم میں نیکیوں میں سبقت لے جانے والوں کی تعداد زیادہ ہے بہ نسبت بعد کے دور کے لوگوں کے یعنی ایمان میں، نیکیوں میں سبقت لے جانے والے تو قیامت تک ہوں گے مگر پہلے دور یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین اور تبع تابعین رحمۃ اللہ علیہم کے دور میں زیادہ ہیں۔

پہلے لوگوں کی نیکی کا یہ عالم تھا کہ اشراق سے فارغ ہو کر ناشتہ کرتے پھر دو رکعت صلوٰۃ الحاجت پڑھتے کہ میری نیکی صحیح ٹھکانے لگ جائے۔ دو تھیلے لے کر نکلتے۔ ایک میں

دینار ہوتے، سونے کا سکہ۔ اور ایک میں درہم ہوتے چاندی کا سکہ۔ اور دعا کرتے کہ اے پروردگار! آج مجھے کوئی زکوٰۃ کا حق دار مل جائے تاکہ میرا یہ فرض ادا ہو جائے۔ محلوں میں پھرتے، گلیوں اور بازاروں میں پھرتے، جس کو کمزور سمجھتے اسے کہتے بھائی جی! یہ میرے پاس زکوٰۃ کی رقم ہے اگر آپ مصرف ہیں تو لے لیں۔ وہ کہتا بھائی جی! میرے کپڑے میلے دیکھ کر مجھے زکوٰۃ کا مصرف نہ سمجھو میں تو خود زکوٰۃ دینے والا ہوں۔

اگر آج کا دور ہوتا تو وہ کہتا بڑی مہربانی زکوٰۃ کا مصرف میں ہی ہوں ساری رقم مجھے ہی دے دو۔ اللہ تعالیٰ کی پناہ! آج تو زکوٰۃ کی رقم سے گلیاں، نالیاں بنتی ہیں۔ حلال، حرام، جائز، ناجائز کی تمیز ہی ختم ہوگئی ہے۔

تو فرمایا مقربین کی جماعت پہلوں میں زیادہ ہوگی اور پچھلوں میں تھوڑی ہوگی عَلٰی سُرُرٍ مَّوْضُوْنَةٍ۔ سرر سریر کی جمع ہے اس کا معنٰی ہے کرسی۔ موضونہ کا معنٰی ہے سونے کی تاروں سے بنی ہوئی۔ پہلے چارپائیاں بان کی بنی ہوئی ہوتی تھیں اب نائیلون آگیا ہے۔ وہ سونے کی تاروں سے بُنی ہوئی ہوں گی۔ سونے کی تاروں سے بُنی ہوئی کرسیوں پر بیٹھے ہوں گے مُتَّكِـِٕيْنَ عَلَيْهَا ان کرسیوں پر ٹیک لگائے ہوئے ہوں گے مُتَقٰبِلِيْنَ آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے کسی کی کسی کی طرف پشت نہیں ہوگی۔ کیونکہ پیچھے بیٹھنے والا خفت محسوس کرتا ہے وہاں کسی کی خفت نہیں ہوگی يَطُوْفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ۔ ولدان ولد کی جمع ہے اس کا معنٰی ہے بچہ۔ پھریں گے ان پر بچے مُّخَلَّدُوْنَ جو ہمیشہ رہیں گے۔ اپنے جو چھوٹے بچے فوت ہوئے ہیں اور کافروں کے جو نابالغ بچے فوت ہوئے ہیں وہ بھی خدمت کریں گے اور وہاں کی مخلوق بھی ہوگی جیسے حوریں ہیں اسی طرح خوب صورت بچے بھی ہوں گے۔ کوئی اِدھر کو بھاگتا جائے گا کوئی

اُدھر کو بھاگتا جائے گا عجیب منظر ہوگا بِاَکْوَابٍ۔ کوب کی جمع ہے۔ ایسا برتن جس کی دستی نہ ہو، گلاس، پیالہ وغیرہ۔ پیالے، گلاس لے کر پھریں گے وَّاَبَارِیْقَ۔ یہ ابریق کی جمع ہے ایسا برتن جس کے پیچھے دستہ لگا ہوا ہو۔ جیسے جگ ہے، چینک ہے، کپ ہے کہ اس کو دستے سے پکڑ لیتے ہیں۔ تو معنیٰ ہوگا اور جگ لے کر پھریں گے وَکَاْسٍ مِّنْ مَّعِیْنٍ اور نتھری ہوئی شراب کے پیالے لے کر پھریں گے۔ خالص شراب ہوگی اس کی دو صفتیں ہوں گی لَّا یُصَدَّعُوْنَ عَنْهَا۔ صُدَاع کا معنیٰ ہے سر درد۔ اس شراب کے پینے سے سر درد میں مبتلا نہیں ہوں گے۔ دنیا کی شراب کے متعلق شرابی جانیں کیا حقیقت ہے؟ سنا ہے کہ اس کے پینے سے سر میں معمولی سا درد ہوتا ہے، وہاں نہیں ہوگا۔ امام بخاری صُدَاع کا معنیٰ کرتے ہیں وجع البطن، پیٹ درد، مروڑ۔ ممکن ہے دنیا کی شراب پینے سے پیٹ میں درد یا مروڑ ہوتا ہو لیکن وہاں کی شراب سے کوئی درد اور مروڑ نہیں ہوگا وَلَا یُنْزِفُوْنَ اور نہ وہ بدحواس ہوں گے۔ دنیا کی شراب پی کر لوگ بدحواس ہو جاتے ہیں، بکواس کرتے ہیں، گالیاں نکالتے ہیں، لڑتے جھگڑتے ہیں وہاں ایسا کوئی قصہ نہیں ہوگا۔ طاقت ہوگی، لذت اور سرور آئے گا۔

وَفَاكِهَةٍ مِّمَّا يَتَخَيَّرُونَ ﴿٢٠﴾ وَلَحْمِ طَيْرٍ مِّمَّا يَشْتَهُونَ ﴿٢١﴾ وَ
حُورٌ عِينٌ ﴿٢٢﴾ كَأَمْثَالِ اللُّؤْلُؤِ الْمَكْنُونِ ﴿٢٣﴾ جَزَاءً بِمَا كَانُوا
يَعْمَلُونَ ﴿٢٤﴾ لَا يَسْمَعُونَ فِيهَا لَغْوًا وَلَا تَأْثِيمًا ﴿٢٥﴾ إِلَّا قِيلًا سَلَامًا
سَلَامًا ﴿٢٦﴾ وَأَصْحَابُ الْيَمِينِ مَا أَصْحَابُ الْيَمِينِ ﴿٢٧﴾ فِي سِدْرٍ
مَّخْضُودٍ ﴿٢٨﴾ وَطَلْحٍ مَّنضُودٍ ﴿٢٩﴾ وَظِلٍّ مَّمْدُودٍ ﴿٣٠﴾ وَمَاءٍ مَّسْكُوبٍ ﴿٣١﴾
وَفَاكِهَةٍ كَثِيرَةٍ ﴿٣٢﴾ لَّا مَقْطُوعَةٍ وَلَا مَمْنُوعَةٍ ﴿٣٣﴾ وَفُرُشٍ مَّرْفُوعَةٍ ﴿٣٤﴾
إِنَّا أَنشَأْنَاهُنَّ إِنشَاءً ﴿٣٥﴾ فَجَعَلْنَاهُنَّ أَبْكَارًا ﴿٣٦﴾ عُرُبًا أَتْرَابًا ﴿٣٧﴾
لِّأَصْحَابِ الْيَمِينِ ﴿٣٨﴾ ثُلَّةٌ مِّنَ الْأَوَّلِينَ ﴿٣٩﴾ وَثُلَّةٌ مِّنَ الْآخِرِينَ ﴿٤٠﴾
وَأَصْحَابُ الشِّمَالِ مَا أَصْحَابُ الشِّمَالِ ﴿٤١﴾ فِي سَمُومٍ وَحَمِيمٍ ﴿٤٢﴾
وَظِلٍّ مِّن يَحْمُومٍ ﴿٤٣﴾ لَّا بَارِدٍ وَلَا كَرِيمٍ ﴿٤٤﴾ إِنَّهُمْ كَانُوا قَبْلَ
ذَٰلِكَ مُتْرَفِينَ ﴿٤٥﴾ وَكَانُوا يُصِرُّونَ عَلَى الْحِنثِ الْعَظِيمِ ﴿٤٦﴾

وَفَاكِهَةٍ اور پھل ہوں گے مِّمَّا يَتَخَيَّرُونَ جو وہ پسند کریں گے
وَلَحْمِ طَيْرٍ اور پرندوں کا گوشت مِّمَّا يَشْتَهُونَ جو وہ چاہیں گے
وَحُورٌ اور حوریں ہوں گی عِينٌ موٹی آنکھوں والیاں كَأَمْثَالِ اللُّؤْلُؤِ
موتیوں کی طرح الْمَكْنُونِ جو پردے میں چھپے ہوئے ہوں جَزَاءً بدلا
ہوگا بِمَا اس چیز کا كَانُوا يَعْمَلُونَ جو وہ عمل کرتے تھے لَا يَسْمَعُونَ
فِيهَا نہیں سنیں گے وہ اس جنت میں لَغْوًا بے ہودہ بات وَلَا تَأْثِيمًا

اور نہ کوئی گناہ میں ڈالنے والی بات اِلَّا قِيْلًا مگر یہی قول ہوگا سَلٰمًا سَلٰمًا
سلام سلام کا وَاَصْحٰبُ الْيَمِيْنِ اور دائیں ہاتھ والے مَآ اَصْحٰبُ الْيَمِيْنِ
کیا ہی خوب ہیں دائیں ہاتھ والے فِيْ سِدْرٍ بیریوں میں ہوں گے
مَّخْضُوْدٍ جو کانٹوں سے خالی ہوں گی وَّطَلْحٍ اور کیلے ہوں گے
مَّنْضُوْدٍ تہہ بہ تہہ وَّظِلٍّ مَّمْدُوْدٍ اور لمبے سائیوں میں ہوں گے وَّ
مَآءٍ مَّسْكُوْبٍ اور بہائے ہوئے پانی میں وَّفَاكِهَةٍ كَثِيْرَةٍ اور پھل
ہوں گے بہت سارے لَّا مَقْطُوْعَةٍ نہ وہ ختم ہوں گے وَّلَا مَمْنُوْعَةٍ
اور نہ روکے جائیں گے وَّفُرُشٍ اور بچھونے ہوں گے مَّرْفُوْعَةٍ
اونچے درجے کے اِنَّآ اَنْشَاْنٰهُنَّ بے شک ہم نے ان کو پیدا کیا ہے
اِنْشَآءً ایک قسم کا پیدا کرنا فَجَعَلْنٰهُنَّ پس ہم نے بنایا ان کو اَبْكَارًا
کنواریاں عُرُبًا محبت کرنے والیاں اَتْرَابًا ہم عمر لِّاَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ
دائیں ہاتھ والوں کے لیے ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ بڑی جماعت ہوگی پہلوں
میں سے وَثُلَّةٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ اور بڑی جماعت ہوگی پچھلوں میں سے
وَاَصْحٰبُ الشِّمَالِ اور بائیں ہاتھ والے مَآ اَصْحٰبُ الشِّمَالِ کیا ہی برے
ہیں بائیں ہاتھ والے فِيْ سَمُوْمٍ گرم آگ کی لو میں ہوں گے وَّ
حَمِيْمٍ اور گرم پانی میں ہوں گے وَّظِلٍّ مِّنْ يَّحْمُوْمٍ اور دھوئیں کے
سائے میں ہوں گے لَّا بَارِدٍ جو نہ ٹھنڈا ہوگا وَّلَا كَرِيْمٍ اور نہ آرام دہ

ہوگا اِنَّهُمْ كَانُوا قَبْلَ ذٰلِكَ بے شک تھے یہ لوگ اس سے پہلے (دنیا میں) مُتْرَفِيْنَ آسودہ حال وَكَانُوا يُصِرُّوْنَ اور اصرار کرتے تھے عَلَى الْحِنْثِ الْعَظِيْمِ بڑے گناہ پر۔

مقربین کے لیے انعامات :

مقربین کے لیے انعامات کا ذکر چلا آ رہا ہے۔فرمایا وَفَاكِهَةٍ مِّمَّا يَتَخَيَّرُوْنَ اور پھل ہوں گے جو وہ پسند کریں گے۔ان کے من پسند پھل انھیں مہیا کیے جائیں گے اور ان کے حاصل کرنے کے لیے ان کو کوئی تکلیف نہیں اٹھانی پڑے گی۔نہ وہ ختم ہوں گے اور نہ ہی ان کے استعمال سے روکا جائے گا وَلَحْمِ طَيْرٍ اور پرندوں کا گوشت ہوگا مِّمَّا يَشْتَهُوْنَ جو وہ چاہیں گے۔پرندوں کا گوشت،بھیڑ،بکری،اونٹ کی بہ نسبت زیادہ لذیذ ہوتا ہے۔تو سابقین کے لیے پرندوں کا من پسند گوشت بھی ہوگا۔

(دنیا کی ساری چیزیں ہوں اور دل بہلانے کے لیے کچھ نہ ہو تو زندگی بدمزہ ہوتی ہے۔ کسی شاعر نے کیا ہی خوب کہا ہے:

؎ گلگشت میں تب مزہ ہے کہ گل روح بھی ساتھ ہو
بے یار کو کیا ہے باغ و بہار سے

مرتب)

تو دل کی خوشی کا بھی انتظام ہوگا۔فرمایا وَحُوْرٌ عِيْنٌ اور حوریں ہوں گی موٹی آنکھوں والیاں جن سے جنت والے اپنا دل بہلائیں گے۔یہ جنت کی مخلوق ہوگی،کستوری،عنبر، کافور اور زعفران سے پیدا کی گئی ہوں گی۔ان کے حسن و جمال کا یہ عالم ہوگا كَأَمْثَالِ اللُّؤْلُؤِ الْمَكْنُوْنِ موتیوں کی طرح جو پردوں میں چھپے ہوئے ہوں،گرد و غبار سے

پاک۔ یہ چیزیں ان کو کیوں ملیں گی؟ فرمایا جَزَآءً بدلہ ہوگا بِمَا ان کاموں کا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ جو وہ کرتے تھے۔ چونکہ انھوں نے نیک کاموں میں سبقت کی اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان کو یہ بدلہ دیا۔

پھر جنت کی یہ خوبی ہے لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا نہیں سنیں گے جنت میں کوئی بے ہودہ بات۔ نہ وہاں کوئی جھگڑا، نہ گالی گلوچ، نہ کوئی دل آزاری کی بات ہوگی وَّلَا تَاْثِيْمًا اور نہ کوئی گناہ میں ڈالنے والی بات ہوگی۔ ایک یہ ہے کہ بندہ خود گناہ کرے اور ایک صورت یہ ہے کہ بندہ خود گناہ نہیں کرتا دوسرا اس کو گناہ گار کرتا ہے۔ وہاں یہ بات بھی نہیں ہوگی۔ اس کو آپ اس طرح سمجھیں کہ ایک آدمی خود تو جھوٹ نہیں بولتا لیکن ایسی مجلس میں بیٹھا ہے کہ جہاں جھوٹ بولا جا رہا ہے تو اس مجلس میں بیٹھنے کی وجہ سے یہ بھی گناہ گار ہے۔ چوں کہ جھوٹ کبیرہ گناہ ہے جھوٹ بولنے والے اس کو گناہ گار کر رہے ہیں۔ جنت میں یہ بات نہیں ہوگی۔

مسئلہ یہ ہے کہ جس مجلس میں گناہ ہو رہا ہو اُسے روکنا چاہیے۔ اگر منع کرنے کی طاقت نہیں ہے تو وہاں سے اٹھ کر چلے جائیں۔ اگر بیٹھے رہیں گے تو گناہ گار ہوں گے۔ مثلاً: کسی مجلس میں غیبت ہو رہی ہے تو غیبت کرنے والے کو منع کرو۔ اگر منع کرنے کی ہمت نہیں ہے تو وہاں سے اٹھ کر چلے جائیں۔ اسی طرح اگر کوئی کسی کو بُرا بھلا کہہ رہا ہے تو اس کو منع کرو اگر اس کو روکنے کی طاقت نہیں ہے تو وہاں سے چلے جاؤ۔ اگر وہاں بیٹھے رہو گے تو گناہ گار ہو جاؤ گے۔ رب تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ جہاں خلافِ شریعت باتیں ہو رہی ہوں تو وہاں نہ بیٹھو فَلَا تَقْعُدُوْا مَعَهُمْ "پس نہ بیٹھو تم ان کے ساتھ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖ یہاں تک کہ وہ گھس (مشغول) ہو جائیں کسی دوسری بات میں۔"

اگر ان خلاف شرع باتوں کے ہوتے ہوئے تم ان کے ساتھ بیٹھے رہے اِنَّكُمْ اِذًا مِّثْلُهُمْ [النساء: ۱۴۰] ''بے شک تم اس وقت ان جیسے ہو گے۔'' انھی کی طرح تم بھی گناہ گار سمجھے جاؤ گے۔

اسی آیت کریمہ کے پیش نظر فقہائے کرام رحمۃ اللہ علیہم فرماتے ہیں کہ باطل فرقوں کے پروگراموں میں جانا، جلسوں میں جانا، درست نہیں ہے۔ کیونکہ انھوں نے ضرور واہی تباہی باتیں کرنی ہیں تو ان کے پاس بیٹھنے والا انھی کی طرح گناہ گار ہوگا۔ ہاں! وہ آدمی جا سکتا ہے جو ان کی غلط باتوں کو سمجھ سکتا ہے تاکہ ان کی تردید کی جا سکے۔ کچے آدمیوں کو وہاں جانے کی اجازت نہیں ہے۔ البتہ مجبوری کا مسئلہ جدا ہے۔ مثلاً: ایک آدمی کو ہتھکڑی لگی ہوئی ہے اور گرفتار کرنے والے خلاف شرع باتیں کر رہے ہیں تو اس حالت میں یہ مجبور ہے کیونکہ قید میں ہے۔ اسی طرح اگر بس میں یا ویگن میں یا جہاز میں بیٹھا ہے اور انھوں نے گانے لگائے ہوئے ہیں اور منع کرنے سے بھی باز نہیں آتے تو مجبوری ہے اس لیے وہ گناہ گار نہیں ہوگا۔

تو فرمایا نہیں سنیں گے جنت میں کوئی بے ہودہ بات اور نہ گناہ میں ڈالنے والی بات اِلَّا قِيْلًا سَلٰمًا سَلٰمًا مگر یہی قول ہوگا سلام سلام کا۔ آپس میں ملیں گے سلام کریں گے، حوریں سلام کہیں گی، فرشتے سلام کہیں گے حتی کہ سَلٰمٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ الرَّحِيْمِ ''سلام کہا جائے گا رب رحیم کی طرف سے کہ اے جنتیو! تمھیں میری طرف سے سلام ہو۔''

اَصْحٰبُ الْيَمِيْنِ کا تذکرہ:

یہاں تک السّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ کا ذکر تھا۔ آگے دوسرا گروہ وَاَصْحٰبُ الْيَمِيْنِ مَآ

اَصۡحٰبُ الۡیَمِیۡنِ اور دائیں ہاتھ والے کیا ہی اچھے ہیں دائیں ہاتھ والے۔ کیا شان ہے ان کی فِیۡ سِدۡرٍ ایسی بیریوں کے درختوں کے سائے میں ہوں گے مَّخۡضُوۡدٍ جو کانٹوں سے خالی ہوں گی۔ ان کے کانٹے اترے ہوئے ہوں گے۔ دنیا کی بیریوں کے کانٹے ہوتے ہیں جنت کی بیریوں میں کانٹا نہیں ہوگا وَّ طَلۡحٍ اور کیلے ہوں گے مَّنۡضُوۡدٍ تہ بہ تہ۔ گچھوں کے گچھے ہوں گے وَّ ظِلٍّ مَّمۡدُوۡدٍ اور لمبے سائے ہوں گے وہ ان کے نیچے رہیں گے۔

روایات میں آتا ہے کہ ایک درخت ہے جس کا نام طوبیٰ ہے۔ اس کا اتنا لمبا سایہ ہوگا کہ تیز رفتار گھوڑا اس کے ایک کونے سے دوڑنا شروع کرے تو سو سال تک دوسرے کونے تک نہیں پہنچ سکے گا وَّ مَآءٍ مَّسۡکُوۡبٍ اور بہائے ہوئے پانی میں۔ سرزمین عرب میں سایہ، درخت اور پانی بڑی نعمتوں میں سے ہیں۔

احادیث میں آتا ہے کہ جنتی آدمی کے ہاتھ میں سونے کی لاٹھی ہوگی اس کے ساتھ پانی کو جس طرف اشارہ کرے گا وہ ادھر ہی بہنا شروع کر دے گا وَّ فَاکِہَۃٍ کَثِیۡرَۃٍ اور پھل ہوں گے بہت سارے مقدار میں۔ ان کی خصوصیات ہوں گی لَّا مَقۡطُوۡعَۃٍ نہ وہ ختم ہوں گے وَّ لَا مَمۡنُوۡعَۃٍ اور نہ وہ روکے جائیں گے۔ دنیا کے پھل موسمی ہیں موسم کے بعد ختم ہو جاتے ہیں جنت کے پھل ختم نہیں ہوں گے۔ جب کوئی دانہ توڑا جائے گا فوراً دوسرا لگ جائے گا۔ اور نہ ممنوع ہوں گے جب چاہو کھاؤ اور جہاں سے چاہو کھاؤ وَّ فُرُشٍ مَّرۡفُوۡعَۃٍ اور بچھونے ہوں گے عمدہ اونچے درجے کے اِنَّاۤ اَنۡشَاۡنٰہُنَّ بے شک ہم نے حوروں کو پیدا کیا ہے اِنۡشَآءً ایک خاص قسم کا پیدا کرنا۔ کسی کو کستوری سے، کسی کو عنبر سے، کسی کو کافور اور زعفران سے۔ وہ جنت کی مخلوق ہیں فَجَعَلۡنٰہُنَّ

اَبۡکَارًا پس بنایا ہم نے ان کو کنواریاں۔جب بھی خاوند ان کے پاس آئے گا کنواریاں ہی پائے گا تکلیف کوئی نہیں ہوگی عُرُبًا عروب کی جمع ہے۔ایسی عورت کو کہتے ہیں جو دل سے خاوند کے ساتھ محبت کرے۔ظاہری محبت ،وقت گزارنے والی نہیں دل سے محبت کرنے والیاں ہوں گی اَتۡرَابًا تِرۡبٌ کی جمع ہے۔اس کا معنیٰ ہے ہم عمر۔اس کا ایک مطلب یہ بیان کرتے ہیں کہ وہ حوریں ہم عمر ہوں گی اور یہ مطلب بھی بیان کرتے ہیں جن کو ملیں گی ان کی ہم عمر ہوں گی لِّاَصۡحٰبِ الۡیَمِیۡنِ یہ دائیں ہاتھ والوں کے لیے ہیں جن کو نامۂ اعمال دائیں ہاتھ میں ملے گا ثُلَّةٌ مِّنَ الۡاَوَّلِیۡنَ بڑی جماعت ہوگی پہلوں میں سے وَثُلَّةٌ مِّنَ الۡاٰخِرِیۡنَ اور بڑی جماعت ہوگی پچھلوں میں سے جن کو نامۂ اعمال دائیں ہاتھ میں ملے گا۔الحمدللہ! یہ پہلوں میں سے بھی بہت زیادہ ہوں گے اور پچھلے جو قیامت تک آنے والے ہیں ان میں سے بھی بہت زیادہ ہوں گے۔

اَصۡحٰبُ الشِّمَالِ کا تذکرہ :

آگے تیسرے طبقے کا ذکر ہے وَاَصۡحٰبُ الشِّمَالِ مَآ اَصۡحٰبُ الشِّمَالِ اور بائیں ہاتھ والے کیا ہی بُرے ہیں بائیں ہاتھ والے جن کو اعمال نامہ بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا۔کیا پوچھتے ہو کیا ہوں گے بائیں ہاتھ والے فِیۡ سَمُوۡمٍ گرم آگ کی لو میں ہوں گے جو مسامات میں داخل ہونے والی ہے۔دنیا کی آگ کی لُو میں لوہے تک ہر چیز پگھل جاتی ہے اور جہنم کی آگ تو اس سے اُنہتر گنا تیز ہے۔اس کی تیزی کی کیا حد ہوگی مارنے کے لیے تو اس کا ایک شعلہ ہی کافی ہے لیکن رب تعالیٰ فرماتے ہیں لَا یَمُوۡتُ فِیۡهَا وَلَا یَحۡیٰی [سورۃ الاعلیٰ: پارہ ۳۰] ''نہ مرے گا اس میں اور نہ زندہ رہے گا۔'' کیونکہ مر گیا تو پھر سزا کون بھگتے گا۔تو گرم آگ کی لو میں ہوں گے وَّحَمِیۡمٍ اور گرم پانی میں ہوں

گے۔کبھی تو گرم پانی میں گھسیٹا جائے گا اور کبھی سر پر ڈالا جائے گا کہ چمڑا سارا اتر جائے گا اور پینے کے لیے دیا جائے گا تو یشوی الوجوہ ہونٹ جل جائیں گے وَّظِلٍّ مِّنْ يَّحْمُوْمٍ اور دھوئیں کے سائے میں ہوں گے کہ سانس لینا مشکل ہوگا۔آج دنیا میں بھی دھواں زیادہ ہو تو آدمی وہاں سے بھاگتا ہے کہ سانس نہیں آتا اور وہ تو دوزخ کا دھواں ہوگا بڑا سخت لَّا بَارِدٍ جو نہ ٹھنڈا ہوگا وَّلَا كَرِيْمٍ اور نہ آرام دہ ہوگا کہ عزت ملے۔یہ کارروائی ان کے ساتھ کیوں ہوگی؟ فرمایا اِنَّهُمْ كَانُوْا قَبْلَ ذٰلِكَ مُتْرَفِيْنَ بے شک تھے وہ لوگ اس سے پہلے آسودہ حال دنیا میں۔ایمان اور عمل صالح کے بغیر جس نے دنیا میں جتنی آسائش اور آرام میں زندگی گزاری آخرت میں اتنا ہی تنگی میں رہے گا۔تو فرمایا یہ آسودہ حال تھے وَكَانُوْا يُصِرُّوْنَ عَلَى الْحِنْثِ الْعَظِيْمِ۔ حنث کا معنی ہے گناہ اور عظیم کا معنی ہے بڑا۔اور وہ تھے اصرار کرتے بڑے گناہ پر۔بڑے گناہ سے مراد شرک ہے۔شرک گناہوں میں سب سے بڑا ہے۔

حدیث پاک میں آتا ہے آنحضرت ﷺ سے پوچھا گیا اَيُّ ذَنْبٍ اَعْظَمُ "یعنی سب سے بڑا گناہ کون سا ہے؟ تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا اَنْ تَجْعَلَ لِلّٰهِ نِدًّا وَّهُوَ خَلَقَكَ کہ تو اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہرائے حالانکہ اس نے تجھے پیدا کیا ہے۔" لہٰذا اپنا عقیدہ پختہ رکھو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو مشکل کشا، حاجت روا، فریاد رس، دست گیر نہ مانو۔اللہ تعالیٰ کی صفت اللہ تعالیٰ کے سوا کسی میں نہیں ہے۔تو فرمایا یہ بڑے گناہ پر اصرار کرتے تھے۔

وَكَانُوْا يَقُوْلُوْنَ ۙ اَئِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ ۙ اَوَ اٰبَآؤُنَا الْاَوَّلُوْنَ ۝ قُلْ اِنَّ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ ۙ لَمَجْمُوْعُوْنَ ۙ اِلٰى مِيْقَاتِ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ۝ ثُمَّ اِنَّكُمْ اَيُّهَا الضَّآلُّوْنَ الْمُكَذِّبُوْنَ ۙ لَاٰكِلُوْنَ مِنْ شَجَرٍ مِّنْ زَقُّوْمٍ ۙ فَمَالِئُوْنَ مِنْهَا الْبُطُوْنَ ۚ فَشٰرِبُوْنَ عَلَيْهِ مِنَ الْحَمِيْمِ ۚ فَشٰرِبُوْنَ شُرْبَ الْهِيْمِ ۝ هٰذَا نُزُلُهُمْ يَوْمَ الدِّيْنِ ۝ نَحْنُ خَلَقْنٰكُمْ فَلَوْلَا تُصَدِّقُوْنَ ۝ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تُمْنُوْنَ ۝ ءَاَنْتُمْ تَخْلُقُوْنَهٗ اَمْ نَحْنُ الْخٰلِقُوْنَ ۝ نَحْنُ قَدَّرْنَا بَيْنَكُمُ الْمَوْتَ وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوْقِيْنَ ۙ عَلٰى اَنْ نُّبَدِّلَ اَمْثَالَكُمْ وَنُنْشِئَكُمْ فِيْ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝

وَكَانُوْا اور تھے وہ يَقُوْلُوْنَ کہتے اَئِذَا مِتْنَا کیا جب ہم مر جائیں گے وَكُنَّا تُرَابًا اور ہو جائیں گے مٹی وَّعِظَامًا اور ہڈیاں ءَاِنَّا کیا بے شک ہم لَمَبْعُوْثُوْنَ البتہ دوبارہ کھڑے کیے جائیں گے اَوَ اٰبَآؤُنَا الْاَوَّلُوْنَ کیا ہمارے اگلے باپ دادا بھی قُلْ آپ کہہ دیں اِنَّ الْاَوَّلِيْنَ بے شک پہلے وَالْاٰخِرِيْنَ اور پچھلے لَمَجْمُوْعُوْنَ البتہ جمع کیے جائیں گے اِلٰى مِيْقَاتِ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ایک مقرر دن کے وعدے پر ثُمَّ اِنَّكُمْ پھر بے شک تم اَيُّهَا الضَّآلُّوْنَ اے گمراہو الْمُكَذِّبُوْنَ جھٹلانے والو لَاٰكِلُوْنَ البتہ کھانے والے ہو گے مِنْ شَجَرٍ مِّنْ زَقُّوْمٍ

تھوہر کے درخت سے فَمَالِئُوْنَ مِنْهَا پس بھرنے والے ہو گے اس سے
الْبُطُوْنَ پیٹوں کو فَشٰرِبُوْنَ عَلَيْهِ پس پینے والے ہو گے اس پر مِنَ
الْحَمِيْمِ گرم پانی فَشٰرِبُوْنَ پس پینے والے ہو گے شُرْبَ الْهِيْمِ
پیاسے اونٹوں کی طرح پینا هٰذَا نُزُلُهُمْ یہ ان کی مہمانی ہو گی يَوْمَ الدِّيْنِ
بدلے والے دن نَحْنُ خَلَقْنٰكُمْ ہم نے تمھیں پیدا کیا ہے فَلَوْ
لَا تُصَدِّقُوْنَ پس تم کیوں نہیں تصدیق کرتے اَفَرَءَيْتُمْ پس بتلاؤ تم
مَّا تُمْنُوْنَ جو منی تم ٹپکاتے ہو ءَاَنْتُمْ تَخْلُقُوْنَهٗٓ کیا تم اس کو پیدا کرتے
ہو اَمْ نَحْنُ الْخٰلِقُوْنَ یا ہم پیدا کرنے والے ہیں نَحْنُ قَدَّرْنَا ہم نے
مقدر کی ہے بَيْنَكُمُ الْمَوْتَ تمہارے درمیان موت وَمَا نَحْنُ
بِمَسْبُوْقِيْنَ اور نہیں ہیں ہم عاجز آنے والے عَلٰٓى اَنْ اس بات پر
نُّبَدِّلَ اَمْثَالَكُمْ تبدیل کر دیں تمہاری طرح کے وَنُنْشِئَكُمْ اور تمھیں
پیدا کریں فِيْ مَا اس جہان میں لَا تَعْلَمُوْنَ جس کو تم نہیں جانتے۔

امت کے تین گروہ :

اس سورت میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے قیامت والے دن مخلوق کی تین قسموں کا بیان فرمایا۔ ایک وہ جو نیکیوں میں سبقت لے جانے والے۔ دوسرے وہ جن کو نامۂ اعمال دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا اور تیسرے وہ جن کو نامۂ اعمال بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا۔ پہلے دونوں گروہوں کا ذکر ہو چکا اب تیسرے گروہ کا ذکر جاری ہے جن کو نامۂ اعمال بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا۔

ان کے متعلق کل تم نے سنا کہ وہ بڑے گناہ پر اصرار کرتے تھے یعنی شرک سے باز آنے کے لیے تیار نہیں تھے اور کہتے کیا تھے وَكَانُوا يَقُولُونَ اور کہتے تھے أَئِذَا مِتْنَا کیا جب ہم مر جائیں گے وَكُنَّا تُرَابًا اور ہو جائیں گے مٹی، خاک ہو جائیں گے وَعِظَامًا اور ہڈیاں ہو جائیں گے ءَإِنَّا لَمَبْعُوثُونَ کیا بے شک ہم دوبارہ کھڑے کیے جائیں گے۔ گویا کہ ان کے نزدیک یہ بات بڑی مشکل تھی خاک ہو جانے کے بعد اور ہڈیوں کے ریزہ ریزہ ہو جانے کے بعد دوبارہ انسانوں کا بنانا أَوَآبَاؤُنَا الْأَوَّلُونَ کیا ہمارے اگلے باپ دادا جو پہلے گزر چکے ہیں وہ بھی دوبارہ کھڑے کیے جائیں گے۔

ماحول کا بڑا اثر ہوتا ہے۔ مشرکین عرب کا یہ عام ذہن بن چکا تھا اور یہی گفتگو ہوتی تھی اس کا ہر ایک پر اثر پڑتا تھا کیونکہ ماحول کا اثر ہوتا ہے چاہے وہاں ہونے والی گفتگو عقل کے خلاف کیوں نہ ہو۔

عقیدۂ تثلیث :

جیسے عیسائی کہتے ہیں کہ خدائی نظام تین سے چلتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات، حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ حضرت مریم علیہا السلام اور بعض حضرت مریم علیہا السلام کی جگہ حضرت جبرائیل علیہ السلام کو شامل کرتے ہیں۔ اس کو وہ تثلیث کہتے ہیں۔ قرآن پاک میں آتا ہے وَلَا تَقُولُوا ثَلَاثَةٌ [سورۃ النساء] ”اور نہ کہو تین خدا باز آجاؤ تین خدا کہنے سے یہ تمہارے لیے بہتر ہے إِنَّمَا اللَّهُ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ اللہ تعالیٰ ایک ہی معبود ہے۔“ ان سے جب کہا جاتا ہے کہ تمہاری کتابوں میں واضح طور پر توحید کا ذکر ہے تورات میں، انجیل میں، زبور میں اور تین کا عقیدہ تو توحید کے خلاف ہے تو کہتے ہیں التوحید فی التثلیث والتثلیث فی التوحید ”ایک تین میں ہے اور تین ایک میں ہیں۔“

بھائی! تین ایک ہوتے تو جب سے رب تعالیٰ کی ذات چلی آرہی ہے جبرائیل علیہ السلام بھی اس وقت سے ساتھ ہوتے، حضرت مریم علیہا السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی اس وقت سے ساتھ چلے آتے۔ رب تھا دوسرے دو تین تو نہیں تھے ان کو تو رب تعالیٰ نے بعد میں پیدا کیا پھر یہ رب تعالیٰ میں کیسے گڈمڈ ہوگئے۔ پھر ہم پوچھتے ہیں کہ جب ان کو پیدا نہیں کیا تھا اس وقت رب تعالیٰ کامل تھا یا ناقص تھا؟ اگر وہ کامل تھا اور یقیناً کامل تھا تو ان کے پیدا کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ میں کون سا نقص پیدا ہوگیا اور کون سی کمی آگئی کہ ان کو ساتھ گڈمڈ کرنا پڑ گیا۔ پھر تم کہتے ہو کہ عیسیٰ علیہ السلام کو سولی پر لٹکایا گیا۔ تو بتلاؤ کہ رب بھی ساتھ مر گیا تھا یا الگ ہوگیا تھا۔ کیا منطق ہے ایک تین اور تین ایک؟ ایک چار ہوتے ہیں؟ پانچ ہوتے ہیں؟ کہتے ہیں نہیں۔ تو پھر ایک تین کیسے ہوگئے؟ تمہاری عقل ماری گئی ہے۔ مگر ماحول کا اثر ہوتا ہے۔ ان کا ماحول ہے سارے یہی نظریہ رکھتے ہیں۔ اگر ماحول اچھا نہ ہو تو بندہ حق کو حق سمجھتے ہوئے بھی قبول نہیں کرتا۔

ان کا ماحول بنا ہوا تھا کہ جو مر گئے، خاک ہوگئے، ہڈیاں بوسیدہ ہوگئیں وہ دوبارہ نہیں اٹھائے جائیں گے۔ فرمایا قُلْ آپ ان سے کہہ دیں اِنَّ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ بے شک پہلے بھی اور پچھلے لَمَجْمُوْعُوْنَ البتہ جمع کیے جائیں گے اِلٰى مِيْقَاتِ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ایک مقرر دن کے وعدے پر۔ وہ معلوم ہے، قیامت کا ہے جب حضرت اسرافیل علیہ السلام بگل پھونکیں گے، میدان محشر برپا ہوگا اس وقت سارے اکٹھے کر دیئے جائیں گے اور سب کی آنکھیں کھل جائیں گی۔ بعض ملحد قسم کے لوگ یہ اعتراض کرتے ہیں کہ جن کو جلا دیا گیا، جن کو پرندے کھا گئے، درندے کھا گئے، مچھلیاں کھا گئیں، وہ کیسے آئیں گے؟ ان لوگوں کے ڈھکوسلے دیکھو! قرآن وسنت کے مقابلے میں۔ رب

تعالیٰ قادر مطلق ہے وہ ہر چیز پر قادر ہے اس کے لیے کوئی شے مشکل نہیں ہے۔

خوفِ خدا :

یہ روایت کئی دفعہ سن چکے ہو جو بخاری شریف اور مسلم شریف میں ہے کہ ایک گناہ گار بندے نے اپنے بیٹوں کو وصیت کی کہ مرنے کے بعد مجھے جلا کر میری ہڈیوں کو پیس دینا۔ پھر کچھ راکھ کو ہوا اور کچھ کو پانی میں بہا دینا۔ اولاد نے باپ کی وصیت پر عمل کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ہوا اور پانی کو حکم دیا کہ اس کی راکھ، سارے ذرات جمع کر دو۔ قدرت کاملہ سے وہ آدمی اچھا بھلا بندہ بن کر سامنے کھڑا ہو گیا۔ رب تعالیٰ نے فرمایا کہ تو نے یہ حرکت کیوں کی ہے؟ اس نے کہا کہ آپ کے ڈر کی وجہ سے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو معاف کر دیا۔ تو رب تعالیٰ کے لیے کون سی چیز مشکل ہے۔

تو فرمایا بے شک اگلے پچھلے سب جمع کیے جائیں گے ایک مقرر دن کے وعدے پر ثُمَّ اِنَّكُمْ اَيُّهَا الضَّآلُّوْنَ پھر بے شک تم اے گمراہو الْمُكَذِّبُوْنَ جھٹلانے والے رب تعالیٰ کی توحید کو، قیامت کو، پیغمبروں کو، اللہ تعالیٰ کی کتابوں کو، حق کو لَاٰكِلُوْنَ مِنْ شَجَرٍ مِّنْ زَقُّوْمٍ البتہ کھانے والے ہو تھوہر کے درخت کو عذاب کے طور پر۔ ان پر ایسی بھوک مسلط کی جائے گی کہ وہ اس کے کھانے پر مجبور ہوں گے۔

احادیث میں آتا ہے کہ کہ زانی مرد عورتوں کو پیشاب، پاخانہ اور منی کھلائی جائے گی اور یہ کھانے پر مجبور ہوں گے۔ احادیث اور تفسیروں میں آتا ہے کہ تھوہر کا درخت اتنا کڑوا ہوگا کہ اگر اس کا ایک قطرہ سمندر میں ڈال دیا جائے تو سارا سمندر کڑوا ہو جائے۔ اس سے اس کی کڑواہٹ کا اندازہ لگائیں۔ اور اتنا بدبودار ہوگا کہ اس کا ایک قطرہ دنیا میں پھینک دیا جائے تو مشرق سے لے کر مغرب تک اور شمال سے لے کر جنوب تک سب

جانور مر جائیں گے۔

فرمایا کھانے والے ہوں گے تھوہر کے درخت سے فَمَالِئُوْنَ مِنْهَا الْبُطُوْنَ۔ مَلَأَ کا معنٰی ہے بھرنا۔ پس بھرنے والے ہوں گے اپنے پیٹوں کو اس زقوم کے درخت سے۔ پھر بطور عذاب ان پر اتنی پیاس مسلط کی جائے گی کہ اس کو بجھانے کے لیے فَشٰرِبُوْنَ عَلَيْهِ مِنَ الْحَمِيْمِ پس پینے والے ہوں گے اس پر گرم پانی۔ وہ اس قدر گرم ہوگا کہ ہونٹ جل جائیں گے يَشْوِى الْوُجُوْهَ [سورۃ الکہف] اور وَهُمْ فِيْهَا كٰلِحُوْنَ [سورۃ المومنون] ''اور وہ اس میں بدشکل ہوں گے۔'' نیچے والا ہونٹ لٹک کر ناف تک چلا جائے گا اور اوپر والا پیشانی تک۔ بڑی عجیب شکل ہوگی اور وہ پانی مسلسل پئیں گے۔

سورہ ابراہیم آیت نمبر ۱۷ پارہ ۱۳ میں ہے يَتَجَرَّعُهٗ وَلَا يَكَادُ يُسِيْغُهٗ ''اس کو گھونٹ گھونٹ کر کے اتارے گا اور قریب نہیں ہے کہ اس کو حلق سے اتار سکے جو چند قطرے اندر جائیں گے۔'' فَقَطَّعَ اَمْعَآءَهُمْ [محمد: ۱۵] ''پس وہ کاٹ ڈالے گا ان کی آنتوں کو۔'' انتڑیاں ریزہ ریزہ ہو کر پاخانے کے راستے نکل جائیں گی۔ پھر فرشتے رب تعالیٰ کے حکم سے منہ کے راستے سے پیٹ میں ڈالیں گے۔ اللہ تعالیٰ بچائے ان عذابوں سے۔ اللہ تعالیٰ نے تو سب کچھ بتا دیا ہے کہ جنت میں یہ کچھ ہوگا اور دوزخ میں یہ کچھ ہوگا، میدان محشر میں یہ کچھ ہوگا آج تم سوچ لو، سمجھ لو۔ اسی لیے قرآن پاک پڑھنا، سمجھنا ضروری ہے۔

تو فرمایا پس پینے والے ہوں گے اس پر کھولتے ہوئے پانی کو فَشٰرِبُوْنَ شُرْبَ الْهِيْمِ هِيْم اَهْيَم کی جمع ہے اور اَهْيَم اس اونٹ کو کہتے ہیں جو بہت زیادہ پیاسا

ہو۔ جانوروں میں اونٹ سے بڑھ کر جفاکش جانور اور کوئی نہیں ہے۔ کئی کئی دن تک بھوک پیاس برداشت کر لیتا ہے اور پیاسا اونٹ جب پانی پر پہنچتا ہے تو پھر پانی پیتے وقت سانس بھی نہیں لیتا۔ تو اللہ تعالیٰ نے دوزخیوں کے پانی پینے کو پیاسے اونٹ کے ساتھ تشبیہ دی ہے کہ جس طرح پیاسے اونٹ پانی پیتے ہیں اسی طرح دوزخی بے تحاشا گرم پانی پئیں گے۔

ایک مسئلہ سمجھ لیں۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ دائیں ہاتھ سے کھاؤ اور دائیں ہاتھ سے پیو فَاِنَّ الشَّیْطٰنَ یَاْکُلُ وَ یَشْرَبُ بِشِمَالِہٖ ''بے شک شیطان بائیں ہاتھ سے کھاتا پیتا ہے۔'' اور پانی پیتے وقت تین سانس لو۔ پیالہ، گلاس منہ کے ساتھ لگاؤ، پیو پھر الگ کرلو، پھر پیو پھر الگ کرلو، پھر پیو۔ یہ مستحب اور سنت طریقہ ہے۔ اونٹ کی طرح ایک سانس میں نہ پیو۔ تو فرمایا پس پانی پینے والے ہوں گے پیاسے اونٹوں کی طرح ھٰذَا نُزُلُھُمْ یَوْمَ الدِّیْنِ یہ ان کی مہمانی ہوگی بدلے والے دن۔ چوں کہ وہ دوبارہ پیدا ہونے کو بڑا عجیب سمجھتے تھے اَءِذَا مِتْنَا وَکُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ ''کیا جب ہم مر جائیں گے اور خاک ہو جائیں گے اور ہڈیاں ہو جائیں گے کیا ہم دوبارہ اٹھائے جائیں گے۔'' تو اللہ تعالیٰ نے ان کو خاص انداز میں سمجھایا ہے۔

فرمایا نَحْنُ خَلَقْنٰکُمْ ہم نے تمھیں پیدا کیا ہے فَلَوْلَا تُصَدِّقُوْنَ پس تم کیوں نہیں تصدیق کرتے۔ مشرکین مکہ اللہ تعالیٰ کو خالق مانتے تھے اپنا بھی، آسمانوں اور زمینوں کا بھی، چاند، سورج، ستاروں کا بھی، پہاڑوں اور دریاؤں کا بھی خالق رب تعالیٰ کو مانتے تھے۔ تو جب وہ خالق ہے تو متصرف بھی ہے وہ موت دینے پر بھی قادر ہے اور موت دینے کے بعد دوبارہ زندہ کرنے پر بھی قادر ہے۔ تم بعث بعد الموت کی تصدیق

کیوں نہیں کرتے؟ اَفَرَءَیۡتُمۡ بتلاؤتم مَّا تُمۡنُوۡنَ جو منی تم ٹپکاتے ہو عورتوں کے رحم میں ءَاَنۡتُمۡ تَخۡلُقُوۡنَہٗۤ کیا تم اس کو پیدا کرتے ہو تم بچہ بناتے ہو اَمۡ نَحۡنُ الۡخٰلِقُوۡنَ یا ہم پیدا کرتے ہیں۔ وہ حقیر ذلیل پانی جو بدن سے شہوت کے ساتھ نکلتا ہے کہ اس کے نکلنے سے سارا بدن پلید ہو جاتا ہے **اور غسل** کے بغیر پاک نہیں ہوتا۔ یہ بتلاؤ اس پانی کے ٹپکانے سے بچہ تم پیدا کرتے ہو یا ہم پیدا **کرنے** والے ہیں۔ یہ تو روزمرہ کی بات ہے ہر آدمی سمجھ سکتا ہے اور مانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ پیدا کرتا ہے۔ تو اس کے لیے دوبارہ پیدا کرنا کون سا مشکل ہے۔ کیوں نہیں مانتے؟ اور سن لو نَحۡنُ قَدَّرۡنَا بَیۡنَکُمُ الۡمَوۡتَ ہم نے مقدر کی ہے تمہارے درمیان موت۔ کوئی بچپن میں مرجاتا ہے، کوئی جوانی میں، کوئی بڑھاپے میں، کوئی بیمار ہو کر، کوئی صحت میں، کوئی حادثے میں مرجاتا ہے یہ ہم نے مقدر کیا ہے۔ اور سن لو وَمَا نَحۡنُ بِمَسۡبُوۡقِیۡنَ اور نہیں ہیں ہم عاجز آنے والے۔ مسبوق پیچھے رہ جانے والے کو کہتے ہیں۔ مثلاً: نماز کھڑی ہوگئی اور امام نے دو رکعت پڑھا دیں اب جو آکر ملے گا وہ مسبوق ہوگا کہ باقی نمازی اس سے آگے نکل گئے ہیں۔ تو رب تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم مسبوق نہیں ہیں کہ تم ہم سے آگے نکل جاؤ اور ہم پیچھے رہ جائیں۔ ہمارے احکام سے تم آگے نکل جاؤ اور ہم عمل نہ کرا سکیں عَلٰۤی اَنۡ نُّبَدِّلَ اَمۡثَالَکُمۡ اس بات پر کہ تبدیل کر دیں تمہارے جیسے۔ یعنی تمہیں بندر اور خنزیر بنا دیں۔ بنی اسرائیل کی ایک قوم کو اللہ تعالیٰ نے احکام کی مخالفت کی وجہ سے بندر اور خنزیر بنایا تھا وَجَعَلَ مِنۡهُمُ الۡقِرَدَةَ وَالۡخَنَازِیۡرَ [المائدہ: ۶۰] ''اور بنایا ان میں سے بعض کو بندر اور خنزیر۔'' نوجوانوں کو بندر اور بوڑھوں کو خنزیر بنایا۔ تین دن کے بعد سب کو ختم کر دیا گیا اور یاد رکھنا! اس امت میں بھی بندر اور خنزیر بنیں گے۔

بخاری شریف اور مسند احمد کی روایت میں آتا ہے کہ آنحضرت ﷺ سے پوچھا گیا حضرت وہ کلمہ نہیں پڑھتے ہوں گے؟ فرمایا کلمہ کیا یُصَلُّوْنَ وَیَصُوْمُوْنَ وَیحجّوْنَ ''نمازیں بھی پڑھتے ہوں گے، روزے بھی رکھتے ہوں گے، حج بھی کرتے ہوں گے لیکن گانے سننے کے شوقین ہوں گے۔'' رات کو گانے سنتے سنتے سوئیں گے صبح کو بندر اور خنزیر بنے ہوئے ہوں گے۔ آج ہمارا حال سب کے سامنے ہے۔ مغربی قوموں نے مسلمانوں کا حلیہ بالکل بگاڑ کے رکھ دیا ہے، عقائد بگاڑ دیئے ہیں، اخلاق بگاڑ دیئے ہیں، مسلمان نہیں رہنے دیا۔ ایک وہ زمانہ تھا کہ تنہا ترکوں نے سارے یورپ کو پانچ سو سال تک آگے لگائے رکھا (محکوم رکھا) حالانکہ ترکوں کی کل تعداد اس وقت دو لاکھ بھی نہیں تھی۔ ان خبیث قوموں نے سوچا کہ مسلمان کو اگر مسلمان رہنے دیا تو یہ ہمارے قابو میں نہیں آئیں گے ان کے عقائد بگاڑ دو، تہذیب اور تمدن بگاڑ دو، اخلاق بگاڑ دو۔ انھوں نے ہمیں آج کچھ کا کچھ کر دیا ہے اور ہم بھی بڑے بے غیرت ہیں کہ ہم نے ان کی ساری حرکتیں قبول کر لی ہیں۔ ہم نے اپنی اصل وضع قطع، تہذیب، تمدن، نشست و برخاست ختم کر کے خود کو کافروں کے رنگ میں رنگ لیا ہے۔

تو فرمایا کہ ہم اس بات پر قادر ہیں کہ تبدیل کر دیں تمہارے جیسے وَنُنْشِئَكُمْ فِيْ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ اور تمھیں پیدا کر دیں اس امت میں جس کو تم نہیں جانتے۔ کہ تمھیں بندر اور خنزیر بنا دیں۔ اور دوسری تفسیر یہ کرتے ہیں کہ تمھیں ختم کر کے تمہاری جگہ دوسرے لوگ تبدیل کر دیں، تمہاری جگہ نئی مخلوق لے آئیں۔ اور تمھیں ایسی جگہ اٹھائیں کہ جس کو تم نہیں جانتے۔ اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے کہ وہ تمھیں دوسرے جہان میں زندہ کر کے اپنے سامنے کھڑا کر دے۔

وَ لَقَدْ عَلِمْتُمُ النَّشْاَةَ الْاُوْلٰى فَلَوْلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۶۲﴾ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تَحْرُثُوْنَ ﴿۶۳﴾ ءَاَنْتُمْ تَزْرَعُوْنَهٗۤ اَمْ نَحْنُ الزّٰرِعُوْنَ ﴿۶۴﴾ لَوْ نَشَآءُ لَجَعَلْنٰهُ حُطَامًا فَظَلْتُمْ تَفَكَّهُوْنَ ﴿۶۵﴾ اِنَّا لَمُغْرَمُوْنَ ﴿۶۶﴾ بَلْ نَحْنُ مَحْرُوْمُوْنَ ﴿۶۷﴾ اَفَرَءَيْتُمُ الْمَآءَ الَّذِيْ تَشْرَبُوْنَ ﴿۶۸﴾ ءَاَنْتُمْ اَنْزَلْتُمُوْهُ مِنَ الْمُزْنِ اَمْ نَحْنُ الْمُنْزِلُوْنَ ﴿۶۹﴾ لَوْ نَشَآءُ جَعَلْنٰهُ اُجَاجًا فَلَوْلَا تَشْكُرُوْنَ ﴿۷۰﴾ اَفَرَءَيْتُمُ النَّارَ الَّتِيْ تُوْرُوْنَ ﴿۷۱﴾ ءَاَنْتُمْ اَنْشَاْتُمْ شَجَرَتَهَآ اَمْ نَحْنُ الْمُنْشِـُٔوْنَ ﴿۷۲﴾ نَحْنُ جَعَلْنٰهَا تَذْكِرَةً وَّ مَتَاعًا لِّلْمُقْوِيْنَ ﴿۷۳﴾ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ ﴿۷۴﴾ ع ۳ ۱۵

وَلَقَدْ اور البتہ تحقیق عَلِمْتُمْ تم جانتے ہو النَّشْاَةَ الْاُوْلٰى پہلی پیدائش کو فَلَوْلَا تَذَكَّرُوْنَ پس تم کیوں نہیں نصیحت حاصل کرتے اَفَرَءَيْتُمْ بھلا دیکھو مَّا تَحْرُثُوْنَ جس کو تم بوتے ہو ءَاَنْتُمْ تَزْرَعُوْنَهٗۤ کیا تم اس کو اگاتے ہو اَمْ نَحْنُ الزّٰرِعُوْنَ یا ہم اگانے والے ہیں لَوْ نَشَآءُ اگر ہم چاہیں لَجَعَلْنٰهُ البتہ ہم کر دیں اس کو حُطَامًا چورا چورا فَظَلْتُمْ پس لگ جاؤ تم تَفَكَّهُوْنَ باتیں کرنے اِنَّا لَمُغْرَمُوْنَ بے شک ہم تاوان کے نیچے آگئے ہیں بَلْ نَحْنُ مَحْرُوْمُوْنَ بلکہ ہم محروم ہو گئے ہیں اَفَرَءَيْتُمُ الْمَآءَ بھلا دیکھو وہ پانی الَّذِيْ تَشْرَبُوْنَ جو تم پیتے ہو ءَاَنْتُمْ اَنْزَلْتُمُوْهُ کیا تم نے اتارا ہے اس کو مِنَ الْمُزْنِ بادلوں سے اَمْ

نَحْنُ الْمُنْزِلُوْنَ یا ہم اتارنے والے ہیں لَوْ نَشَآءُ اگر ہم چاہیں جَعَلْنٰهُ اُجَاجًا کردیں ہم اس کو نمکین فَلَوْلَا تَشْكُرُوْنَ پس کیوں نہیں تم شکرادا کرتے اَفَرَءَيْتُمُ بھلا دیکھو تم النَّارَ الَّتِيْ وہ آگ تُوْرُوْنَ جس کو تم جلاتے ہو ءَاَنْتُمْ اَنْشَاْتُمْ شَجَرَتَهَآ کیا تم نے پیدا کیا ہے اس کا درخت اَمْ نَحْنُ الْمُنْشِئُوْنَ یا ہم پیدا کرنے والے ہیں نَحْنُ جَعَلْنٰهَا ہم نے بنایا اس کو تَذْكِرَةً نصیحت کے لیے وَّمَتَاعًا اور فائدے کی چیز لِّلْمُقْوِيْنَ مسافروں کے لیے فَسَبِّحْ پس آپ تسبیح بیان کریں بِاسْمِ رَبِّكَ اپنے رب کے نام کی الْعَظِيْمِ جو بڑا ہے۔

منکرین قیامت کا شبہ :

منکرین قیامت کا یہ شبہ تھا کہ اَئِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ ”کیا جب ہم مر جائیں گے اور خاک اور ہڈیاں ہو جائیں گے کیا ہم دوبارہ اٹھائے جائیں گے یا ہمارے اگلے باپ دادا“ اللہ تعالیٰ نے ان کے شبہ کا رد کیا اور فرمایا ہم نے تمھیں پیدا کیا ہے ہماری بات کو تم کیوں نہیں مانتے کہ تمھیں دوبارہ بھی پیدا کیا جائے گا۔ اسی سلسلے میں مزید دلائل بیان فرمائے ہیں۔

فرمایا وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ النَّشْاَةَ الْاُوْلٰى اور البتہ تحقیق تم جانتے ہو پہلی پیدائش کو۔ تم پیدا ہوئے تھے، بچے تھے، پھر جوان ہوئے، پھر بوڑھے ہوئے، یہ وجود تمھیں رب تعالیٰ نے عطا کیا ہے فَلَوْلَا تَذَكَّرُوْنَ پس تم کیوں نہیں نصیحت حاصل کرتے۔ وہی رب تمھیں دوبارہ بھی پیدا کر سکتا ہے یا پہلی پیدائش کا تم انکار کرو کہ ہمیں رب تعالیٰ نے

پیدا نہیں کیا۔ حقیر قطرے سے تمھیں کیسا خوب صورت انسان بنایا ہے؟ یہ سب کچھ مانتے ہو دوبارہ پیدا کرنے کو نہیں مانتے ۔ مان لو دوبارہ بھی پیدا ہونا ہے۔ اور دلیل: فرمایا اَفَرَءَیْتُمْ مَّا تَحْرُثُوْنَ بھلا دیکھو جس کو تم بوتے ہو جو تم کھیتی باڑی کرتے ہو زمین میں تم دانے بوتے ہو ءَاَنْتُمْ تَزْرَعُوْنَهٗٓ کیا تم اس کو اگاتے ہو اَمْ نَحْنُ الزّٰرِعُوْنَ یا ہم اگاتے ہیں۔ فصلیں زمین سے کون پیدا کرتا ہے، سبزیاں کون اگاتا ہے، درخت کون پیدا کرتا ہے؟ یہ ساری باتیں تم مانتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کرتا ہے۔ تو وہ ذات جو پہلی مرتبہ پیدا کرسکتی ہے دوبارہ پیدا نہیں کرسکتی یہ کیوں نہیں مانتے ؟ اور سنو! لَوْ نَشَآءُ لَجَعَلْنٰهُ حُطَامًا اگر ہم چاہیں تو البتہ کردیں اس کو چورا چورا۔ دانے لگنے سے پہلے پہلے ہم اس کو تباہ کردیں ہم قادر ہیں سب کچھ کرسکتے ہیں فَظَلْتُمْ تَفَكَّهُوْنَ پس لگ جاؤ تم باتیں کرنے، تعجب کرنے لگ جاؤ۔ تَفَكُّه کا معنٰی تعجب کرنا۔ کیا باتیں کروگے کیا تعجب کروگے اِنَّا لَمُغْرَمُوْنَ بے شک ہم تاوان کے نیچے آگئے ہیں۔ اس سال بیج بھی گیا، محنت بھی گئی، نفع کے بجائے اصل بھی ضائع ہوگیا، نقصان ہوگیا تاوان کے نیچے آگئے۔

(اکثر کسان، آڑھتیوں سے رقم لے کر کاشت کرتے ہیں تو کھیتی تو ہوئی نہ، تاوان کے نیچے آگئے۔ مرتب) اور یہ کہوگے بَلْ نَحْنُ مَحْرُوْمُوْنَ بلکہ ہم محروم ہوگئے ہیں اس فصل سے کوئی شے ہمارے ہاتھ نہ آئی۔ اچھا اور دلیل سنو! اَفَرَءَیْتُمُ الْمَآءَ الَّذِیْ تَشْرَبُوْنَ بھلا دیکھو وہ پانی جو تم پیتے ہو ءَاَنْتُمْ اَنْزَلْتُمُوْهُ مِنَ الْمُزْنِ ۔ مُزْنٌ مُزْنَةٌ کی جمع ہے اور مُزْنَةٌ کا معنٰی ہے بادل۔ معنٰی ہوگا یا تم نے اتارا ہے اس پانی کو بادلوں سے اَمْ نَحْنُ الْمُنْزِلُوْنَ یا ہم اتارنے والے ہیں۔ ہمارے علاقوں میں تو الحمد للہ! پانی کی فراوانی ہے ان علاقوں میں جاؤ جہاں پانی کی قلت ہے پھر تمھیں احساس ہوگا اور

پانی کی قدر معلوم ہوگی۔

ہم چمن سے قندھار جا رہے تھے تقریباً چالیس میل کے علاقے تک ہمیں کوئی پودا بھی نظر نہیں آیا۔ زمین سڑی ہوئی، پتھر سڑے ہوئے۔ نماز کا وقت ہوگیا بعض ساتھیوں نے وضو کرنا تھا تو ڈرائیور نے کہا کہ تقریباً پندرہ میل آگے جا کر تھوڑا سا پانی ملے گا۔ ان علاقوں میں لوگ آج بھی پانی کو ترستے ہیں اور بارش کے پانی پر گزارا کرتے ہیں۔ جانور بھی وہی پیتے ہیں، اسی سے غسل کرتے ہیں خود بھی وہی پیتے ہیں۔ اور پاکستان میں بھی ایسے علاقے موجود ہیں کہ جہاں زمین میں پانی بہت گہرا ہے۔ غریب لوگ نہیں نکال سکتے۔ وہ بارشی پانی پر گزارا کرتے ہیں۔ بارشی پانی کو تالابوں میں جمع کرتے ہیں جانور بھی وہیں سے پیتے ہیں اور انسان بھی۔

تو فرمایا تم نے اتارا ہے بادلوں سے پانی یا ہم اتارنے والے ہیں لَوْ نَشَآءُ جَعَلْنٰهُ اُجَاجًا اگر ہم چاہیں کر دیں اس کو نمکین۔ ڈیرہ اسماعیل خان، ڈیرہ غازی خان اور فیصل آباد کے بعض علاقوں میں آج بھی پانی نمکین اور کڑوا ہے۔ وضو کے لیے منہ میں ڈالیں تو کافی دیر تک منہ کڑوا رہتا ہے لوگ مجبوراً استعمال کرتے ہیں۔ اگر اس پانی سے غسل کریں اور سر پر صابن لگائیں تو وہ پانی سر سے صابن نہیں نکالتا۔ ہم پر تو اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل و کرم ہے وافر پانی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے پانی بڑی نعمت ہے۔ اور نعمت کی قدر اس وقت ہوتی ہے کہ جب آدمی اس نعمت سے محروم ہو فَلَوْلَا تَشْكُرُوْنَ پس کیوں نہیں تم شکر ادا کرتے اے نادانو! اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا۔ اپنی پیدائش کو دیکھو اور اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کے احسانات کو دیکھو پھر اپنی ناشکری پر غور کرو۔ اللہ تعالیٰ نے یہ فصلیں تمہارے لیے پیدا کی ہیں ان کے لیے پانی کا انتظام بھی اللہ تعالیٰ نے کیا ہے جس نے یہ

سب کچھ تمہارے لیے کیا ہے اس کا شکر بھی ادا کرو تمھیں اپنی پیدائش کا مقصد ہی معلوم نہیں۔ یہ سب کچھ تمھارے لیے پیدا کیا گیا ہے اور تم کس کے لیے پیدا کیے گئے ہو؟ تم نے بھینس رکھی ہوئی ہے تم اس کو چارا ڈالتے ہو، پانی پلاتے ہو، نہلاتے ہو، دھوپ سائے میں باندھتے ہو اگر وہ بگڑ جائے اور دودھ نہ دے پھر تم اس کو ڈنڈے مارتے ہو۔ گائے بھینس کو تم نے پیدا تو نہیں کیا پیدا تو رب تعالیٰ نے کیا ہے اور موت وحیات کا مالک بھی وہی ہے تم صرف مجازی مالک ہو لیکن تمہاری مرضی کے مطابق نہ چلے تو چھتر ول کرتے ہو، ڈنڈے مارتے ہو۔ اے بندے! ذرا سوچ تو سہی رب تعالیٰ نے تجھے پیدا کیا اور کئی قسم کی نعمتیں تیرے اوپر بہادیں لیکن تو اس کی نافرمانی کرتا ہے پانچ وقت نماز نہیں پڑھتا، روزہ نہیں رکھتا، حلال وحرام کی تمیز نہیں کرتا تو رب تعالیٰ کی بھی لاٹھی ہے یا نہیں؟ وہ مارے گا تو کیا حشر ہوگا؟ سوچو تو سہی آنکھیں بند ہونے کی دیر ہے سب پتا چل جائے گا۔

اور دلیل: اَفَرَءَيْتُمُ النَّارَ الَّتِيْ تُوْرُوْنَ بھلا دیکھو وہ آگ جس کو تم جلاتے ہو ءَاَنْتُمْ اَنْشَاْتُمْ شَجَرَتَهَآ کیا تم نے پیدا کیا ہے اس کا درخت اَمْ نَحْنُ الْمُنْشِـُٔوْنَ یا ہم پیدا کرنے والے ہیں۔ عرب میں اور درخت بھی ہوں گے لیکن تین درختوں کا نام تفسیروں میں آتا ہے۔ مدح، کرخ، عفار۔ ان کی سبز ٹہنیاں ایک دوسرے پر رگڑنے سے آگ پیدا ہوتی تھی اور اس سے وہ لوگ اپنا نظام چلاتے تھے۔ سفر پر جاتے تو سبز ٹہنیاں کپڑوں میں لپیٹ کر رکھ لیتے تھے جہاں ضرورت پڑتی استعمال کرتے، آگ جلاتے۔ تو جس ذات نے سبز ٹہنیوں سے آگ پیدا کی ہے وہ تمھیں دوبارہ پیدا کرنے پر قادر نہیں ہے؟

چنانچہ سورہ یٰسین پارہ ۲۳ میں ہے اَوَلَمْ يَرَ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ نُّطْفَةٍ

''کیا نہیں دیکھا انسان نے کہ بے شک ہم نے پیدا کیا ہے اس کو ایک حقیر قطرے سے فَاِذَا هُوَ خَصِیْمٌ مُّبِیْنٌ پس اچانک وہ بڑا جھگڑا کرنے والا ہے وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا اور ہمارے لیے مثالیں بیان کرتا ہے وَّنَسِیَ خَلْقَهٗ اور بھول گیا ہے اپنی پیدائش کو قَالَ کہتا ہے مَنْ یُّحْیِ الْعِظَامَ وَهِیَ رَمِیْمٌ کون زندہ کرے گا وہ ہڈیوں کو حالانکہ وہ بوسیدہ ہو چکی ہوں گی قُلْ آپ فرمادیں یُحْیِیْهَا الَّذِیْۤ وہ زندہ کرے گا ان کو اَنْشَاَهَاۤ اَوَّلَ مَرَّةٍ جس نے پیدا کیا ان کو پہلی مرتبہ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِیْمٌ اور وہ ہر پیدائش کو خوب جانتا ہے الَّذِیْ وہ جَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الشَّجَرِ الْاَخْضَرِ نَارًا جس نے بنائی تمہارے لیے سبز درخت سے آگ فَاِذَاۤ اَنْتُمْ مِّنْهُ تُوْقِدُوْنَ پس اچانک تم اس آگ کو جلاتے ہو، سلگاتے ہو۔ ان نادانوں سے پوچھو اَوَلَیْسَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ کیا نہیں ہے وہ ذات جس نے پیدا کیا آسمانوں کو اور زمین کو بِقٰدِرٍ عَلٰۤى اَنْ یَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ قادر اس بات پر کہ وہ پیدا کرے ان جیسے بَلٰى کیوں نہیں وہ قادر ہے وَهُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِیْمُ اور وہ بڑا پیدا کرنے والا اور سب کچھ جاننے والا ہے۔''

تو فرمایا بھلا دیکھو وہ آگ جس کو تم جلاتے ہو کیا تم نے پیدا کیا ہے اس کا درخت یا ہم اس کو پیدا کرنے والے ہیں نَحْنُ جَعَلْنٰهَا تَذْكِرَةً ہم نے اس درخت کو نصیحت بنایا ہے تمہارے لیے کہ درخت سبز ہیں تو ان سے آگ نکلتی ہے اور اگر خشک ہو جائیں تو نہیں نکلتی۔ یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت تمھیں سمجھ نہیں آتی۔ خدا کی قدرت سمجھنے کے لیے بہت کچھ ہے وَّمَتَاعًا لِّلْمُقْوِیْنَ۔ مقوین کا مادہ قِیٌّ ہے ایسا علاقہ جہاں نہ گھاس ہو نہ پانی۔ مسافروں کو ایسے علاقے بھی طے کرنے پڑتے تھے۔ تو لفظی ترجمہ ہوگا ایسا علاقہ

طے کرنے والے جہاں نہ گھاس ہے نہ پانی ان کے لیے سامان ہے فائدہ اٹھانے کے لیے۔ پھر لازمی ترجمہ کرتے ہیں۔ فائدہ اٹھانے کے لیے ہے مسافروں کے لیے۔ کہ مسافر لوگ وہ سبز ٹہنیاں اپنے پاس رکھ لیتے تھے جہاں ضرورت پڑتی تھی ان کو آپس میں رگڑ کر آگ جلا لیتے تھے فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ پس آپ تسبیح بیان کریں اپنے رب کے نام کی جو بڑا ہے، بڑی عظمتوں والا ہے۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ احب الکلام الی اللہ سبحان اللہ و بحمدہ ''اللہ تعالیٰ کو یہ کلام بہت محبوب ہے سبحان اللہ وبحمدہ۔'' یہ بخاری شریف کی آخری روایت ہے۔ دو کلمے ہیں اللہ تعالیٰ کو بہت پیارے ہیں زبان پر بہت ہلکے ہیں ترازو میں بڑے وزنی ہیں جب قیامت والے دن تولے جائیں گے تو بڑے وزنی نکلیں گے۔ اک کلمہ ہے سُبْحَانَ اللّٰهِ وَ بِحَمْدِهٖ اور دوسرا کلمہ ہے سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْم۔ ان کو ہر حال میں پڑھ سکتے ہو اٹھتے، بیٹھتے، جاگتے، وضو ہو یا نہ ہو۔ عورتیں ان دنوں میں پڑھ سکتی ہیں جن دنوں میں انھوں نے نماز نہیں پڑھنی ہوتی۔ ان دو کلموں میں اللہ تعالیٰ کی ساری صفات آ جاتی ہیں ایجابی ہوں یا سلبی۔

اور مستدرک حاکم اور مسند احمد کی روایت میں آتا ہے کہ ان کو کثرت سے پڑھنے والے کا اللہ تعالیٰ رزق کشادہ کر دیتے ہیں۔ باقی ہم بڑے جلد باز ہیں ہم کہتے ہیں کہ لفظ زبان سے نکلیں اور گندم کی بوری ہمارے سامنے پڑی ہو۔ رب تعالیٰ کی ذات پر یقین رکھو اور پڑھتے رہو۔

فَلَآ اُقۡسِمُ بِمَوٰقِعِ النُّجُوۡمِ ﴿۷۵﴾ وَ اِنَّهٗ لَقَسَمٌ لَّوۡ تَعۡلَمُوۡنَ عَظِيۡمٌ ﴿۷۶﴾ اِنَّهٗ لَقُرۡاٰنٌ كَرِيۡمٌ ﴿۷۷﴾ فِىۡ كِتٰبٍ مَّكۡنُوۡنٍ ﴿۷۸﴾ لَّا يَمَسُّهٗۤ اِلَّا الۡمُطَهَّرُوۡنَ ﴿۷۹﴾ تَنۡزِيۡلٌ مِّنۡ رَّبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ ﴿۸۰﴾ اَفَبِهٰذَا الۡحَدِيۡثِ اَنۡتُمۡ مُّدۡهِنُوۡنَ ﴿۸۱﴾ وَ تَجۡعَلُوۡنَ رِزۡقَكُمۡ اَنَّكُمۡ تُكَذِّبُوۡنَ ﴿۸۲﴾ فَلَوۡلَاۤ اِذَا بَلَغَتِ الۡحُلۡقُوۡمَ ﴿۸۳﴾ وَ اَنۡتُمۡ حِيۡنَئِذٍ تَنۡظُرُوۡنَ ﴿۸۴﴾ وَ نَحۡنُ اَقۡرَبُ اِلَيۡهِ مِنۡكُمۡ وَ لٰكِنۡ لَّا تُبۡصِرُوۡنَ ﴿۸۵﴾ فَلَوۡلَاۤ اِنۡ كُنۡتُمۡ غَيۡرَ مَدِيۡنِيۡنَ ﴿۸۶﴾ تَرۡجِعُوۡنَهَاۤ اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِيۡنَ ﴿۸۷﴾ فَاَمَّاۤ اِنۡ كَانَ مِنَ الۡمُقَرَّبِيۡنَ ﴿۸۸﴾ فَرَوۡحٌ وَّ رَيۡحَانٌ ۙ وَّ جَنَّتُ نَعِيۡمٍ ﴿۸۹﴾ وَ اَمَّاۤ اِنۡ كَانَ مِنۡ اَصۡحٰبِ الۡيَمِيۡنِ ﴿۹۰﴾ فَسَلٰمٌ لَّكَ مِنۡ اَصۡحٰبِ الۡيَمِيۡنِ ﴿۹۱﴾ وَ اَمَّاۤ اِنۡ كَانَ مِنَ الۡمُكَذِّبِيۡنَ الضَّآلِّيۡنَ ﴿۹۲﴾ فَنُزُلٌ مِّنۡ حَمِيۡمٍ ﴿۹۳﴾ وَّ تَصۡلِيَةُ جَحِيۡمٍ ﴿۹۴﴾ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ حَقُّ الۡيَقِيۡنِ ﴿۹۵﴾ فَسَبِّحۡ بِاسۡمِ رَبِّكَ الۡعَظِيۡمِ ﴿۹۶﴾

فَلَآ اُقۡسِمُ پس میں قسم اٹھاتا ہوں بِمَوٰقِعِ النُّجُوۡمِ ستاروں کے گرنے کی وَ اِنَّهٗ لَقَسَمٌ اور بے شک البتہ یہ قسم ہے لَّوۡ تَعۡلَمُوۡنَ اگر تم جانو عَظِيۡمٌ بڑی اِنَّهٗ بے شک یہ لَقُرۡاٰنٌ كَرِيۡمٌ البتہ قرآن ہے عزت والا فِىۡ كِتٰبٍ ایسی کتاب میں ہے مَّكۡنُوۡنٍ جو چھپائی ہوئی ہے لَّا يَمَسُّهٗۤ اِلَّا الۡمُطَهَّرُوۡنَ نہیں چھوتے اس کو مگر پاک باز لوگ تَنۡزِيۡلٌ یہ اتارا ہوا ہے مِّنۡ رَّبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ رب العالمین کی طرف سے اَفَبِهٰذَا

اَلْحَدِیْثِ کیا اس بات میں اَنْتُمْ مُّدْهِنُوْنَ تم سستی کرتے ہو
وَتَجْعَلُوْنَ رِزْقَكُمْ اور بناتے ہو تم اپنا نصیب اَنَّكُمْ تُكَذِّبُوْنَ کہ بے
شک تم جھٹلاتے ہو فَلَوْلَآ پس کیوں نہیں اِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُوْمَ جب پہنچتی
ہے جان گلے تک وَاَنْتُمْ حِیْنَئِذٍ اور تم اس وقت تَنْظُرُوْنَ دیکھ رہے
ہوتے ہو وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْهِ اور ہم زیادہ قریب ہوتے ہیں اس کے
مِنْكُمْ تم سے وَلٰكِنْ لَّا تُبْصِرُوْنَ لیکن تم دیکھ نہیں سکتے فَلَوْلَآ پس
کیوں نہیں اِنْ كُنْتُمْ اگر تم غَیْرَ مَدِیْنِیْنَ بدلہ نہیں دیئے جاؤ گے
تَرْجِعُوْنَهَآ کیوں نہیں تم لوٹا لیتے اس کو اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ اگر ہو تم سچے
فَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنَ الْمُقَرَّبِیْنَ پس اگر ہو وہ مقربین میں سے فَرَوْحٌ وَّرَیْحَانٌ
پس اس کے لیے راحت ہے اور روزی ہے وَّجَنَّتُ نَعِیْمٍ اور نعمت کے
باغ ہیں وَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنْ اَصْحٰبِ الْیَمِیْنِ اور اگر ہے اصحاب یمین میں سے
فَسَلٰمٌ لَّكَ پس سلامتی ہے تیرے لیے مِنْ اَصْحٰبِ الْیَمِیْنِ دائیں طرف
والوں میں سے وَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنَ الْمُكَذِّبِیْنَ اور اگر ہے وہ جھٹلانے والوں
میں سے الضَّآلِّیْنَ جو بہکے ہوئے ہیں فَنُزُلٌ مِّنْ حَمِیْمٍ پس مہمانی ہے
گرم پانی کی وَّتَصْلِیَةُ جَحِیْمٍ اور ڈالنا ہے آگ کے شعلوں میں اِنَّ
هٰذَا لَهُوَ حَقُّ الْیَقِیْنِ بے شک یہ بات البتہ حق الیقین ہے فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ
الْعَظِیْمِ پس آپ تسبیح بیان کریں اپنے رب کے نام کی جو بڑا ہے۔

عربی زبان کا قاعدہ ہے کہ لفظ قسم سے پہلے لا آ جائے یا ما آ جائے تو وہ زائدہ ہوتا ہے اس کا کوئی معنٰی نہیں ہوتا۔اب فَلَآ اُقْسِمُ کا معنٰی ہے پس میں قسم اٹھاتا ہوں۔ لا کا کوئی معنٰی نہیں ہے۔ بِمَوٰقِعِ النُّجُوْمِ ستاروں کے گرنے کی جگہ کی۔ستارے چلتے چلتے غروب ہو جاتے ہیں۔تو ان چلنے والے ستاروں کے غروب ہونے کی جگہ کی قسم اٹھاتا ہوں وَاِنَّهٗ لَقَسَمٌ اور بے شک یہ البتہ قسم ہے لَّوْ تَعْلَمُوْنَ اگر تم جان لو عَظِيْمٌ بڑی اِنَّهٗ بے شک یہ لَقُرْاٰنٌ كَرِيْمٌ البتہ قرآن ہے عزت والا۔

ستاروں کی دو قسمیں :

ستارے دو قسم کے ہیں۔ایک ثوابت جو اپنی جگہ کھڑے رہتے ہیں اور دوسرے سیارات ہیں جو چلتے ہیں۔ان کی لائن اور رفتار مقرر ہوتی ہے۔نہ تو وہ اپنی لائن سے دائیں بائیں جا سکتے ہیں اور نہ وہ یہ طاقت رکھتے ہیں کہ رفتار میں کمی بیشی کر لیں۔رب تعالٰی نے ان کو جس لائن میں چلایا ہے اسی لائن میں وہ چلتے ہیں۔ان ستاروں کی رب تعالٰی نے قسم اٹھائی ہے جو طلوع سے لے کر غروب تک صحیح اپنی لائن پر چلتے ہیں کہ یہ قرآن عزت والا ہے جس طرح ستارے سیدھے اپنی لائن میں چلتے ہیں اسی طرح یہ قرآن بھی سیدھا راستہ دکھاتا ہے اس میں بھی کوئی بات غلط نہیں ہے۔خود بھی صراط مستقیم ہے اور چلنے والوں کو بھی صراط مستقیم کی راہنمائی کرتا ہے فِيْ كِتٰبٍ مَّكْنُوْنٍ ایسی کتاب میں ہے جو چھپائی ہوئی ہے۔پوشیدہ کتاب میں ہے جس کو لوح محفوظ کہتے ہیں۔تمام آسمانی کتابوں میں اس کا مرتبہ بلند ہے لَّا يَمَسُّهٗٓ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ نہیں چھوتے اس کو مگر پاک باز لوگ۔اس کا ایک معنٰی یہ کرتے ہیں کہ لوح محفوظ کو ہاتھ نہیں لگاتے مگر پاکیزہ فرشتے۔یہ اس وقت ہے جب کہ "ہ" ضمیر کو کتاب مکنون کی طرف لوٹائیں۔لوح محفوظ کی

جانب پاکیزہ فرشتے ہی جاتے ہیں وہاں اور کوئی نہیں جا سکتا۔

اور یہ معنیٰ بھی کرتے ہیں کہ اس قرآن پاک کو ہاتھ نہیں لگاتے مگر پاکیزہ لوگ۔ قرآن پاک کو بغیر وضو کے ہاتھ لگانا جائز نہیں ہے۔ زبانی پڑھ سکتے ہیں ہاتھ لگانے کے لیے وضو شرط ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے گورنر عمرو بن حزم کو بہت سی ہدایات جاری فرمائیں۔ ان میں یہ ہدایت بھی فرمائی کہ تَمَسُّ الْقُرْاٰنَ اِلَّا وَاَنْتَ طَاهِرٌ "قرآن کو ہاتھ نہ لگانا مگر اس حال میں کہ تو پاک ہو یعنی باوضو ہو۔" عورتیں بھی ماہواری کے دنوں میں زبانی نہیں پڑھ سکتیں، درود شریف، تیسرے کلمہ کا ورد کر سکتی ہیں، اللہ تعالیٰ کا ذکر کر سکتی ہیں کوئی پابندی نہیں ہے۔

فرمایا تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ یہ کتاب اتاری ہوئی ہے رب العالمین کی طرف سے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کتاب کو لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر ایک مقام ہے اُسے بیت العزت اور بیت العظمت بھی کہتے ہیں، وہاں اتاری اور پھر وہاں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر تیئس سال میں نازل فرمائی اَفَبِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَنْتُمْ مُّدْهِنُوْنَ کیا پس اس بات پر تم سستی کرتے ہو۔ قرآن پاک کے بارے میں تم سستی کرتے ہو۔ اس کے پڑھنے میں، سمجھنے میں سستی نہ کرو، اس پر عقیدہ رکھنے میں سستی نہ کرو، اس کے مطابق عمل کرنے میں سستی نہ کرو۔ قرآن پاک اول تا آخر ہدایت ہے اس کے بارے میں بالکل سستی نہ کرو۔ اور تمہارا حال یہ ہے وَتَجْعَلُوْنَ رِزْقَكُمْ اَنَّكُمْ تُكَذِّبُوْنَ۔ رزق کا معنیٰ نصیب، حصہ۔ اور بناتے ہو تم اپنا نصیب، حصہ کہ بے شک تم جھٹلاتے ہو، اللہ تعالیٰ کی کتاب کی تکذیب کرتے ہو۔

کافر بڑے زور سے کبھی تو کہتے کہ خود بنا کے لایا ہے کبھی کہتے يُعَلِّمُهٗ بَشَرٌ

''سکھاتا ہے اس کو ایک انسان۔'' ایک بے چارہ رومی غلام تھا فسطاس، جبر، یعیش اور بلعام اس کا نام بتاتے ہیں۔ یہ آنحضرت ﷺ کے مکان کے قریب رہتا تھا۔ آنحضرت ﷺ اس کی تیمار داری کے لیے تشریف لے جایا کرتے تھے۔ انسانی ہمدردی کے تحت اس کی کوئی ضرورت ہوتی تو اپنی توفیق کے مطابق پوری کر دیتے۔ کافروں نے یہ کڑی ملائی کہ یہ قرآن اس سے سیکھ کر ہمیں آ کر سنا دیتا ہے، معاذ اللہ تعالیٰ۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب دیا لِسَانُ الَّذِیْ یُلْحِدُوْنَ اِلَیْہِ اَعْجَمِیٌّ وَّ ھٰذَا لِسَانٌ عَرَبِیٌّ مُّبِیْنٌ [النحل:۱۰۳] ''اس شخص کی زبان جس کی طرف یہ منسوب کرتے ہیں عجمی ہے اور یہ قرآن صاف عربی زبان میں ہے۔'' بات کرتے وقت آدمی کچھ سوچے تو سہی کہ کوئی جوڑ بھی ہے۔ اس بے چارے کو تو صحیح عربی نہیں آتی ٹوٹے پھوٹے جملے بولتا تھا۔ اس غلام کے بارے میں آتا ہے کہ وہ بے چارہ بیمار تھا اور چراغ اس کے پاس جل رہا تھا۔ ایک آدمی اس کی تیمار داری کے لیے آیا۔ اس نے کہا کہ میں اُٹھ نہیں سکتا اُقْتُلِ السِّرَاجَ ''چراغ کو قتل کر دو۔'' کہنا تو چاہیے تھا اِطْفَأِ السِّرَاجَ ''چراغ کو بجھا دو۔'' اور یہ کہہ رہا ہے چراغ کو قتل کر دو۔ وہ کیا قرآن بنا کے دے گا؟ مگر دنیا شوشے چھوڑنے سے باز نہیں آتی۔

تو فرمایا اور بناتے ہو تم اپنا حصہ کہ تم جھٹلاتے ہو اس قرآن کو۔ اس وقت کو یاد رکھو جب تم پر نزع کا عالم طاری ہوتا ہے تو کتنے بے بس ہوتے ہو۔ فرمایا فَلَوْلَآ اِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُوْمَ وَاَنْتُمْ حِیْنَئِذٍ تَنْظُرُوْنَ پس کیوں نہیں جب پہنچتی ہے جان گلے تک اور تم اس وقت دیکھ رہے ہوتے ہو۔ مرنے والا تمہارے سامنے مرتا ہے، ہاتھ پاؤں بے حس، ٹانگیں بے حس، تمہارے سامنے مر رہا ہے اور تم دیکھ رہے ہو وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْہِ مِنْکُمْ

اور ہم زیادہ قریب ہوتے ہیں اس کے نسبت تمہارے وَلٰكِنْ لَّا تُبْصِرُوْنَ لیکن تم نہیں دیکھ سکتے ہمیں فَلَوْلَآ اِنْ كُنْتُمْ غَيْرَ مَدِيْنِيْنَ پس کیوں نہیں اگر تم بدلہ نہیں دیئے جاؤ گے۔ تم کسی کے حکم کے پابند نہیں اور جزا نہیں ملنی تَرْجِعُوْنَهَآ کیوں نہیں لوٹا لیتے اس کو۔ اس مردے کی روح بدن میں کیوں نہیں لوٹاتے اگر تمہارے بس میں کچھ ہے۔ ڈاکٹروں کے اختیار میں ہے، حکیموں کے پاس کوئی اختیار ہے، چھومنتر کرنے والوں کے پاس اگر کوئی اختیار ہے تو مرنے والے کی روح کو واپس بدن میں لوٹا دیں؟

ماں باپ کھڑے ہیں، عزیز رشتہ دار بھی موجود ہیں، آنکھوں سے آنسو بہا رہے ہیں لیکن کوئی کچھ نہیں کر سکتا۔ اس کی جان نکل رہی ہے اگر ہمت ہے تو اسے موت کے منہ سے بچا کر دکھاؤ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ اگر ہو تم سچے کہ مرنے کے بعد کوئی زندگی نہیں ہے۔ اگر یہاں تم بے بس ہو تو جب جزا و سزا کی منزل آئے گی اس کو تم کیسے روک سکو گے؟ اور جس طرح تم اس کی روح کو نہیں لوٹا سکتے اور رب تعالیٰ لے جا رہے ہیں تو دوبارہ اٹھنے کا بھی انکار نہ کرو یقیناً وہ رب دوبارہ اٹھائے گا۔ نہ تمہارا آنا تمہارے اختیار میں ہے اور نہ جانا تمہارے اختیار میں ہے۔ شاعر نے کہا ہے:

ؔ لائی حیات، آئے، قضا لے چلی، چلے
اپنی خوشی نہ آئے نہ اپنی خوشی چلے

یہ موت و حیات ہمارے بس میں نہیں ہے۔ زندگی اور موت حقیقت ہے جزا، سزا بھی حقیقت ہے۔ پھر کیا ہوگا فَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ پس ہوا اگر مرنے والا مقربین میں سے، جن کی موت بھی نرالی ہوتی ہے۔ احادیث میں آتا ہے ملک الموت آتے ہیں اور اس کے پیچھے اٹھارہ فرشتوں کی صف ہوتی ہے۔ ان کے پاس خوشبو والا کفن ہوتا ہے۔

ملک الموت قریب آ کر بڑے ادب کے ساتھ سلام کرتا ہے السلام علیکم۔ مرنے والا ملک الموت اور دوسرے فرشتوں کو دیکھ رہا ہوتا ہے۔ وہ کہتے ہیں اُخْرُجِیْ اِلٰی رِضْوَانٍ مِّنَ اللّٰہِ ''اللہ تعالیٰ کی رضامندی کی طرف نکل'' اللہ تعالیٰ تجھ سے راضی ہے۔ جنت میں تیرا محل ہے۔ مرتے وقت اس کو بتلا دیا جاتا ہے یہ تیرا ٹھکانا ہے۔ اللہ تعالیٰ تجھ سے راضی ہے۔ اس وقت مومن کہتا ہے مجھے جلدی لے چلو۔ اسی لیے حدیث پاک میں آتا ہے کہ بلا مجبوری جنازے میں تاخیر نہ کرو۔ کیونکہ اگر نیک ہے تو اس کو جلدی خوشیوں میں پہنچادو اور اگر دوسری مد کا ہے تو اس بلا سے تمہاری جان چھوٹ جائے گی۔ اگر مرنے والا برا ہے تو فرشتے نہایت کرخت الفاظ اور تند لہجے میں اس کے ساتھ پیش آتے ہیں، سلام نہیں کرتے۔ کہتے ہیں اُخْرُجِیْ اِلٰی سَخَطٍ مِّنَ اللّٰہِ وَ غَضَبِہٖ یَا اَیَّتُھَا النَّفْسُ الْخَبِیْثَۃِ ''اے خبیث روح نکل خدا کی ناراضگی اور غضب کی طرف۔'' اب تم پر خدا کا قہر ہوگا، رب تجھ سے ناراض ہے اور دوزخ میں یہ تیرا ٹھکانا ہے۔ وہ بڑی منتیں کرتا ہے۔ کہتا ہے لَوْلَآ اَخَّرْتَنِیْٓ اِلٰٓی اَجَلٍ قَرِیْبٍ فَاَصَّدَّقَ وَاَکُنْ مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ ''اے پروردگار! کیوں نہیں تو نے مجھے مہلت دی تھوڑی سی مدت تک تاکہ میں صدقہ کرتا اور ہو جاتا نیکوں میں سے لیکن لَنْ یُّؤَخِّرَ اللّٰہُ نَفْسًا اِذَا جَآءَ اَجَلُھَا [سورۃ المنافقون] ''اور اللہ تعالیٰ ہرگز موخر نہیں کرے گا کسی کی جان سے اس کی موت جب اس کا وعدہ آ گیا۔'' ایک لمحہ بھی تاخیر نہیں ہوگی۔

تو فرمایا اگر ہو وہ مقربین میں سے فَرَوْحٌ وَّرَیْحَانٌ تو اس کے لیے راحت ہے اور روزی ہے۔ روح کا معنیٰ راحت اور ریحان کا معنیٰ رزق۔ اور ریحان کے معنیٰ خوش بو کے بھی ہیں۔ رزق بھی ہوگا اور خوش بوئیں بھی ہوں گی وَّجَنّٰتُ نَعِیْمٍ

اور نعمتوں کے باغ ہیں۔ مقربین ایسے باغوں میں ہوں گے جو نعمتوں سے بھرے ہوئے ہوں گے۔ ان کا جسم اگرچہ ہمارے سامنے پڑا ہوتا ہے لیکن جنت کے ساتھ ان کا کنکشن قائم ہو جاتا ہے وہاں کی خوراک اور راحتیں ان کو میسر ہو جاتی ہیں اور یہ سارا کچھ اسی قبر میں ہوتا ہے۔

حدیث پاک میں آتا ہے اَلْقَبْرُ رَوْضَةٌ مِّنْ رِّيَاضِ الْجَنَّةِ اَوْ حُفْرَةٌ مِّنْ حُفَرِ النِّيْرَانِ ''قبر یا تو جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے یا جہنم کے گڑھوں میں سے گڑھا ہے۔'' جو ہمیں صرف مٹی کا ڈھیر نظر آتا ہے اس جہاں کے سارے معاملات ہماری آنکھوں سے اوجھل ہیں۔ اگر ہم قبر کو کھول کر دیکھیں گے تو ہمیں کچھ بھی نظر نہیں آئے گا لیکن مومن کے لیے خوشی کی کوئی حد نہیں اور کافر گناہ گار کے لیے غم اور پریشانی کی کوئی حد نہیں ہے۔

وَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنْ اَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ اور بہر حال اگر ہوا وہ اصحاب یمین میں سے فَسَلٰمٌ لَّكَ مِنْ اَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ پس سلامتی ہے تیرے لیے دائیں طرف والوں میں سے۔ تم پر سلامتی ہے کہ دائیں ہاتھ والوں میں سے ہو۔ فرشتے ان کو سلام کرتے ہیں، غلمان اور حوریں ان کو سلام کہتی ہیں ، اللہ تعالیٰ کی طرف سے سلامتی ہوتی ہے۔ تمہارے لیے سلامتی ہے کوئی تکلیف نہیں ہوگی، کوئی پریشانی نہیں ہوگی وَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنَ الْمُكَذِّبِيْنَ الضَّآلِّيْنَ اور بہر حال اگر ہے وہ جھٹلانے والوں میں سے جو بہکے ہوئے ہیں، گمراہ ہیں۔ توحید کو جھٹلایا، نبوت کو جھٹلایا، قیامت کو جھٹلایا، رب تعالیٰ کے احکام کو جھٹلایا، قرآن کو جھٹلایا، ان کے لیے کیا ہوگا؟ فَنُزُلٌ مِّنْ حَمِيْمٍ گرم پانی کی مہمانی ہوگی۔ اتنی شدید پیاس لگے گی کہ گرم پانی کے پینے پر مجبور ہو جائیں گے۔ پانی جب ہونٹوں کو

لگے گا ہونٹوں کو جلادے گا یَشْوِی الْوُجُوْہ قطرہ قطرہ کر کے اندر جائے گا انتڑیوں کو کاٹ کر پاخانے کے راستے سے نکال دے گا۔ پھر فرشتے انتڑیاں منہ کے راستے ڈالیں گے۔ پھر اس کے ساتھ کیا ہوگا یُصْهَرُ بِهٖ مَافِیْ بُطُوْنِهِمْ وَالْجُلُوْدُ [الحج:۲۰] "پگھلایا جائے گا اس کے ساتھ وہ جو ان کے پیٹوں میں ہے اور ان کی کھالیں بھی۔" سروں پر گرم پانی ڈالا جائے گا کھولتا ہوا سارا چمڑا اتر جائے گا۔ جس طرح تم گرم پانی کے ذریعے مرغیوں کی کھال اتارتے ہو۔

تو فرمایا گرم پانی کی مہمانی ہوگی وَّتَصْلِيَةُ جَحِيْمٍ اور ڈالنا ہے آگ کے شعلوں میں، داخل ہونا ہے آگ کے شعلوں میں۔ آج دنیا کی آگ ہماری برداشت سے باہر ہے اور دوزخ کی آگ تو اس سے انہتر گنا تیز ہے۔ اگر مارنا مقصود ہو تو اس کا ایک جھونکا ہی کافی ہے لیکن چونکہ سزا دینی ہے لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَلَا يَحْيٰى "نہ مرے گا نہ جیے گا۔" اِنَّ هٰذَا لَهُوَ حَقُّ الْيَقِيْنِ بے شک یہ بات جو ہم کر رہے ہیں حق الیقین ہے۔

علم کے تین درجے :

مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک کتاب لکھی ہے تصوف پر جس کا نام ہے "معارف لدنیہ" اس میں وہ فرماتے ہیں علم کے تین درجے ہیں علم الیقین، عین الیقین اور تیسرا درجہ ہے حق الیقین۔ تجربہ کار، سچے آدمی کی بات پر یقین کرنا اور ماننا اس کو علم الیقین کہتے ہیں۔ مثلاً: ایک آدمی کہتا ہے کہ آگ جلاتی ہے۔ ابھی اس نے آگ کو جلاتے ہوئے دیکھا نہیں ہے۔ اس کی بات پر کوئی یقین کرتا ہے تو یہ علم الیقین ہے۔ پھر آنکھوں سے آگ کو جلاتے ہوئے دیکھ لیا کہ وہ لکڑیوں کو، کپڑوں کو جلا رہی ہے تو یہ عین الیقین ہے۔ اور اگر اس کے بدن کا کوئی حصہ آگ میں گیا اور اس نے جلا دیا تو یہ حق الیقین ہے۔ یہ یقین کی آخری حد

ہے۔

تو فرمایا یہ جو کچھ ہم کہتے ہیں یہ صرف علم الیقین اور عین الیقین ہی نہیں بلکہ حق الیقین ہے۔اس سے اوپر یقین کا کوئی درجہ نہیں ہے۔ یہ قرآن حق الیقین ہے ہم جو کہتے ہیں یہ حق الیقین ہے اس میں کسی قسم کا شک وشبہ نہیں ہے۔رب تعالیٰ نے تجھے آگاہ کر دیا ہے لہٰذا فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ پس آپ تسبیح بیان کریں اپنے رب کے نام کی جو بڑا ہے۔سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم،کثرت سے پڑھتے رہو۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تفسیر

سورۃ الحدید

(مکمل)

جلد.........۱۹
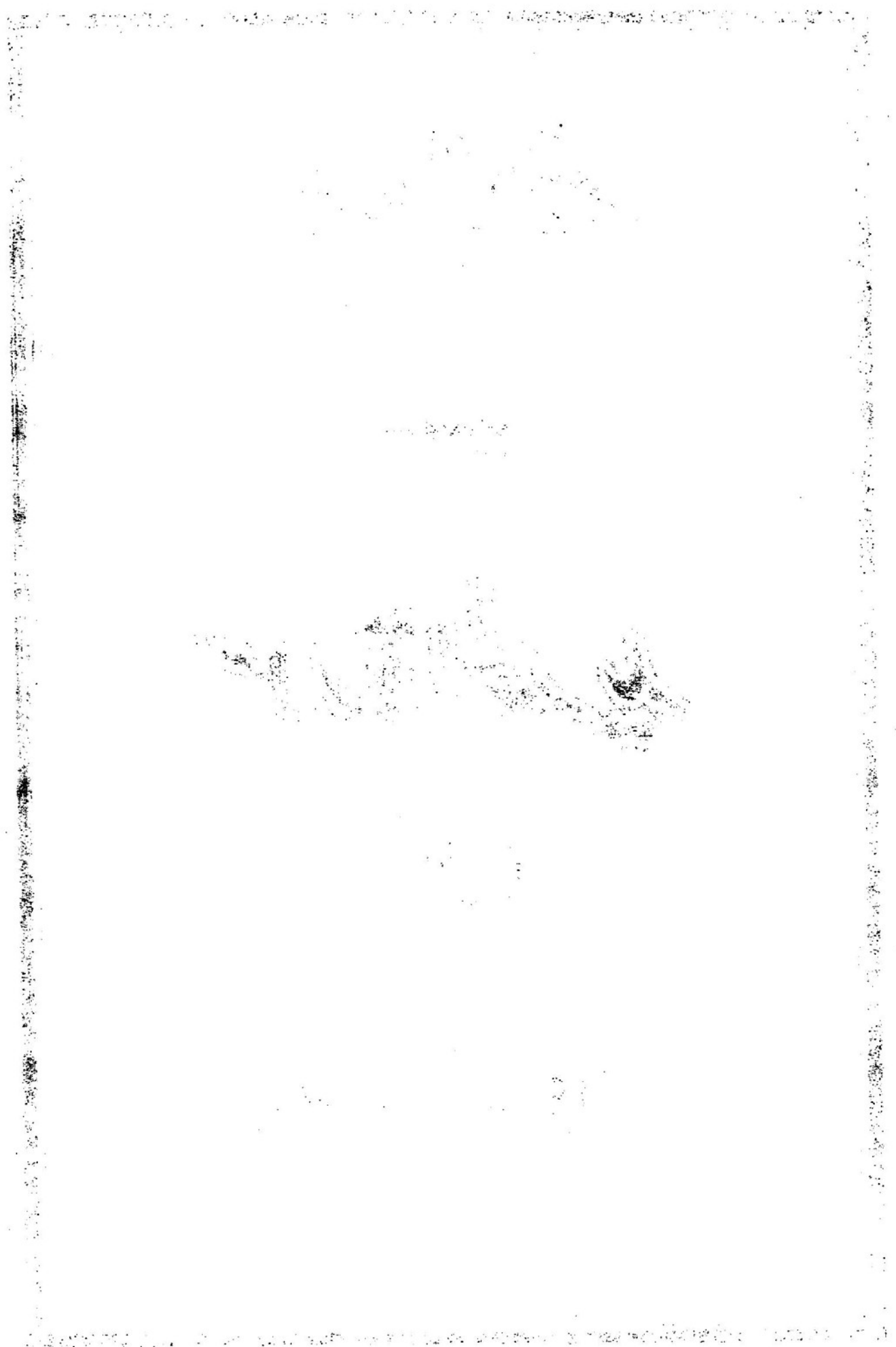
ایاتها ۲۹ | ۵۷ سُوْرَةُ الْحَدِيْدِ مَدَنِيَّةٌ ۹۴ | رکوعاتها ۴

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۱﴾ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۲﴾ هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۳﴾ هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ۚ يَعْلَمُ مَا يَلِجُ فِي الْاَرْضِ وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ وَمَا يَعْرُجُ فِيْهَا ۚ وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ ۚ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۴﴾ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ﴿۵﴾ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ ۚ وَهُوَ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۶﴾

سَبَّحَ لِلّٰهِ تسبیح بیان کرتی ہے اللہ تعالیٰ کے لیے مَا فِي السَّمٰوٰتِ وہ مخلوق جو آسمانوں میں ہے وَالْاَرْضِ اور جو زمین میں ہے وَهُوَ الْعَزِيْزُ اور وہ زبردست ہے الْحَكِيْمُ حکمتوں والا ہے لَهٗ اسی کے لیے مُلْكُ السَّمٰوٰتِ ملک آسمانوں کا وَالْاَرْضِ اور زمین کا يُحْيٖ وہ زندہ کرتا ہے وَيُمِيْتُ اور مارتا ہے وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ اور وہ ہر چیز پر قادر ہے

هُوَ الْاَوَّلُ وہ اول ہے وَالْاٰخِرُ اور آخر ہے وَالظَّاهِرُ اور وہ ظاہر ہے وَالْبَاطِنُ اور باطن ہے وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ اور وہ ہر چیز کو جانتا ہے هُوَ الَّذِي وہ وہ ذات ہے خَلَقَ السَّمٰوٰتِ جس نے پیدا کیا آسمانوں کو وَالْاَرْضَ اور زمین کو فِي سِتَّةِ اَيَّامٍ چھ دنوں میں ثُمَّ اسْتَوٰى پھر وہ قائم ہوا عَلَى الْعَرْشِ عرش پر يَعْلَمُ جانتا ہے مَا يَلِجُ جو داخل ہوتا ہے فِي الْاَرْضِ زمین میں وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا اور جو چیز نکلتی ہے اس سے وَمَا يَنْزِلُ اور جو اترتی ہے مِنَ السَّمَآءِ آسمان سے وَمَا يَعْرُجُ فِيهَا اور جو چڑھتی ہے اس میں وَهُوَ مَعَكُمْ اور وہ تمہارے ساتھ ہے اَيْنَ مَا كُنْتُمْ جہاں کہیں بھی تم ہو وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ اور اللہ تعالیٰ جو کچھ تم کرتے ہو دیکھتا ہے لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ اسی کے لیے ہے ملک آسمانوں کا وَالْاَرْضِ اور زمین کا وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ اور اللہ ہی کی طرف لوٹائے جاتے ہیں سب کام يُوْلِجُ الَّيْلَ داخل کرتا ہے رات کو فِي النَّهَارِ دن میں وَيُوْلِجُ النَّهَارَ اور داخل کرتا ہے دن کو فِي الَّيْلِ رات میں وَهُوَ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ اور وہ جانتا ہے دلوں کے راز۔

تعارفِ سورۃ :

اس سورت کا نام سورۃ الحدید ہے۔ حدید کا معنی لوہا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے ایک لوہا بھی ہے۔ دنیا کا کافی نظام لوہے پر موقوف ہے۔ سورت کے آخر میں لوہے کا

ذکر آئے گا۔ یہ سورت مدینہ طیبہ میں نازل ہوئی۔ اس سے پہلے ترانوے (۹۳) سورتیں نازل ہو چکی تھیں یہ چورانوے (۹۴) نمبر پر نازل ہوئی۔ اس کے چار رکوع اور انتیس آیات ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ تسبیح بیان کرتی ہے، پاکیزگی بیان کرتی ہے اللہ تعالیٰ کے لیے وہ مخلوق جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے۔ آسمانوں میں فرشتوں کے علاوہ بے شمار مخلوق ہے جس کو صرف رب تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ چاند، سورج، ستارے ہیں۔ اور جو مخلوق زمین میں ہے وہ بھی اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرتی ہے۔ درختوں کا ایک ایک پتہ، پانی کا ایک ایک قطرہ، اللہ تعالیٰ کی پاکیزگی بیان کرتا ہے وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ "اور نہیں ہے کوئی شے مگر وہ تسبیح بیان کرتی ہے اللہ تعالیٰ کی حمد کے ساتھ وَلٰـكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِیْحَهُمْ [بنی اسرائیل: ۴۴] "مگر تم اس کی تسبیح کو نہیں سمجھتے۔" ہر چیز اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتی ہے زبان حال سے یا زبان قال سے سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم۔

وَهُوَ الْعَزِیْزُ اور وہ غالب ہے، زبردست ہے۔ اس کے مقابلے میں کسی کو کوئی قوت اور طاقت حاصل نہیں ہے اَلْحَكِیْمُ حکمت والا ہے۔ اس کی ہر بات حکمت اور دانائی والی ہے لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اسی کے لیے ہے ملک آسمانوں کا اور زمین کا۔ آسمان بھی اس نے پیدا کیے ہیں اور زمین بھی اسی نے پیدا کی ہے۔ خالق بھی وہی، مالک بھی وہی، زمین اور آسمانوں میں تصرف بھی اسی کا، تدبیر بھی اس کی۔ خدائی اختیارات میں کسی کا کوئی دخل نہیں ہے یُحْیٖ وَیُمِیْتُ وہ زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے۔ موت دینا بھی اس کی صفت ہے اور زندگی دینا بھی اسی کی صفت ہے وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اس کے لیے کوئی کام مشکل نہیں ہے هُوَ الْاَوَّلُ

وہی اول ہے۔سب سے پہلے وہی ہے جس کی کوئی ابتدانہیں ہے وَالْاٰخِرُ اور آخر ہے جس کی کوئی انتہانہیں ہے۔نہ اس کی ابتدا اور نہ اس کی انتہا۔وہ ازلی اور ابدی ہے وَالظَّاهِرُ اور وہ ظاہر ہے اپنی قدرت کی نشانیوں سے۔

وَفِیْ کُلِّ شَیْءٍ لَہٗ اٰیَۃٌ
تَدُلُّ عَلٰی اَنَّہٗ وَاحِدٌ

''اور ہر شے میں دلیل ہے جو دلالت کرتی ہے اس بات پر کہ وہ وحدہ لاشریک ہے۔''
وَالْبَاطِنُ اور باطن ہے اپنی ذات کے لحاظ سے۔کوئی دوربین لگا کر بھی اسے نہیں دیکھ سکتا۔اپنی ذات کے اعتبار سے باطن ہے دلائل قدرت کے اعتبار سے ظاہر ہے۔

روس کا خدا اور مذہب کا جنازہ نکالنا :

آج سے کوئی ستر (۷۰) اسی (۸۰) سال پہلے کی بات ہے کہ روس نے بڑے زوردار طریقے سے یہ نظریہ پھیلایا کہ اللہ تعالیٰ کا کوئی وجود نہیں ہے اور ان کے دین سے دور ہونے اور متنفر ہونے کی وجہ یہ بنی کہ روس کے سربراہ سارنوف نے جو عیسائی مذہب رکھتا تھا اور روسی اصولی طور پر عیسائی ہیں۔سارنوف نے اپنے وزیروں، مشیروں کو بلا کر کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ میرے گھر میں روحانیت پھیل جائے۔میرے بیوی بچے، پوتے، نواسے روحانیت کا سبق حاصل کریں اور روحانیت میں کامل بنیں۔اس کے لیے اچھے عمدہ قسم کا ایک مذہبی پیشوا چاہیے جو ان کو تعلیم دے اور ان کی اصلاح کرے۔اس وقت راسکوتیں بڑا پادری تھا اور عمر بھی اس کی اسی سال سے اوپر تھی۔وزیروں، مشیروں نے اُسے پیش کر دیا کہ یہ ان کو تعلیم دے گا، اخلاق کی اصلاح کرے گا، روحانی تربیت کرے گا، بڑا پاک باز اور نیک ہے۔چنانچہ بادشاہ نے بیٹے، بیٹیاں، پوتے، پوتیاں، نواسے،

نواسیاں اس کے حوالے کیں کہ ان کو تعلیم دو، ان کی اصلاح کرو، روحانی تربیت کرو۔ لیکن ہوا یہ کہ اس نے شیطانی حرکتیں شروع کر دیں اور بچیوں کو ہوس کا نشانہ بنایا۔ بادشاہ کو علم ہوا۔ وہ بڑا جذباتی آدمی تھا آخر بادشاہ تھا۔ اس نے کہا کہ جب سب سے بڑے مذہبی پیشوا اور پادری کا یہ حال ہے تو دوسروں کا کیا حال ہوگا؟ وہ مذہب سے متنفر ہوگیا۔ روسیوں کے مذہب سے بے زار ہونے کا سبب وہ بڑا پادری بنا۔ یہاں تک کہ وہ لوگ اللہ تعالیٰ کے وجود کے بھی منکر ہو گئے۔ پھر وہ وقت آیا کہ روسیوں نے ۱۹۳۷-۳۸ء کی بات ہے کہ اپنے ملک سے دو جنازے باہر نکالے، ایک خدا کا اور دوسرا مذہب کا۔ باقاعدہ دو جنازے تیار کیے گئے، ان پر پھول ڈالے گئے اور ناچتے کودتے، دھمالیں ڈالتے ہوئے سرحد پر لے گئے اور لاتوں سے جنازے والی چارپائی سرحد سے باہر پھینک دی۔ پھر دوسری چارپائی پھینک دی۔

مجھے اچھی طرح یاد ہے میں اس وقت جوان (عالم شباب میں) تھا۔ کہنے لگے ہم نے خدا اور مذہب کو ملک سے نکال دیا ہے۔ پھر جس وقت ہٹلر کی مار پڑی تو روسی لیڈروں نے کہا کہ ہر مذہب والا اپنے اپنے معبد خانے میں خدا کو پکارے کہ رب تعالیٰ ہمیں اس بلا سے نجات دے۔

تو فرمایا وہ سب سے اوّل ہے اور وہی سب سے آخر ہے، وہی ظاہر ہے اور وہی باطن ہے وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ اور وہ ہر چیز کو جانتا ہے هُوَ الَّذِي خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ وہ وہ ذات ہے جس نے پیدا کیا آسمانوں کو اور زمین کو فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ چھ دنوں میں۔ چھ دنوں سے مراد چھ دنوں کا وقفہ ہے۔ کیونکہ اس وقت نہ سورج تھا، نہ چاند تھا، نہ زمین تھی، نہ آسمان تھا کہ دنوں سے یہ دن مراد لیے جائیں، بلکہ چھ دنوں کا وقفہ مراد

ہے۔اللہ تعالیٰ تو ایک سیکنڈ میں ہر چیز کے پیدا کرنے پر قادر ہے تو پھر چھ دنوں کے وقفے میں پیدا کرنے کی حکمت کیا تھی؟ مفسرین کرام رحمۃ اللہ علیہم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو سبق دیا ہے کہ میں نے قادرِ مطلق ہوتے ہوئے بھی آہستہ آہستہ کام کیا ہے لہٰذا تمہارے کام بھی تدریجاً یعنی آرام آرام سے ہونے چاہئیں ورنہ وہ ایک لمحے میں سب کچھ کر سکتا ہے۔

دو سال کا عرصہ گزرا ہے اس نے جاپان پر صرف سترہ سیکنڈ کا زلزلہ مسلط کیا تھا۔ سترہ سیکنڈ کیا ہوتے ہیں؟ آدمی سترہ سیکنڈ میں ایک بات نہیں کر سکتا۔ اس سے اتنا نقصان ہوا تھا کہ جاپان جیسا صنعتی ملک جو صنعت میں پورے یورپ سے بڑھا ہوا ہے، نے کہا تھا کہ ہماری حکومت یہ نقصان چار سالوں میں پورا نہیں کر سکتی۔

استوی علی العرش کا معنیٰ :

تو فرمایا وہ ذات ہے جس نے پیدا کیا آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ پھر رب تعالیٰ مستوی ہوا عرش پر۔ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے ان کے شاگرد نے پوچھا حضرت استوی علی العرش کا کیا معنیٰ ہے؟ ہمیں سمجھاؤ کہ اللہ تعالیٰ کے بیٹھنے کا کیا مفہوم ہے؟ دیکھو! اس وقت ہم صفوں پر بیٹھے ہیں، قالینوں پر بیٹھے ہیں، کوئی چارپائی پر بیٹھتا ہے، کوئی منبر پر بیٹھتا ہے، مختلف نشستیں ہیں لوگوں کے بیٹھنے کی تو ہمیں سمجھاؤ رب تعالیٰ عرش پر کیسے قائم ہے؟

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اَلْاِیْمَانُ بِهٖ وَاجِبٌ ''اس پر ایمان لانا ضروری ہے۔ (کیونکہ قرآنِ کریم میں ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ اور سورہ طٰہٰ میں ہے اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى) وَكَيْفِيَّتُهٗ مَجْهُوْلَةٌ اور اس کی کیفیت ہمیں

معلوم نہیں ہے کہ کیسے بیٹھا ہے؟ وَالسَّوالُ عَنْهُ بِدْعَةٌ اور اس کے متعلق سوال کرنا بدعت ہے۔'' اس کے پیچھے پڑنا بدعت ہے۔ بس اتنا کہہ دو کہ جو اس کی شان کے لائق ہے۔ رب تعالیٰ سنتا بھی ہے، بولتا بھی ہے، دیکھتا بھی ہے جو اس کی شان کے لائق ہے۔ جس طرح اس کی شان کے لائق ہے اس طرح بولتا ہے دیکھتا ہے يَدَاهُ مَبْسُوطَتَانِ [سورۃ المائدہ] ''رب تعالیٰ کے دونوں ہاتھ کشادہ ہیں۔'' ہمارے ہاتھوں کی طرح نہیں ہیں بلکہ جو اس کی ذات کے لائق ہیں۔ ہم اس سے زیادہ کے مکلف نہیں ہیں۔ تو فرمایا پھر وہ قائم ہوا عرش پر يَعْلَمُ مَا يَلِجُ فِي الْأَرْضِ جانتا ہے جو داخل ہوتا ہے زمین میں۔ مردے زمین میں دفن کیے جاتے ہیں، بیج زمین میں ڈالا جاتا ہے، کیڑے مکوڑے زمین میں داخل ہوتے ہیں، بارش کو زمین جذب کر لیتی ہے۔ غرضکہ جو چیز بھی زمین کے اندر داخل ہوتی ہے اس کو رب تعالیٰ جانتا ہے وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا اور جو چیز زمین سے نکلتی ہے۔ زمین سے تیل نکلتا ہے، گیس نکلتی ہے فصلیں نکلتی ہیں یعنی اگتی ہیں، درخت نکلتے ہیں، کیڑے مکوڑے نکلتے ہیں، سب کچھ اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے۔

دہریے قسم کے لوگ کہتے ہیں کہ پچاس سال کے بعد لوگ کیا کھائیں گے، کہاں سے کھائیں گے؟ بھائی تمھیں کیا فکر ہے؟ جس رب نے پیدا کیا ہے وہ انتظام بھی کرے گا۔ مخلوق کم تھی زمین کی پیداوار بھی کم تھی۔ اب مخلوق زیادہ ہو گئی ہے پیداوار بھی بڑھ گئی ہے وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللهِ رِزْقُهَا [ہود:۶، پارہ:۱۲] ''اور نہیں ہے کوئی چلنے پھرنے والا جانور زمین میں مگر اس کی روزی اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے۔''

دیکھو! گیس کے متعلق کوئی سوچ سکتا تھا کہ ایسا ایندھن آئے گا جو سر پر بھی نہیں اٹھانا پڑے گا۔ جلے گا مگر نہ اس کا دھواں ہوگا اور نہ راکھ ہوگی۔ آج سے پچاس سال پہلے

کوئی کہتا تو لوگ اس کو پاگل خانے میں بند کرا دیتے کہ یہ کیا کہتا ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ کو علم ہے کیا چیز زمین سے کب نکالنی ہے۔ ابھی اللہ تعالیٰ اپنی قدرتوں کا اظہار فرمائیں گے جیسے جیسے قیامت قریب آئے گی زمین اپنے دفینے نکالے گی وَمَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَاءِ اور جو چیز آسمان کی طرف سے نازل ہوتی ہے، فرشتے نازل ہوتے ہیں، رب تعالیٰ کی رحمتیں بندوں پر نازل ہوتی ہیں وَمَا يَعْرُجُ فِيهَا اور جو چیز چڑھتی ہے آسمان میں وہ اس کو بھی جانتا ہے۔ فرشتے اوپر جاتے ہیں، نیک آدمیوں کے اعمال اوپر جاتے ہیں اور جو کچھ بھی اوپر جاتا ہے رب تعالیٰ اس کو جانتا ہے۔ اور صرف یہ نہ سمجھنا کہ وہ عرش پر مستوی ہے بلکہ اس کے ساتھ یہ عقیدہ بھی رکھنا ہے وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنْتُمْ اور وہ تمہارے ساتھ ہے جہاں کہیں بھی تم ہو۔

دونوں عقیدے ضروری ہیں۔ عرش پر بھی قائم ہے جو اس کی شان کے لائق ہے اور تمہارے ساتھ بھی ہے علم کے لحاظ سے، قدرت کے لحاظ سے، اپنی ذات کے لحاظ سے جیسے اس کی شان کے لائق ہے۔ یہ دونوں باتیں قرآن میں موجود ہیں وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ اور اللہ تعالیٰ جو کچھ تم کرتے ہو دیکھتا ہے لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اسی کے لیے ہے ملک آسمانوں کا اور زمین کا۔ آسمانوں اور زمین کی شاہی اسی کی ہے وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ اور اللہ ہی کی طرف لوٹائے جاتے ہیں سب کام۔ ہر چیز پر قبضہ اور اختیار اسی کا ہے۔ سب کچھ رب تعالیٰ ہی کرتا ہے اور کسی کو کوئی اختیار نہیں ہے، نہ کوئی بادشاہ بنا سکتا ہے، نہ گدا بنا سکتا ہے، نہ کوئی اولاد دے سکتا ہے، نہ کوئی رزق دے سکتا ہے، نہ کوئی صحت دے سکتا ہے اور نہ کوئی بیمار کر سکتا ہے۔ سب کچھ رب تعالیٰ کے قبضہ قدرت میں ہے۔ اس کی قدرت کو دیکھو! يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وہ داخل کرتا ہے رات

کو دن میں۔ گرمی کے موسم میں راتیں چھوٹی ہو جاتی ہیں اور دن لمبے ہو جاتے ہیں، رات کا حصہ کاٹ کر دن میں شامل کر دیتا ہے وَيُولِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ اور وہ داخل کرتا ہے دن کو رات میں۔ آج کل راتیں لمبی ہیں سردی کا موسم ہے اور دن چھوٹے ہیں، دن کا حصہ کاٹ کر رات میں شامل کر دیا ہے۔ یہ رب تعالیٰ کے روزمرہ کے انقلابات ہیں۔ سب سمجھتے ہیں اس کے لیے دلیل کی ضرورت نہیں ہے وَهُوَ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ اور وہ جانتا ہے دلوں کے راز۔ صدور صَدْرٌ کی جمع ہے صدر کا معنیٰ ہے سینہ، مراد دل ہے۔ رب تعالیٰ دلوں کے رازوں کو جانتا ہے۔ لہٰذا اپنے دلوں کو صاف رکھو معاملہ پروردگار کے ساتھ ہے۔

اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاَنْفِقُوْا مِمَّا جَعَلَكُمْ
مُّسْتَخْلَفِيْنَ فِيْهِ ؕ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَاَنْفَقُوْا لَهُمْ اَجْرٌ كَبِيْرٌ ۞
وَمَا لَكُمْ لَا تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ۚ وَالرَّسُوْلُ يَدْعُوْكُمْ لِتُؤْمِنُوْا بِرَبِّكُمْ وَ
قَدْ اَخَذَ مِيْثَاقَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۞ هُوَ الَّذِيْ يُنَزِّلُ عَلٰى
عَبْدِهٖۤ اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ لِّيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ
بِكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۞ وَمَا لَكُمْ اَلَّا تُنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلِلّٰهِ
مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ لَا يَسْتَوِيْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ
الْفَتْحِ وَقٰتَلَ ؕ اُولٰٓئِكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِيْنَ اَنْفَقُوْا مِنْۢ بَعْدُ
وَقٰتَلُوْا ؕ وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۞ ع ۱۰/۱۷

اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ ایمان لاؤ اللہ تعالیٰ پر وَرَسُوْلِهٖ اور اس کے رسول پر وَاَنْفِقُوْا اور خرچ کرو مِمَّا اس چیز سے جَعَلَكُمْ بنایا تم کو اللہ تعالیٰ نے مُّسْتَخْلَفِيْنَ فِيْهِ نائب اس میں فَالَّذِيْنَ پس وہ لوگ اٰمَنُوْا جو ایمان لائے مِنْكُمْ تم میں سے وَاَنْفَقُوْا اور انھوں نے خرچ کیا لَهُمْ اَجْرٌ كَبِيْرٌ ان کے لیے اجر ہے بڑا وَمَا لَكُمْ اور کیا ہو گیا ہے تم کو لَا تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ نہیں ایمان لاتے تم اللہ تعالیٰ پر وَالرَّسُوْلُ يَدْعُوْكُمْ حالانکہ رسول تم کو دعوت دے رہا ہے لِتُؤْمِنُوْا بِرَبِّكُمْ کہ تم ایمان لاؤ اپنے رب پر وَقَدْ اَخَذَ مِيْثَاقَكُمْ اور تحقیق لیا اللہ تعالیٰ نے تم سے پختہ عہد اِنْ

كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ اگر ہو تم ماننے والے هُوَ الَّذِيْ وہ وہی ذات ہے
يُنَزِّلُ جو اتارتا ہے عَلٰى عَبْدِهٖٓ اپنے بندے پر اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ واضح
آیتیں لِّيُخْرِجَكُمْ تاکہ نکالے تمھیں مِّنَ الظُّلُمٰتِ اندھیروں سے
اِلَى النُّوْرِ روشنی کی طرف وَاِنَّ اللّٰهَ اور بے شک اللہ تعالیٰ بِكُمْ
تمہارے ساتھ لَرَءُوْفٌ البتہ شفقت کرنے والا ہے رَّحِيْمٌ مہربان
ہے وَمَا لَكُمْ اور تمھیں کیا ہو گیا ہے اَلَّا تُنْفِقُوْا کہ تم خرچ نہیں کرتے
فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے راستے میں وَلِلّٰهِ اور اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے
مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ میراث آسمانوں کی اور زمین کی لَا يَسْتَوِيْ
مِنْكُمْ نہیں ہیں برابر تم میں سے مَّنْ اَنْفَقَ جنھوں نے خرچ کیا مِنْ
قَبْلِ الْفَتْحِ فتح سے پہلے وَقٰتَلَ اور لڑائی کی اُولٰٓئِكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً
یہ لوگ بہت بڑے ہیں درجے کے لحاظ سے مِّنَ الَّذِيْنَ ان لوگوں سے
اَنْفَقُوْا مِنْۢ بَعْدُ جنھوں نے خرچ کیا فتح کے بعد وَقٰتَلُوْا اور لڑائی کی
وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى اور ہر ایک کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا ہے اچھائی
کا وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ اور اللہ تعالیٰ جو کچھ تم کرتے ہو خبردار ہے۔

ربط آیات :

اس رکوع کی ابتدا میں اللہ تعالیٰ کی توحید کا ذکر تھا اور اس کے دلائل تھے۔ توحید اور اس کے دلائل بیان کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ اے

لوگو! ایمان لاؤ اللہ تعالیٰ پر کہ وہی خالق ہے، وہی مالک ہے، وہی ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے اور مارنے والا ہے اور اس کے رسول پر اور ایمان لانے کے بعد وَاَنْفِقُوْا اور خرچ کرو تم مِمَّا جَعَلَكُمْ مُّسْتَخْلَفِيْنَ فِيْهِ اس چیز میں سے کہ اللہ تعالیٰ نے نائب بنایا ہے تم کو اس میں۔ اکثر مفسرین کرام رحمۃ اللہ علیہم فرماتے ہیں کہ انفاق سے مال کا خرچ کرنا مراد ہے۔ مال کا حقیقی مالک تو اللہ تعالیٰ ہے برائے نام شرعی طور پر اس نے تم کو نائب بنایا ہے تم رب تعالیٰ کے خلیفہ ہو۔ اصل مالک اللہ تعالیٰ ہے تمہارے پاس چند دن کے لیے امانت ہے اس مال کو تم خرچ کرو اس سے زکوٰۃ دو، عشر دو، فطرانہ دو، قربانی کرو، صدقہ خیرات کرو، اپنوں پر، دوسروں پر۔ اکثر مفسرین کرام رحمۃ اللہ علیہم تو یہی تفسیر کرتے ہیں۔ لیکن علامہ اندلسی رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے مفسر ہیں۔ ان کی تفسیر کا نام بحر المحیط ہے۔ اور علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ بھی بڑے چوٹی کے مفسر ہیں ان کی تفسیر کا نام ہے روح المعانی۔ یہ دونوں حضرات فرماتے ہیں ہر شے مراد ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ نے کسی کو مال دیا ہے تو وہ مال خرچ کرے، علم دیا ہے تو علم خرچ کرے، اگر جسمانی قوت دی ہے تو کمزوروں کے لیے وہ خرچ کرے، ہنر اور فن دیا ہے تو وہ خرچ کرے، عقل اور سمجھ دی ہے تو اس سے لوگوں کو فائدہ پہنچائے۔ جو بھی نعمت اللہ تعالیٰ نے دی ہے اس کو خرچ کرے۔ فرمایا فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ پس وہ لوگ جو ایمان لائے تم میں سے وَاَنْفَقُوْا اور انھوں نے خرچ کیا لَهُمْ اَجْرٌ كَبِيْرٌ ان کے لیے بڑا اجر ہے۔

قبولیتِ اعمال کی تین شرائط :

یہ بات تم کئی دفعہ سن چکے ہو کہ نیکیوں کے قبول ہونے کے لیے تین بنیادی شرطیں ہیں۔

(۱)...... ایمان، کہ ایمان کے بغیر کوئی نیکی قبول نہیں ہوتی۔

(۲)...... اخلاص۔ریا، دکھاوے کے طور پر جو نیکی ہوتی ہے اس کا ثواب نہیں ہوتا بلکہ گناہ ہوتا ہے۔اور......

(۳)...... تیسری شرط اتباعِ سنت ہے۔ جو نیکی بھی ہو سنت کے مطابق ہو۔اگر سنت کے مطابق نہیں ہے تو وہ نیکی قبول نہیں ہوگی۔ چاہے وہ شکل وصورت کے اعتبار سے کتنی ہی خوب صورت کیوں نہ ہو۔

کوفے کے شہر میں عید کے دن حضرت علی رضی اللہ عنہ خلیفۃ المسلمین عیدگاہ میں تشریف لے گئے۔ دیکھا کہ ایک صوفی قسم کا آدمی وہاں نماز پڑھ رہا ہے۔اپنے خادم سے فرمایا کہ اس کو جا کر کہو کہ عید والے دن کوئی نفلی نماز نہیں ہے۔اشراق پڑھنے والا ہے تو عید والے دن اشراق نہ پڑھے، چاشت کا عادی ہے تو عیدگاہ میں نہیں پڑھ سکتا گھر جا کر کہیں چھپ کر پڑھے۔وہ سخت قسم کا آدمی تھا نماز میں لگا رہا توڑی نہیں۔حتی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خود جا کر اس کا کندھا پکڑ کر فرمایا کہ عید والے دن عیدگاہ میں نماز عید کے سوا کوئی اور نماز منع ہے۔اس نے کہا کہ کیا میں کوئی گناہ کا کام کر رہا ہوں کہ آپ مجھے روکتے ہیں؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہاں! تم گناہ کا کام کر رہے ہو صَحِبْتُ رَسُوْلَ اللہ ” میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ زندگی گزاری ہے نہ آپ نے عیدگاہ میں نماز پڑھی ہے اور نہ ہی پڑھنے کا حکم دیا ہے۔تم گناہ کر رہے ہو یہ نماز پڑھ کر۔چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی مہر لگی ہوئی نہیں تھی اس لیے اس کو گناہ فرمایا، حالانکہ نماز ہے۔

تو عبادات کے قبول ہونے کے لیے تین شرطیں ہیں:

❀...... ایمان ❀...... اخلاص ❀...... اتباعِ سنت

ان شرائط کے ساتھ اگر کوئی آدمی نیکی کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو دس گنا اجر عطا فرمائیں گے مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا۔ یہ کم از کم ہے زیادہ جتنا چاہیں اللہ تعالیٰ عطا کریں۔ مثلاً: ایک آدمی نے دوسرے آدمی کو کہا السلام علیکم! تو دس نیکیاں تو اس کی پکی ہیں اور اس کے ساتھ اس کا ایک صغیرہ گناہ بھی معاف ہو جائے گا اور ایک درجہ بھی بلند ہو جائے گا۔ اور اگر نیکی فی سبیل اللہ کی مد میں ہے تو ادنیٰ ترین اس کا بدلہ سات سو ہے وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ [سورۃ البقرہ] ''اور اللہ تعالیٰ بڑھا دیتا ہے جس کے لیے چاہتا ہے۔'' دینی تعلیم کے لیے جو قدم اٹھائے گا، تبلیغ دین کے لیے جو قدم اٹھائے گا، کفار کے مقابلے میں جو قدم اٹھائے گا تو ایک ایک قدم پر سات سات سو نیکیاں ملیں گی اور اللہ تعالیٰ جس کے لیے چاہے زیادہ کر دے۔

تو فرمایا اور جو لوگ خرچ کرتے ہیں ان کے لیے اجر ہے بڑا وَمَا لَكُمْ اور کیا ہو گیا ہے تم کو لَا تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ نہیں ایمان لاتے تم اللہ تعالیٰ پر وَالرَّسُوْلُ يَدْعُوْكُمْ حالانکہ رسول ﷺ تم کو دعوت دے رہے ہیں لِتُؤْمِنُوْا بِرَبِّكُمْ کہ ایمان لاؤ تم اپنے رب پر۔ اللہ تعالیٰ نے جتنے داعی بھیجے ہیں ان میں حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا درجہ سب سے بلند ہے۔ اے مکے والو! تمھیں دعوت دینے والا اللہ تعالیٰ کا وہ پیغمبر ہے جو تمام کائنات میں سب سے اعلیٰ وارفع ہے اور تمہاری زبان میں تمھیں دعوت دے رہا ہے پھر تمہارے پاس کون سا بہانہ ہے قبول نہ کرنے کا۔ اس نے نبوت سے پہلے عمر کے چالیس سال تمہارے ساتھ گزارے ہیں۔ سورۃ یونس آیت نمبر ۱۶ پارہ ۱۱ میں ہے فَقَدْ لَبِثْتُ فِيْكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهٖ ''پس بے شک میں ٹھہرا ہوں تمہارے درمیان عمر کا ایک حصہ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ کیا تم عقل نہیں رکھتے۔'' کہ کتنی صاف شفاف زندگی

تمہارے اندر گزاری ہے۔ جب آپ ﷺ کسی جگہ سے گزرتے تھے تو لوگ اشارہ کر کے کہتے تھے کہ ایسا نیک آدمی ہم نے کبھی نہیں دیکھا۔ آپ ﷺ کو صادق کہتے تھے۔ تو سب سے بڑا داعی تمھیں دعوت دے رہا ہے مگر تم اس کی پروانہیں کرتے وَقَدْ اَخَذَ مِيْثَاقَكُمْ اور تحقیق اللہ تعالیٰ نے لیا ہے تم سے پختہ عہد عالم ارواح میں وادی مُعَرَّۃ النعمان میں جس کو آج کل عرفات کہتے ہیں۔

عہدِ الست :

اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو یہاں کھڑا کر کے پشت کی دائیں طرف اپنا دایاں ہاتھ پھیرا جو اس کی شان کے لائق ہے تو اصحاب الیمین چیونٹیوں کی طرح سامنے آگئے۔ پھر بائیں طرف ہاتھ پھیرا تو اصحاب الشمال چیونٹیوں کی طرح سامنے آگئے۔ آدم علیہ السلام نے پوچھا اے پروردگار! یہ کیا چیز ہے؟ فرمایا یہ تیری اولاد ہے جو قیامت تک آئے گی۔ آدم علیہ السلام نے دیکھا کہ کوئی بدصورت ہے کوئی خوب صورت ہے، کوئی موٹا ہے، کوئی پتلا ہے، کوئی لمبا ہے، کوئی چھوٹا ہے۔ کہنے لگے اے پروردگار! هَلْ لَا سَوَّيْتَ بَيْنَ عِبَادِكَ ''اپنے بندوں کو ایک جیسا کیوں نہیں بنایا۔'' رب تعالیٰ نے فرمایا اَحْبَبْتُ اَنْ اُشْكَرَ ''میں چاہتا ہوں کہ میرا شکر ادا ہوتا رہے (لہٰذا جو اپنے سے کمزور کو دیکھ کر شکر ادا نہیں کرتا حقیقت میں وہ انسان کہلانے کا مستحق نہیں ہے۔)

اس عالم ارواح میں اللہ تعالیٰ نے سب کو سمجھ دی اور فرمایا اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ [سورۃ الاعراف] ''کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں قَالُوْا بَلٰى سب نے کہا اے پروردگار! آپ ہمارے رب ہیں۔'' ہمیں تو یہ عہد یاد نہیں ہے لیکن تفسیروں میں بہت سارے بزرگوں کے نام دیئے ہیں جو کہتے تھے کہ ہمیں وہ عہد یاد ہے۔ چنانچہ حضرت علی

رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے وہ عہد یاد ہے۔ سہل بن عبداللہ تستری رحمۃ اللہ علیہ اکابر اولیاء میں سے گزرے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ مجھے وہ میثاق یاد ہے۔

تو فرمایا اللہ تعالیٰ نے تم سے پختہ عہد لیا ہے اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ اگر ہو تم ماننے والے اس بات کو تو ایمان لاؤ هُوَ الَّذِيْ اللہ تعالیٰ وہ ذات ہے يُنَزِّلُ عَلٰى عَبْدِهٖٓ جو اتارتا ہے اپنے بندے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ واضح اور صاف آیتیں۔ بعض نادان لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بندہ کہنے میں توہین ہے، العیاذ باللہ تعالیٰ۔ ایسا نہیں ہے عبد ہونا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت ہے اور جب تک ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عبدیت کا اقرار نہ کریں ہماری کوئی نماز مکمل نہیں ہوتی، فرض ہو، واجب ہو، سنت مؤکدہ ہو، نفل ہو، اس میں ہم نے پڑھنا ہے اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عبد کہنے میں توہین ہوتی تو رب تعالیٰ ہمیں یہ سبق کبھی نہ دیتا حاشا وکلا۔ یاد رکھنا! عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ کے لفظ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح ہے، تعریف اور توصیف ہے تنقیص نہیں ہے۔

تو فرمایا اللہ تعالیٰ وہ ہے جو نازل کرتا ہے اپنے بندے پر واضح اور صاف آیتیں۔ کیوں نازل کرتا ہے؟ لِّيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ تاکہ وہ نکالے تمھیں اندھیروں سے روشنی کی طرف۔ کفر، شرک، تکبر، بغض، حسد کے اندھیروں سے نورِ ایمان کی طرف، نورِ توحید، نورِ سنت اور نورِ حق کی طرف وَاِنَّ اللّٰهَ بِكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ اور بے شک اللہ تعالیٰ تم پر البتہ شفقت کرنے والا مہربان ہے۔ اسی لیے اس نے تمھیں سمجھانے کے لیے اپنا پیغمبر بھیجا ہے اپنی کتاب بھیجی ہے وَمَا لَكُمْ اور تمھیں کیا ہو گیا ہے اَلَّا تُنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ کہ تم خرچ نہیں کرتے اللہ تعالیٰ کے راستے میں سے

کسی مد میں وَلِلّٰہِ مِیْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ حالانکہ اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے میراث آسمانوں کی اور زمین کی۔ کیا یہ جو تمہارے پاس مال ہے، زمین ہے، باغات ہیں، کارخانے اور کوٹھیاں ہیں، سونا چاندی ہے، کیا یہ چیزیں قبر میں تمہارے ساتھ جائیں گی؟ خوش نصیب ہے جس کو کفن نصیب ہو جائے۔ مرنے والے ایسے بھی ہوتے ہیں جن کو کفن بھی نصیب نہیں ہوتا، زمین میں دفن ہونا نصیب نہیں ہوتا، درندے، پرندے، مچھلیاں ان کو ہضم کر جاتی ہیں۔ لہٰذا رب تعالیٰ کے دیئے ہوئے مال کو رب تعالیٰ کی رضا کے لیے خرچ کر کے رب تعالیٰ کو راضی کر لو۔ ہے ہر چیز اللہ تعالیٰ کی ہے اس نے یہ چیزیں تمھیں عارضی طور پر عطا فرمائی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل کر کے رب تعالیٰ کو راضی کر لو۔ پھر اس نے ایسا کوئی حکم نہیں دیا جو تم کر نہ سکو۔ زکوٰۃ صاحب مال پر سال کے بعد چالیس روپے میں سے ایک روپیہ ہے، فطرانہ سال کے بعد نصف صاع ہے۔

آسانی کے لیے یوں سمجھو کہ دو سیر گندم ہے اور زمین کی پیداوار میں سے بارانی ہے تو دسواں حصہ اور اگر چاہی نہری ہے تو بیسواں حصہ ہے نو حصے یا انیس حصے تمہارے پاس ہیں اور جو باقی تمہارے پاس ہے یہ بھی ہے اللہ تعالیٰ کا۔ تمہارے مرنے کے بعد اگر تمہارے وارث اچھے ہیں وہ کھائیں پئیں گے تمھیں ثواب ملے گا۔ اور اگر خدانخواستہ شرابی کبابی ہیں، جواری ہیں، بُرے ہیں تو یاد رکھنا! تمہاری کمائی کھا کر گناہ تمہاری قبر میں پہنچائیں گے۔ کمایا تم نے کھایا انھوں نے اور مار قبر میں تمھیں پڑے گی۔

تو اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے میراث آسمانوں کی اور زمین کی لَا یَسْتَوِیْ مِنْکُمْ مَّنْ اَنْفَقَ نہیں ہیں برابر تم میں سے جنھوں نے خرچ کیا مال مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ مکہ مکرمہ کے فتح ہونے سے پہلے وَقٰتَلَ اور لڑائی کی کافروں سے۔ ۸ھ رمضان

المبارک کے مہینے میں مکہ مکرمہ فتح ہوا۔اس سے پہلے مسلمانوں کی پوزیشن کمزور تھی۔ان دنوں میں خرچ کرنا اور لڑنا بڑا کام تھا۔ اور مکہ مکرمہ فتح ہونے کے بعد سارے عرب پر جھنڈا لہرادیا گیا، مالی پوزیشن بھی مضبوط ہوگئی اور افرادی قوت بھی۔اب مال خرچ کرنا بھی آسان اور لڑنا بھی آسان ہوگیا۔لہٰذا جو فتح سے پہلے لڑے اور مال خرچ کیا اُولٰٓئِكَ اَعۡظَمُ دَرَجَةً یہ لوگ بہت بڑے ہیں درجے کے لحاظ سے مِّنَ الَّذِيۡنَ ان لوگوں سے اَنۡفَقُوۡا مِنۡۢ بَعۡدُ وَقٰتَلُوۡا جنھوں نے خرچ کیا فتح مکہ کے بعد اور لڑائی کی کافروں کے ساتھ۔کیونکہ اب آسانی پیدا ہوگئی ہے لیکن وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الۡحُسۡنٰى اور ہر ایک کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا ہے اچھائی کا۔اجر سب کو ملے گا مگر درجات برابر نہیں ہو سکتے۔مکہ مکرمہ کے فتح ہونے سے پہلے جنھوں نے مال خرچ کیا اور جہاد کیا ان کا درجہ بعد والوں سے بہت بلند ہے لیکن بعد میں خرچ کرنے والوں کا بھی درجہ ہے وَاللّٰهُ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ خَبِيۡرٌ اور اللہ تعالیٰ جو کچھ تم کرتے ہو خبر رکھتا ہے کہ کون اخلاص کے ساتھ خرچ کرتا ہے اور کون دکھاوے کے لیے۔کون اتباعِ سنت میں خرچ کرتا ہے اور کون خواہش نفسانی کے تحت۔سب چیزیں اللہ تعالیٰ کے علم میں ہیں اس سے کوئی چیز مخفی نہیں ہے۔

مَنۡ ذَا الَّذِیۡ یُقۡرِضُ اللّٰہَ قَرۡضًا حَسَنًا فَیُضٰعِفَہٗ لَہٗ وَ لَہٗۤ اَجۡرٌ کَرِیۡمٌ ﴿۱۱﴾ یَوۡمَ تَرَی الۡمُؤۡمِنِیۡنَ وَ الۡمُؤۡمِنٰتِ یَسۡعٰی نُوۡرُہُمۡ بَیۡنَ اَیۡدِیۡہِمۡ وَ بِاَیۡمَانِہِمۡ بُشۡرٰىکُمُ الۡیَوۡمَ جَنّٰتٌ تَجۡرِیۡ مِنۡ تَحۡتِہَا الۡاَنۡہٰرُ خٰلِدِیۡنَ فِیۡہَا ؕ ذٰلِکَ ہُوَ الۡفَوۡزُ الۡعَظِیۡمُ ﴿ۚ۱۲﴾ یَوۡمَ یَقُوۡلُ الۡمُنٰفِقُوۡنَ وَ الۡمُنٰفِقٰتُ لِلَّذِیۡنَ اٰمَنُوا انۡظُرُوۡنَا نَقۡتَبِسۡ مِنۡ نُّوۡرِکُمۡ ۚ قِیۡلَ ارۡجِعُوۡا وَرَآءَکُمۡ فَالۡتَمِسُوۡا نُوۡرًا ؕ فَضُرِبَ بَیۡنَہُمۡ بِسُوۡرٍ لَّہٗ بَابٌ ؕ بَاطِنُہٗ فِیۡہِ الرَّحۡمَۃُ وَ ظَاہِرُہٗ مِنۡ قِبَلِہِ الۡعَذَابُ ﴿ؕ۱۳﴾ یُنَادُوۡنَہُمۡ اَلَمۡ نَکُنۡ مَّعَکُمۡ ؕ قَالُوۡا بَلٰی وَ لٰکِنَّکُمۡ فَتَنۡتُمۡ اَنۡفُسَکُمۡ وَ تَرَبَّصۡتُمۡ وَ ارۡتَبۡتُمۡ وَ غَرَّتۡکُمُ الۡاَمَانِیُّ حَتّٰی جَآءَ اَمۡرُ اللّٰہِ وَ غَرَّکُمۡ بِاللّٰہِ الۡغَرُوۡرُ ﴿۱۴﴾ فَالۡیَوۡمَ لَا یُؤۡخَذُ مِنۡکُمۡ فِدۡیَۃٌ وَّ لَا مِنَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا ؕ مَاۡوٰىکُمُ النَّارُ ؕ ہِیَ مَوۡلٰىکُمۡ ؕ وَ بِئۡسَ الۡمَصِیۡرُ ﴿۱۵﴾

مَنۡ ذَا الَّذِیۡ کون شخص ہے وہ یُقۡرِضُ اللّٰہَ جو قرض دیتا ہے اللہ تعالیٰ کو قَرۡضًا حَسَنًا اچھا قرض فَیُضٰعِفَہٗ پس وہ اس کو بڑھا دیتا ہے لَہٗ اس کے لیے وَلَہٗۤ اَجۡرٌ کَرِیۡمٌ اور اس کے لیے عمدہ اجر ہوگا یَوۡمَ جس دن تَرَی الۡمُؤۡمِنِیۡنَ آپ دیکھیں گے ایمان والے مردوں کو وَالۡمُؤۡمِنٰتِ اور ایمان والی عورتوں کو یَسۡعٰی نُوۡرُہُمۡ دوڑ رہا ہوگا ان کا نور بَیۡنَ اَیۡدِیۡہِمۡ ان کے آگے وَبِاَیۡمَانِہِمۡ اور ان کے دائیں طرف بُشۡرٰىکُمُ الۡیَوۡمَ خوش خبری ہے تمہارے لیے آج کے دن جَنّٰتٌ باغات

ہیں تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ بہتی ہیں ان باغات کے نیچے نہریں
خٰلِدِیْنَ فِیْهَا ہمیشہ رہیں گے ان باغوں میں ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ یہی
ہے وہ بڑی کامیابی یَوْمَ یَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ جس دن کہیں گے منافق مرد وَ
الْمُنٰفِقٰتُ اور منافق عورتیں لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوا ان لوگوں کو جو ایمان لائے
انْظُرُوْنَا ہماری طرف دیکھو نَقْتَبِسْ مِنْ نُّوْرِكُمْ تا کہ ہم بھی روشنی
حاصل کرلیں تمہاری روشنی سے قِیْلَ کہا جائے گا ارْجِعُوْا لوٹ جاؤ
وَرَآءَكُمْ اپنے پیچھے فَالْتَمِسُوْا نُوْرًا پس تلاش کرو روشنی فَضُرِبَ
بَیْنَهُمْ پس کھڑی کردی جائے گی ان کے درمیان بِسُوْرٍ ایک دیوار لَّهٗ
بَابٌ جس کا دروازہ ہوگا بَاطِنُهٗ اس کے اندر کی طرف فِیْهِ الرَّحْمَةُ
اس میں رحمت ہوگی وَظَاهِرُهٗ مِنْ قِبَلِهِ اور اس کے ظاہر کی طرف
الْعَذَابُ عذاب ہوگا یُنَادُوْنَهُمْ یہ ان کو کہیں گے اَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ
کیا ہم تمہارے ساتھ نہیں تھے قَالُوْا بَلٰى وہ کہیں گے کیوں نہیں
وَلٰكِنَّكُمْ فَتَنْتُمْ لیکن تم نے فتنے میں ڈالا اَنْفُسَكُمْ اپنی جانوں کو
وَتَرَبَّصْتُمْ اور تم انتظار کرتے رہے وَارْتَبْتُمْ اور تم نے شک کیا
وَغَرَّتْكُمُ الْاَمَانِیُّ اور دھوکے میں ڈالا تم کو خواہشات نے حَتّٰى جَآءَ اَمْرُ
اللّٰهِ یہاں تک کہ آ گیا اللہ تعالیٰ کا حکم وَغَرَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ اور دھوکے
میں ڈالا تم کو اللہ تعالیٰ کے بارے میں دھوکے باز نے فَالْیَوْمَ پس آج کے

دن لَا یُؤْخَذُ مِنْکُمْ نہیں لیا جائے گا تم سے فِدْیَۃٌ کوئی جرمانہ وَّلَا مِنَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا اور نہ ان لوگوں سے جو کافر ہیں مَاْوٰکُمُ النَّارُ ٹھکانا تمہارا دوزخ ہے ھِیَ مَوْلٰکُمْ یہی دوزخ کی آگ تمہاری ساتھی ہے وَ بِئْسَ الْمَصِیْرُ اور بُری جگہ ہے لوٹنے کی۔

قرضِ حسنہ :

اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے مَنْ ذَاالَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰہَ قَرْضًا حَسَنًا کون شخص ہے وہ جو قرض دیتا ہے اللہ تعالیٰ کو قرض اچھا۔ آدمی جو صدقہ وخیرات کرتا ہے اور قربانی دیتا ہے اللہ تعالیٰ نے اس کو قرض کے ساتھ تشبیہ دی ہے اور تشبیہ اس بات میں ہے کہ جب کوئی آدمی کسی کو قرض دیتا ہے تو اس کو یقین ہوتا ہے کہ مقروض اس کو اتنی رقم لوٹائے گا۔ اسی طرح یہاں سمجھو کہ جو کچھ تم اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرو گے اس کا بدلہ تمھیں ضرور ملے گا۔ یہ مطلب نہیں ہے اللہ تعالیٰ غریب ہو گیا ہے اور اس کو قرضے کی ضرورت پڑ گئی ہے۔ جیسے یہودیوں نے کہا تھا اِنَّ اللّٰہَ فَقِیْرٌ وَّ نَحْنُ اَغْنِیَاءُ [آل عمران:۱۸۱] ''بے شک اللہ تعالیٰ فقیر ہے اور ہم مال دار ہیں۔'' بلکہ تشبیہ اس بات میں ہے کہ جس طرح قرض واپس آنا ہوتا ہے اسی طرح جو کچھ تم اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرو گے وہ تمھیں ضرور ملے گا بلکہ اچھا بدلہ ملے گا کہ ایک کے بدلے میں دس گنا۔ یہ عام حالات میں ہے اور جو فی سبیل اللہ کی مد میں ہوگا اس کا بدلہ سات سو گنا ہوگا کم از کم۔ اللہ تعالیٰ جس کے لیے چاہے بڑھا دے گا۔ پھر یہ بھی سمجھ لیں کہ صدقہ وخیرات کا بدلہ دس گنا ہے اور اگر کوئی کسی کو قرضِ حسنہ دے تو اس کا بدلہ ستر گنا۔ کیونکہ دینے والا اس کی غربت کا خاص خیال رکھتا ہے۔ تو قرضِ حسنہ کا بہت بڑا ثواب ہے۔ لیکن ہمارا زمانہ عجیب ہے کہ

قرض لیتے وقت بڑے پیار محبت سے پیش آئیں گے پیاری پیاری باتیں کریں گے۔ دیتے وقت اکثر تو منکر ہو جاتے ہیں اور کچھ گھور گھور کے دیکھتے ہیں اور کچھ لڑ پڑتے ہیں۔ اچھے لوگ بھی ہیں مگر بہت کم ہیں۔

تو فرمایا کون شخص ہے وہ جو قرض دیتا ہے اللہ تعالیٰ کو اچھا قرض فَيُضٰعِفَهٗ لَهٗ پس اللہ تعالیٰ اس کو بڑھا دیتا ہے اس کے لیے۔ عام حالات میں ایک نیکی کا بدلہ دس گنا اور فی سبیل اللہ کی مد میں نیکی کرے گا تو اس کا ادنیٰ ترین بدلہ سات سو گنا ہے وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ [سورۃ البقرہ] ''اور اللہ تعالیٰ بڑھا دے گا جس کے لیے چاہے گا۔'' وَلَهٗٓ اَجْرٌ كَرِيْمٌ اور اس کے لیے عمدہ اجر ہوگا۔ کس دن ملے گا؟ يَوْمَ تَرَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ جس دن آپ دیکھیں گے ایمان والے مردوں کو اور ایمان والی عورتوں کو يَسْعٰى نُوْرُهُمْ بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ دوڑ رہا ہوگا ان کا نور ان کے آگے وَبِاَيْمَانِهِمْ اور ان کے دائیں طرف بھی۔ مومن جس وقت قبروں سے نکلیں گے تو نورِ ایمان، نورِ اسلام، نورِ توحید جو ان کے دلوں میں ہے اس دن اس کی روشنی ان کے آگے ہوگی اور دائیں طرف بھی ہوگی۔ ایمان کی روشنی آگے ہوگی اور اعمال صالحہ کا نامہ چونکہ ان کے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا اس لیے اس کی روشنی دائیں طرف ہوگی۔ وقفے وقفے سے فرشتے کھڑے ہوں گے اور کہیں گے بُشْرٰىكُمُ الْيَوْمَ خوش خبری ہے تمہارے لیے آج کے دن۔ وہ خوش خبری کیا ہے جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ باغات ہیں بہتی ہیں ان کے نیچے نہریں خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ہمیشہ رہیں گے ان باغوں میں۔ اس ہمیشگی کا تو آج ہم تصور بھی نہیں کر سکتے کہ وہ نہ ختم ہونے والی زندگی ہے ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ یہی ہے وہ بڑی کامیابی۔ اللہ تعالیٰ تمام مومنین اور مومنات کو نصیب فرمائے۔

تم نے مومنوں کا حال سن لیا اب منافقوں کا بھی سن لو۔ مومن جا رہے ہوں گے اور ان کے آگے اور دائیں طرف روشنی ہوگی اور منافقوں کے آگے اور دائیں بائیں منافقت کا، کفر کا اندھیرا ہوگا جو آج ان کے دلوں میں ہے اس دن سامنے آجائے گا۔ فرمایا یَوْمَ جس دن یَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ کہیں گے منافق مرد وَالْمُنٰفِقٰتُ اور منافق عورتیں لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوا ان لوگوں کو جو ایمان لائے۔ کیا کہیں گے؟ انْظُرُوْنَا ہماری طرف دیکھو تاکہ نَقْتَبِسْ مِنْ نُّوْرِكُمْ ہم بھی روشنی حاصل کرلیں تمہاری روشنی سے ۔تمہاری روشنی سے ہم بھی فائدہ اٹھالیں۔ اور یہ معنیٰ بھی کرتے ہیں کہ انتظار کرو ہمارا کہ ہم بھی تمہاری روشنی سے کچھ لے لیں اور اس مشکل منزل کو عبور کرلیں۔

منافقت کی دو اقسام :

ایک عقیدے کا منافق ہوتا ہے اور ایک عمل کا منافق ہوتا ہے۔ عقیدے کا منافق اسے کہتے ہیں جو زبان سے ایمان کا اقرار کرتا ہے اٰمَنْتُ میں ایمان لایا اور ظاہری اعمال بھی ایمان والوں جیسے کرتا ہے لیکن اس کے دل میں ایمان نہیں ہوتا۔ آنحضرت ﷺ کے دور میں ایسے لوگ تھے جن کو ظاہری طور پر کوئی محسوس بھی نہیں کرسکتا تھا کہ یہ منافق ہیں۔ اذان ہوتے ہی پہلی صف میں آکر بیٹھ جاتے تھے۔ نماز، روزہ، صدقہ و خیرات سب کچھ کرتے تھے۔ اور بعض اتنے پکے منافق تھے کہ باوجود اس کے کہ آنحضرت ﷺ اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوق میں سب سے زیادہ عقل مند تھے پھر بھی ان کو نہیں پہچانتے تھے۔

سورۃ توبہ آیت نمبر ۱۰۱ پارہ ۱۱ میں ہے وَمِنْ اَهْلِ الْمَدِیْنَةِ مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ لَا تَعْلَمُهُمْ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ ’’اور بعض اہل مدینہ میں سے جوڑتے ہوئے ہیں

نفاق پر آپ ان کو نہیں جانتے ہم ان کو جانتے ہیں۔'' یعنی ایسے ہوشیار قسم کے لوگ تھے کہ آنحضرت ﷺ جیسی بڑی عقل منداور ذہین ترین شخصیت بھی ان کے نفاق سے آگاہ نہ ہوسکی۔

منافق کی چار علامات :

اور ایک عملی منافق ہوتا ہے۔دل میں تو اس کے ایمان ہوتا ہے لیکن عمل سے منکر ہوتا ہے عمل نہیں کرتا۔حدیث پاک میں منافق کی چار علامتیں بیان کی گئی ہیں۔جس میں ایک پائی گئی وہ ایک درجے کا منافق ،جس میں دو پائی گئیں وہ دو درجے کا منافق اور جس میں تین پائی گئیں وہ تین درجے کا منافق اور جس میں چاروں پائی گئیں وہ پکا منافق۔

پہلی: اِذَا حَدَّثَ كَذَبَ ''جب بات کرے گا تو جھوٹ بولے گا۔'' جھوٹ بولنا منافقوں کی پہلی علامت ہے اور جھوٹ کی اتنی بدبو ہے کہ آدمی جب جھوٹ بولتا ہے تو وہ فرشتہ جس کی ڈیوٹی ہونٹ پر ہوتی ہے وہ ایک میل دور بھاگ جاتا ہے۔جھوٹ کی برائی کا اندازہ اس سے لگائیں کہ آنحضرت ﷺ سے پوچھا گیا حضرت! مومن بخیل ہوسکتا ہے؟ فرمایا ہوسکتا ہے۔حضرت! مومن بزدل بھی ہوسکتا ہے؟ فرمایا ہاں کمزور ایمان کے ساتھ بزدلی جمع ہوسکتی ہے۔حضرت! مومن جھوٹا بھی ہوسکتا ہے؟ فرمایا كَلَّا وَالَّذِیْ نَفْسِی بِيَدِهٖ ''ہرگز نہیں اس رب کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے جھوٹ اور ایمان جمع نہیں ہوسکتے۔'' اگر جھوٹ بولتا ہے تو پھر ایمان کی دولت سے محروم ہے۔

منافق کی دوسری علامت: اِذَا وَعَدَ اَخْلَفَ ''جب وعدہ کرتا ہے تو خلاف ورزی کرتا ہے۔'' اِذَا عَاهَدَ غَدَرَ ''جب معاہدہ کرتا ہے تو غداری کرتا ہے۔'' چاہے وہ معاہدہ ذاتی ہو یا قومی یا جماعتی۔تیسری علامت: وَاِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ ''جب اس کے

پاس امانت رکھی جائے تو خیانت کرتا ہے۔'' مالی خیانت، علمی خیانت، مشورے کی بھی خیانت ہے۔ اگر کوئی آدمی کسی سمجھ دار آدمی سے مشورہ لیتا ہے اور وہ اس کو صحیح بات نہیں بتلاتا تو یہ بھی خیانت ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے اَلْمُسْتَشَارُ اَمِیْنٌ ''جس سے مشورہ طلب کیا جاتا ہے وہ امین ہے۔ اگر مشورے میں خیانت کرے گا تو مجرم ہوگا۔ مجلس کی باتیں بھی امانت ہوتی ہیں۔ حدیث پاک میں آتا ہے اَلْمَجَالِسُ بِالْاَمَانَةِ مجلس میں جو باتیں ہوتی ہیں دوست احباب کی وہ کسی اور کے سامنے ذکر کرنا بھی خیانت ہے۔

منافق کی چوتھی علامت: اِذَا خَاصَمَ فَجَرَ ''جب جھگڑا کرتا ہے تو گالیاں نکالتا ہے۔'' آج ہم نے منافقوں کو پیچھے چھوڑ دیا ہے ہم ہر بات پر گالیاں نکالتے ہیں۔ انسان تو کیا حیوانوں کو بھی گالیاں دیتے ہیں۔ یاد رکھنا! کسی کو گالیاں دینے پر اسی کوڑے سزا ہے۔ اگر کسی نے کہا تیری ماں کی ایسی تیسی، تیری بہن کی ایسی تیسی، تو اس پر اسّی کوڑے سزا ہے۔ قرآن کریم میں مذکور ہے توبہ کرنے کے باوجود کوڑے لگیں گے معافی نہیں ہے۔ اور ساری زندگی گواہی بھی قبول نہیں ہوگی لَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا [نور: ۴] ''اور نہ قبول کرو ان کی گواہی کبھی بھی۔'' اتنی سخت سزا ہے گالی نکالنے کی مگر ہم تو گالیوں کی تسبیح پڑھتے ہیں جیسے اللہ تعالیٰ کے نیک بندے ذکر اللہ کی تسبیح پڑھتے ہیں۔'' ہماری زندگیاں بالکل خراب ہو چکی ہیں اس لیے ہم میں نیکی کا اثر نہیں ہے۔

تو فرمایا جس دن کہیں گے منافق مرد اور منافق عورتیں ایمان والوں کو ہماری طرف دیکھو، ہمارا انتظار کرو کہ ہم بھی روشنی حاصل کرلیں تمہاری روشنی سے قِيْلَ کہا جائے گا۔ کہنے والے فرشتے ہوں گے ارْجِعُوْا وَرَآءَكُمْ لوٹ جاؤ اپنے پیچھے فَالْتَمِسُوْا نُوْرًا پس تلاش کرو وہاں سے روشنی۔ وہ بے وقوف یہ سمجھیں گے کہ شاید

یہیں ایک دو قدم پیچھے سے نور ملتا ہے، پیچھے مڑ کر دیکھیں گے حالانکہ رب تعالیٰ کی طرف سے فرشتوں کے کہنے کا مطلب یہ ہوگا کہ دنیا کی طرف لوٹ جاؤ وہاں تلاش کرو کہ یہ نور وہاں سے ملتا ہے۔ یہ باتیں ہو رہی ہوں گی کہ فَضُرِبَ بَيْنَهُم بِسُورٍ پس کھڑی کر دی جائے گی ان کے درمیان ایک دیوار۔ منافقوں اور مومنوں کے درمیان ایک دیوار کھڑی کر دی جائے گی۔ مومن آگے نکل جائیں گے اور منافق اس طرف رہ جائیں گے۔ وہ ایسی دیوار ہوگی لَّهُ بَابٌ جس کا دروازہ ہوگا بَاطِنُهُ فِيهِ الرَّحْمَةُ اس کے اندر کی طرف اس میں رحمت ہوگی جدھر مومن ہوں گے وَظَاهِرُهُ مِن قِبَلِهِ الْعَذَابُ اور اس کے ظاہر کی طرف عذاب ہوگا۔ منافق عذاب کی طرف رہ جائیں گے يُنَادُونَهُمْ منافق مومنوں کو آوازیں دیں گے پکاریں گے أَلَمْ نَكُن مَّعَكُمْ کیا ہم تمہارے ساتھ نہیں تھے۔ دنیا میں تمہارے ساتھ نمازیں پڑھتے تھے، روزے رکھتے تھے، اکٹھے اٹھتے بیٹھتے تھے قَالُوا بَلَىٰ مومن کہیں گے کیوں نہیں۔ ظاہری طور پر تو تم ہمارے ساتھ تھے وَلَٰكِنَّكُمْ فَتَنتُمْ أَنفُسَكُمْ لیکن تم نے فتنے میں ڈالا اپنی جانوں کو۔ دل تمہارے صاف نہیں تھے۔ تمہارے دلوں میں نفاق تھا وہ آج رکاوٹ ہے وَتَرَبَّصْتُمْ اور تم انتظار کرتے رہے ہمارے بارے میں کہ ان پر کب کوئی مصیبت پڑتی ہے۔

سورۃ التوبہ آیت نمبر ۹۸ پارہ ۱۱ وَيَتَرَبَّصُ بِكُمُ الدَّوَائِرَ "یہ منافق انتظار کرتے رہتے ہیں تمہارے بارے میں گردشوں کا۔" کہ مسلمانوں پر کوئی گردش آئے کافروں کی طرف سے ان پر حملہ ہو جائے یا کسی اور مصیبت میں پڑ جائیں۔ دنیا میں تم ہمارے خیر خواہ نہیں تھے گردشوں کے منتظر رہتے تھے وَارْتَبْتُمْ اور تم نے شک کیا دین کے بارے میں۔ تمہارے دلوں میں ایمان نہیں تھا۔ وَغَرَّتْكُمُ الْأَمَانِيُّ ۔ اَمَانِيُّ

اُمْنِیَۃٌ کی جمع ہے، آرزو اور خواہش کو کہتے ہیں۔ دھوکے میں ڈالا تم کو خواہشات نے، آرزوؤں نے حَتّٰی جَآءَ اَمْرُ اللّٰہِ یہاں تک کہ آ گیا اللہ تعالیٰ کا حکم۔ موت کا وقت آ گیا اور اے منافقو! وَغَرَّکُمْ بِاللّٰہِ الْغَرُوْرُ اور دھوکے میں ڈالا تم کو اللہ تعالیٰ کے بارے میں دھوکے باز نے۔ شیطان نے تم کو دھوکے میں رکھا اور تم نے سچا دین قبول نہیں کیا۔

رب تعالیٰ فرماتے ہیں فَالْیَوْمَ لَا یُؤْخَذُ مِنْکُمْ فِدْیَۃٌ پس آج کے دن نہیں لیا جائے گا تم سے کوئی جرمانہ۔ قیامت والے دن کوئی جرمانہ دے کر عذاب سے بچ نہیں سکے گا۔ دنیا میں لوگ جرمانہ دے کر، فدیہ دے کر بھی جان چھڑا لیتے ہیں قیامت والے دن اول تو انسان کے پاس کوئی چیز ہوگی ہی نہیں جو وہ دے کر جان چھڑا سکے۔ فرض کرو وہاں اس کو ساری دنیا کا خزانہ مل جائے، زمین سونے سے بھری ہوئی مل جائے وہ دے کر بھی اپنی جان نہیں چھڑا سکے گا۔

تو فرمایا اس دن نہیں لیا جائے گا تم سے کوئی فدیہ، جرمانہ وَلَا مِنَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا اور نہ ان لوگوں سے جو کافر ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی توحید کے منکر ہیں، رسالت اور قیامت کے منکر ہیں، قرآن کے منکر ہیں، ان سے بھی جرمانہ نہیں لیا جائے گا کہ وہ جرمانہ دے کر چھوٹ جائیں مَاْوٰکُمُ النَّارُ ٹھکانا تمہارا دوزخ کی آگ ہے ھِیَ مَوْلٰکُمْ۔ مَوْلٰی کا معنٰی رفیق، ساتھی۔ یہی دوزخ کی آگ تمہاری ساتھی ہے وَبِئْسَ الْمَصِیْرُ اور بہت بُری جگہ ہے لوٹنے کی۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے تمام مومنین اور مومنات کو دوزخ سے بچائے اور محفوظ رکھے اور نیکی کی توفیق عطا فرمائے۔

[آمین]

اَلَمْ یَاْنِ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ وَ مَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ ۙ وَ لَا یَكُوْنُوْا كَالَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلُ فَطَالَ عَلَیْهِمُ الْاَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوْبُهُمْ ؕ وَ كَثِیْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿۱۶﴾ اِعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ یُحْیِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ قَدْ بَیَّنَّا لَكُمُ الْاٰیٰتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۷﴾ اِنَّ الْمُصَّدِّقِیْنَ وَ الْمُصَّدِّقٰتِ وَ اَقْرَضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا یُّضٰعَفُ لَهُمْ وَ لَهُمْ اَجْرٌ كَرِیْمٌ ﴿۱۸﴾ وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ رُسُلِهٖۤ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصِّدِّیْقُوْنَ ۖۗ وَ الشُّهَدَآءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ لَهُمْ اَجْرُهُمْ وَ نُوْرُهُمْ ؕ وَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَاۤ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِیْمِ ﴿۱۹﴾ ع ۲ ۱۸

اَلَمْ یَاْنِ کیانہیں آیا وقت لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا ان لوگوں کے لیے جو ایمان لائے اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ کہ خوف کریں ان کے دل لِذِكْرِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے ذکر کے لیے وَ مَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ اور اس چیز کے لیے جو اتری ہے حق سے وَ لَا یَكُوْنُوْا اور نہ ہو جائیں كَالَّذِیْنَ ان لوگوں کی طرح اُوْتُوا الْكِتٰبَ جن کو دی گئی کتاب مِنْ قَبْلُ اس سے پہلے فَطَالَ عَلَیْهِمُ الْاَمَدُ پس لمبی ہو گئی ان پر مدت فَقَسَتْ قُلُوْبُهُمْ پس سخت ہو گئے دل ان کے وَ كَثِیْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ اور بہت سے ان میں سے نافرمان ہیں اِعْلَمُوْۤا جان لو اَنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ تعالیٰ یُحْیِ الْاَرْضَ زندہ کرتا

ہے زمین کو بَعْدَ مَوْتِهَا اس کے مرنے کے بعد قَدْ بَيَّنَّا تحقیق ہم نے بیان کیں لَكُمُ الْاٰيٰتِ تمہارے لیے آیتیں لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ تاکہ تم سمجھو اِنَّ الْمُصَّدِّقِيْنَ بے شک صدقہ کرنے والے مرد وَالْمُصَّدِّقٰتِ اور صدقہ کرنے والی عورتیں وَاَقْرَضُوا اللّٰهَ اور جنھوں نے قرض دیا اللہ تعالیٰ کو قَرْضًا حَسَنًا اچھا قرض يُّضٰعَفُ لَهُمْ بڑھا دیا جائے گا ان کے لیے اجر وَلَهُمْ اَجْرٌ كَرِيْمٌ اور ان کے لیے اجر ہے عمدہ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ اور وہ لوگ جو ایمان لائے اللہ تعالیٰ پر وَرُسُلِهٖ اور اس کے رسولوں پر اُولٰٓئِكَ هُمُ الصِّدِّيْقُوْنَ یہی لوگ ہیں سچے وَالشُّهَدَآءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ اور گواہ اپنے رب کے ہاں لَهُمْ اَجْرُهُمْ ان کے لیے ان کا اجر ہے وَنُوْرُهُمْ اور ان کی روشنی ہے وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا اور وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اور جھٹلایا ہماری آیتوں کو اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ یہی لوگ ہیں دوزخی۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے اَلَمْ يَاْنِ۔ اَن کا معنیٰ ہوتا ہے تھوڑا سا وقت۔ اور يَاْنِ کا معنیٰ ہے وقت کا آنا۔ اور اَلَمْ يَاْنِ کا معنیٰ ہے کیا نہیں آیا وقت لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا ان لوگوں کے لیے جو ایمان لائے اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ کہ ان کے دل ڈریں، خوف کریں لِذِكْرِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے ذکر کے لیے وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ اور اس چیز کے لیے جو اتری ہے حق سے قرآن پاک کی شکل وصورت میں۔ اس کے لیے ان کے دل نرم ہوں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن پاک میں مومنوں کی ایک صفت یہ بھی بیان فرمائی ہے اِذَا ذُکِرَ اللّٰہُ وَجِلَتْ قُلُوْبُھُمْ [الانفال:۲] ''جب ذکر کیا جاتا ہے اللہ تعالیٰ کا تو ان کے دل ڈر جاتے ہیں، خوف زدہ ہو جاتے ہیں۔'' اللہ تعالیٰ کی عظمت اور بڑائی کو دیکھ کر ان کے دلوں میں خوف پیدا ہوتا ہے وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰہِ [البقرہ:۱۶۵] ''اور جو ایمان دار ہیں وہ زیادہ سخت ہیں محبت میں اللہ تعالیٰ کے لیے۔'' ان کی سب سے زیادہ محبت اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہوتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی ذات گرامی کے بعد آنحضرت ﷺ کے ساتھ ان کی محبت سب سے زیادہ ہوتی ہے۔

بخاری شریف اور مسلم شریف کی حدیث ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا لَایُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ وَّالِدِہٖ وَوَلَدِہٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ ''تم میں سے کوئی آدمی مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ میں زیادہ محبوب نہ ہوں اس کو اس کے والد سے اور اولاد سے اور سارے لوگوں سے۔'' جب تک کہ اس کی محبت میرے ساتھ اس کے ماں باپ سے اولاد سے اور ساری مخلوق سے زیادہ نہ ہو۔ ماں باپ کے ساتھ طبعی محبت ہوتی ہے، اولاد کے ساتھ طبعی محبت ہوتی ہے اس محبت کو جب تک آپ ﷺ پر قربان نہیں کرے گا مومن نہیں ہوسکتا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی حضور ﷺ سے طبعی محبت کے چند واقعات :

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو آنحضرت ﷺ کے ساتھ جتنی محبت تھی اس کی دنیا میں نظیر نہیں ملتی۔ آنحضرت ﷺ کے ساتھ ان کی محبت طبیعت ثانیہ بن گئی تھی۔ حضرت عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ کی بیوی کا نام ہند تھا رضی اللہ عنہا۔ احد کے معرکے میں عتبہ بن ابی وقاص نے آنحضرت ﷺ کو پتھر مارا اس وقت یہ کافر تھا ۸ھ میں مسلمان ہوگیا۔ آنحضرت ﷺ کے سامنے

والے جو نیچے دانت ہیں ان میں سے بائیں طرف والا دانت شہید ہوا۔ عبد اللہ بن قمیہ کافر نے تلوار کا وار کیا جس سے خود (لوہے کی ٹوپی) ٹوٹا آپ ﷺ کا چہرہ مبارک زخمی ہوا خون کے فوارے پھوٹ پڑے، خبر مشہور ہوگئی اِنَّ مُحَمَّدًا قَدْ قُتِلَ ''کہ بے شک محمد ﷺ شہید کردیے گئے ہیں۔'' یہ خبر بی بی ہند رضی اللہ عنہا تک پہنچی جو بیوی تھیں حضرت عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ کی۔ باہر گلی میں آکر کھڑی ہوگئیں۔ احد کے مقام سے ایک آدمی آیا تو کہنے لگیں مَا فُعِلَ رسول اللہ ''آپ ﷺ کا کیا حال ہے۔'' اس نے کہا بی بی! اس سے پہلے میں تجھے یہ بتاتا ہوں کہ تیرا خاوند شہید ہوگیا ہے، تیرا والد شہید ہوگیا ہے ہے، تیرا بھائی شہید ہوگیا ہے، تیرا بیٹا شہید ہوگیا ہے۔ بی بی نے دیوانہ وار پوچھا کہ مجھے یہ بتا کہ آنحضرت ﷺ کا کیا حال ہے؟ اس نے کہا آپ ﷺ زخمی ہیں مگر خطرے سے باہر ہیں۔ بی بی نے کہا:

كُلُّ مُصِيبَةٍ بَعْدَكَ جُلَلٌ

''آپ کے ہوتے ہوئے سب مصیبتیں ہیچ ہیں۔'' اس واقعہ کو مولانا شبلی نعمانی رحمۃ اللہ علیہ نے جو بہت بڑے ادیب اور مؤرخ تھے اور شاعر بھی تھے اس طرح پیش کیا ہے:

میں بھی، شوہر بھی، برادر بھی فدا
اے شہِ دین تیرے ہوتے ہوئے کیا چیز ہیں ہم

آپ ﷺ زندہ ہیں میرے لیے یہی دولت ہے۔ دیکھو! عورت کے لیے دنیا میں یہی نعمتیں ہیں، والد، بیٹا، بھائی، خاوند۔ لیکن وہ فرماتی ہیں سب قربان ہیں کوئی بات نہیں آپ ﷺ زندہ ہیں۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ادب المفرد میں نقل کرتے ہیں کہ ایک صحابی ثائی

فائیڈ بخار میں مبتلا تھے۔ یہ بخار اپنی کوئی نہ کوئی نشانی چھوڑ جاتا ہے جسم کی کوئی نہ کوئی چیز متاثر ہوتی ہے۔ آنکھ سے نابینا ہو جائے، ٹانگ خراب ہو جائے، بازو خراب ہو جائے، خوش قسمت ہوتا ہے جو بالکل ٹھیک ہو جائے۔ اس صحابی کی آنکھیں ضائع ہو گئیں۔ ان کا ایک دوست سفر پر تھا۔ واپس آیا تو گھر والوں نے بتایا کہ تمہارے دوست کی آنکھیں ضائع ہو گئی ہیں۔ تیمار داری کے لیے پہنچا، کہنے لگا بڑا صدمہ ہوا جب پتا چلا کہ تمہاری آنکھیں ضائع ہو گئی ہیں۔ انھوں نے کہا کہ مجھے کوئی افسوس نہیں ہے اس لیے کہ ان آنکھوں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھتا تھا اب آپ دنیا سے رخصت ہو گئے ہیں لہٰذا مجھے ان کے ضائع ہونے کا کوئی افسوس نہیں ہے۔ اب مجھے ان کی ضرورت نہیں ہے۔ ان لوگوں کی محبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ طبعی بن چکی تھی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک موقع پر گھر آئے بیوی جن کا نام عاتکہ بنت زید تھا رضی اللہ عنہا۔ چچا زاد بہن تھی، سے کہا کہ میری تلواروں میں سے جو سب سے زیادہ تیز ہے نکال کر مجھے دو۔ اس نے کہا کہ جہاد کا موقع تو نہیں ہے خیر ہے کیا کرنی ہے؟ کہنے لگے اپنی بیٹی حفصہ کا سر اتارنا ہے۔ ماں گھبرا گئی کہ حفصہ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیوی ہیں اس سے کیا غلطی ہو گئی ہے کہ باپ سر اتارنے کے لیے تیار ہو گیا ہے۔ پوچھا بات کیا ہے، اس کا قصور کیا ہے؟ کہنے لگے سَمِعْتُ "میں نے سنا ہے قَدْ اٰذَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ سخت لہجے میں بات کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تکلیف دی ہے اس لیے میں نے اس کا سر اتارنا ہے۔"

یاد رکھنا! کبیرہ گناہوں میں سے ایک گناہ یہ بھی ہے کہ بیوی خاوند کے ساتھ تند مزاجی کے ساتھ پیش آئے اور ہم نے اس کو کچھ سمجھا ہی نہیں ہے۔ عورتیں اچھی طرح

سن لیں کہ خاوند کے آگے سخت لہجے میں بولنا بڑے گناہوں میں سے ایک گناہ ہے۔اگر کوئی بات کرنی ہے تو معقول انداز سے کرو تند مزاجی سے بولنے کی شریعت اجازت نہیں دیتی۔

(عورتوں کو اپنی پیدائش کے مقصد کا ہی علم نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں کیوں پیدا کیا ہے؟سورت الاعراف آیت نمبر ۱۸۹ میں ہے هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ ''اللہ تعالیٰ کی ذات وہ ہے جس نے پیدا کیا تم کو ایک جان سے وَجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا اور بنایا اس سے اس کا جوڑا لِيَسْكُنَ إِلَيْهَا تا کہ سکون لے اس کی طرف۔''عورت کو اللہ تعالیٰ نے مرد کے سکون کے لیے پیدا کیا ہے لیکن آج عورتیں مردوں کے لیے عذاب بنی ہوئی ہیں۔اللہ تعالیٰ ان کو اپنی تخلیق کا مقصد سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔مرتب)

بیوی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو تلوار لا کر دی اور کہنے لگی ایک بات میری بھی سن لیں کہ کوئی قدم اٹھانے سے پہلے تحقیق کر لینا۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ پہلے اپنی بیٹی حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے اور پوچھا کہ تو نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت دی ہے؟ ابا جی!بات یہ ہوئی ہے کہ خیبر کے فتح ہونے کے بعد عورتوں کے حالات بدل گئے،بہتر ہو گئے،گھروں میں چولھے جلنے لگ گئے،کپڑے بھی ملنے لگ گئے اور ہماری حالت ویسی ہے جیسے پہلے تھی۔ہاتھوں میں اسی طرح سوئی دھاگا ہے پیوند پر پیوند لگا رہی ہیں۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام بیویوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مطالبہ کیا ہے کہ ہماری حالت بھی بہتر ہونی چاہیے میں بھی ساتھ تھی اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہو گئے ہیں اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی قسم ہے میں ایک مہینہ تمہارے پاس نہیں آؤں گا۔مسجد کے اوپر جو چوبارہ تھا اس پر ڈیرا ڈال لیا۔اب اگر ظاہری طور پر دیکھا جائے تو ازواج مطہرات کا مطالبہ فی نفسہٖ غلط نہیں تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم

ناراض کیوں ہوئے، قسم کیوں اٹھائی؟ محققین فرماتے ہیں کہ اس کی تین وجوہات تھیں۔

حضور ﷺ کا گھریلو حالات کی وجہ سے قسم اٹھانے کی تین وجوہات:

ایک وجہ یہ ہے کہ اگر آپ ﷺ اپنی بیویوں کو اچھا زیور، اچھا لباس دیتے اور دیگر ضروریات زندگی اعلیٰ قسم کی مہیا فرما دیتے تو دشمن کہتے کہ انھوں نے تمام تکلیفیں اس لیے اٹھائی تھیں کہ مزے سے رہیں۔ حالانکہ آپ ﷺ نے جو تکالیف اٹھائی ہیں وہ بیویوں کی سہولت کے لیے تو نہیں اٹھائیں۔ آپ ﷺ نے تو تکلیفیں اللہ تعالیٰ کے دین کے لیے اٹھائی ہیں۔ لیکن ہر آدمی نتیجہ اپنے خیال کے مطابق نکالتا ہے۔ ان بدظنوں نے یہ نتیجہ نکالنا تھا کہ دیکھو آج ان کی بیویاں کتنے مزے میں ہیں ان کی تکلیفیں ٹھکانے لگ گئیں۔ اس لیے آپ ﷺ نے بیویوں کا یہ مطالبہ تسلیم نہیں کیا۔

دوسری وجہ یہ لکھی ہے کہ آنخضرت ﷺ کی ازواج مطہرات امت کی عورتوں کے لیے نمونہ تھیں۔ اگر ان کا لباس، خوراک عمدہ اور اعلیٰ قسم کی ہوتی، زیورات سے لدی ہوئی ہوتیں تو امت کی وہ عورتیں جن کو عمدہ لباس، اچھی خوراک میسر نہ ہوتی، زیورات نصیب نہ ہوتے وہ کس کی طرف دیکھ کر دل کو تسلی دیتیں۔ آج بھی ایسی عورتیں موجود ہیں جن کو مرضی کا زیور، لباس اور خوراک میسر نہیں ہے۔ تو آنخضرت ﷺ نے اپنی بیویوں کو ان کے لیے نمونہ بنایا کیونکہ دوسرے کو دیکھ کر آدمی کو کچھ سہارا ہوتا ہے۔ تو جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ علم ہوا تو ٹھنڈے ہو گئے کہ میری بیٹی نے کوئی ایسی گستاخی نہیں کی کہ جس کی وجہ سے اس کا سر قلم کر دیا جائے۔

تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو آنخضرت ﷺ کے ساتھ طبعی محبت تھی اور ساری مخلوق سے بڑھ کر تھی۔ اور ہر مومن کے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت کے بعد آنخضرت ﷺ کی محبت

سب سے زیادہ ہونی چاہیے۔ تو فرمایا کیا نہیں آیا وقت ان لوگوں کے لیئے جو ایمان لائے کہ خوف کریں ان کے دل اللہ تعالیٰ کے ذکر کے لیے اور اس چیز کے لیے جو اتری ہے حق سے قرآن کی شکل میں وَلَا یَكُوْنُوْا كَالَّذِیْنَ اور نہ ہو جاؤ ان لوگوں کی طرح اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلُ جن کو دی گئی کتاب اس سے پہلے۔ یہودیوں کو تورات، عیسائیوں کو انجیل اور داؤد کی امت کو زبور ملی تھی فَطَالَ عَلَیْهِمُ الْاَمَدُ پس لمبی ہوگئی ان پر مدت۔ عمریں ان کی لمبی ہوئیں فَقَسَتْ قُلُوْبُهُمْ پس سخت ہو گئے دل ان کے اور جس کا دل سخت ہو جاتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور ہو جاتا ہے۔

حدیث پاک میں آتا ہے اِنَّ اَبْعَدَ الْقُلُوْبِ اِلَى اللّٰهِ الْقَلْبُ الْقَاسِیْ ''بے شک دلوں میں اللہ تعالیٰ سے زیادہ دور سخت دل ہے۔'' جو دل جتنا سخت ہوگا اتنا ہی رب سے دور ہوگا۔ اور جس دل میں جتنی نرمی ہوگی وہ اتنا رب تعالیٰ کے قریب ہوگا۔ اور پہلے پارے میں ہے ثُمَّ قَسَتْ قُلُوْبُكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ ''پھر سخت ہو گئے تمہارے دل اس کے بعد فَهِیَ كَالْحِجَارَةِ اَوْ اَشَدُّ قَسْوَةً [البقرہ:۷۴] پس وہ پتھروں کی طرح ہیں بلکہ بعض ان سے بھی سخت ہیں۔'' اور حقیقت یہ ہے کہ آج ہمارے دل بھی پتھروں کی طرح ہیں کہ نصیحت قبول کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے قریب کچھ لوگ ایسے ہوں گے کہ ان کی شکلیں انسانوں جیسی ہوں گی دل ان کے بھیڑیوں جیسے ہوں گے۔ سب حیوانوں میں سخت دل بھیڑیا ہے۔ بھائی! اور بھیڑیا کس چیز کا نام ہے؟ ڈاکے ڈالتے ہیں، عورتوں کے کان نوچ لیتے ہیں، قتل کرتے ہیں، گاڑیاں لوٹتے ہیں، بازو کاٹ دیتے ہیں، ظالم گھڑی تک نہیں چھوڑتے۔ پھر منصف بھی ویسے ہی ہیں۔ اور حدیث پاک میں آیا ہے کہ جیسے تم

ہو گے ویسے تمہارے حاکم ہوں گے۔ایک زمانہ تھا عوام نیک تھے،حاکم بھی نیک تھے آج ہم بھی بُرے ہیں ہمارے حاکم بھی بُرے ہیں۔ہم نے خود ان کو سروں پر بٹھایا ہے پھر رونے کا کیا فائدہ؟ کوئی کہتا ہے بجلی مہنگی ہے،کوئی کہتا ہے گیس مہنگی ہے بل زیادہ آ گئے ہیں۔یہ ہمارے ووٹوں سے آ کر ہم پر ظلم کر رہے ہیں۔ووٹ دیتے وقت ہم اندھے ہوتے ہیں۔اس وقت پارٹی سسٹم چلتا ہے،برادری سسٹم چلتا ہے،دوستیاں پالتے ہیں، غنڈے ڈراتے ہیں،دھمکیاں دیتے ہیں،کچھ نوٹ لالچ دیتے ہیں۔

ایک روایت میں آیا ہے اَعْمَالُكُمْ عُمَّالُكُمْ ''جیسے تمہارے اعمال ہوں گے ویسے تمہارے حاکم ہوں گے۔''صرف حاکم ہی مجرم نہیں ہیں ہم بھی ان کے ساتھ شامل ہیں۔تو فرمایا لمبی ہوگئیں ان کی عمریں اور ان کے دل سخت ہو گئے وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ اور ان کی اکثریت نافرمان ہے اِعْلَمُوْٓا جان لو اَنَّ اللّٰهَ يُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا بے شک اللہ تعالیٰ زندہ کرتا ہے زمین کو اس کے مرنے کے بعد۔بارشیں نہ ہوں تو زمین خشک ہو جاتی ہے کوئی چیز اس میں نہیں اگتی وہ مردہ ہوتی ہے۔اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے بارش ہوتی ہے زمین تر ہو جاتی ہے،چیزیں اگتی ہیں وہ زندہ ہو جاتی ہے۔

اسی طرح مردہ دلوں پر رب کی وحی کی بارش ہوتی ہے دل زندہ ہو جاتے ہیں۔ فرمایا قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ تحقیق ہم نے بیان کیں تمہارے لیے آیتیں تاکہ تم سمجھو اِنَّ الْمُصَّدِّقِيْنَ بے شک صدقہ کرنے والے مرد وَالْمُصَّدِّقٰتِ اور صدقہ کرنے والی عورتیں۔

صدقہ کی اہمیت اور مفہوم :

حدیث پاک میں آتا ہے اِنَّ الصَّدَقَةَ تَدْفَعُ الْبَلَاءَ ''بے شک صدقہ ٹالتا

ہے مصیبتوں کو۔"یعنی صدقے کی برکت سے مصیبتیں ٹل جاتی ہیں۔اور ایک روایت میں آتا ہے اِنَّ الصَّدَقَةَ تَدْفَعُ مِيْتَةَ السُّوْءِ "بے شک صدقہ بری موت کو ٹال دیتا ہے۔" رب تعالیٰ اس کو اچھی موت دیتا ہے۔قرآن وحدیث میں صدقے کی بڑی ترغیب آئی ہے لیکن ہم لوگوں نے صدقے کا مفہوم نہیں سمجھا۔لوگ سمجھتے ہیں کہ کالی بکری دے دو،کالی سری دے دو بلائیں ٹل جائیں گی۔

یقین جانو! میں کہتا ہوں بے شک یہ بھی صدقہ ہے میں یہ نہیں کہتا کہ یہ صدقہ نہیں ہیں لیکن جس کو شریعت صدقہ کہتی ہے یہ وہ نہیں ہے۔شریعت کی زبان میں صدقہ ہے غریب کی ضرورت پوری کرنا۔اب اگر کسی بے چارے کو کپڑے کی ضرورت ہے، جوتوں کی ضرورت ہے تم اس کو کالی سری دیتے ہو، پاؤ گوشت دیتے ہو، وہ اس کا کیا کرے گا؟ اس کے بچے پڑھتے ہیں اس کو کتابوں کی ضرورت ہے، وہ بیمار ہے اس کو دوائی کی ضرورت ہے تم نے کالی سری اس کے حوالے کر دی وہ اس کا کیا کرے گا؟ صدقہ نام ہے غریب کی ضرورت پوری کرنے کا۔اگر اس کے پاس کپڑے نہیں ہیں اس کو کپڑے لے کر دو، جوتا نہیں ہے جوتا لے کر دو، بیمار ہے علاج کرا دو، اس کے بچوں کو کتابوں کی ضرورت ہے کتابیں لے کر دو۔بہترین صدقہ نقد پیسا دینا ہے۔اس کی جو ضرورت ہوگی وہ لے لے گا۔اور صدقے کا ڈھنڈورا بھی نہیں پیٹنا۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ دائیں ہاتھ سے دے بائیں کو پتا نہ چلے۔آج تو ہم مطمئن ہی نہیں ہوتے جب تک گلی میں دیگیں نہ کھڑکیں اور سارے محلے کو علم نہ ہو۔بڑا مجاہد آدمی ہے جو ان چیزوں کی پروا نہ کرے اور بدعات سے پرہیز کرے۔تو فرمایا صدقہ کرنے والے مرد اور صدقہ کرنے والی عورتیں وَاَقْرَضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا اور جنھوں

نے قرض دیا اللہ تعالیٰ کو قرض اچھا یُضٰعَفُ لَهُمْ بڑھا دیا جائے گا ان کے لیے۔ ایک کے بدلے دس گنا اجر ملے گا اور فی سبیل اللہ کی مد میں دے گا تو سات سو گنا اجر ملے گا وَلَهُمْ اَجْرٌ كَرِيْمٌ اور ان کے لیے اجر ہے بہت عمدہ۔ دینی مدارس میں جو بیرونی بچے پڑھتے ہیں، بچیاں پڑھتی ہیں ان کے مصارف میں روٹی، کپڑا ہے، کتابیں ہیں، علاج معالجہ ہے۔ ان کے واسطے تم دانے بھیجو، چاول دو، سبزی، گھی، چینی دو، اپنی ہمت کے مطابق جو تمہارے پاس ہو ان کی خدمت کرو یہ تمہارا صدقۂ جاریہ ہے۔ جب تک یہ سلسلہ چلتا رہے گا اللہ تعالیٰ تمھیں اجر دیتا رہے گا۔

فرمایا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ اور وہ لوگ جو ایمان لائے اللہ تعالیٰ پر وَرُسُلِهٖ اور اس کے رسولوں پر اُولٰٓئِكَ هُمُ الصِّدِّيْقُوْنَ یہی لوگ ہیں سچے جنھوں نے ایمان کے تقاضوں کو پورا کیا وَالشُّهَدَآءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ اور یہی **لوگ گواہ** ہیں اپنے رب کے ہاں، سچی گواہی دیں گے۔ سورۃ البقرہ آیت نمبر ۱۴۳ میں ہے وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا "اور اسی طرح ہم نے تمھیں افضل امت بنایا تاکہ تم لوگوں پر گواہی دینے والے بنو اور اللہ تعالیٰ کا رسول تم پر گواہی دے۔"

قیامت والے دن اس آخری امت کے لوگ پہلی امت کے لوگوں پر بطور گواہ پیش ہوں گے اور آنحضرت ﷺ اس آخری امت پر گواہ ہوں گے اور ان کی گواہی پر رب تعالیٰ فیصلے فرمائیں گے۔ لَهُمْ اَجْرُهُمْ ان کے لیے ان کا اجر ہے وَنُوْرُهُمْ اور ان کی روشنی ہے جس کے ذریعے پل صراط کو عبور کریں گے۔ ان کے برخلاف وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا اور وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اور جھٹلایا ہماری آیتوں

کو۔توحید، رسالت، قیامت کو جھٹلایا احکامِ الٰہی کو جھٹلایا، شریعت کو سچا نہیں تسلیم کیا اُولٰٓئِكَ اَصۡحٰبُ الۡجَحِیۡمِ یہی لوگ ہیں دوزخی۔شعلوں والی آگ میں پڑنے والے اور ہمیشہ ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے۔

اِعْلَمُوْٓا اَنَّمَا الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ وَّ زِیْنَةٌ وَّ تَفَاخُرٌۢ بَیْنَكُمْ وَ تَكَاثُرٌ فِی الْاَمْوَالِ وَ الْاَوْلَادِؕ كَمَثَلِ غَیْثٍ اَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهٗ ثُمَّ یَهِیْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ یَكُوْنُ حُطَامًاؕ وَ فِی الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ شَدِیْدٌۙ وَّ مَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانٌؕ وَ مَا الْحَیٰوةُ الدُّنْیَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ۝ سَابِقُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ جَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِۙ اُعِدَّتْ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ رُسُلِهٖؕ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُؕ وَ اللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ۝ مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِیْبَةٍ فِی الْاَرْضِ وَ لَا فِیْٓ اَنْفُسِكُمْ اِلَّا فِیْ كِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَهَاؕ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ یَسِیْرٌۚ۝

اِعْلَمُوْٓا جان لو اَنَّمَا پختہ بات ہے الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا دنیا کی زندگی لَعِبٌ کھیل ہے وَّلَهْوٌ اورتماشا ہے وَّزِیْنَةٌ اورزینت ہے وَّتَفَاخُرٌ اورایک دوسرے پرفخر کرنا ہے بَیْنَكُمْ آپس میں وَتَكَاثُرٌ فِی الْاَمْوَالِ اور بہتات ڈھونڈنی ہے مال میں وَالْاَوْلَادِ اوراولاد میں كَمَثَلِ غَیْثٍ جیسے مثال ہے بارش کی اَعْجَبَ الْكُفَّارَ تعجب میں ڈالا ہے جاٹوں کو نَبَاتُهٗ اس کے سبزے نے ثُمَّ یَهِیْجُ پھر وہ خشک ہوجاتا ہے فَتَرٰىهُ پس آپ دیکھتے ہیں اس کو مُصْفَرًّا زرد ثُمَّ یَكُوْنُ حُطَامًا پھر وہ ہوجاتا ہے چورا چورا وَفِی الْاٰخِرَةِ اورآخرت میں عَذَابٌ

شَدِیۡدٌ عذاب ہے سخت وَّمَغۡفِرَۃٌ مِّنَ اللّٰہِ اور بخشش ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے وَرِضۡوَانٌ اور رضا وَمَا الۡحَیٰوۃُ الدُّنۡیَاۤ اور نہیں ہے دنیا کی زندگی اِلَّا مَتَاعُ الۡغُرُوۡرِ مگر دھوکے کا سامان سَابِقُوۡۤا اِلٰی مَغۡفِرَۃٍ جلدی کرو بخشش کی طرف مِّنۡ رَّبِّکُمۡ اپنے رب کی طرف سے وَجَنَّۃٍ اور جنت کی طرف عَرۡضُهَا جس کا عرض کَعَرۡضِ السَّمَآءِ وَالۡاَرۡضِ زمین اور آسمان کے عرض کی طرح ہے اُعِدَّتۡ تیار کی گئی ہے لِلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا ان لوگوں کے لیے جو ایمان لائے بِاللّٰہِ اللہ تعالیٰ پر وَرُسُلِہٖ اور اس کے رسولوں پر ذٰلِکَ فَضۡلُ اللّٰہِ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ دیتا ہے جس کو چاہتا ہے وَاللّٰہُ ذُو الۡفَضۡلِ الۡعَظِیۡمِ اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے مَاۤ اَصَابَ نہیں پہنچتی مِنۡ مُّصِیۡبَۃٍ کوئی مصیبت فِی الۡاَرۡضِ زمین میں وَلَا فِیۡۤ اَنۡفُسِکُمۡ اور نہ تمہارے نفسوں میں اِلَّا فِیۡ کِتٰبٍ مگر وہ درج ہے کتاب میں مِّنۡ قَبۡلِ اَنۡ نَّبۡرَاَهَا پہلے اس سے کہ ہم اس کو ظاہر کریں اِنَّ ذٰلِکَ عَلَی اللّٰہِ یَسِیۡرٌ بے شک یہ چیز اللہ تعالیٰ پر آسان ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے اِعۡلَمُوۡۤا جان لو۔ظاہر بات ہے کہ جس چیز کے بارے میں رب تعالیٰ فرمائیں جان لو تو اس بات کی طرف غور وفکر کرنا چاہیے کہ رب تعالیٰ نے توجہ دلائی ہے۔پھر اَنَّمَا کا لفظ بڑی تاکید کے لیے آتا ہے۔جس کا معنیٰ ہے پختہ بات ہے اس کے سوا اور کوئی بات نہیں ہے۔جان لو پختہ بات ہے اَلۡحَیٰوۃُ الدُّنۡیَا لَعِبٌ وَّلَهۡوٌ دنیا کی زندگی کھیل تماشا ہے۔کھیل آدمی خود کھیل رہا ہوتا ہے اور

تماشا کنارے پر کھڑے تماشائی دیکھتے ہیں اور کہتے ہیں فلاں نے اچھا کھیل کھیلا ہے وہ جیت رہا ہے اور فلاں ہار گیا ہے۔ اسی طرح دنیا کی زندگی کھیل تماشا ہے۔ کسی کو اللہ تعالیٰ نے مربع دیئے (اراضی دی)، کسی کو سونا چاندی اور دولت دی، کسی کو کارخانے فیکٹریاں دیں، گاڑیاں دیں اور بڑا کچھ دیا۔ وہ اس میں کھیل رہے ہیں اور ہم تماشائی ہیں دیکھتے ہیں کہ فلاں زمین والا ہے، فلاں فیکٹری والا ہے، فلاں کارخانے والا ہے۔ فرمایا دنیا کی زندگی کھیل تماشا ہے وَّزِیْنَةٌ اور زینت ہے وَّتَفَاخُرٌ بَیْنَكُمْ اور ایک دوسرے پر فخر کرنا ہے آپس میں۔

ایک دوسرے پر فخر کرنا :

کوئی کہتا ہے میں سید ہوں، کوئی کہتا ہے میں جاٹ ہوں، کوئی کہتا ہے میں مغل ہوں۔ برادریوں کے لحاظ سے ایک دوسرے پر فخر کرتے ہیں، مال و دولت کے لحاظ سے فخر کرتے ہیں، حسن و جمال کے لحاظ سے ایک دوسرے پر فخر کرتے ہیں۔ یہی قصے ہیں ساری دنیا میں۔

یاد رکھنا! کسی کو حقیر نہ سمجھو، کسی کا بنانا اپنے اختیار میں نہیں ہے سب کو رب تعالیٰ نے بنایا ہے، کسی کو بڑا قد، کسی کو چھوٹا قد، کسی کو گورا، کسی کو کالا، لہٰذا کسی کے ساتھ مذاق نہ کرو۔ کسی کے اختیار میں ہو تو کوئی لنگڑا، لولا، کانا اور اندھا پیدا نہ ہو۔ اَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَیْءٍ ''اللہ تعالیٰ ہر چیز کا خالق ہے۔'' بلکہ اپنے سے چھوٹے قد والے کو دیکھو تو الحمد للہ کہو کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بڑا قد دیا ہے۔ نابینے کو دیکھو تو خدا کا شکر ادا کرو کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بینا پیدا فرمایا ہے، لولے لنگڑے کو دیکھو تو خدا کا شکر ادا کرو کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے صحیح و سالم پیدا فرمایا ہے، رب تعالیٰ نے مکان دیا ہے تو خدا کا شکر ادا کرو۔ آج بھی ایسے لوگ ہیں جو

سخت سردی کے موسم میں سڑکوں پر رات گزارتے ہیں۔ تنکے اکٹھے کر کے ان کو جلا کر رات گزارتے ہیں۔ شکر ادا کرو کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے مکان عطا کیا ہے۔

تو فرمایا دنیا کی زندگی کھیل تماشا اور زینت ہے اور ایک دوسرے پر فخر کرنا ہے آپس میں وَتَكَاثُرٌ فِي الْأَمْوَالِ وَالْأَوْلَادِ اور بہتات ڈھونڈنی ہے مال میں اور اولاد میں۔ مال و دولت کی کثرت طلب کرنا ہے۔ رب تعالیٰ نے دنیا کی زندگی کا نقشہ کھینچا ہے۔ فرمایا اس زندگی کی مثال کیسی ہے كَمَثَلِ غَيْثٍ اس کی مثال ایسے ہی ہے جیسے بارش کی أَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهُ۔ کفار کافر کی جمع ہے۔ کفر کے کئی معانی آتے ہیں۔ ایک معنٰی ہے چھپانا۔ کسان کو بھی کافر کہتے ہیں کہ وہ دانے، بیج زمین میں چھپاتا ہے، رب اگاتا ہے۔ تو یہاں کفار سے مراد جاٹ ہیں۔ تعجب میں ڈالا ہے جاٹوں کو اس کے سبزے نے۔ بارش ہونے کے بعد فصلیں ہوتی ہیں، زمین ہری بھری ہو جاتی ہے، جاٹ دیکھ کر خوش ہوتے ہیں۔ پھر ایک وقت آتا ہے ثُمَّ يَهِيجُ پھر وہ سبزہ خشک ہو جاتا ہے فَتَرَاهُ مُصْفَرًّا پس آپ دیکھتے ہیں اس کو زرد۔ پھر اس کو کاٹتے ہیں اور گاہتے ہیں ثُمَّ يَكُونُ حُطَامًا پھر وہ ہو جاتا ہے چورا چورا۔

ایک وقت تھا سبزہ تھا جاٹ دیکھ کر اس کو خوش ہوتا تھا۔ لیکن سبزہ ہمیشہ تو نہیں رہتا اپنے وقت پر زرد ہو کر چورا چورا ہو جاتا ہے۔ اسی طرح اے انسان تو نے بھی ہمیشہ جوان نہیں رہنا وقت پر بوڑھا ہو جائے گا پھر وقت آئے گا کسی کے سہارے چلے گا پھر اس لاش کو دفن کر دیا جائے گا۔ اگر کفر، شرک کی حالت میں مرا ہے تو جان نکالتے وقت فرشتے منہ پر ہتھوڑے ماریں گے پشت پر ماریں گے يَضْرِبُونَ وُجُوهَهُمْ وَأَدْبَارَهُمْ اور کہیں گے أَيْنَ مَا كُنْتُمْ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللهِ ''کہاں ہیں وہ جن کو تم پکارتے تھے اللہ

تعالیٰ کے سوا قَالُوْا وہ کہیں گے ضَلُّوْا عَنَّا وہ ہمیں نظر نہیں آ رہے۔'' یہ ساری گفتگو فرشتوں کی مرنے والے کے ساتھ نزع کے وقت ہوتی ہے۔ ماں باپ، بیٹا، خاوند، بھائی ،عزیز رشتہ دار، ڈاکٹر، پھونکنے والے مولوی سب وہیں کھڑے ہوتے ہیں مگر کوئی نہیں سنتا اور فرشتے جان نکال کر لے جاتے ہیں وَفِی الْاٰخِرَۃِ اور آخرت میں عَذَابٌ شَدِیْدٌ عذاب ہے سخت۔ اور یاد رکھو! وَّمَغْفِرَۃٌ مِّنَ اللّٰہِ اور بخشش ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے لیے جو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کو تسلیم کرتا ہے اور قیامت کو حق مانتا ہے وَ رِضْوَانٌ اور رضا ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے۔ اور جس پر اللہ تعالیٰ راضی ہو گیا مرتے وقت اس کو فرشتے کہتے ہیں اُخْرُجِیْ اِلٰی رِضْوَانِ اللّٰہِ اَیَّتُھَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّۃِ ''اے پاکیزہ روح نکل آ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کی طرف۔''

دنیا دھوکے کا گھر ہے :

فرمایا وَمَا الْحَیٰوۃُ الدُّنْیَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ اور نہیں ہے دنیا کی زندگی مگر دھوکے کا سامان۔ اس میں الجھ کر نہ رہ جانا۔ انسان دنیا میں آسائش اور آرام کے لیے بڑے بڑے منصوبے بناتا ہے۔ بڑی بڑی مضبوط عمارتیں تعمیر کرتا ہے مگر وہ نہ تو مصیبت کو ٹال سکتا ہے اور نہ موت سے بھاگ سکتا ہے تو دنیا کا یہ سارا ساز و سامان محض دھوکا محسوس ہوتا ہے۔ اور جب آخرت میں جاتا ہے تو وہ ناکام ہو جاتا ہے۔ اس لیے فرمایا کہ دنیا کا سامان تو محض دھوکا ہے اس میں الجھ کر نہ رہ جانا۔ مسافر کو سفر میں سہولتیں دیکھ کر اپنا گھر نہیں بھولنا چاہیے۔

مثلاً: کوئی دیہاتی کچے مکان میں رہنے والا یا کوئی پکھی واس (بے گھر) خیمے میں رہنے والا، کچی سڑکوں اور پگڈنڈیوں پر چلنے والا شہر آئے اور بہترین بلڈنگیں دیکھے، عمدہ

عمارتیں اور پکی سڑکیں دیکھے، اسٹیشن اور ائیر پورٹ دیکھے، نہانے دھونے کی سہولتیں دیکھے اور وہیں دل لگا کر بیٹھ جائے اور اپنے کچے مکان کو بھول جائے اور بیوی بچوں کی طرف واپس نہ لوٹے تو وہ بڑا بے غیرت اور کمینہ آدمی ہے کہ یہاں سہولتیں دیکھ کر اپنا سب کچھ بھلا بیٹھا ہے۔ اور پھر یہ چیزیں اس کو مل تھوڑا جاتی ہیں؟ یہ تو دھوکے میں مبتلا ہوگیا ہے یہ نادان ہے اس کو کوئی بھی اچھا نہیں کہے گا۔ اس کو کہیں گے اپنے گھر جاؤ وہاں تمہارے بیوی بچے، عزیز رشتہ دار ہیں۔

اسی طرح یاد رکھو! ہم سب مسافر ہیں دنیا میں۔ اصل گھر آخرت کا ہے مومن کے لیے جنت میں اور مشرک کافر کا دوزخ میں ہے۔ دنیا کی خوش نما چیزیں دیکھ کر دھوکے میں نہ پڑو اور اپنا اصل گھر نہ بھلاؤ۔ اور کہاوت ہے کہ" گھر خالی ہاتھ نہیں جانا چاہیے۔"

تو فرمایا نہیں ہے دنیا کی زندگی مگر دھوکے کا سامان لہٰذا سَابِقُوْٓا اِلٰی مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ جلدی کرو اپنے رب کی بخشش کی طرف وَجَنَّةٍ اور جنت کی طرف جلدی کرو، سبقت لے جاؤ، دوسروں سے آگے بڑھ جاؤ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اس کی چوڑائی اتنی ہے جیسے آسمان اور زمین کی چوڑائی ہے۔ سات آسمانوں اور سات زمینوں کی چوڑائی کتنی ہے اس سے اس کی لمبائی کا اندازہ خود لگالو:

قیاس کن زگلستان من بہار مرا

لہٰذا ہر آدمی کو نیکیوں میں دوڑ لگانی چاہیے کہ کوئی دوسرا مجھ سے آگے نہ نکل جائے اُعِدَّتْ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا یہ جنت تیار کی گئی ہے ان لوگوں کے لیے جو ایمان لائے ہیں بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسولوں پر۔ فرمایا یاد رکھو ذٰلِكَ یہ ایمان فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے دیتا ہے جس کو چاہتا ہے۔ اور دنیا اسے

دیتا ہے جو طالب ہوتا ہے۔ جس خوش نصیب کو یہ دولت اور سعادت حاصل ہوتی ہے اس کو کروڑ ارب دفعہ رب تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیے۔ نیک بختی کے ظاہری اسباب یہ ہیں کہ آدمی نیکوں کی صحبت اختیار کرے، اچھے لوگوں کے ساتھ اٹھے بیٹھے یقیناً اللہ تعالیٰ ایمان کی دولت دیں گے۔ اگر دور رہے گا تو کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ کالا بلال رضی اللہ عنہ پیغمبر علیہ السلام کی صحبت میں آیا جنت کا وارث بن گیا، ابوجہل، ابولہب قریب نہیں آئے ضد پر اڑے رہے، محروم ہو گئے باوجود رشتہ دار ہونے کے۔ تو اچھی مجلس اثر کرتی ہے لہٰذا دوستو! بُرے کے قریب نہ پھٹکو اور اچھی مجلسوں میں بیٹھا کرو وہ نیکی کا سبب بنیں گی۔ وہ نماز کی طرف جائیں گے تمھیں بھی ساتھ لے جائیں گے، وہ روزہ رکھیں گے انہیں دیکھ کر تمھیں بھی ترغیب ہوگی کہ میں بھی روزہ رکھوں۔

تو فرمایا یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے دیتا ہے جس کو چاہتا ہے وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے جو فضل کا طالب ہوتا ہے اس پر فضل کرتا ہے اور ایمان کی دولت سے نوازتا ہے اور ایمان والا سمجھے کہ میں سب سے بڑا مال دار ہوں۔ اللہ تعالیٰ خاتمہ ایمان پر کرے۔ سعادت مند ہے جس کا خاتمہ ایمان پر ہو گیا۔ پھر جو ایمان لاتے تھے ان کو بڑی تکلیفیں بھی اٹھانا پڑتی تھیں کیونکہ جو چیز قیمتی ہوتی ہے اس کی قیمت بھی بڑی ہوتی ہے مفت میں نہیں ملتی۔ ایمان کے لیے بڑی بڑی مصیبتیں برداشت کرنی پڑتی ہیں اور یہ سب کچھ پہلے لکھا ہوا ہے۔

رب تعالیٰ فرماتے ہیں مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ نہیں پہنچتی کوئی مصیبت زمین میں اور نہ تمہارے نفسوں میں اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مگر وہ درج ہے کتاب میں، لوح محفوظ میں۔ ہم تو موروثی مسلمان ہیں، ہمارے باپ دادا مسلمان

تھے ہم مسلمان ہیں، ہمیں اسلام کی کوئی قدر نہیں ہے۔ اسلام کی قدر بلال (رضی اللہ عنہ) سے پوچھو جس کی ٹانگوں میں رسی ڈال کر پتھریلی زمین پر گھسیٹا جاتا تھا اور کہتے تھے کلمہ چھوڑ دے۔ یہ جواب میں کہتے کلمہ چھوڑ دوں یہ نہیں ہو سکتا۔ اور خباب بن ارت رضی اللہ عنہ کا آقا ابی بن خلف بڑا ظالم جابر آدمی تھا۔ کوئلے سلگا کر ان کی پشت ننگی کر کے ان کو اوپر لٹا دیتا تھا اور ان کے سینے پر پاؤں رکھ کر کھڑا ہو جاتا تھا اور کہتا تھا کلمہ چھوڑ دے تب چھوڑوں گا۔ جسم سے رطوبت نکل کر کوئلوں، انگاروں کو ٹھنڈا کرتی، ان کی پشت پر گڑھے پڑے ہوئے تھے مگر انھوں نے کلمہ نہیں چھوڑا۔

ہمیں کلمہ مفت میں ملا ہے ہم نے کون سی محنت کی ہے اور تکلیف اٹھائی ہے؟ تو فرمایا نہیں پہنچتی کوئی مصیبت زمین میں اور نہ تمہارے نفسوں میں مگر وہ درج ہے کتاب لوح محفوظ میں مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَهَا پہلے اس سے کہ ہم اس کو ظاہر کریں۔ دوسری تفسیر یہ ہے کہ ھا ضمیر زمین کی طرف لوٹتی ہے۔ تو پھر معنی یہ ہوگا کہ پہلے اس سے کہ ہم زمین کو پیدا کریں۔ تیسری تفسیر یہ ہے کہ ھا ضمیر اَنْفُسِكُمْ کی طرف لوٹ رہی ہے۔ پھر معنی ہوگا تمہاری جانوں کو پیدا کرنے سے پہلے جو تکلیف تمھیں پہنچنی ہے لکھ دی جاتی ہے کہ فلاں وقت اس بندے کو یہ تکلیف آئے گی۔ وہ تکلیف چاہے دین، ایمان کے سلسلے میں ہو، اچھے کاموں کے سلسلے میں ہو مومن کو جو تکلیف آتی ہے وہ رفع درجات کا ذریعہ بنتی ہے یا گناہوں کا کفارہ بنتی ہے۔

حضرت مولانا سید انور شاہ صاحب کشمیری رحمہ اللہ جو دار العلوم دیوبند کے مدرس تھے، شیخ الحدیث تھے۔ وہ فرماتے ہیں اَلْحَرُّ وَالْقَرُّ يُكَفِّرَانِ الذُّنُوْبَ ''مومن کو جو گرمی، سردی لگتی ہے اور اس کی وجہ سے جو تکلیف ہوتی ہے اس سے بھی گناہ معاف

ہوتے ہیں۔" اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ بے شک یہ چیز اللہ تعالیٰ پر آسان ہے۔

مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ فِى
الْاَرْضِ وَلَا فِىْٓ اَنْفُسِكُمْ اِلَّا فِىْ كِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَهَا ؕ
اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ۚ﴿۲۲﴾ لِّكَيْلَا تَاْسَوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوْا
بِمَآ اٰتٰىكُمْ ؕ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرِ ۙ﴿۲۳﴾ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ
وَيَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ ؕ وَمَنْ يَّتَوَلَّ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِىُّ
الْحَمِيْدُ ﴿۲۴﴾ لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ
وَالْمِيْزَانَ لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ ۚ وَاَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ فِيْهِ بَاْسٌ
شَدِيْدٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ وَرُسُلَهٗ بِالْغَيْبِ ؕ
ع اِنَّ اللّٰهَ قَوِىٌّ عَزِيْزٌ ﴿۲۵﴾ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا وَّاِبْرٰهِيْمَ وَجَعَلْنَا فِىْ
ذُرِّيَّتِهِمَا النُّبُوَّةَ وَالْكِتٰبَ فَمِنْهُمْ مُّهْتَدٍ ۚ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿۲۶﴾

مَآ اَصَابَ نہیں پہنچتی مِنْ مُّصِيْبَةٍ کوئی مصیبت فِى الْاَرْضِ
زمین میں وَلَا فِىْٓ اَنْفُسِكُمْ اور نہ تمہاری جانوں میں اِلَّا فِىْ كِتٰبٍ مگر
وہ درج ہے کتاب میں مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَهَا پہلے اس سے کہ ہم ان کو پیدا
کریں اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ بے شک یہ چیز اللہ تعالٰی پر آسان ہے
لِّكَيْلَا تَاْسَوْا تاکہ تم غم نہ کھاؤ عَلٰى مَا فَاتَكُمْ اس چیز پر جو تم سے فوت ہو
چکی ہے وَلَا تَفْرَحُوْا اور نہ گھمنڈ کرو بِمَآ اٰتٰىكُمْ اس چیز پر جو اس نے
تمھیں دی ہے وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ اور اللہ تعالٰی پسند نہیں کرتا كُلَّ مُخْتَالٍ

کسی بھی اترانے والے کو فَخُوْرٍ فخر کرنے والے کو الَّذِیْنَ وہ لوگ یَبْخَلُوْنَ جو بخل کرتے ہیں وَیَاْمُرُوْنَ النَّاسَ اور حکم دیتے ہیں لوگوں کو بِالْبُخْلِ بخل کا وَمَنْ یَّتَوَلَّ اور جس شخص نے اعراض کیا فَاِنَّ اللّٰہَ پس بے شک اللہ تعالیٰ ھُوَالْغَنِیُّ وہ بے پرواہ ہے الْحَمِیْدُ تعریفوں والا ہے لَقَدْاَرْسَلْنَا البتہ تحقیق بھیجے ہم نے رُسُلَنَا اپنے رسول بِالْبَیِّنٰتِ واضح دلائل دے کر وَاَنْزَلْنَامَعَھُمُ الْکِتٰبَ اور اتاری ہم نے ان کے ساتھ کتابیں وَالْمِیْزَانَ اور ترازو لِیَقُوْمَ النَّاسُ تا کہ قائم رکھیں لوگ بِالْقِسْطِ انصاف کو وَاَنْزَلْنَاالْحَدِیْدَ اور اتارا ہم نے لوہا فِیْہِ بَاْسٌ شَدِیْدٌ اس میں لڑائی ہے سخت وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ اور فائدے ہیں لوگوں کے لیے وَلِیَعْلَمَ اللّٰہُ اور تا کہ دیکھ لے اللہ تعالیٰ مَنْ یَّنْصُرُہٗ کہ کون مدد کرتا ہے اس کی وَرُسُلَہٗ اور اس کے رسولوں کی بِالْغَیْبِ بغیر دیکھے اِنَّ اللّٰہَ بے شک اللہ تعالیٰ قَوِیٌّ قوی ہے عَزِیْزٌ غالب ہے وَلَقَدْاَرْسَلْنَا اور البتہ تحقیق بھیجا ہم نے نُوْحًا نوح علیہ السلام کو وَّاِبْرٰھِیْمَ اور ابراہیم علیہ السلام کو وَجَعَلْنَا اور رکھی ہم نے فِیْ ذُرِّیَّتِہِمَاالنُّبُوَّۃَ ان دونوں کی اولاد میں نبوت وَالْکِتٰبَ اور کتاب فَمِنْھُمْ مُّھْتَدٍ پس بعض ان میں سے ہدایت پانے والے ہیں وَکَثِیْرٌ مِّنْھُمْ اور اکثریت ان میں سے فٰسِقُوْنَ نافرمان ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِیْبَۃٍ نہیں پہنچتی کوئی تکلیف فِی الْاَرْضِ زمین میں۔ کسی وقت زلزلہ آجاتا ہے، کسی وقت سیلاب اور کبھی بارش نہ ہونے کی وجہ سے فصلیں نہیں اگتیں۔ بعض علاقوں میں زمین سے لاوے پھٹتے ہیں اور لوگ تباہ ہوجاتے ہیں۔ بعض دفعہ دیہات زمین میں دھنس جاتے ہیں وَلَا فِیْٓ اَنْفُسِکُمْ اور نہ تمہاری جانوں کو کوئی مصیبت پیش آتی ہے۔ بیماری کی ہو، زخمی ہونے کی ہو، موت کی ہو، دشمن کی طرف سے خطرات ہوں، یہ جتنی بھی تکلیفیں ہیں نہیں پیش آتیں اِلَّا فِیْ کِتٰبٍ مگر وہ درج ہیں کتاب لوح محفوظ میں مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَھَا پہلے اس سے کہ ہم اس کو ظاہر کریں۔ زمین کو پیدا کرنے سے پہلے لکھی ہوئی ہیں۔

یہ تفسیر بھی ہے کہ تمہاری جانوں کو پیدا کرنے سے پہلے لکھی ہوئی ہیں اور یہ تفسیر بھی ہے کہ مصیبت کے ظاہر ہونے سے پہلے وہ مصیبت لکھی ہوئی ہے اِنَّ ذٰلِکَ عَلَی اللّٰہِ یَسِیْرٌ بے شک یہ چیز کہ ظاہر ہونے سے پہلے لکھ دینا اللہ تعالیٰ پر آسان ہے۔

مسئلہ تقدیر کی تفصیلی وضاحت :

مسئلہ تقدیر بھی سمجھ لیں۔ مسئلہ تقدیر حق ہے مشکل بھی ہے اور آسان بھی ہے۔ اور مسئلہ تقدیر میں مسلمان کہلانے والوں نے انتہائی افراط وتفریط سے کام لیا ہے۔ ایک فرقہ ہے معتزلہ، جو پہلے بھی تھا اور آج بھی موجود ہے اور اپنے آپ کو مسلمان کہلواتے ہیں اور نماز روزہ بھی ہم سے زیادہ کرتے ہیں مگر تقدیر کے منکر ہیں۔ تقدیر کا مطلب یہ ہے کہ دنیا میں جو کچھ ہورہا ہے یا ہوگا یہ سب کچھ پہلے سے اللہ تعالیٰ نے لکھ دیا ہے اور اب اس کے مطابق ہورہا ہے۔ معتزلہ کہتے ہیں کہ تقدیر کوئی شے نہیں ہے جو بندے اب کررہے ہیں وہ فرشتے لکھ رہے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ اگر نیکی بدی سب کچھ پہلے سے لکھے ہوئے ہیں اور

ہم نے وہی کرنے ہیں تو پھر ہمارا اس میں کیا دخل ہے اور ہمارا اس میں کیا قصور ہے۔ پھر نیکی پر ہمیں ثواب کیوں ملتا ہے اور بدی پر سزا کیوں ملتی ہے؟ ہم نے تو لکھا ہوا کیا ہے اس لیے ہم تقدیر کو نہیں مانتے۔ یہ منکرین تقدیر ہیں ان کو قدریہ کہتے ہیں۔ دوسرا فرقہ ہے جبریہ۔ وہ کہتے ہیں کہ سب کچھ پہلے سے لکھا ہوا ہے اور ہم مجبور ہیں ہمارے اختیار میں کچھ نہیں ہے جو لکھا ہوا ہے وہ ہم نے کرنا ہے۔ جب ان سے پوچھا گیا کہ پھر جزا، سزا کیسی ہے، کیوں ہے جب اللہ تعالیٰ نے سب کو مجبور کر دیا ہے نیکی اور بدی کرنے پر؟ تو اس کے جواب میں انھوں نے کہا کہ رب تعالیٰ نے اپنی صفات کے اظہار کے لیے کچھ بندوں کو بدی کے لیے پیدا کیا ہے اور کچھ بندوں کو نیکی کے لیے پیدا کیا ہے۔ رب تعالیٰ کی صفات میں سے قہار بھی، جبار بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کچھ بندوں کو سزا دینے کے لیے پیدا کیا ہے انھوں نے بدی کے کام کرنے ہیں۔ اور وہ غفار اور ستار بھی ہے کچھ بندے اس نے انعام دینے کے لیے پیدا کیے ہیں انھوں نے نیکی کے کام کرنے ہیں۔ جو گناہ کر رہے ہیں وہ پہلے سے لکھا ہوا ہے کہ انھوں نے گناہ کرنے ہین ان کو دوزخ میں پھینکے گا اور جو نیکی کر رہے ہیں پہلے سے لکھا ہوا ہے کہ انھوں نے نیکی کرنی ہے ان کو جنت میں داخل کرے گا تا کہ اس کی صفات کا اظہار ہو۔ یہ جبریہ فرقہ ہے۔

منکرین حدیث کا مسئلہ تقدیر کا انکار کرنا :

اور منکرین حدیث نے بھی تقدیر کا انکار کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ یہ مولویوں نے بنائی ہے عجمی سازش ہے۔ تقدیر کوئی شے ہوتی تو اس کا قرآن میں ذکر ہوتا۔

اس کے متعلق غلام احمد پرویز نے بہت کچھ بکواس کی ہے۔ الحمد للہ! میں نے اپنی کتاب ''انکار حدیث'' میں بڑی تفصیل کے ساتھ اس کا رد کیا ہے۔ میں نے کہا کہ تم

قرآن پڑھو سمجھو تو تمھیں علم ہو کہ قرآن میں کیا ہے؟ تمھیں صرف قرآن کا نام ہی آتا ہے۔ میں نے کہا کہ کیا قرآن پاک میں نہیں ہے وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ فَقَدَّرَهُ تَقْدِيرًا [فرقان: ۲] ''اور پیدا کی اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو پس مقرر کی ہر چیز کی تقدیر۔'' تو تقدیر کا لفظ قرآن مجید میں موجود ہے اور احادیث میں بھی موجود ہے۔ اور ہمارے ایمان میں ہے وَالْقَدْرِ خَيْرِهٖ وَشَرِّهٖ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰى وَالْبَعْثِ بَعْدَ الْمَوْتِ تقدیر کا ذکر ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ اگر کوئی شخص نیکیاں ہی کرے اور ایک بھی بدی نہ کرے اور سونے کے پہاڑ اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کر دے تو قبول نہیں ہوں گے جب تک تقدیر کے مسئلے پر ایمان نہیں رکھے گا۔ تو تقدیر کا مسئلہ حق ہے۔

مسئلہ تقدیر بارے میں اہل حق کا نظریہ :

اہل حق کا یہی نظریہ ہے، اس کا انکار کرنا بے دینی ہے۔ اب رہا یہ سوال کہ جب سب کچھ لکھا ہوا ہے تو بندہ تو وہی کرے گا جو لکھا ہوا ہے تو اس کے متعلق متکلمین حضرات فرماتے ہیں کہ رب تعالیٰ چونکہ عالم الغیب ہے اس نے اپنے علم کی بنا پر سب کچھ لکھ دیا ہے کہ کس بندے نے اپنی مرضی اور اختیار سے کیا کرنا ہے۔ چونکہ وہ تو ازل، ابد کو جانتا ہے اس کو علم تھا کہ فلاں شخص اپنی مرضی اور اختیار سے جو میں نے اس کو دیا ہے کہ فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ [سورۃ الکہف] ''پس جو شخص چاہے اپنی مرضی سے ایمان لائے اور جو چاہے اپنی مرضی سے کفر اختیار کرے۔'' تو اللہ تعالیٰ کے علم میں تھا کہ فلاں شخص کفر اختیار کرے گا اور فلاں شخص اپنی مرضی اور اختیار سے ایمان لائے گا۔ فلاں نیکی کرے گا اور فلاں بدی کرے گا۔ تو اللہ تعالیٰ نے اپنے علم سے سب کچھ لکھ دیا ہے اور اب

سب کچھ اس تحریر کے مطابق ہو رہا ہے۔ تو انسان نے اپنی مرضی اور ارادے سے سب کچھ کرنا ہے۔ نیکی اور بدی میں اس کی مشیت اور ارادے کا دخل ہے مجبور محض نہیں ہے۔ تو مسئلہ تقدیر پر ایمان رکھنا ہے۔ کیونکہ جب تک عقیدہ صحیح نہیں ہوگا تو پھر کوئی شے صحیح نہیں ہے۔

فرمایا لِّكَيْلَا تَاْسَوْا تاکہ تم غم نہ کھاؤ، افسوس نہ کرو عَلٰى مَا فَاتَكُمْ اس چیز پر جو تم سے فوت ہوگئی ہے، تمہارے ہاتھ سے نکل گئی ہے۔ یہ سمجھو کہ تقدیر میں ایسا ہی تھا وَلَا تَفْرَحُوْا بِمَآ اٰتٰىكُمْ اور نہ اتراؤ، گھمنڈ نہ کرو اس چیز پر جو تم کو دی ہے اللہ تعالیٰ نے کہ میری لیاقت اور قابلیت کی وجہ سے مجھے ملی ہے۔ بلکہ کہو کہ تقدیر میں میرے لیے تھا اس لیے مجھے مل گئی ہے۔ تقدیر ماننے کا فائدہ بتلایا کہ فوت شدہ پر افسوس نہ کرو اور ملنے پر اتراؤ نہ۔ بعض دفعہ آدمی بڑی محنت کرتا ہے مگر نقصان ہوتا ہے تو اس کو افسوس کرنے کے بجائے یہ سمجھنا چاہیے کہ یہ چیز میری قسمت میں نہیں تھی، نہیں ملی۔ اور بعض دفعہ محنت تھوڑی ہوتی ہے اور مل زیادہ جاتا ہے تو قارون کی طرح یہ نہ کہے اِنَّمَآ اُوْتِيْتُهٗ عَلٰى عِلْمٍ [القصص:۷۸] "بے شک دی گئی ہے مجھے یہ دولت علم کی بنیاد پر، ہنر کی بنیاد پر۔" بلکہ یہ کہے کہ تقدیر میں، میری قسمت میں تھا اس لیے مل گیا ہے۔ محنت تو کی ہے لیکن اصل چیز تقدیر ہے۔

تو فرمایا جو چیز تمھیں رب تعالیٰ دے اس پر گھمنڈ نہ کرو وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ اور اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتا کسی بھی اترانے والے کو۔ تکبر اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں ہے، چاہے چال میں ہو، چاہے گفتگو میں ہو، چاہے مال میں، چاہے نشست و برخاست میں ہو۔ حدیث پاک میں آتا ہے اَلْكِبْرُ رِدَائِيْ "تکبر میری چادر ہے یعنی میری صفت

ہے جس نے میرے ساتھ کشمکش کی میں اس کو الٹا کر کے دوزخ میں ڈالوں گا۔'' تکبر تو کوئی تب کرے کہ کوئی چیز اس کی ذاتی ہو۔ یہ تو سب کچھ رب تعالیٰ کا دیا ہوا ہے۔ اس نے وجود دیا، صحت دی، مال دیا، اولاد دی، اچھے دوست، ساتھی دیئے، حسن دیا اور جب چاہے واپس لے سکتا ہے۔ کسی نے کہا ہے نا :

؎ حسن والے حسن کا انجام دیکھ
ڈوبتے سورج کو وقت شام دیکھ

تو فرمایا اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتا کسی اترانے والے کو فَخُوْرٍ فخر کرنے والے، شیخی مارنے والے کو۔ اپنی برتری کا اظہار کرتا ہے کہ میں ایسا ہوں، میں ایسا ہوں، میں ایسے خاندان کا ہوں، میں جاٹ ہوں، خان ہوں تو ترکھان ہے، موچی ہے۔ بھائی یہ تو پیشے ہیں۔ اور کون سا ایسا جائز پیشہ ہے جو پیغمبروں نے اختیار نہیں کیا۔

ہر جائز پیشہ پیغمبروں نے اختیار کیا :

آدم علیہ السلام نے کاشت کاری کی ہے، حضرت ادریس علیہ السلام نے کھڈی پر کپڑا بنا ہے، حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے ہاتھ سے کشتی بنائی ہے، حضرت زکریا علیہ السلام نے ترکھانوں کا کام کیا ہے، حضرت داؤد علیہ السلام نے لوہاروں کا کام کیا ہے، پیغمبروں نے بکریاں چرائی ہیں۔

ایک موقع پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پیلو کے دانے جو اس پر پھل لگتا ہے لا کر پیش کیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کالے کالے دانے لانے تھے وہ زیادہ میٹھے ہوتے ہیں۔ کہنے لگے حضرت! ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے بھی بکریاں چرائی ہیں آپ کو تجربہ ہے۔ فرمایا ہاں كُنْتُ اَرْعٰى لِاَهْلِ مَكَّةَ عَلٰى قَرَارِيْطَ ''میں مکے والوں کی بکریاں ٹکے ٹکے پر

چراتا تھا۔‘‘اور فرمایا کوئی نبی ایسانہیں آیا جس نے بکریاں نہ چرائی ہوں۔تو جائز پیشے میں کسی کو حقیر سمجھنا غلط بات ہے۔

طالوت رحمۃ اللہ علیہ جن کا نام دوسرے پارے میں آیا ہے وہ تین کام کرتے تھے۔ایک تو دباغ تھے،چمڑا رنگنے کا کام کرتے تھے۔دوسرا کام:ساقی تھے۔مشکیزہ بھر بھر کر لوگوں کے گھروں میں پانی پہنچاتے تھے،ماشکی تھے۔اور تیسرا کام:راعی۔وقت ہوتا تھا تو لوگوں کی بکریاں بھی چراتے تھے۔مزدور پیشہ آدمی کو جو کام مل گیا وہ کرتا ہے۔تو فرمایا اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتا اترانے والوں کو اَلَّذِیۡنَ وہ لوگ یَبۡخَلُوۡنَ جو بخل کرتے ہیں۔بخل کا معنیٰ ہے خرچ کرنے کی جگہ رقم نہ خرچ کرنا۔یا جتنی ضرورت ہے خرچ کرنے کی اس سے کم خرچ کرنا۔بعض آدمی ایسے کنجوس ہوتے ہیں کہ اپنے گھر والوں پر بھی خرچ کرنے میں کنجوسی کرتے ہیں باوجود گنجائش ہونے کے ان کو ضرورت کی چیزیں نہیں ملتیں۔یہ بھی گناہ کی بات ہے۔

اللہ تعالیٰ نے عباد الرحمٰن کی صفت بیان فرمائی ہے اِذَاۤ اَنۡفَقُوۡا لَمۡ یُسۡرِفُوۡا وَلَمۡ یَقۡتُرُوۡا وَکَانَ بَیۡنَ ذٰلِکَ قَوَامًا [الفرقان:۶۷] ’’جب وہ خرچ کرتے ہیں تو نہ اسراف کرتے ہیں اور نہ بخل کرتے ہیں اور ہوتی ہے اس کے درمیان ان کی گزران۔‘‘نہ اسراف کرتے ہیں نہ ہاتھ کو روکتے ہیں ضرورت کے مطابق خرچ کرتے ہیں۔تو فرمایا وہ لوگ جو بخل کرتے ہیں وَیَاۡمُرُوۡنَ النَّاسَ بِالۡبُخۡلِ اور حکم دیتے ہیں لوگوں کو بخل کا کہ پیسے نہ خرچ کرو وَمَنۡ یَّتَوَلَّ اور جس شخص نے اعراض کیا حق کی باتوں سے فَاِنَّ اللّٰہَ ہُوَ الۡغَنِیُّ الۡحَمِیۡدُ پس بے شک اللہ تعالیٰ وہ بے پرواہ ہے تعریفوں والا ہے۔تمہاری عبادتوں کا وہ محتاج نہیں ہے تم نے جو کچھ کرنا ہے اپنے لیے کرنا ہے لَقَدۡ اَرۡسَلۡنَا

رُسُلَنَا البتہ تحقیق بھیجے ہم نے اپنے رسول بِالْبَيِّنٰتِ واضح دلائل کے ساتھ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ اور اتاری ہم نے ان کے ساتھ کتابیں، صحیفے نازل کیے، معجزات دیئے وَالْمِيْزَانَ اور ترازو نازل کی۔ بعض اس کا معنٰی کرتے ہیں کہ ترازو کا حکم نازل کیا۔ جیسا کہ سورہ رحمٰن میں ہے وَاَقِيْمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ ''اور قائم رکھو ترازو کو انصاف کے ساتھ۔''

اور یہ بھی تفسیروں میں آیا ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے ترازو لاکر حضرت نوح علیہ السلام کے ہاتھ میں پکڑا دی اور فرمایا کہ یہ ترازو رب تعالیٰ نے نازل فرمائی ہے ان کے ساتھ چیزیں تول کر لوگوں کو دو لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ تاکہ قائم رکھیں لوگ انصاف کو۔ مگر آج لوگوں نے ڈنڈی مارنا پیشہ بنالیا ہے حالانکہ ناپ تول میں کمی بیشی کی وجہ سے مدین قوم تباہ کی گئی کہ وہ کم تولتے تھے اور کم ماپتے تھے کوئی چیز پوری نہیں دیتے تھے۔

لوہے کے منافع :

فرمایا وَاَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ اور اتارا ہم نے لوہا فِيْهِ بَاْسٌ شَدِيْدٌ اس میں سخت لڑائی ہے وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ اور لوگوں کے لیے منافع بھی ہیں۔ آج ساری دنیا لوہے پر چل رہی ہے۔ تفسیر ابن جریر طبری میں روایت ہے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام بہشت سے جو چیزیں ساتھ لے کر آئے تھے ان میں حجر اسود ہے۔ یہ جنت کے ہیروں میں سے ایک ہیرا ہے۔ بڑا روشن اور چمکیلا تھا فرمایا سَوَّدَتْهُ خطایا بنی ادم ''انسانوں کی خطاؤں نے اس کو کالا کر دیا ہے۔'' ترمذی شریف کی روایت ہے۔ یوں سمجھو کہ دلوں کی سیاہی اس بے چارے پر پڑ گئی وہ جنت کا ہیرا ہمارے گناہوں سے کالا ہو گیا۔ تو حضرت آدم علیہ السلام حجر اسود جنت سے ساتھ لے کر آئے

تھے اور آئرن وہ لوہا جس پر لوہے کو کوٹتے ہیں اور مِطْرَقَۃٌ اور ہتھوڑا اور کلبان سَنّی جس کے ساتھ پکڑتے ہیں یہ بھی جنت سے ساتھ لے کر آئے تھے۔

تو فرمایا اس میں سخت گرفت ہے، لڑائی ہے اور لوگوں کے منافع بھی ہیں وَلِیَعْلَمَ اللّٰہُ مَنْ یَّنْصُرُہٗ اور تاکہ اللہ تعالیٰ دیکھ لے، یہاں علم ظہور کے معنیٰ میں ہے، کون اللہ تعالیٰ کی مدد کرتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے دین کی وَرُسُلَہٗ اور اس کے رسولوں کی مدد کرتا ہے بِالْغَیْبِ بغیر دیکھے۔ نہ رب کو دیکھا ہے نہ جنت دیکھی ہے نہ دوزخ دیکھی ہے لیکن یقین رکھتا ہے کہ یہ سب چیزیں حق ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے دین پر چلتے ہیں اور اس کے رسولوں کی سنت کو زندہ کرتے ہیں اِنَّ اللّٰہَ قَوِیٌّ عَزِیْزٌ بے شک اللہ تعالیٰ قوی ہے غالب ہے۔

اوپر ذکر تھا کہ ہم نے اپنے پیغمبر بھیجے واضح دلائل دے کر۔ آگے بعض پیغمبروں کا ذکر ہے۔ فرمایا وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اور البتہ تحقیق بھیجا ہم نے نوح علیہ السلام کو نبی بنا کر وَّاِبْرٰھِیْمَ اور ابراہیم علیہ السلام کو رسول بنا کر وَجَعَلْنَا فِیْ ذُرِّیَّتِھِمَا النُّبُوَّۃَ اور رکھی ہم نے ان دونوں کی اولاد میں نبوت وَالْکِتٰبَ اور کتاب رکھی۔ یہ جتنی آسمانی کتابیں ہیں مثلاً: تورات ہے، زبور ہے، انجیل ہے۔ تورات موسیٰ علیہ السلام کو ملی، زبور داؤد علیہ السلام کو ملی اور انجیل عیسیٰ علیہ السلام کو ملی۔ یہ سب حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن ملا آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں فَمِنْھُمْ مُّھْتَدٍ پس بعض ان بزرگوں کی اولاد میں ہدایت پانے والے ہیں وَکَثِیْرٌ مِّنْھُمْ فٰسِقُوْنَ اور اکثریت ان کی اولاد میں سے نافرمان ہے۔ اکثریت کی زندگی فسق و فجور میں گزری۔

ثُمَّ قَفَّيْنَا عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ بِرُسُلِنَا وَقَفَّيْنَا بِعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ وَاٰتَيْنٰهُ الْاِنْجِيْلَ ۙ وَجَعَلْنَا فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ رَاْفَةً وَّرَحْمَةً ؕ وَرَهْبَانِيَّةَ ۣابْتَدَعُوْهَا مَا كَتَبْنٰهَا عَلَيْهِمْ اِلَّا ابْتِغَآءَ رِضْوَانِ اللّٰهِ فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا ۚ فَاٰتَيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْهُمْ اَجْرَهُمْ ۚ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿۲۷﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَاٰمِنُوْا بِرَسُوْلِهٖ يُؤْتِكُمْ كِفْلَيْنِ مِنْ رَّحْمَتِهٖ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ نُوْرًا تَمْشُوْنَ بِهٖ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۸﴾ لِّئَلَّا يَعْلَمَ اَهْلُ الْكِتٰبِ اَلَّا يَقْدِرُوْنَ عَلٰى شَيْءٍ مِّنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاَنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ﴿۲۹﴾ ع

ثُمَّ قَفَّيْنَا پھر پیچھے بھیجے ہم نے عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ ان کے نقش قدم پر بِرُسُلِنَا اپنے کئی رسول وَقَفَّيْنَا اور بھیجا ہم نے ان کے پیچھے بِعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ عیسٰی ابن مریم کو علیہ السلام وَاٰتَيْنٰهُ الْاِنْجِيْلَ اور دی ہم نے ان کو انجیل وَجَعَلْنَا فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ اور رکھ دی ہم نے ان لوگوں کے دلوں میں اتَّبَعُوْهُ جنھوں نے اتباع کیا ان کا رَاْفَةً نرمی وَّرَحْمَةً اور مہربانی وَ رَهْبَانِيَّةَ اور رہبانیت ابْتَدَعُوْهَا جس کو انھوں نے گھڑا مَا كَتَبْنٰهَا عَلَيْهِمْ نہیں لکھی تھی ہم نے ان پر اِلَّا ابْتِغَآءَ رِضْوَانِ اللّٰهِ مگر اللہ تعالیٰ کی رضا تلاش کرنے کے لیے فَمَا رَعَوْهَا پس نہ رعایت کی انھوں نے اس کی

حَقَّ رِعَايَتِهَا جیسا کہ حق تھا اس کی رعایت کا فَاٰتَيْنَا الَّذِيْنَ پس دیا ہم نے ان لوگوں کو اٰمَنُوْا مِنْهُمْ جو ایمان لائے ان میں سے اَجْرَهُمْ ان کا اجر وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ اور بہت سے لوگ ان میں سے فٰسِقُوْنَ نافرمان ہیں يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو اتَّقُوا اللّٰهَ ڈرو اللہ تعالیٰ سے وَاٰمِنُوْا بِرَسُوْلِهٖ اور ایمان لاؤ اس کے رسول محمد ﷺ پر يُؤْتِكُمْ كِفْلَيْنِ دے گا تم کو دہرا اجر مِنْ رَّحْمَتِهٖ اپنی رحمت سے وَيَجْعَلْ لَّكُمْ نُوْرًا اور بنائے گا تمہارے لیے نور تَمْشُوْنَ بِهٖ چلو گے تم اس کے ذریعے وَيَغْفِرْ لَكُمْ اور بخش دے گا تم کو وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے لِّئَلَّا يَعْلَمَ اَهْلُ الْكِتٰبِ تاکہ نہ جاننے لگیں اہل کتاب اَلَّا يَقْدِرُوْنَ یہ کہ نہیں وہ قادر عَلٰى شَيْءٍ کسی شے پر مِّنْ فَضْلِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے فضل سے وَاَنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ اور بے شک فضل اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ دیتا ہے جس کو چاہتا ہے وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے۔

اسم عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کی وضاحت :

اس سے پہلے فرمایا کہ ہم نے بھیجا نوح علیہ السلام اور ابراہیم علیہ السلام کو رسول بنا کر وَجَعَلْنَا فِيْ ذُرِّيَّتِهِمَا النُّبُوَّةَ اور رکھی ہم نے ان دونوں کی اولاد میں نبوت۔ اب رب تعالیٰ فرماتے ہیں ثُمَّ قَفَّيْنَا عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ بِرُسُلِنَا ۔ قفا کا لفظی ترجمہ ہے گردن کا پچھلا حصہ، گدی۔ تو اس کے پیچھے کھڑے ہونے والے کی نگاہ گدی پر پڑتی ہے۔ معنیٰ

ہوگا ثُمَّ پھر بھیجے ہم نے ان کے پیچھے ان کے نقش قدم پر اپنے کئی رسول وَقَفَّيْنَا بِعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ ۔ لفظ عیسیٰ اصل میں عیسو تھا عبرانی زبان کا لفظ ہے۔ عربی میں عیسیٰ ہے علیہ السلام۔ اس کا معنیٰ سردار اور مبارک ہے۔ اور مریم کا معنیٰ ہے عابدہ، عبادت کرنے والی۔

عورتوں میں ان کو یہ فخر حاصل ہے کہ سارے قرآن میں صرف حضرت مریم علیہا السلام کا نام ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام کے جوڑے کا ذکر ہے زَوْجُهَا ۔ نوح علیہ السلام کی بیوی کا ذکر ہے اِمْرَاۃ نوح، لوط علیہ السلام کی بیوی کا ذکر ہے اِمْرَاۃ لوط، فرعون کی بیوی کا ذکر ہے اِمراۃ فرعون، عزیز مصر اور اس کی بیوی کا ذکر ہے اِمراۃ العزیز ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج مطہرات کا ذکر ہے، بیٹیوں کا ذکر ہے قُلْ لِأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ [سورۃ الاحزاب] لیکن نام کسی کا نہیں ہے۔ عورتوں میں سے نام صرف حضرت مریم علیہا السلام کا ہے۔ اور تیس مرتبہ آیا ہے گویا کہ اوسطاً ایک پارے میں ایک مرتبہ آیا ہے۔ جہاں بھی ذکر آیا ہے عِیسی ابن مریم آیا ہے، عیسیٰ بیٹے مریم کے علیہ السلام ۔ کیوں کہ یہ بغیر باپ کے پیدا کیے گئے تھے اس واسطے نسبت والدہ کی طرف کی گئی ہے۔ ورنہ اکیسواں پارہ سورۃ الاحزاب میں اللہ تعالیٰ نے ضابطہ بیان فرمایا ہے اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ ''پکارو ان کو ان کے باپوں کی طرف نسبت کر کے۔'' جب تم نے نسبت کرنی ہے تو باپ کی طرف کرنی ہے۔

آج کئی لوگ مجبوری اور پیار کی وجہ سے کسی کو متبنیٰ یعنی بیٹا بنا لیتے ہیں، لے پالک جسے کہتے ہیں۔ کاغذات میں اس کے اصل باپ کا نام لکھوانا ہے۔ جس نے بیٹا یا بیٹی بنائی ہے اگر اپنے نام کی طرف منسوب کرے گا تو گناہ کبیرہ کا مرتکب ہوگا۔ کبیرہ گناہوں میں

لیے ایک گناہ یہ ہے کہ اپنے باپ کی نسبت کاٹ کر کسی اور کی طرف نسبت کرنا۔ بلکہ پہلے یہ قرآن کی آیت تھی۔ اب منسوخ التلاوۃ ہے مگر حکم اس کا باقی ہے۔ اور احادیث میں موجود ہے مَنِ ادَّعٰی اِلٰی غَیْرِ اَبِیْهِ فَقَدْ کَفَرَ ''جس نے باپ کے سوا کسی اور کی طرف نسبت کی وہ پکا کافر ہے۔''

(ایک شخص نے سوال کیا حضرت! بعض لوگ بچے پھینک جاتے ہیں جن کا کچھ علم نہیں ہوتا کس کے ہیں؟ جواب میں فرمایا کہ ان کے متعلق تسلی کرنا چاہیے کہ بچہ کس کا ہے؟ اگر معلوم نہ ہو سکے تو اپنی طرف پھر بھی منسوب نہیں کر سکتے۔ یہ کہیں کہ کسی کا ہے گرا پڑا ملا تھا ہم پال رہے ہیں، تربیت کر رہے ہیں۔ اپنی طرف منسوب کرنا بڑے گناہوں میں سے ہے۔)

مرزے کا دجل اور خباثت :

چونکہ عیسیٰ علیہ السلام کا باپ نہیں تھا اس لیے نسبت ماں کی طرف کی گئی باپ ہوتا تو نسبت باپ کی طرف ہوتی۔ لیکن مرزا غلام احمد قادیانی کا دجل اور خباثت بھی سن لو۔ اس نے اپنی کتاب ''کشتی نوح'' کے صفحہ ۱۶ پر پہلے مولویوں کو گالیاں دی ہیں الف سے لے کر ی تک گالیوں کی تختی پوری کی ہے۔ پھر کہتا ہے مولوی مجھے کہتے ہیں کہ میں عیسیٰ علیہ السلام کی تعظیم نہیں کرتا حالانکہ میں عیسیٰ علیہ السلام کی بڑی تعظیم کرتا ہوں، ان کی والدہ حضرت مریم علیہا السلام کی تعظیم کرتا ہوں ان کے والد یوسف نجار کی تعظیم کرتا ہوں، عیسیٰ علیہ السلام کے چھ بہن بھائیوں کی تعظیم کرتا ہوں مجھ سے بڑا تعظیم کرنے والا کون ہے۔ او بے ایمان! اور توہین کس چیز کا نام ہے کہ تو نے یوسف نجار کو ان کا باپ بنا دیا اور چھ بہن بھائی بنا دیئے، یہ تعظیم ہے؟

اور اپنی کتاب ''تریاق القلوب'' میں لکھتا ہے عیسیٰ علیہ السلام اور میری آپس میں کیا نسبت جوڑتے ہو عیسیٰ علیہ السلام کی تین دادیاں اور تین نانیاں زنا کار اور کسبی عورتیں تھیں۔او بے ایمان! اس کا نام تعظیم ہے؟ ان کی دادیاں کہاں سے ڈھونڈ لایا ہے؟ باپ ہو تو دادی ہوتی ہے۔ان باطل فرقوں نے لوگوں کے ذہن بگاڑ دیئے ہیں۔پھر باطل پر وہ جتنی کوشش کرتے ہیں ہم تم سے اتنی نہیں ہوتی۔اوروں کی تو بات چھوڑو یہ ہمارے غیر مقلد حضرات باز نہیں آتے۔فروعی مسائل کو اچھالتے رہتے ہیں۔رفع یدین کرو جی، امام کے پیچھے فاتحہ پڑھو، آمین بلند آواز سے کہو، چڈے چوڑے کر کے کھڑے ہو بس۔یہ ان کے مسائل ہیں اور انھی پر اپنی طاقت خرچ کرتے ہیں۔او اللہ کے بندو! دنیا میں اور بڑے مسائل ہیں اس وقت لوگ کافر ہو رہے ہیں ان کو کفر سے بچاؤ۔پھر یہ باطل فرقے جتنی تبلیغ کرتے ہیں ہمارے لوگ نہیں کرتے۔ہمارے لوگ درگزر کرتے ہیں حالانکہ امر بالمعروف نہی عن المنکر ہر مسلمان کے فرائض میں شامل ہے۔

تعلیماتِ عیسیٰ علیہ السلام :

تو خیر عیسیٰ علیہ السلام کا جب نام آتا ہے تو نسبت ماں کی طرف ہوتی ہے عیسیٰ ابن مریم کیونکہ وہ بغیر باپ کے پیدا ہوئے ہیں۔عیسیٰ علیہ السلام بڑے نرم مزاج تھے اور تعلیم بھی یہی دیتے تھے۔چنانچہ انجیل متی اور لوقا میں ہے اگر کوئی تجھ سے کوٹ اتار کر لے جائے تو تم کرتا بھی اتار کر دے دو کہ لو بھئی! یہ بھی لے جاؤ۔اور اگر کوئی تمہارے ایک گال پر تھپڑ مارے تو دوسرا گال آگے کر دو کہ اس پر بھی لگا دو۔یہ ان کا سبق تھا۔ان کی طبیعت میں اتنی نرمی تھی مگر آج کے عیسائی بھیڑیئے ہیں ان بھیڑیوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بھولی بھالی بھیڑوں کی کھیتی چر لی ہے۔کیا برطانیہ، کیا امریکہ، کیا فرانس اور دوسرے۔یہ سب

بدمعاش ہیں۔ انھوں نے مسلمانوں کو خراب کر کے رکھ دیا ہے اور ہم ان کے خصیہ بردار ہیں۔ یہ سب ایمان کی کمزوری ہے کہ ہم ان سے متاثر ہیں اور امریکہ، امریکہ، امریکہ کہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اور بھیجا ہم نے ان کے پیچھے عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کو وَاٰتَیْنٰهُ الْاِنْجِیْلَ اور دی ہم نے ان کو انجیل وَجَعَلْنَا فِیْ قُلُوْبِ الَّذِیْنَ اور ہم نے رکھ دی ان لوگوں کے دلوں میں اتَّبَعُوْهُ رَاْفَةً وَّرَحْمَةً جنھوں نے ان کی پیروی کی نرمی اور رحمت ان کے دلوں میں رکھ دی وَرَهْبَانِیَّةَ ابْتَدَعُوْهَا اور رہبانیت جس کو انھوں نے گھڑا۔ رہبانیت ترک دنیا کو کہتے ہیں۔ تارک دنیا بنے۔ یہ ترک دنیا کے قصے خود انھوں نے گھڑے مَا كَتَبْنٰهَا عَلَیْهِمْ نہیں لکھی ہم نے ان پر رہبانیت۔ یہ انھوں نے خود گھڑی۔ کیوں گھڑی؟ اِلَّا ابْتِغَآءَ رِضْوَانِ اللّٰهِ مگر اللہ تعالیٰ کی رضا تلاش کرنے کے لیے انھوں نے رہبانیت گھڑی لیکن فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَایَتِهَا پس نہ رعایت کی انھوں نے اس کی جیسا کہ حق تھا اس کی رعایت کرنے کا۔ رہبانیت کا معنیٰ ہے ترک لذات اور ترک نکاح۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعض پیروکاروں نے کاروبار چھوڑا، بیوی بچوں کو چھوڑا اور جنگلوں میں جا کر ڈیرے لگا لیے۔ وہیں کٹیا بنا کر عبادت و ریاضت میں مصروف ہو گئے۔ گوشت، انڈے، مچھلی وغیرہ کا کھانا ترک کر دیا۔ کسی نے بکری رکھ لی اس کا دودھ پی کر گزارا کر لیا، کسی نے جڑی بوٹیاں کھا کر وقت گزار لیا، اچھے کپڑے پہننا ترک کر دیئے۔ اور پھر اس پر سارے قائم بھی نہ رہ سکے کئی برائیوں میں مبتلا ہو گئے۔ تو یہ رہبانیت انھوں نے خود گھڑی جیسے آج اہل بدعت نے بدعات خود گھڑی ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں یہ ہم

نے ان پر نہیں لکھی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے تو پیغمبروں کو حکم دیا یٰاَیُّھَا الرُّسُلُ کُلُوْا مِنَ الطَّیِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا [مومنون:۵۱] ''اے رسولو! کھاؤ پاکیزہ چیزوں سے اور عمل کرو نیک۔'' نہ گوشت حرام ہے، نہ انڈا اور مچھلی حرام ہے۔ اور فرمایا خُذُوْا زِیْنَتَکُمْ عِنْدَ کُلِّ مَسْجِدٍ [الاعراف:۳۱] ''اختیار کرا پنی زینت ہر نماز کے وقت۔'' صاف ستھرالباس پہن کر مسجدوں میں جاؤ۔ یہ جو مسجدوں میں ٹوپیاں رکھی ہوتی ہیں یہ پہن کر نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ نماز تو ہو جاتی ہے مگر مکروہ ہے۔ مسجد میں ایسے لباس کے ساتھ جانا چاہیے جو پہن کر آدمی عزیز رشتہ داروں کے پاس جاسکے، بازار جاسکے۔

غیر مقلدوں کے گھر کی گواہی :

اور ننگے سر نماز پڑھنا گناہ ہے۔ اور یہ مسئلہ بھی یاد رکھنا کہ جرابوں پر مسح کرنا جائز نہیں ہے۔ اس پر اہل حدیث حضرات کے بزرگوں کے فتوے بھی موجود ہیں۔ عورتوں اور مردوں کی نماز کا بھی فرق ہے، فرض نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا بھی ثابت ہے۔ یہ سب غیر مقلدین حضرات کے فتاویٰ ہیں۔ اتمام حجت کے لیے میں نے طبع کرائے تھے اگر کسی ساتھی کے پاس نسخہ ہو تو لے کر پڑھ لینا۔ مگر گکھڑ والے اتنے کنجوس ہیں کہ کتاب خریدنے کا نام تک نہیں لیتے۔ میری کتابیں گکھڑ میں طبع ہوئی ہیں لیکن میرے علم میں نہیں ہے کہ انھوں نے کوئی کتاب خریدی ہو۔۔ بھائی! یہ کتابیں تمہارے پڑھنے کے لیے ہیں، تمہارے نفع کے لیے ہیں، تمہارے گھروں میں ہونی چاہئیں۔ پڑھو تو تمھیں علم ہو کہ توحید کیا ہے، سنت کیا ہے۔ نہ تمہارے پاس '' گلدستہ توحید'' ہوگی '' نہ راہ سنت'' ہوگی ناول ہوں گے تمہارے گھر میں۔

تو خیر جس طرح اہل بدعت نے یہ بدعات خود گھڑی ہیں، عرس، میلاد، گیارھویں،

تیجہ، ساتواں، دسواں، چالیسواں، برسی ہے، پھر ان کو فرض سے بھی زیادہ اہمیت دیتے ہیں۔ یہ سب ہندوؤں کی رسمیں ہیں کوئی شریعت کا حکم نہیں ہے۔ اسی طرح عیسائیوں نے رہبانیت گھڑی تھی لیکن اس پر قائم نہ رہ سکے۔ کچھ عرصہ کے بعد ان کے پاس عورتوں کا آنا جانا ہو گیا تو خرابیاں پیدا ہو گئیں۔ اپنی حلال کی چھوڑیں حرام میں مبتلا ہو گئے۔ حلال کا رزق چھوڑا چوروں، ڈاکوؤں نے چوری کر کے، ڈاکے مار کے جو نذرانے دیئے وہ کھانے شروع کر دیئے۔ یہ کون سی عبادت ہے؟

تو فرمایا رہبانیت انھوں نے خود گھڑی اور اس کی رعایت نہ کر سکے فَاٰتَیْنَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْهُمْ پس دیا ہم نے ان لوگوں کو جو ایمان لائے ان میں سے اَجْرَهُمْ ان کا اجر۔ جو ان میں سے مخلص تھے، مومن تھے ان کو اجر ملے گا وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ اور بہت سے لوگ ان میں سے نافرمان ہیں یٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا چوں کہ پہلے ذکر نصاریٰ کا آ رہا ہے اس لیے معنیٰ کرتے ہیں اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو عیسیٰ علیہ السلام پر اتَّقُوا اللّٰهَ ڈرو اللہ تعالیٰ سے صحیح معنیٰ میں، اپنی طرف سے باتیں نہ بناؤ وَاٰمِنُوْا بِرَسُوْلِهٖ اور ایمان لاؤ اللہ تعالیٰ کے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر يُؤْتِكُمْ كِفْلَيْنِ دے گا تمھیں اللہ تعالیٰ دہرا اجر۔ ایک اجمالی ایمان کی وجہ سے اور ایک تفصیلی ایمان کی وجہ سے۔ کیوں کہ جو صحیح عیسائی تھے وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تشریف لانے سے پہلے اجمالی طور پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مانتے تھے کیوں کہ ان کی کتابوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر تھا، تورات میں بھی اور انجیل میں بھی۔ سورۃ الاعراف آیت نمبر ۱۵۷ پارہ ۹ میں ہے اَلَّذِيْنَ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ ''جس کو وہ پاتے ہیں لکھا ہوا اپنے پاس تورات اور انجیل میں۔'' اب وہ تشریف لے آئے ہیں ان پر ایمان لے آؤ تو یہ تمھارا

ایمان تفصیلی ہوگا۔ایمان بھی ،اجر بھی ڈبل مِنْ رَّحْمَتِهٖ اپنی رحمت سے دُہرا اجر دے گا وَيَجْعَلْ لَّكُمْ نُوْرًا اور بنائے گا تمہارے لیے نور تَمْشُوْنَ بِهٖ چلو گے تم اس نور ایمان ،نور توحید کے ذریعے وَيَغْفِرْ لَكُمْ اور اللہ تعالیٰ تمہارے گناہ معاف کر دے گا وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔یہ نبی ہم نے کیوں بھیجا اور کیوں کہتے ہیں کہ تم اس پر ایمان لاؤ۔اس لیے بھیجا ہے لِّئَلَّا يَعْلَمَ اَهْلُ الْكِتٰبِ تاکہ نہ جاننے لگیں ،نہ سمجھنے لگیں اہل کتاب اَلَّا يَقْدِرُوْنَ عَلٰى شَيْءٍ اب وہ کسی چیز پر قادر نہیں ہیں مِّنْ فَضْلِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے فضل سے۔یہ نہ کہہ سکیں کہ ہماری طرف تو پیغمبر آیا ہی نہیں ہم کس طرح مانتے ؟ اللہ تعالیٰ نے بھیج دیا اور ان کو ایمان لانے اور تصدیق کرنے پر قدرت ہے ایمان لے آئیں اللہ تعالیٰ کا فضل وہ اب بھی کما سکتے ہیں آنحضرت ﷺ پر ایمان لے آئیں۔

بعض مفسرین نے لِّئَلَّا میں جو لام ہے اس کو زائد قرار دیا ہے اور معنیٰ کرتے ہیں تاکہ جان لیں اہل کتاب کہ وہ نہیں قدرت رکھتے کسی چیز پر اللہ تعالیٰ کے فضل سے۔ فضل تو اللہ تعالیٰ کے قبضۂ قدرت میں ہے وہ جس کو چاہے عطا کرے۔جس کو چاہے نبوت دے ،جس کو چاہے کتاب دے ،جس پر چاہے وحی نازل فرمائے ،یہ رب تعالیٰ کے پاس ہے ان کے پاس نہیں ہے وَاَنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ اور بے شک فضل سارا اللہ تعالیٰ کے قبضہ میں ہے يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ دیتا ہے جس کو چاہتا ہے اپنا فضل وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے ،بڑی مہربانی والا ہے ،بڑی وسعت والا ہے۔

آج بہ روز جمعرات ۱۵ ذوالحجہ ۱۴۳۵ھ بہ مطابق ۱۱ ستمبر ۲۰۱۴ء

انیسویں جلد مکمل ہوئی۔

والحمد للّٰہ علیٰ ذلک

(مولانا) محمد نواز بلوچ

مہتمم: مدرسہ ریحان المدارس، جناح روڈ، گوجرانوالا۔